۱۸

انیس کے مرثیے

مرتبہ

صالحہ عابد حسین

انیسؔ کے مرثیے

جلد دوم

مرتبہ

صالحہ عابد حسین

ترقّیِ اردو بیورو، نئی دہلی

سنہ اشاعت 1980 ——— 1902 شک

© ترقیِ اردو بیورو، نئی دہلی

پہلا اڈیشن:

قیمت : =/38

کتابت : لقاء الرحمٰن

سرورق: بھنوٹ

ڈائرکٹر، بیورو فار پروموشن آف اردو (ویسٹ بلاک 8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی 110022) نے ترقیِ اردو بورڈ، وزارتِ تعلیم و ثقافت، حکومتِ ہند، نئی دہلی کے لیے جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرز جامع مسجد سے چھپوا کر شایع کیا۔

پیش لفظ

اردو زبان کی ترویج واشاعت کے لیے حکومت ہند کی وزارت تعلیم وثقافت کے تحت ترقی اردو بیورو کے ذریعے جن لائحوں اور منصوبوں کو عملی شکل دی جارہی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مختلف جدید علوم پر کتابیں ماہرین سے لکھوائی جائیں اور ان علوم سے متعلق اہم مغربی ومشرقی کتابوں کے تراجم شائع کیے جائیں جو نہ صرف زبان بلکہ قوم کی ترقی میں بھی مفید ومعاون ثابت ہوں۔

اس منصوبے کے تحت ترقی اردو بیورو اب تک خاصی تعداد میں کتابیں شائع کرچکا ہے۔ ان میں شعروادب، تنقید، لسانیات، تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، تجارت، زراعت، امور حکومت، معاشیات، عمرانیات، قانون، طب، فلسفہ اور نفسیات پر اعلیٰ کتابوں کے علاوہ تعلیمِ بالغان، بچوں کے ادب، سائنس اور تکنیکی علوم سے متعلق ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جو اردو کی نصابی ضرورتوں کو بھی کسی حد تک پورا کررہی ہیں۔ ان موضوعات پر اچھی آسان اور معیاری کتابوں کی جو کمی اردو حلقوں میں شدت سے محسوس کی جارہی تھی وہ بیورو کے ذریعہ آہستہ آہستہ پوری ہورہی ہے۔ ترقی اردو بیورو کی شائع کردہ کتابیں حسنِ طباعت کا ایک معیار قائم کرتی ہیں اور ان کی قیمت بھی نسبتاً کم رکھی جاتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان کتابوں کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے۔

ترقی اردو بیورو کے جامع منصوبوں کے تحت اردو انسائیکلوپیڈیا، اردو لغت (کلاں) اردو لغت (برائے طلبہ) انگریزی اردو لغت، اردو انگریزی لغت، بنیادی متون کی اشاعت، اردو کتابیات کی تیاری اور مختلف علوم کی اصطلاح سازی کے کام بھی جاری ہیں۔ ان کی تکمیل کے لیے ہمیں ملک بھر کے ماہروں کا تعاون حاصل ہے۔

زیرِ نظر کتاب ترقی اردو بیورو کے اشاعتی پروگرام کا ایک جز ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اردو داں حلقوں میں اس کتاب کی بھی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

شمس الرحمٰن فاروقی

ڈائریکٹر، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

میر ببر علی انیس

فہرست

	پیش لفظ	3
	دیباچہ	7
	مراثی	13—497
1	دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے	13
2	کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا	28
3	جب رن میں سربلند علیؑ کا عَلَم ہوا	49
4	حضرت سے جب برادرِ خوش خو جدا ہوا	78
5	دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ	98
6	جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے	105
7	ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں	119
8	جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا رن میں	140
9	شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے	161
10	جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا	187
11	جب خیمہ میں رخصت کو شہِ بحر و بر آئے	218
12	نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے	229
13	جب تیغِ ید اللہ کھنچی دشتِ وغا میں	252
14	جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم میں	269

15 اے شمعِ قلم روشنیِ طور دکھادے۔ 287

16 جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے 309

17 آج شپیرؑ پہ کیا عالمِ تنہائی ہے 342

18 جبکہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں 352

19 جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی 359

20 اے مومنو! کیا صادق الاقرار تھے شپیرؑ 369

21 آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے 384

22 جب قیدیوں کو خانہ زنداں میں شب ہوئی 391

23 جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابد 418

24 دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی 433

25 دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو 441

26 نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری 451

27 جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا 469

● اختلافِ نسخ 498

● فرہنگ 527

دیباچہ

انیس کے مرثیے کی پہلی جلد میری توقع سے زیادہ پسند کی گئی۔ اس سے میری اور ہمت بندھی اور مرکزی میر انیس کمیٹی نے دوسری جلد کا جو کام میرے سپرد کیا تھا اُسے مکمل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن گذشتہ دو سالوں میں بیماریوں اور پریشانیوں کے ایسے ایسے کڑے وقت آئے کہ جی چھوٹ چھوٹ گیا۔ ایک منزل وہ آئی کہ اپنی سخت علالت کے سبب میں نے اس کام کو کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خدا کے فضل سے پھر طبیعت بہتر ہوگئی اور میرے محترم بزرگ سید بشیر حسین زیدی کے اصرار نے مجھے مجبور کر دیا کہ اس جلد کا کام بھی میں ہی انجام دوں۔ میں نے پھر کمر ہمت کسی اور انیس کے مرثیے کی دوسری جلد کے کام میں جُٹ گئی۔

اس مجموعے میں، میں نے انیس کے جو مرثیے جمع کیے ہیں ان میں سے بیشتر وہ ہیں جو ان کے بہترین مرثیے مانے جاتے ہیں۔ ان میں بعض بہت طویل ہیں۔ بعض بہت مختصر ہیں۔ بعض سادگی اور پرکاری کا نمونہ ہیں تو بعض فصاحت و بلاغت، فن کاری اور صنّاعی کا بے مثال کرشمہ۔ یہ سب مرثیے اتنے پڑھے اور سُنے ہوتے تھے کہ ان کا انتخاب کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا اور جلد انجام پا گیا۔

لیکن مرثیوں کی فرہنگ کا کام گذشتہ جلد سے بہت زیادہ تھا اور اتنا ہی کٹھن بھی۔ اس جلد کی مختصر فرہنگ دیکھ کر اس کام کو جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں کس قدر جاں فشانی کرنی پڑی ہے۔ یہاں صرف الفاظ اور محاوروں وغیرہ کے معنی بتانا نہیں تھے بلکہ بہت سی جگہ مصرعوں، شعروں اور کئی کئی بندوں کا مطلب بھی سمجھانا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی جگہ کلامِ پاک کی آیتوں کے ٹکڑے یا احادیث کے حوالے یا عربی کے جملے آتے ہیں۔ ان سب کا بالکل صحیح مطلب سمجھنے سمجھانے میں مشکل پیش آئی، خصوصاً تلمیحات کو بتانا کہ اس میں کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا کون سا موقع مقصود ہے بڑا مشکل کام تھا کہ انیس تو دریا کو کوزے میں بند کرنے میں ماہر ٹھہرے۔ اگر سمجھانا پڑے تو ایک شعر بلکہ ایک مصرعے کو سمجھانے میں کئی صفحے سیاہ ہو جائیں اور پورا مطلب واضح نہ ہو سکے پھر انیس کا محاورہ اور روزمرّہ اور الفاظ کا بے پناہ

استعمال !! خدا کی پناہ !! لفظوں کے معنی سمجھانا اتنا مشکل نہیں مگر مختصر لفظوں میں اس کے مطالب سمجھانا ــ دانتوں پسینہ آجاتا ہے۔ میر انیسؔ کے ہاں بہت سے لفظ وغیرہ ایسے بھی ہیں جن کا مطلب کہیں نہیں ملتا۔ کم سے کم میرے پاس لغت کی جو کتابیں تھیں ان میں نہیں مل سکا۔ یا جو معنی ملے وہ انیسؔ کے ہاں فٹ نہیں بیٹھے۔ سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ ڈاکٹر عابد حسین جنھوں نے پہلی جلد مرتب کرنے میں قدم قدم پر میری مدد کی تھی، خاص کر فرہنگ بنانے میں اور اس کے بغیر میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی، وہ ایک عرصے سے بیمار ہیں اور اس بار وہ اس کام میں میری رہنمائی نہیں کر سکے اور یہ کٹھن کام مجھے تنہا انجام دینا پڑا۔ اس میں سب ملا کر تقریباً ساڑھے آٹھ سو لفظوں، مصرعوں اور بندوں کے مطالب دینے پڑے ہیں۔

بہر صورت جیسے تیسے میں نے اس اہم کام کو قابلِ اطمینان طور پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ پورے دو سال مجھے اس کام میں صرف کرنے پڑے۔ لیکن میں یہ دعوے نہیں کر سکتی کہ کہیں میں نے غلطی نہیں کی ہوگی۔ بعض جگہ محاوروں یا شعروں اور بندوں کا مطلب جو میں نے سمجھایا، ہو سکتا ہے کہ کسی کو اس پر اعتراض ہو یا نقص نظر آئے لیکن ایسا ہو تو امید ہے کہ میں قابلِ معافی سمجھی جاؤں گی۔ اس لیے بھی غالبؔ کے انتہائی مختصر کلام کی کئی شرحیں موجود ہیں پھر بھی اس کا سمجھنا سمجھانا آسان نہیں ہوتا۔ کلامِ انیسؔ جو ہزاروں ہزار بندوں پر پھیلا ہوا ہے (اور اکثر مرثیوں کے بعض حصے کلامِ غالبؔ سے کم مشکل اور ادق نہیں ہوتے) اس کی پوری شرح تو کیا دو چار مرثیوں کی بھی شرح کسی نے نہیں کی ہے۔ کم سے کم مجھ تک نہیں پہنچی ہے۔ اور نہ کوئی قابلِ اطمینان ایسی فرہنگ یا لغت ہے جس میں انیسؔ کے محاوروں اور مخصوص الفاظ کے معنی مل سکیں۔ البتہ جناب مسعود حسین رضوی ادیبؔ نے روحِ انیس کے نام سے جو مرثیے ایڈٹ کیے ہیں (جس میں سے تین مرثیے اس جلد میں شامل ہیں) ان میں معنی و مطالب کو بڑی خوبی سے سمجھایا گیا ہے۔ البتہ مسعود صاحب نے زور صنائع بدائع وغیرہ پر دیا ہے اور طالب علموں کو سمجھانے کے لیے صناعیوں کی طرف توجہ زیادہ فرمائی ہے۔ میں نے صرف معنی اور مطالب پر اکتفا کی ہے۔ دوسرے مرثیوں کے لیے اتنا مواد بھی کہیں سے نہ مل سکا۔

اس سے بھی کٹھن مرحلہ تھا اختلافِ نسخ کی نشان دہی کرنا۔ ان مراثی میں پونے پانسو اختلافِ نسخ دیے گئے ہیں۔ یہ کام اس شخص کے لیے تو آسان ہوتا ہوگا جس نے اس کی باقاعدہ تعلیم پائی ہے مگر میرے لیے بہت مشکل تھا۔ اگر ایک یا دو آدمی ہی مجھے اس کام میں مدد کے لیے مل سکتے تو کچھ آسانی ہو سکتی تھی۔ مگر یہ بھی میرے لیے ممکن نہ ہو سکا۔ البتہ میرے گھر میں میرے لیے ایک دو عزیزوں نے مدد کی جن کے سہارے میں اس مہم کو سر کر سکی۔

لیکن سب سے مشکل کام تھا وہ وقت نکالنا جب سکون سے دو تین گھنٹے بیٹھ کر اسے کیا جا سکے لیکن

اپنی بیماری کے علاوہ اپنے شوہر کی تیمارداری اور گھریلو اور خاندانی ذمہ داریاں اور گرم فرماؤں کا بیچ بیچ میں خلل ڈالنا۔ کیا بتایا جائے کہ کیسے اور کب کب اس کام کو کرنے کے لیے میں نے وقت نکالا ہے۔ کئی بار ہمت جواب دے گئی۔ سوچا کام واپس کر دوں۔ مگر پھر کسی نہ کسی طرح حوصلہ کیا اور خدا کا شکر و احسان ہے کہ میں نے اس کام کو تکمیل تک پہنچا دیا اور جو وعدہ مرکزی انیس کمیٹی سے کیا تھا اُسے پورا کیا۔

انیس کے مرثیے کی دوسری جلد میں میر انیس کے کئی شاہکار شامل ہیں (اگرچہ شاہکار کسی فن کار کا ایک ہی ہوتا ہے مگر کیا کیا جائے کہ انیس کے کتنے ہی مرثیوں پر یہ لفظ صادق آتا ہے اور ایک مرثیہ کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل نظر آتا ہے) ان میں سے چند مرثیوں کے اوّل مطلع کا پہلا مصرعہ درج ہے ؎

؎ حضرت سے جب برادرِ خوش خُو جدا ہُوا

؎ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے

؎ شمشادِ بوستانِ رسالت حسین ہے

؎ دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے

؎ جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہُوا

؎ جب دولتِ سرور پہ زوال آ گیا رن میں

؎ جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی

؎ نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری

؎ جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

یہ مرثیے انیس کی قادر الکلامی کی منہ بولتی شہادت ہیں۔ ان میں شاعر کا فن اپنے پورے عروج پر نظر آرہا ہے۔ ان میں فصاحت و بلاغت کے دریا رواں دواں ہیں اور منظر نگاری و نقشہ کشی بے مثال ہے۔ ساتھ ہی بعض مرثیوں میں اخلاقی تعلیم اور امام حسینؑ کی بلند سیرت دکھا کر ایک مکمل انسان اور سچے مسلمان کا جلوہ بڑی خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے اور نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری خاص طور پر بے مثال مرثیوں میں شمار ہوتے ہیں اور اوپر دی گئی ساری خصوصیات کے حامل ہیں۔ اور ؎ جب دولتِ سرور پہ زوال آ گیا رن میں اور جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی، ایسے مرثیے ہیں جن میں جذبات کی شدت، احساسات کی گہرائی، خاندانی رشتوں کی نزاکت اور پاکیزگی اور زبان و بیان کی روانی، دلکشی اور تاثر ایسا ہے جس کے بارے میں کہنا مشکل ہے محسوس کرنا آسان ہے۔

اس مجموعہ کا آخری مرثیہ اس کی جان ہے یعنی انیس کا وہ شہرہ آفاق مرثیہ جس کو "ریاضِ انیس" کا نام

دیا گیا ہے۔

جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

اگرچہ اس مرثیہ کا پہلا مطلع تھا ۔

واحسرتا کہ عہدِ جوانی گزر گیا ـــ مگر اس نے شہرت دوسرے مطلع سے پائی کہ یہ پہلا مصرعہ ہی جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا' ایسا بے مثال ہے جس کا جواب آج تک کوئی نہیں پیش کر سکا۔ ایک مصرعے کے اندر واقعاتِ کربلا کا نچوڑ اور شہدائے کربلا کی ایثار و قربانی اور جاں نثاری کی طویل اور اَن مٹ داستان سمودی گئی ہے۔ ایک لفظ "خاتمہ بخیر" نے مصرعہ کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ہم نے اپنے مجموعے میں دوسرے مطلع ہی کو پہلا مطلع مانا ہے البتہ اختلافِ نسخ کے ذیل میں پہلا مطلع بھی درج کر دیا گیا ہے اس مرثیے کو سوائے سہلِ ممتنع کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

دیگر مراثی کا انتخاب ہم نے دو لحاظ سے کیا ہے۔ یہ مرثیے زیادہ تر امام حسین کی شہادت کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ اہلِ حرم اور سیدِ سجاد کی گرفتاری اور مصائب' دربارِ شام میں آنا' قید خانے کی مصیبتیں' پرانی کنیزوں شیریں اور ہندہ کے واقعات' امام حسین کی تدفین کی داستان' یہ سب واقعات ایسے ہیں جن کے بغیر داستانِ حق و باطل مکمل نہیں ہوتی ہے۔

لیکن یہ مراثی صرف واقعات ہی کی وجہ سے نہیں شعر و فن کے لحاظ سے بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان میں گھوڑے اور تلوار' اور سراپا اور جنگ کے ذیل میں وہ کمالات نہیں دکھائے گئے جو عقیدے کے لحاظ سے سچ ہوں تو ہوں ویسے مبالغہ کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہاں تو انیس حقیقت نگاری اور صداقت بیانی کی مشکل ترین راہ سے بڑے کمال کے ساتھ گزرے ہیں۔ انداز میں سلاست ہے' روانی ہے' درد و اثر کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔ انسانی فطرت کی عکاسی ہے' صبر و برداشت کی ایک پُر درد دلکش داستان ہے جو پڑھنے والے کو کرداروں کی اعلیٰ سیرت و اخلاق دکھا کر بہت کچھ درسِ اخلاق دیتی ہے۔ جس طرح غالب کا بہترین فن چھوٹی بحر کی غزلوں میں نظر آتا ہے۔ انیس کا بہت سا کلام جو مختصر مرثیوں میں پایا جاتا ہے اپنی حسن سادگی اور اثر میں جواب نہیں رکھتا۔

آج شبیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے!

غضب کا بند ہے اور قیامت کا مرثیہ!

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ!

بیٹے کے لیے باپ کی بے قراری ایسی قدرتی معلوم ہوتی اور اسی روانی ساختگی سے بیانیہ بند تحریر کیے گئے

ہیں کہ دل سے آہ آہ نکل جاتی ہے۔

ع اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیر

اور ع جب کہ خاموش ہوئی شمع امامت رن میں

اور ع جب ران میں حسین اصغرِ بے شیر کو لاتے

یا ع دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو

اور ع دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

یہ وہ مراثی ہیں جن میں انیس کا کلام اس قدر سہل، رواں ہے جیسے کوئی سبک روندی دھیرے دھیرے بہہ رہی ہو۔ زبان میں شہد سے بڑھ کر حلاوت، خیالات میں گہرائی اور درد کی انتہا کیفیت پڑھنے اور سننے والے مبہوت ہو جاتے ہیں۔ مسحور ہو جاتے ہیں۔ ان کے سر خاندانِ رسالت کے ان شہیدوں کے اعلیٰ اخلاق اور سیرت کے سامنے عقیدت سے جھک جاتے ہیں اور آنکھیں ان کے مصائب پر موتی نچھاور کرنے لگتی ہیں۔ انیس جیسے عظیم فن کار کو اس سے بڑا خراجِ عقیدت اور کیا مل سکتا ہے۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں جن حضرات سے مجھے مدد ملی ان کی میں تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ سب سے پہلے تو میں سید محمد حسین رضوی لائبریرین مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنھوں نے حسبِ سابق مجھے لائبریری سے منشی نول کشور کے شایع شدہ مجموعہ مرثیہ میر انیس کے قدیم نسخے عنایت فرمائے جن کے بغیر میرا کام مکمل ہونا دشوار تھا۔

میں جناب نائب حسین نقوی کی بھی بہت مشکور ہوں جنھوں نے رجب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا، اپنا مخطوط مقابلے کے لیے مجھے عنایت کیا کہ اس مرثیہ کی دوسری کاپی مجھے کہیں اور سے دستیاب نہیں ہو سکی تھی۔

میں ڈاکٹر نیر مسعود کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے مجھے مشورہ بھی دیا اور مدد بھی کی۔

شکریہ تو میں اپنی بہن انیس حسن مہدی کا بھی ادا کرنا چاہتی تھی جنھوں نے اپنی لاانتہا مصروفیات میں سے تھوڑا سا وقت چرا کر میرے ساتھ اکثر مرثیوں کو پڑھوایا جس سے فرہنگ اور اختلافِ نسخ کے مرتب کرنے میں مجھے بڑی مدد ملی۔ مگر یہ کام انھوں نے مجھ سے محبت کی وجہ سے بھی کیا مگر اس سے زیادہ انیس اور کلامِ انیس سے عقیدت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں محبت اور عقیدت شکریہ کی محتاج نہیں ہوتیں۔

انیس کے مرثیے کی دوسری جلد مرتب ہونے میں انیس سے اس گہری عقیدت و الفت کا بڑا ہاتھ ہے۔ جو اپنے اس محبوب شاعر سے مجھے ہے۔ ورنہ یہ کام میرے بس کا نہ تھا۔ اس کتاب کی ترتیب اسی اعتراف کا کرشمہ ہے۔ اس شعر کی تکرار کے ساتھ جو سو فیصدی سچائی پر مبنی ہے کہ

کسی نے تری طرح سے اے انیس عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

۱

۱
دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے ‎ ‎ ‎ ذرّوں میں روشنیِ تجلّیِ طُور ہے
اِک آفتابِ رُخ کی ضیا دُور دُور ہے ‎ ‎ ‎ کوسوں زمین عکس سے دریائے نُور ہے
اللہ رے حُسن طبقۂ عنبر سرشت کا
میدانِ کربلا ہے نمونہ بہشت کا

۲
حیراں زمیں کے نُور سے ہے چرخِ لاجورد ‎ ‎ ‎ مانندِ کہربا ہے رُخِ آفتاب زرد
ہے روکشِ فضائے ارم وادیِ نبرد ‎ ‎ ‎ اٹھتا ہے خاک سے تتقِ نور جائے گرد
حیرت سے حاملانِ فلک ان کو تکتے ہیں
ذرّے نہیں زمیں پہ ستارے چمکتے ہیں

۳
ہے آبِ نہر صورتِ آئینہ جلوہ گر ‎ ‎ ‎ تاباں ہے مثلِ چشمۂ خورشید ہر بھنور
لہریں بسانِ برق چمکتی ہیں سر بہ سر ‎ ‎ ‎ پانی پہ مچھلیوں کی ٹھہرتی نہیں نظر
یہ آب و تاب ہے کہ گہر آب آب ہیں
دریا تو آسماں ہیں ستارے حباب ہیں

۴
پرتو فگن ہُوا جو رخِ قبلۂ انام ‎ ‎ ‎ مشہور ہو گئی وہ زمیں عرش احتشام
اور سنگریزے درِ نجف بن گئے تمام ‎ ‎ ‎ صحرا کو مل گیا، شرفِ وادی السلام
کعبے سے اور نجف سے بھی عزّت سوا ہوئی
خاک اس زمینِ پاک کی، خاکِ شفا ہوئی

۵
پھیلا جو نورِ مہرِ امامت دمِ زوال ‎ ‎ ‎ ذرّوں سے واں کے آنکھ ملانا ہُوا محال
سارے نہال، فیضِ قدم سے ہوئے نہال ‎ ‎ ‎ اختر بنے جو پھول، تو شاخیں بنیں ہلال
پتّے تمام آئینۂ نور ہو گئے
صحرا کے نخل سب شجرِ طُور ہو گئے

غُل تھا زہے حسینؑ کی شوکت زہے وقار ۶ گویا کھڑے ہیں جنگ کو محبوبِ کردگار
رُخ سے عیاں ہے دبدبۂ شاہِ ذُوالفقار ہے نورِ حق جبینِ منوّر سے آشکار
کیونکر چھپے نہ ماہِ دو ہفتہ حجاب سے
چودہ طبق میں نور ہے اس آفتاب سے

یہ روئے روشن اور یہ گیسوئے مشک فام ۷ یاں شام میں تو صبح ہے اور صبح میں ہے شام
ہالے میں یوں نظر نہیں آتا ہے مہ تمام قدرت خدا کی، نُور کا ظُلمت میں ہے مقام
زلفوں میں جلوہ گر نہیں، چہرہ جناب کا
ہے نصف شب میں آج ظہور آفتاب کا

قُرباں کمانِ ابروئے مولا پہ جان و دِل ۸ گر ماہِ نو کہیں، تو ہے تشبیہ مبتذِل[9]
چشمِ غزالِ دشتِ ختن، چشم سے خجل دیکھا جسے کرم سے خطائیں ہوئیں بحل
پُتلی، بسانِ قبلہ نما، بے قرار ہے
گریاں ہیں وہ، یہ گردشِ لیل و نہار ہے

رخسار ہیں ضیا میں قمر سے زیادہ تر ۹ جن پر ٹھہر سکی نہ کبھی شمس کی نظر
ریشِ مخضّب[10]، اور یہ رُخِ شاہِ بحر و بر پیدا ہیں صاف معنیِ واللیل" والقمر
قرآن سے عیاں ہے بزرگی امام کی
کھائی قسم خدا نے اسی صبح و شام کی

کس منہ سے کیجیے لبِ جاں بخش کا بیاں ۱۰ چوسی جنھوں نے احمدِ مختار کی زباں
کیا دُرِّ آبدار ہیں اس دُرج[11] میں نہاں گویا کہ موتیوں کا خزانہ ہے یہ دہاں
ذرّے زمیں پہ عکس سے سارے چمک گئے
جس وقت یہ کِھلے تو ستارے چمک گئے

شمعِ حریم لم یزلی تھا گلوئے شاہ ۱۱ تاریک شب میں جیسے ہویدا ہو نورِ ماہ
اے چرخِ بے مدار، یہ کیسا ستم ہے آہ شمشیرِ شمر اور محمدؐ کی بوسہ[12] گاہ
جس پر رسولؐ ہونٹوں کو ملتے ہوں پیار سے
کٹ جائے کربلا میں وہ خنجر کی دھار سے

منظور یاں تھی مدح گلوئے شہِ اُمم ۱۲ یاد آگئی مگر یہ حدیثِ غم و الم
مسجد میں جلوہ گر تھے رسولِ فلک حشم ہلتے تھے ذکرِ حق میں لبِ پاک دم بہ دم
روشن تھے بام و در رخِ روشن کے نُور سے
آئینہ بن گئی تھی زمیں تن کے نُور سے

تھا جو ستوں کہ رکنِ رسالت کا تکیہ گاہ ۱۳ کرسی بھی اس کی پشت کی تھی ڈھونڈھتی پناہ
تھا جس حصیر[۵] پر وہ دو عالم کا بادشاہ حسرت سے عرش کرتا تھا اس فرش پر نگاہ
اوجِ زمیں بہشتِ بریں سے دوچند تھا
ممبر کا[۶] نہ فلک سے بھی پایہ بلند تھا

اصحابِ خاص گرد تھے انجم کی طرح سب ۱۴ تاباں تھا بیچ میں، وہ مہ ہاشمی لقب
سر پہ ملک صفات مگس راں تھے دو عرب جبریل[۷] تہ کیے ہوئے تھے زانوے ادب
خادم بلالؓ و قنبرؓ گردوں اساس تھا
نعلین اس کے پاس، عصا اس کے پاس تھا

گیسو تھے وہ مفسر[۹] واللیل اذا سجا ۱۵ رُخ سے عیاں تھے معنی والشمس والضحےٰ
وہ ریشِ پاک اور رخِ سردارِ انبیاؑ گویا دھرا تھا رحل پہ قرآں کھلا ہوا
اوڑھے سیہ عبا، جو وہ عالم پناہ تھا
کعبہ کا صاف، حاجیوں کو اشتباہ تھا

پہلو میں بادشاہ کے تھا، جلوہ گر وزیر ۱۶ سردارِ دیں، علیؑ ولی، خلق کا امیر
دونوں جہاں میں کوئی نہ دونوں کا تھا نظیر احمدؐ تھے آفتاب، تو حیدرؑ مہ منیر
ظاہر میں ایک نور کا دُوجا، ظہور تھا
گر غور کیجیے تو وہی ایک نُور تھا

مصروفِ وعظ و پند تھے سلطانِ مشرقین ۱۷ جو گھر سے نکلے کھیلتے زہراؑ کے نورِ عین
نانا بغیر دونوں نواسوں کو تھا نہ چین بڑھ جاتے تھے حسنؑ کبھی آگے کبھی حسینؑ
کہتے تھے دیکھیں کون قدم جلد اٹھاتا ہے
نانا کے پاس کون بھلا پہلے جاتا ہے

وہ گورے گورے چہروں پہ زلفیں اِدھر اُدھر ۱۸ کرتے گلوں میں نور بدن جن سے جلوہ گر
اختر سے وہ چمکتے ہوئے کان کے گہر رشکِ ہلال طوق، گلے غیرتِ قمر
ہیکلؔ پہ نقشِ نامِ خدائے جلیل کے
تعویذ گردنوں پہ پرِ جبرئیلؑ کے

مسجد میں آئے ہنستے ہوئے جب وہ گل بدن ۱۹ خوش بو سے صحن مسجدِ جامع بنا چمن
تسلیم کو حسینؑ سے پہلے جھکے حسنؑ خوش ہو کے مسکرانے لگے سرورِ زمن
بڑھ بڑھ کے خم سلام کو چھوٹے بڑے ہوئے
بیٹھے رہے رسولؐ ملک اٹھ کھڑے ہوئے

بیٹوں کو تھا علیؑ کا اشارہ کہ بیٹھ جاؤ ۲۰ لازم نہیں کہ وعظ میں نانا کو تم ستاؤ
پھیلا کے ہاتھ بولے محمدؐ کہ آؤ آؤ شبیرؑ نے کہا ہمیں پہلے گلے لگاؤ
بھائی حسنؑ جو آپ کی گودی میں آئیں گے
ہم تم سے نانا جان ابھی روٹھ جائیں گے

بولے حسنؑ کہ واہ ہمیں اور کریں نہ پیار ۲۱ اقرار کر چکے ہیں شہنشاہِ نامدار
بولے بہ چشمِ نم یہ حسینؑ فلک وقار دیکھیں تو کون کاندھے پہ ہوتا ہے اب سوار
سب سے سوا جو ہیں سو ہمیں اُن کے پیارے ہیں
آگے نہ بڑھیے آپ کہ نانا ہمارے ہیں

بھائی سے تب کہا یہ حسنؑ نے بہ التفات ۲۲ بے وجہ ہم سے روٹھے ہو تم اے نکو صفات
نانا ہمارے کیا نہیں سلطانِ کائنات ہوتی ہے ناگوار تمھیں تو ذرا سی بات
غصہ نہ اتنا چاہیے خوش خُو کے واسطے
مچلے تھے یوں ہی بچۂ آہو کے واسطے

یہ سن کے منہ علیؑ کا لگے دیکھنے رسولؐ ۲۳ ہنس کر کہا یہ دونوں ہیں میرے چمن کے پھول
میں چاہتا ہوں، ایک کی خاطر نہ ہو ملول روئیں گے یہ تو گھر سے نکل آئے گی بتولؑ
ہووے نہ رنج میرے کسی نورِ عین کو
تم لو حسنؑ کو گود میں میں لوں حسینؑ کو

شپر سے پھر اشارہ کیا ہو کے بے قرار ۲۴ غصہ نہ کھاؤ پہلے تمھیں کو کریں گے پیار
پھر بولے دیکھ کر سوئے شبیرؑ نامدار آ اے حسینؑ آ تری باتوں کے میں نثار
چھاتی سے ہم لگائیں گے جان اپنی جان کر
دیکھیں تو پہلے کون پلٹتا ہے آن کر

دوڑے یہ بات سُن کے برابر وہ خوش سِیَر ۲۵ پاس آئے آفتابِ رسالت کے دو قمر
لپٹے حسینؑ ہنس کے اِدھر، اور حسنؑ اُدھر تھے پانوں زانووں پہ، تو بالائے دوش سَر
نانا کے ساتھ پیار میں، دونوں کا ساتھ تھا
گردن میں ایک اُن کا اور اِن کا ہاتھ تھا

پھر پھر کے دیکھتے تھے شہنشاہِ مشرقین ۲۶ گہہ جانبِ حسنؑ تو کبھی جانبِ حسینؑ
بیٹھے جو زانووں پہ، وہ زہرؑا کے نورِ عین تھا تن کو لطف، قلب کو راحت، جگر کو چین
جھک جھک کے منہ، رسولِؐ زمن چومنے لگے
اِن کا گلا تو اُن کا دہن چومنے لگے

شبیرؑ چاہتے تھے کہ چومیں مرے بھی لب ۲۷ پر کچھ گلے کے بوسوں کا کھلتا نہ تھا سبب
نانا کے منہ کے پاس یہ لاتے تھے منہ کو جب جھک جھک کے چومتے تھے گلا سیدِ عرب
بھائی کو دیکھ کر جو حسنؑ مسکراتے تھے
غیرت سے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے

اُٹھے حسینؑ زانوئے احمدؐ سے خشمگیں ۲۸ غصے سے رنگ زرد اور آنکھوں پہ آستیں
رُخ پر پسینہ، جسم میں رعشہ، جبیں پہ چیں پوچھا کدھر چلے، تو یہ بولے کہیں نہیں
گھر میں اکیلے تیوری چڑھائے چلے گئے
دیکھا نہ پھر کے سر کو جھکائے چلے گئے

بیت الشرف میں آئے جو شبیرؑ نامدار ۲۹ کرتے کو منہ پہ رکھ کے لگے رونے زار زار
دوڑیں یہ کہہ کے فاطمہؑ زہرؑا جگر فگار ہے ہے حسینؑ کیا ہوا، تو کیوں ہے اشکبار؟
تجھ کو رُلا کے غم میں مجھے مبتلا کیا
قربان ہو گئی، تجھے کس نے خفا کیا؟

زہرا ہزار جان سے تجھ پہ فدا، نہ رو ۳۰ میرا کلیجہ پھٹتا ہے اے دل رُبا، نہ رو
بس بس نہ رو، حسینؑ برائے خدا، نہ رو سَر میں نہ درد ہو کہیں، اے مہ لقا، نہ رو
میری طرف تو دیکھو کہ بے تاب ہوتی ہوں
چادر سے منہ کو ڈھانپ کے میں بھی روتی ہوں

تَر ہو گئے ہیں آنسو سے گورے گورے گال ۳۱ تُو منہ تو کھول اے مرے شبیرؑ خوش خصال
سلجھاؤں آؤ الجھے ہوئے گیسوؤں کے بال مل مل کے پشتِ دست سے آنکھیں کرو نہ لال
گھر سے گئے تھے ساتھ، جدا ہو کے آئے ہو
سمجھی میں کچھ حسنؑ سے خفا ہو کے آئے ہو

گذری ہیں کھیل سے مرے بچے کو کیوں رلائیں ۳۲ تم چپ رہو وہ گھر میں تو مسجد سے پھر کے آئیں
لو آؤ جانے دو تمھیں چھاتی سے ہم لگائیں اُن سے نہ بولیو وہ تمھیں لاکھ گر منائیں
واری اگر حسنؑ نے رُلایا بُرا کیا
پوچھوں گی کیا نہ میں مرے پیارے نے کیا کیا؟

نانا نے چومے بھائی کے ہونٹ اور مرا گلا ۳۳ بولے حسینؑ ہم تو ہیں اس بات پر خفا
کچھ بوئے ناگوار ہے میرے دہن میں کیا؟ تم اماں جان منہ کو تو سونگھو مرے ذرا
بھائی کے لب سے اپنے لبوں کو ملاتے ہیں
اب ہم نہ جائیں گے ہمیں نانا رُلاتے ہیں

بوئے گلاب آتی ہے، اے میرے گلعذار ۳۴ منہ رکھ کے منہ پہ بولی یہ زہرا جگر فگار
تم کو زباں چوساتے تھے محبوبِ کردگار چوما اگر گلا تو خفا ہو نہ میں نثار
یہ مشک میں مہک نہ گلِ یاسمن میں ہے
خوش بو اسی دہن کی تمہارے دہن میں ہے

کیا جانو تم حسنؑ سے ہمیں چاہتے ہیں کم ۳۵ کہنے لگے حسینؑ یہ ماں سے بہ چشمِ نم
معلوم ہو گیا، اُنھیں پیارے نہیں ہیں ہم یہ کیا! اُنھیں پہ لطف و عنایت ہے دم بہ دم
رو رو کے آج جان ہم اپنی گنوائیں گے
پانی نہ اب پئیں گے نہ کھانے کو کھائیں گے

۳۶
یہ بات سُن کے ہوگیا زہراؑ کا رنگ فق — بولی پسر سے رو کے وہ بنتِ رسولِ حق
صدقے گئی کرو نہ کلیجے کو میرے شق — ہے ہے یہ کیا کہا مجھے ہوتا ہے اب قلق
میرا لہو بہے گا جو آنسو بہاؤ گے
کاہے کو ماں جیے گی جو کھانا نہ کھاؤ گے

۳۷
یہ کہہ کے اوڑھ لی سرِ پُرنور پر ردا — موزے پہن کے گود میں شبیرؑ کو لیا
در تک گئی جو گھر سے، وہ دلبندِ مصطفٰےؐ — فضہ نے بڑھ کے بوذرؓ و سلماںؓ کی دی صدا
پیشِ نبیؐ حسینؑ کو گودی میں لاتی ہیں
ہٹ جاؤ سب کہ فاطمہؑ مسجد میں آتی ہیں

۳۸
اللہ رے آمدِ زہراؑ کا بندوبست — ساتوں فلک تھے اوجِ شرافت سے جس کے پست
احمدؐ کے گرد و پیش سے اٹھے خدا پرست — انساں تو کیا، ملک کو نہ تھی قدرتِ نشست
آئیں تو شاد شاد، رسولِ زمن ہوئے
گھر میں خدا کے ایک جگہ پنجتن ہوئے

۳۹
تعظیمِ فاطمہؑ کو اٹھے سید البشر — دیکھا کہ چشمِ فاطمہؑ ہے آنسوؤں سے تر
خم تھے حسینؑ دوش پہ ماں کے جھکائے سر — تھا اک ہلال، مہر کے پہلو میں جلوہ گر
ماں کہتی تھی نہ روؤ، مگر چپ نہ ہوتے تھے
آنکھیں تھیں بند، ہچکیاں لے لے کے روتے تھے

۴۰
گھبرا کے پوچھنے لگے محبوبِ ذوالجلال — روتا ہے کیوں حسینؑ، یہ کیا ہے تمہارا حال؟
بولیں بتولؑ آج قلق ہے مجھے کمال — رویا ہے یہ حسینؑ کہ آنکھیں ہیں دونوں لال
آتے ہیں ہنستے، روتے ہوئے گھر میں جاتے ہیں
شفقت بھی آپ ہی کرتے ہیں آپ ہی رلاتے ہیں

۴۱
ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں یا شاہِ بحر و بر — شفقت کی اس کے حال پہ ہر دم رہے نظر
رونے سے اس کے ہوتا ہے ٹکڑے مرا جگر — مجھ فاقہ کش غریب کا، پیارا ہے یہ پسر
حیدرؑ سے پوچھیے مرے عسرت کے حال کو
کس کس دکھوں سے پالا ہے اس نونہال کو

اشک اس کے جتنے ٹپکے ہیں یاشاہِ نیک خُو ۴۲ اتنا ہی گھٹ گیا ہے مرے جسم کا لہو
روئے ہیں پھوٹ پھوٹ کے یہ میرے روبرو تر ہوگیا ہے آنسوؤں سے چاند سا گلو
دیکھا نہ تھا یہ میں نے، جو حال اِس کا آج ہے
حضرت تو جانتے ہیں کہ نازک مزاج ہے

شفقت سے آج آپ نے چومے حسنؑ کے لب ۴۳ بوسہ لیا نہ ان کے لبوں کا یہ کیا سبب؟
رتبے میں دونوں ایک ہیں یاسرورِ عرب میں سچ کہوں یہ سن کے مجھے بھی ہوا عجب
اُس کو جو ہو خوشی تو دل اِس کا بھی شاد ہو
چھوٹے سے چاہیے کہ محبت زیاد ہو

آپ اُن کے ناز اٹھاتے ہیں یاشاہِ بحروبر ۴۴ پھر کس سے روٹھیں، آپ سے روٹھیں نہ یہ اگر
اکثر انھیں چڑھایا ہے حضرت نے دوش پر گیسو دیے ہیں ننھے سے ہاتھوں میں بیشتر
روٹھے تھے یہ، سو قدموں پہ سَر دھرنے آئے ہیں
مُنہ کے نہ چومنے کا، گِلا کرنے آئے ہیں

یہ کہہ کے پھر حسینؑ سے بولیں بچشم تر ۴۵ لو جا کے اب نبیؐ کے قدم پر جھکاؤ سر
آئے حسینؑ ہاتھ جو ننھے سے جوڑ کر بے اختیار رونے لگے سیّد البشر
رہ رہ کے دیکھتے تھے علیؑ و بتولؑ کو
نزدیک تھا قلق سے غش آئے رسولؐ کو

تھی آنسوؤں سے ریشِ مبارک تمام نم ۴۶ فرطِ بکا سے خاک پہ جھکتے تھے دم بہ دم
گلے ستوں سے لگ کے ہوئے راست گاہ خم ہر لحظہ اضطراب زیادہ تھا، صبر کم
ہو سکتا تھا نہ ضبط شہ مشرقین سے
روتے تھے بار بار لپٹ کر حسینؑ سے

شبیرؑ رو کے کہتے تھے نانا نہ روئیے ۴۷ روئیں گے اب نہ ہم شہ والا نہ روئیے
ہلنے لگے گا عرشِ معلیٰ نہ روئیے پھٹتا ہے اب ہمارا کلیجہ نہ روئیے
سو بار دن میں ہم تو منہ اشکوں سے دھوتے ہیں
حضرت ہمارے رونے پہ کاہے کو روتے ہیں؟

گھبرا گئے علیؑ ولی شاہِ بحر و بر ۴۸ کی عرض فاطمہؑ نے جھکا کے قدم پہ سر
بیٹی نثار ہو گئی، یا سیدُ البشر کیا وجہ ہے؟ جو آپ ہیں اس طرح نوحہ گر
جلدی بتائیے کہ مجھے تاب اب نہیں
رونا خدا کے دوست کا بے سبب نہیں

حضرت کو علمِ غیب ہے یا شاہِ انس و جاں ۴۹ آئندہ و گذشتہ کا سب حال ہے عیاں
کیا آئی آج وحیِ خداوندِ دو جہاں ہونا ہے جو حسینؑ پہ مجھ سے کرو بیاں
فاقوں سے کاٹتی ہوں مصیبت جہان کی
کیوں بابا جان، خیر تو ہے اس کی جان کی

بولے جگر کو تھام کے محبوبِ ذوالجلال ۵۰ تجھ سے سنا نہ جائے گا اے فاطمہؑ یہ حال
کس منہ سے میں کہوں کہ قلق ہے مجھے کمال زہراؑ شہید ہوئیں گے تیرے یہ دونوں لال
ماتم کی یہ خبر ابھی جبریلؑ لائے تھے
سارے ملک حسینؑ کے پُرسے کو آئے تھے

الماس پی کے ہوئے گا بے جاں ترا حسنؑ ۵۱ یہ وجہ ہے کہ چومتا ہوں اس کا میں دہن
بھر جائے گا کلیجوں کے ٹکڑوں سے سب لگن ہوگا زمردی، ترے اس لال کا بدن
سوئے بہشت جب یہ جہاں سے سدھاریں گے
بدکیش تیر اس کے جنازے پہ ماریں گے

زہراؑ مجھے کلام کی طاقت نہیں ہے اب ۵۲ حلقِ حسینؑ چومنے کا کیا کہوں سبب
اک بن میں تین روز رہیں گے یہ تشنہ لب کٹ جائے گا گلا ہی خنجر سے ہے غضب
نیزے پہ سر چڑھے گا ترے نورِ عین کا
گھوڑوں سے روند ڈالیں گے لاشہ حسینؑ کا

روئے خبر یہ کہہ کے جو محبوبِ ذوالمننؑ ۵۳ گھبرا کے منہ حسینؑ کا تکنے لگے حسنؑ
زہراؑ پکاری ہائے لٹے گا مرا چمن میں مر گئی، دہائی ہے، یا سرورِ زمن
یہ کیسی آگ ہے کہ مری کوکھ جل گئی
ہے ہے چھری کلیجے پہ زہراؑ کے چل گئی

۵۴ فریاد یا نبیؐ شہ ابرار الغیاث — اے مرسلانِ حق کے مددگار الغیاث
اے بےکسوں کے وارث و سردار الغیاث — اے جزو و کل کے مالک و مختار الغیاث
قدرت ہے سب طرح کی شہ مشرقین کو
حضرت سے لوں گی اپنے حسنؑ اور حسینؑ کو

۵۵ کس جرم پر یہ لال مرے قتل ہوں گے آہ — رو کر کہا رسولِ خدا نے کہ بے گناہ
کی عرض فاطمہؑ نے کہ اے عرشِ بارگاہ — بچوں کو میرے کیا نہ ملے گی کہیں پناہ
تلواریں کھینچ کھینچ کے ظالم جو آئیں گے
حضرت نہ کیا نواسوں کو اپنے بچائیں گے

۵۶ آساں ہے کیا جو قتل کریں گے ستم شعار — کیا شیرِ حق کمر سے نہ کھینچیں گے ذوالفقار
اعدا پہ کیا چلے گا نہ دستِ خدا کا وار — بالوں کو کیا نہ کھولے گی زہراؑ جگر فگار
ٹکڑے جگر جو ہوئے گا مجھ دل دونیم کا
پایہ نہ کیا ہلاؤں گی، عرشِ کا

۵۷ زہراؑ سے رو کے کہنے لگے شاہِ نیک خو — بیٹی مجھے ستائیں گے، تربت میں کینہ جو
اس وقت قتل ہوئیں گے یہ دونوں ماہ رُو — دنیا میں جب نہ ہوگا علیؑ، اور نہ میں نہ تو
لاشے پہ مجتبیٰؑ کے تو شبیرؑ روئے گا
شبیرؑ جب مرے گا تو کوئی نہ ہوئے گا

۵۸ چلائی سر پٹک کے یہ زہراؑ کہ ہے ستم — پیٹے گا کون تن سے جو نکلے گا اُس کا دم
ماتم کی صف بچھائے گا کون، اے شہِ اُمم؟ — پُرسے کو کون آئے گا اُس کے بہ چشمِ نم؟
ہم میں سے ایسے وقت جو کوئی نہ ہوئے گا
ہے ہے مرے حسینؑ کو پھر کون روئے گا؟

۵۹ بچے کی میرے تعزیہ داری کرے گا کون؟ — منہ ڈھانپ ڈھانپ گریہ و زاری کرے گا کون؟
دریائے اشک چشم سے جاری کرے گا کون؟ — امداد بعدِ مرگ ہماری کرے گا کون؟
ہوگا کہاں نبیؐ کے نواسے کا فاتحہ
شربت پہ کون دیوے گا پیاسے کا فاتحہ

بولے نبیؐ کہ آپ کو زہراؑ نہ کر ہلاک ۶۰ فرما چکا ہے مجھ سے یہ وعدہ خدائے پاک
پیدا کریں گے قوم اک ایسی برائے خاک جو رات دن رہیں گے اسی غم میں دردناک
بزمِ عزا میں آئیں گے وہ دُور دُور سے
تن خاک سے بنائیں گے دل اُن کے نُور سے

ہوگی انھیں سے مجلسِ ماتم کی زیب و زین ۶۱ دیں گے انھیں وہ لب کہ ہے ہے جس پہ واحسینؑ
آنکھیں وہ دیں گے رونے کو سمجھیں جو فرضِ عین ہاتھ ایسے، غیر سینہ زنی ہو جنھیں نہ چین
سامانِ تعزیت کے کبھی کم نہ ہوئیں گے
وہ حشر تک حسینؑ کے ماتم میں روئیں گے

ہوگا عیاں فلک پہ محرم کا جب ہلال ۶۲ رختِ سیاہ پہنیں گے بر میں وہ خوش خصال
کھولیں گی بی بیاں بھی سب اپنے سروں کے بال ہر گھر میں ہوگا شور کہ ہے ہے علیؑ کا لال
لیں گے صلے میں خلد ترے نورِ عین سے
آنسو عزیز، وہ نہ کریں گے حسینؑ سے

پیاسا شہید ہوگا جو تیراؑ یہ دل رُبا ۶۳ مومن سبیلیں رکھیں گے پانی کی جا بہ جا
ہوئے گی شاد روحِ شہیدانِ کربلا بھر بھر کے آبِ سرد پکاریں گے برملا
محبوبِ کبریاؐ کے نواسے کی نذر ہے
پیاسے نہ جائیو کہ یہ پیاسے کی نذر ہے

کہنے لگی نبیؐ سے بتولِؑ فلک جناب ۶۴ ہے ہے میں کیا کروں مرے دل کو نہیں ہے تاب
اے بادشاہِ کون و مکاں مالک الرقاب[29] درگاہِ حق میں آپ کی ہے عرض مستجاب[30]
کیجیے دعا کہ خالقِ اکبرؐ مدد کرے
اللہ یہ بلا مرے بچے کی رد کرے

بیٹی سے رو کے کہنے لگے، شاہِ کائنات ۶۵ روح الامیں[31] نے مجھ سے تو یہ بھی کہی ہے بات
چاہو تو رد کرے یہ بلا ربِّ پاک ذات لیکن نہ ہوئے گی مری اُمت کی پھر نجات
محبوبِ حق نثار ترے نورِ عین پر
موقوف ہے یہ امر تو قتلِ حسینؑ پر

اللہ رے صبرِ دخترِ محبوبِ کردگار ٦٦ اُمّت کا نام سُن کے جھکایا سر ایک بار
خوشنود ہو کے کہنے لگے شاہِ ذوالفقار صدقے حسنؑ، حسینؑ تصدق، علیؑ نثار
اس راہ میں نہ مال نہ دولت عزیز ہے
پیارے پسر نہیں، ہمیں اُمّت عزیز ہے

کہنے لگے حسینؑ سے پھر شاہِ بحر و بر ٦٧ بتلا مجھے کہ کیا تری مرضی ہے اے پسر
نانا سے بولے چھوٹے سے ہاتھوں کو جوڑ کر اُمّت کے کام آئے تو حاضر ابھی ہے سر
وعدہ کو ہم نہ بھولیں گے گو خورد[٣٢] سال ہیں
جھوٹے نہیں ہیں، مخبرِ[٣٣] صادق کے لال ہیں

روتے ہیں آپ کس لیے یا سیّدِ امم ٦٨ راضی ہیں ہم پہ راہِ خدا میں ہوں جو ستم
تلواریں بھی چلیں تو نہیں مارنے کے دم اُمّت پہ اپنے سر کو تصدّق کریں گے ہم
ہم راست گو ہیں بات پہ جس وقت آتے ہیں
کہتے ہیں جو زباں سے وہی کر دکھاتے ہیں

بچپن میں جو زباں سے کہا تھا کیا وہ کام ٦٩ جس وقت رن میں ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام
گردن جھکا کے برچھیاں کھایا کیے امام خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام
تیغیں علیؑ کے لال کے شانے پہ چل گئیں
چھاتی کے پار نیزوں کی نوکیں نکل گئیں

پھیری[د] نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف ٧٠ تھے دو ہزار زخم فقط سر سے تا بہ ناف
سیّد سے، بے وطن سے، زمانہ تھا برخلاف غُل تھا کہ آج ہوتا ہے گھر فاطمہؑ کا صاف
سنبھلا نہ جائے گا خلفِ بوتراب سے
لو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

ــہ بعض دوسری جگہ کے مطبوعہ مراثی میر انیسؔ میں یہاں سے شدید اختلاف ہے یعنی یہ بند وہاں نہیں بالکل نئے ہیں مگر چونکہ مترادف مضمون ہیں لہٰذا ان کا اتباع ضروری نہیں سمجھا گیا میر انیسؔ کے مرثیے مختلف طور سے ملتے ہیں ممکن ہے کہ یہ دونوں اپنی جگہ پر صحیح ہوں ۱۲ مصحح

مینھ کی طرح برسنے لگے شاہِ دیں پہ تیر ۷۱ تھرا رہے تھے لگ کے تنِ نازنیں پہ تیر
دامن پہ تیر، جیب پہ تیر، آستیں پہ تیر پہلو پہ تیغ، سینہ پہ نیزہ، جبیں پہ تیر
داغوں سے خوں کے رَختِ بدن لالہ زار تھا
شکلِ ضریح سینۂ اقدس فگار تھا

تر تھی لہو میں زلفِ شکن در شکن جدا ۷۲ مجروح لعل لب تھے جدا، اور دہن جدا
در پے تھے نیزہ دار جدا، تیغ زن جدا کٹ کٹ کے ہو گیا تھا ہر اک عضوِ تن جدا
سی پارہ تھا نہ صدر، فقط اُس جناب کا
پُرزے ورق ورق تھا، خدا کی کتاب کا

گرتا تھا وار، برچھیوں والوں کا جب پرا ۷۳ تیغوں سے دم بھی لینے کی مہلت نہ تھی ذرا
نیزوں میں خوں، نبیؐ کے نواسے کا تھا بھرا شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر کے ماورا
تھیں سختیاں ستم کی شہِ خوش خصال پر
چلتے تھے سنگ فاطمۂ زہرا کے لال پر

تھے دو ہزار جسمِ شہِ بحر و بر پہ زخم ۷۴ ماتھے پہ زخم تیر کے، تیغوں کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم اور کمر پہ زخم اور اُس کے ماورا تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہہ سنبھلتے تھے گہہ ڈگمگاتے تھے
غش آتا تھا تو ہرنے پہ سر کو جھکاتے تھے

گھوڑے پہ جب سنبھلنے کی مطلق رہی نہ تاب ۷۵ ہاتھوں سے باگ چھٹ گئی اور پاؤں سے رکاب
گرنے لگا جو خاک پہ وہ آسماں جناب مرقد میں بے قرار ہوئی روحِ بوتراب
غُل تھا کہ خاک پر شہِ کون و مکاں گرا
بس اب زمیں اُلٹ گئی اور آسماں گرا

جلتی ہوئی زمیں پہ تڑپنے لگے امام ۷۶ بے کس پہ ظالموں نے کیا اور اژدہام
اس وقت شمر سے یہ عمرو نے کیا کلام ہاں تن سے جلد کاٹ سرِ سرورِ انام
ڈریو نہ سن کے فاطمۂ زہرا کی آہ کو
گل کردے شمعِ قبرِ رسالت پناہ کو

۷۷ یہ سنتے ہی چڑھائی ستم گر نے آستیں — خنجر کمر سے کھینچ کے آگے بڑھا لعیں
تھے قبلہ رُو جھکے ہوئے سجدے میں شاہِ دیں — لب ہلتے دیکھے شاہ کے آیا وہ جب قریں
سمجھا کہ تشنگی سے جو صدمے گزرتے ہیں
اس وقت بد دعا، مجھے شبّیرؑ کرتے ہیں

۷۸ جُھک کر قریب کان جو لایا تو یہ سنا — حق میں گناہ گاروں کے کرتے ہیں شہ دعا
جاری زبانِ خشک پہ یہ ہے کہ اے خدا — کر حاجتوں کو میرے محبّوں کی تو روا
شیعوں کا حشر روزِ جزا میرے ساتھ ہو
میرا یہ خوں بہا ہے کہ ان کی نجات ہو

۷۹ یہ سُن کے مستعد ہوا وہ شہ کے قتل پر — زانو رکھا حسینؑ کے سینے پہ بے خطر
گردن پہ پھیرنے لگا خنجر جو بد گہر — آئی صدا علیؑ کی کہ ہے ہے مرے پسر
زہراؑ پکاری کچھ بھی نبیؐ سے حجاب ہے
ظالم یہ بوسہ گاہِ رسالتؐ مآب ہے

۸۰ کیوں ذبح میرے لال کو کرتا ہے بے گناہ — کیوں کاٹتا ہے میرے کلیجے کو رُو سیاہ
کشتی کو اہلِ بیتِ نبیؐ کی نہ کر تباہ — میں فاطمہؑ ہوں، عرش ہلائے گی میری آہ
ہوئے گا حشر قتل جو یہ بے وطن ہُوا
یہ مر گیا تو، خاتمہ پنجتن ہُوا

۸۱ آواز اپنی ماں کی یہ زینبؑ نے جب سُنی — دوڑی نکل کے خیمے سے سر پیٹتی ہوئی
دیکھا کہ ذبح کرتا ہے حضرتؑ کو وہ شقی — سر پیٹ کر یہ کہنے لگی وہ جگر جلی
ہے ہے نہ تین روز کے پیاسے کو ذبح کر
ظالم ! نہ مصطفیٰؐ کے نواسے کو ذبح کر

۸۲ بانو پکارتی تھی یہ کیا کرتا ہے لعیں — پیاسا ہے تین روز سے حیدرؑ کا جانشیں
چلّاتی تھی سکینہؑ کہ جینے کی میں نہیں — بابا کو ذبح کرتا ہے کیوں اے عدوئے دیں؟
خنجر نہ پھیر چاند سی گردن پہ رحم کر
ابا کو چھوڑ دے، مرے بچپن پہ رحم کر

۸۳
زخموں سے چُور چُور ہے زہرؑا کا یادگار
جس چھاتی پر میں سوتی تھی اس پہ ہے تُو سوار
بابا کے حلق پر نہ پھرا اب چھری کی دھار
بدلے پدر کے سر کو مرے تن سے تُو اتار
سید پہ تشنہ لب پہ ستم اس قدر نہ کر
پوتی ہُوں فاطمہؑ کی، مجھے بے پدر نہ کر

۸۴
رو کر بیاں یہ کرتی تھی وہ سوختہ جگر
دے کر دہائی اہلِ حرم پیٹتے تھے سر
کرتا تھا ذبح شہ کو وہاں شمر بد گہر
فرماتے تھے یہ شاہ کہ پیاسا ہوں رحم کر
پانی دیا نہ ہائے نبیؐ کے نواسے کو
جلّاد ذبح کرنے لگا بھوکے پیاسے کو

۸۵
آخر سرِ امام امم تن سے کٹ گیا
چلّا کے فاطمہؑ نے یہ زینب کو دی صدا
میداں سے جلد لے کے سکینہؑ کو گھر میں جا
بے جرم کٹ گیا تیرے ماں جائے کا گلا
مارا بظلم شمر نے پیاسے کو جان سے
میں لُٹ گئی حسینؑ سدھارے جہان سے

۸۶
بس اے انیسؔ بزم میں ہے نالہ و فغاں
پوچھ ان کے دل سے جو ہیں سخن فہم نکتہ داں
حق ہے، سنا نہیں کبھی اس حُسن کا بیاں
گویا کہ یہ خلیق کی ہے سر بسر زباں
سچ ہے کہ اس زباں کو کوئی جانتا نہیں
جو جانتا ہے اور کو وہ مانتا نہیں

۲

کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا ۱ کیا رنج ہے وہ رنج، کہ یارا نہیں جس کا
کیا دُکھ ہے، قلق دل کو گوارا نہیں جس کا کس تیغ کا ہے زخم، کہ چارا نہیں جس کا
صابر بھی تڑپتے ہیں، وہ کیا رنج والم ہے
اک داغ ہے اولاد کا اک بھائی کا غم ہے

دشمن سے بھی دنیا میں، برادر نہ جدا ہو ۲ لشکر کی جو زینت ہے، وہ صفدر نہ جدا ہو
جاں تن سے نکل جائے، پہ دلبر نہ جدا ہو وابستہ ہو دم جس سے، وہ دم بھر نہ جدا ہو
دولت ہے بڑی، بیٹے کا اور بھائی کا جینا
انساں کے لیے موت ہے تنہائی کا جینا

بے کار ہے وہ ہاتھ کہ بازو نہیں جس کا ۳ کیا صبر کرے قلب پہ، قابو نہیں جس کا
کون اس کا ہے، پھر زینتِ پہلو نہیں جس کا ہستی کا چمن خار ہے، گل رو نہیں جس کا
برچھی اسے لگتی ہے جو شمشاد کو دیکھے
جب صرفِ خزاں، گلشنِ اولاد کو دیکھے

ہرم سے زمانے میں، فزوں تر ہیں یہ دو غم ۴ سو داغ کے، سو غم کے، برابر ہیں یہ دو غم
کٹتا ہے جگر جس سے، وہ خنجر ہیں یہ دو غم موت اس کی ہے جس شخص کے دل پر ہیں یہ دو غم
سب دُکھ ہوں، پہ خالق یہ جدائی نہ دکھائے
داغ اپنا کسی بھائی کو بھائی نہ دکھائے

ہوتا ہے بہت نیک پسر باپ کو پیارا ۵ پیری کا عصا، گھر کا چراغ، آنکھوں کا تارا
کر دیتا ہے یہ داغ، کلیجے کو دو پارا بھائی ہے، مگر زیست کا، بھائی کی سہارا
مر جائے پسر تو ہے، پھر امید پسر کی
بھائی نہ جدا ہو، کہ نشانی ہے پدر کی

جس شخص پہ یہ رنج والم ہو، وہی جانے ۶ دل جس کا تہِ تیغ دودم ہو، وہی جانے
تیغوں سے یہ چمن جس کا قلم ہو، وہی جانے جس درد رسیدہ کو یہ غم ہو، وہی جانے
مظلوم سے باعث نفسِ سرد کا پوچھو
گر پوچھو تو بسمل سے مزا درد کا پوچھو

حضرت نے یہ دو داغ سہے، دل پہ برابر ۷ اک فرقتِ عباسؑ، اور اک رحلتِ اکبرؑ
بھائی بھی وہ بھائی کہ جو تھا ثانیِ حیدرؑ فرزند وہ فرزند کہ تصویرِ پیمبرؐ
آنکھوں سے نہاں، چاہنے والے ہوئے دونوں
محبوب جواں، گود کے پالے ہوئے، دونوں

بھائی کو وہ اب نہر پہ روئیں کہ پسر کو ۸ ٹوٹے ہوئے بازو کو سنبھالیں کہ جگر کو
توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو چھوڑا ہے جواں بیٹے نے پیری میں پدر کو
فوجِ غم و اندوہ میں، شبیرؑ گھرے ہیں
اک جان پہ، دو کوہِ الم، ساتھ گرے ہیں

دو آفتیں بالائے سر آئی ہیں غضب ہے ۹ دو تیغیں جگر تک اُتر آتی ہیں غضب ہے
دو برچھیاں اک دل میں در آئی ہیں غضب ہے دو پیاروں کی لاشیں نظر آئی ہیں غضب ہے
جینا غمِ جاں کاہ میں مشکل ہے بشر کا
پتھر کا کلیجہ تو نہیں دل ہے بشر کا

ہیں خاک نشیں زیرِ علم، حضرتِ شبیرؑ ۱۰ اور سامنے ہے، خوں میں بھری بیٹے کی تصویر
وارث کو سنبھالے ہوئے ہے، بانوئے دلگیر جب پیٹتے ہیں، ہاتھ پکڑ لیتی ہے ہمشیر
فرماتے ہیں صدمے ہیں بڑے بھائی کے غم کے
للّٰلہ تڑپنے دو ہمیں گردِ علم کے

تقدیر نے بھائی کو مرے ہاتھ سے کھویا ۱۱ رونے دو کہ جی بھر کے ابھی میں نہیں رویا
وہ شیر ترائی میں، مجھے چھوڑ کے سویا سر پر سے مرے، آج علیؑ اُٹھ گئے گویا
ہے داغ بڑا بھائی کے مرجانے کا، مجھ کو
کیوں روکتی ہو؟ چین نہیں آنے کا، مجھ کو

عاشق مرے بچپن کا سدا ہارا، میں نہ روؤں ۱۲ اعدا نے مرے شیر کو مارا، میں نہ روؤں
آنکھوں سے نہاں ہو گیا تارا، میں نہ روؤں لُوٹا گیا لشکر مرا سارا، میں نہ روؤں
پھٹ جائے جگر جس کا، وہ بے پر نہیں روتا
کیا بھائی کے ماتم میں برادر نہیں روتا

مرتا میں تو، کیا مجھ کو نہ روتا مرا بھائی جیتا جو مرے مرنے میں ہوتا مرا بھائی
ماتم میں مرے جان کو کھوتا مرا بھائی پہلو میں مری لاش کے سوتا مرا بھائی
خوں اس کا بہا، چشم بھی پُرنم نہ کروں میں
ہے ہے، یہ غم ایسا ہے کہ ماتم نہ کروں میں

منھ رونے کو ڈھانپو صفِ ماتم کو بچھاؤ ۱۴ پُرسا مجھے دو بَین کرو خاک اُڑاؤ
بھابھی سے کہو زیرِ علم رونے کو آؤ مجھ تک کوئی عباسؑ کے فرزند کو لاؤ
اب منھ سے نکلتا ہے کلیجہ مرا پھٹ کر
روئے گا حسینؑ اپنے بھتیجے سے لپٹ کر

غش ہو گئے کہہ کر یہ سخن، حضرتِ شبیرؑ ۱۵ ہوش آیا تو، چپکے سے یہ کہنے لگی ہمشیر
قربان گئی، دیکھ کے حال آپ کا تغیر فرزند کو رو سکتی نہیں بانوئے دل گیر
تصویر سی پاس آپ کے حیرت میں کھڑی ہے
تنہا علیؑ اکبر کی مرے لاش پڑی ہے

دل ماں کا ہے، کس طرح کلیجے کو سنبھالے ۱۶ مر جائے وہ، اٹھارہ برس تک جسے پالے
پر اب تو اُسے آپ کے جینے کے ہیں لالے کہتی ہے خدا کو کہ تو زہراؑ کی بچا لے
جو سمجھی ہے بے جا نہیں واللہ بجا ہے
وارث کا غم اولاد کے ماتم سے سوا ہے

عباسؑ کو روتے ہیں جو آپ اے شہِ ابرار ۱۷ بیتاب ہے بسمل کی طرح وہ جگر افگار
فرزند کے لاشے کو بھی دیکھا نہیں زنہار ہے لب پہ یہی، ہائے علمدار، علمدار
کہتی ہے غش آتے ہیں شہِ جن و بشر کو
تھامو انھیں لوگو، میں نہ روؤں گی پسر کو

بانو کی طرف دیکھ کے کہنے لگے سرور ۱۸ لے آئے کوئی زیرِ عَلم لاشۂ اکبرؑ
کلثوم کے ہمراہ اٹھیں زینبؑ مضطر نزدیکِ عَلم لا کے رکھی لاش زمیں پر
حضرت نے کہا اب مرے دلبند کو روؤ
عباسؑ کو بس رو چکیں فرزند کو روؤ

آغوش میں لو لاش، جواں بیٹے کی بانو ۱۹ پھر پاؤ گی تصویر کہاں بیٹے کی بانو
ہو جائے گی اب شکل نہاں، بیٹے کی بانو بس آخری رخصت ہے یہ ماں بیٹے کی بانو
کس پیاس میں تنہا، یہ ہزاروں سے لڑے ہیں
کس شان سے، چھاتی پہ سناں کھائے پڑے ہیں

دل کھول کے روؤ کہ یہ اولاد کا غم ہے ۲۰ بانو تمھیں روحِ علیؑ اکبر کی قسم ہے
مظلوم کا ماتم ہے یہ بے کس کا اَلم ہے ہم بھی انھیں رو لیویں کہ وقفہ کوئی دم ہے
کیوں کر انھیں یہ تشنہ وہاں باپ نہ روئے
دادی سے کہیں گے ہمیں ماں باپ نہ روئے

محجوب ہے ان سے پدرِ بے کس و بے پر ۲۱ دو روز کے پیاسے مرے گھر سے گئے اکبرؑ
لے جائیں کہاں لاشۂ ہم شکلِ پیمبرؐ سامان[الف] کفن کا ہے نہ ہے قبر میسّر
تابوت بھی اُٹھوا نہیں سکتا پدر اُن کا
کس عالمِ غربت میں ہوا ہے سفر اُن کا

یہ کہتے ہی حضرت پہ تو رقّت ہوئی طاری ۲۲ منھ رکھ دیا چھاتی پہ پسر کے کئی باری
فرزند کا منھ کھول کے ، بانو یہ پکاری اُٹھتے نہیں تم باپ کے سمجھانے کو واری
رونے بھی نہ دیتے تھے، سو جی کھوتے ہیں شبیرؑ
صدقے گئی تم سوتے ہو، اور روتے ہیں شبیرؑ

بس سو چکے، اٹھو علی اکبرؑ، علیؑ اکبرؑ ۲۳ آواز مجھے دو، علی اکبرؑ، علی اکبرؑ
کیا ہو گیا تم کو، علی اکبرؑ، علی اکبرؑ ہے ہے مرے کم گو علی اکبرؑ، علی اکبرؑ
غفلت تمھیں ایسی ہے کہ کروٹ نہیں لیتے
نیند آج یہ کیسی ہے کہ کروٹ نہیں لیتے

بیٹا علی اکبرؑ مجھے ماں کہہ کے پکارو ۲۴ ہتھیار سجو باپ کے ہمراہ سدھارو
واری میں پریشان ہوں اب گیسو تو سنوارو مر جائے گی ماں ہاتھ تو سینے سے اتارو
دن ڈھل گیا، اب کون سا سونے کا محل ہے
یہ نیند جوانی کی ہے، یا خوابِ اجل ہے

صدقے گئی سنتے نہیں شاید مرا رونا ۲۵ بازو میں ہلاتی ہوں، خفا مجھ سے نہ ہونا
اٹھو تو بچھا دیوے یہ ماں، نرم بچھونا اب چونکو میں صدقے گئی، بھر چین سے سونا
ہے فرش کی جا خاک، تنِ زار کے نیچے
تکیہ تو دھرو، چاند سے رخسار کے نیچے

ایسی تو نہ غافل تھی کبھی نیند تمھاری ۲۶ گر بولتا تھا کوئی تو چونک اُٹھتے تھے واری
اب سوتے ہو اور گرد ہے یہ گریہ و زاری کیوں کر تمہیں چونکائے یہ ماں درد کی ماری
پردیس میں برباد مجھے کر گئے بیٹا
معلوم یہ ہوتا ہے کہ تم مر گئے بیٹا

اب گھر میں مرے کس کی دلہن آئے گی اکبرؑ ۲۷ ماں بیاہ کا جوڑا کسے پہنائے گی اکبرؑ
تصویر یہ اب آنکھوں سے چھپ جائے گی اکبرؑ زہرا کی بہو تم کو کہاں پائے گی اکبرؑ
معلوم نہ تھا یہ کہ جواں ہو کے مرو گے
چھوڑا ہمیں اب قبر کو آباد کرو گے

کیا شکل، یہ اے غنچہ دہاں، ماں کو دکھائی ۲۸ نکلی ہوئی ہونٹوں پہ زباں، ماں کو دکھائی
تم نے نہ دلہن، اے مری جاں، ماں کو دکھائی ایامِ بہاری میں خزاں، ماں کو دکھائی
دادی کی ملاقات کے شایق ہوئے بیٹا
موت آگئی، جب بیاہ کے لایق ہوئے بیٹا

اب سو گئے مٹی کے تلے، اے علی اکبرؑ ۲۹ اماں کی مرادوں کے پلے، اے علی اکبرؑ
دنیا میں نہ پھولے نہ پھلے، اے علی اکبرؑ سبزے کے نکلتے ہی چلے، اے علی اکبرؑ
برچھی لگی، یہ نخلِ تمنا میں پھل آیا
خطّ بھی نہ سبھرا تھا کہ پیامِ اجل آیا

ہے ہے مرے ارمان بھرے، پیاس کے مارے ۳۰ ہے ہے مری پیری کے عصا، آنکھوں کے تارے
اس دارِ فنا سے مری جاں تم تو سدھارے اب کون اٹھائے گا؟ جنازے کو ہمارے
ساتھ اپنے مزا زیست کا، لیتے گئے واری
ہے ہے مجھے مٹی بھی نہ دیتے گئے واری

یاں حشر بپا تھا، کہ پکارے کئی خوں خوار ۳۱ ہیں دیر سے مقتل میں صفیں، فوج کی تیار
بس رو چکے، اب جنگ کو آئیں شہِ ابرار ہو جائے نہ بے پردگیِ عترتِ اطہار
گر روکتی ہیں، بیبیاں زہراؑ کے پسر کو
ہم آکے وہیں کاٹیں گے شبیرؑ کے سر کو

اُٹھے یہ صدا سن کے، شہِ صابر و شاکر ۳۲ زینبؑ سے کہا، لاؤ بہن خلعتِ آخر
بانو کو سنایا کہ خدا حافظ و ناصر بیٹی سے کہا، ہوتا ہے رخصت یہ مسافر
اب دیر کا موقع نہیں حاکم کی طلب ہے
نامحرم اگر خیمے میں آئے تو غضب ہے

کافر ہیں وہ یہ بے ادبی ان سے نہیں دور ۳۳ ہے آلِ محمدؐ کی تباہی انہیں منظور
یاں آنے کا لے نام، کسی کا تھا یہ مقدور عباسؑ کے مرجانے سے ہم ہو گئے مجبور
سنتا یہ سخن صاحبِ شمشیر ہمارا
جو چاہیں کہیں قتل ہوا شیر ہمارا

ہر بی بی کا رنگ اُڑ گیا سنتے ہی یہ تقریر ۳۴ ثابت ہوا مرنے کو چلے، حضرتِ شبیرؑ
سر پیٹ کے ہاتھوں سے گری خاک پہ ہمشیر اکبرؑ کا بھی غم بھول گئی بانوئے دل گیر
گودی سے رکھا خاک پہ دلبند کا لاشہ
سر ننگے اٹھی چھوڑ کے دلبند کا لاشہ

گر گر قدمِ شہ پہ کہا، اے شہِ عالی ۳۵ سر پر مرے کیسی یہ بلا، چرخ نے ڈالی
کی موت نے لونڈی کی بھری گود تو خالی چھوڑو نہ مجھے اے مرے آقا مرے والی
وارث شہِ والا کے سوا کوئی نہیں ہے
میں غیر ہوں، اس گھر میں مرا کوئی نہیں ہے

اک بار جو تکلیف اسیری کی اُٹھائی ۳۶ تقدیر مری گھر میں علیؑ کے مجھے لائی
زہرا کی بہو جانتی ہے، ساری خدائی جس دن سے ہُوا وصل، نہ دیکھی تھی جدائی
ان قدموں سے چھوٹی تو کدھر جائے گی بانو؟
اب کی جو ہوئی قید تو مر جائے گی بانو

بچوں کا ہے ساتھ اے مرے سیّد مرے سرور ۳۷ اک لال ہے بیمار تو اک رانڈ ہے دُختر
فرقت میں سکینہؑ کو قرار آئے گا کیونکر؟ اس چاند سی چھاتی پہ وہ سونے کی ہے خوگر
نادان ہے مچلی تو سنبھلنے کی نہیں یہ
صدقے گئی لونڈی سے تو پلنے کی نہیں یہ

حضرت نے کہا سب کا مددگار خدا ہے ۳۸ حمد اور پرستش کا سزاوار خدا ہے
ہم لوگ تو مجبور ہیں، مختار خدا ہے چھن جائے ردا سر سے تو ستّار خدا ہے
اولادِ علیؑ عقدہ کشائی کے لیے ہے
یہ قید تو اُمّت کی رہائی کے لیے ہے

میں کون ہوں، جس کے لیے، یہ گریۂ و زاری ۳۹ مظلوم، غریب الغربا، بندۂ باری
یہ فیض اسی کا تھا مرے ہاتھ سے جاری وارث وہی، مالک وہی، عزت کا تمہاری
عورت کا رنڈاپا بھی، گذر جاتا ہے صاحب
شوہر کے لیے کیا کوئی مر جاتا ہے صاحب

دنیا میں اسیری کی بلا سخت ہے ہرچند ۴۰ لازم ہے رہو سلسلۂ صبر کے پابند
مر جاتے ہیں جو چھوڑ کے، اپنے زن و فرزند پلتے نہیں کیا خلق میں ان لوگوں کے دل بند
کر دیتا ہے آسان ہر اک رنج و محن کو
کچھ دُور نہیں دیکھ لو اولادِ حسنؑ کو

کیا مر گئی فرزندوں کی جب اُٹھ گئے بھائی ۴۱ پروان چڑھے، پرورش اس لطف سے پائی
قاسم کو کوئی روک سکا جب اجل آئی وہ آج لُٹی، چھوڑ گئے تھے جو کمائی
شادی نہیں رہتی ہے سدا، غم نہیں رہتا
دنیا کا کبھی ایک سا عالم نہیں رہتا

سجّاد ہو کبریٰ ہو سکینہ ہو کہ صغرا ۴۲ بندے ہیں سب اس کے، وہی مختار ہے سب کا
ہوگا وہی جو، جس کے مقدر میں ہے لکھا ہم شکل نبیؐ مر گئے، تب ہم نے کیا کیا
جلدی میں وصیت کے سخن ہو نہیں سکتے
فرزند جواں مر گیا، ہم رو نہیں سکتے

جیتا ہے ہمیشہ بھی کوئی دارِ محن میں ۴۳ یہ روح ہے مہماں کوئی دم، خانۂ تن میں
ہے آج بہار اور خزاں کل ہے چمن میں ہم سے بہت ایسے ہیں کہ سوتے ہیں کفن میں
ہر شام کو دس بیس چراغِ سحری ہیں
ہر صبح کو دس آتے ہیں اور دس سفری ہیں

جاری ہے سدا حکم تعزّی[د] و بحالی ۴۴ موہوم ہے جاہ و حشم و ملکی و مالی
گھر ہوتا ہے آباد کوئی اور کوئی خالی ہو جاتی ہے عورت کوئی بے وارث والی
آباد کوئی ہوتا ہے، لُٹ جاتا ہے کوئی
پھنستا ہے کوئی، قید سے چھٹ جاتا ہے کوئی

اس باغ میں بے زر ہے کوئی اور کوئی زردار ۴۵ صحت سے کوئی، صورتِ نرگس کوئی بیمار
آزاد ہے گر سرو، تو قمری ہے گرفتار گُل ہیں جو چمن میں کہیں جا پر، تو کہیں خار
اشکوں سے رخِ گُل کو، سدا دھوتی ہے شبنم
غنچے تو ہنسے دیتے ہیں اور روتی ہے شبنم

شادی ہے کسی شخص کی، غم کھاتا ہے کوئی ۴۶ خلعت کوئی پاتا ہے، کفن پاتا ہے کوئی
آتا ہے جہاں میں کوئی، اور جاتا ہے کوئی کھِلتا ہے کوئی پھول تو مرجھاتا ہے کوئی
گر غور سے دیکھا تو بھروسا نہیں دَم کا
دُنیا بھی مُرقّع ہے عجب شادی و غم کا

گہ تختۂ تابوت ہے، گہ مسندِ شاہی ۴۷ اک آتا ہے دنیا میں تو اک ہوتا ہے راہی
بس خیر ہے جب تک کہ رہے فضلِ الٰہی کچھ بن نہیں پڑتا ہے جو آتی ہے تباہی
سلطاں بھی کفن کے لیے محتاج ہوئے ہیں
لاکھوں ہی گھر اسی طرح سے تاراج ہوئے ہیں

آرام کی جا گہ نہیں، یہ غم کدۂ دہر ۴۸ گھر سیکڑوں ڈوبے ہیں، یہ دریا ہے وہ پُر قہر
ویران نظر آتے ہیں، آباد تھے جو شہر شیرینیِ دنیا ہے مسافر کے لیے زہر
زندہ ہے اگر آج بھروسا نہیں کل کا
چکھّے گا ہر اک ذائقۂ تلخیِ اجل کا

تھرائے نہ کس طرح مسافر کا تنِ زار ۴۹ نہ راحلہ، نہ زاد، نہ رہبر، نہ مددگار
وہ جُرم کی پُرسش، وہ نکیرین کی گفتار وہ قبر کی وحشت، وہ غریبی وہ شبِ تار
غفلت ہے اسے موت کا دھڑکا نہیں جس کو
درپیش ہے وہ راہ کہ دیکھا نہیں جس کو

کام آئیں گے تربت میں نہ ازواج نہ اطفال ۵۰ نے ملک نہ جاگیر نہ منصب نہ زر و مال
وہ کیا ہیں کہ جو ساتھ نہ چھوڑیں گے بہرحال اعمال ہیں اعمال ہیں اعمال ہیں اعمال
ہمدرد بجز بے کسی و یاس نہ ہو گا
سوئیں گے لحد میں تو کوئی پاس نہ ہو گا

سب جیتے ہی جی تک ہیں برادر ہوں کہ فرزند ۵۱ ہر شخص پہ کھُل جائے گا جب آنکھ ہوئی بند
کیا رشتہ پھر اس سے جو ہوا خاک کا پیوند پر ہم سے تو پہلے ہی جدا ہو گئے دلبند[۱۲]
کیا قبر میں ہوئے گا خبر آہ نہیں ہے
زندہ ہیں ابھی اور کوئی ہمراہ نہیں ہے

فرما کے یہ شبّیر کو رقت بہت آئی ۵۲ گردان کے دامانِ قبا لاش اُٹھائی
اک غُل جو ہوا لٹتی ہے زہرا کی کمائی غش ہو گئی مخدومۂ[۱۳] کونین کی جائی
سمجھا کے ہر اک رانڈ کو آقا نکل آئے
لاشہ لیے باہر شہِ والا نکل آئے

دو گام چلے تھے کہ ہوئی تیروں کی بوچھار ۵۳ میت پہ بھی پیکانِ ستم لگ گئے دو چار
فرزند کے لاشے سے یہ بولے شہِ ابرار ورثہ تمھیں عمو[۱۴] کا ملا اے مرے دلدار
عادی ہیں لڑکپن سے ہم اس رنج و محن کے
مارے تھے یوں ہی تیر جنازے پہ حسنؑ کے

یہ کہتے ہوئے لاش کو مقتل میں جو لائے ۵۴ میت کو رکھا خاک پہ اور اشک بہائے
چلّائے کہ ہے گرم زمیں اے مرے جائے بتلاؤ پدر کون سی جا تم کو سلائے؟
فرمایا کہ لایا ہوں چھڑا کر اسے ماں سے
اے خاک خبردار مرے راحتِ جاں سے

برباد نہ کیجو، یہ بضاعت ہے ہماری ۵۵ راحت اسے دیجو، یہی راحت ہے ہماری
اے ارضِ مقدس، یہ امانت ہے ہماری اٹھارہ برس کی یہی دولت ہے ہماری
تربت کی جگہ چاہیے، بے جان کی خاطر
خاطر سے مری کیجیو مہمان کی خاطر

سب گھر ترا ہو جائے گا اس چاند سے روشن ۵۶ بن جائے گا صحرائے بلا وادیٔ ایمن[15]
لو چلتی ہے اس دھوپ میں عریاں ہے یہ تن اے دشتِ پُر آشوب اُڑھا دے اسے دامن
شیریں[16] سخن و گل بدن و غنچہ دہن ہے
لازم ہے ترحّم کہ یہ محتاجِ کفن ہے

ہاتھ آئے گا ایسا نہ تجھے پھر گہرِ پاک ۵۷ رشتہ میں یہ اس کے ہے جو ہے صاحبِ[17] لولاک
رتبے کو ترے دیکھ کے جھک جائیں گے افلاک اور آنکھوں پہ رکھیں گے ملائک تجھے اے خاک
اعجاز مسیحا[18] کے نظر آئیں گے تجھ سے
بیمار زمانے کے شفا پائیں گے تجھ سے

شمشیر[19] کے سینے کا مکیں تجھ کو ملا ہے ۵۸ فرزندِ شہِ عرش نشیں، تجھ کو ملا ہے
اے خاک عجب دُرِ ثمیں تجھ کو ملا ہے خاتم[20] کے سلیماں کا نگیں تجھ کو ملا ہے
جیتا اسے قسمت نے نہ پھیرا مرے گھر میں
رونق ترے گھر میں ہے اندھیرا مرے گھر میں

سُن سُن کے یہ پُر درد کلامِ شہِ ابرار ۵۹ کہتے ہیں کہ مقتل کی زمیں ہل گئی اک بار
پیدا ہوئی آواز کہ، اے خلق کے سردار لال آپ کا یاں سوئے زہے[21] طالعِ بیدار
یوں رکھوں گی آرام سے اس نورِ نظر کو
ماں چھاتی پہ جس طرح سلاتی ہے پسر کو

ہے فخر کی جا آپ کا لال اور مرا گھر ٦٠ مولا کبھی بے چین نہ ہوں گے علی اکبر
ہے ہے صدفِ قبر کہاں اور یہ گوہر اب تک تو اُلٹ جاتی میں یا سبطِ پیمبر

لیتی عوض اس قتل کا بیداد گروں سے
جبریل امیں نے مجھے روکا ہے پروں سے

گر جانتی دنیا میں کبھی آئے گا یہ دن ٦١ زنہار نہ پانی پہ کبھی ہوتی میں ساکن
حیدر ہوئے آ کر مرے ہر امر کے ضامن ہے ہے نہ اس آفت کی خبر تھی مجھے لیکن

زہرا کا پسر پانی سے محروم رہے گا
خوں مجھ پہ محمد کے نواسے کا بہے گا

سب جانتے ہیں نوح کی اُمت کی تباہی ٦٢ طوفاں ہُوا، امداد جو اللہ سے چاہی
سب دیتے ہیں حضرت کی غریبی پہ گواہی مجبور ہوں میں اے پسرِ شیرِ الٰہی

برباد یہ ناری ہوں تو کچھ دُور نہیں ہے
ثابت ہُوا، حضرت کو ہی منظور نہیں ہے

کروٹ میں اگر لوں تو ابھی زلزلہ آجائے ٦٣ شق ہوں تو ابھی مجھ میں یہ سب فوج سما جائے
ایک ایک کو ہر غار، دہن کھول کے کھا جائے اعدا کا پرا، قعرِ[٢٢] جہنم میں چلا جائے

طوق آتشِ سوزاں کے ہوں اور ان کے گلے ہوں
قارُوں کا خزانہ تو ہو اوپر، یہ تلے ہوں

حضرت نے کہا بندے پہ ہے فضلِ الٰہی ٦٤ سب حکم میں ہیں ماہ سے، تا مسکنِ ماہی
میری نہ فقیری، نہ کسی اور کی شاہی ہاں ہاں مجھے منظور نہیں ان کی تباہی

مُہلت ابھی دے تو انھیں، گو بے ادبی کی
وہ نوح کی اُمت تھی، یہ اُمت ہے نبیؐ کی

یہ کہہ کے فرس تک گئے غمگین و الم ناک ٦٥ کچھ عرض کو تب آئی ہُوا، اُڑنے لگی خاک
حضرت سے کہا، اے پسرِ سیدِ لولاک ہو حکم تو اس فوج کا قصہ ہی کروں پاک

تن روح سے خالی ہوں، دہن خاک سے بھر جائیں
آندھی ابھی یوں آئے کہ ٹکرا کے یہ مر جائیں

بھر کر نفسِ سرد، یہ بولے شہِ ذی جاہ ٦٦ پانی یہ نہ دیں میں تو ہوں ان سب کا ہوا خواہ
ان ناریوں نے، خاک کیا گھر کو مرے آہ برباد ہو، اُمت یہ گوارہ نہیں واللہ
مشکل نہیں کچھ سہل ہے، سب راہِ خدا میں
کھائیں گے ہمیں برچھیاں، اس گرم ہوا میں

یہ کہہ کے ہوئے جلوہ نما خانۂ زیں پر ٦٧ خاتم پہ نگیں جیسے ہو اور نقش نگیں پر
پَرتو سے بچھی چادرِ مہتاب زمیں پر بوسہ دیا نصرت نے رکابِ شہِ دیں پر
جبریل و سرافیل سپرداری کو آئے
اقبال و حشم غاشیہ[45] برداری کو آئے

ہمت یہ پکاری کہ زہے عزم، زہے شان ٦٨ ہاں ابن ید اللہ، ترے ہاتھ ہے میدان
چلائے علیؑ، واہ یہ جرأت ہے مری جان زہراؑ نے صدا دی، تری تنہائی کے قربان
گھوڑے پہ، شہادت کی ہو، تم تو تگ[46] و دو میں
محبوبِ خدا ساتھ ہیں سر ننگے جلو میں

پیشانیِ پُر نور سے تھا، رَن میں اُجالا ٦٩ رُخ اور خطِ رخسار، یہ مہتاب، وہ ہالا
ابرو ہیں کہ سر تند سروہی کا ہے ہالا پلکیں نہیں جھپکیں یہ ہے لشکر تہ و بالا
دیکھے سے نہ کیوں ہوش اڑیں اہلِ حسد کے
آنکھیں تو ہیں آہو کی پہ تیور ہیں اسد کے

جلتے رہیں کیونکر نہ مہ و خور، سحر و شام ٧٠ ہے حُسن کی آتش سے، بھبھوکا رُخِ گُل فام
خال اور خطِ شبیرؑ، وہ دانہ ہے تو یہ دام ہے سب دلِ عالم کی اسیری کا سرانجام
بینی[47] کو تو دیکھو کہ عجب شوکت شاں ہے
شبیرؑ کے یہ حُسن کے لشکر کا نشاں ہے

یک جا جو مناسب تھے نہ دُو مردمِ بیمار ٧١ صانع نے اُٹھائی ہے عجب نُور کی دیوار
اک شاخ سے یا دو گلِ بادام ہیں اظہار یا یہ الفِ ماہِ دو ہفتہ ہے، نمودار
خوشبوئے گلستانِ ارم اس میں بھری ہے
گویا ورقِ زر پہ کلی گُل کی دھری ہے

آتی ہے ثنا بے دُرِ دنداں جو زباں پر ۷۲ تقریر کے رشتہ میں پروتا ہوں میں گوہر
ہیرے کے نگیں ان سے ہوں کس طرح برابر یہ بحرِ شرافت کے ہیں موتی، تو وہ پتھر
ہنسنے میں جو پڑ جاتا ہے عکس ان کا فلک پر
بجلی بھی تڑپ جاتی ہے دانتوں کی چمک پر

دل کون سا گردن کی صفا پر نہیں قربان ۷۳ مہتاب کو ہے جس کے گلے ملنے کا ارمان
گویا کہ ہلالِ شبِ اوّل ہے، گریبان شانوں سے، نشانِ اسدِ حق ہے نمایان
حیران ہے نظر، دوشِ مبارک پہ کماں ہے
یا قوس ہیں، خورشیدِ جہانتاب نہاں ہے

ہیں بازوئے شبیر کہ شاخِ شجرِ حُسن ۷۴ پڑتی ہے سدا نُور پہ جن کے نظرِ حُسن
گھر حُسن کا سینہ ہے، تو شانے ہیں دُرِ حُسن طالع ہے کفِ دست سے، مہرِ سحرِ حُسن
ان ہاتھوں سے ہم دست کفِ حُور نہیں ہے
خورشید کے پنجے میں بھی یہ نُور نہیں ہے

شمشاد سے بالا، قد بالائے مبارک ۷۵ درپیش ہے اب وصفِ قدم ہائے مبارک
تعویذِ شفا، نقشِ کفِ پائے مبارک جس جا گذران کا ہے، وہ ہے جائے مبارک
واں آتے ہیں سجدہ کو ملکِ عرشِ بریں سے
احساں یہ انہی پاؤں کے ہیں سر پہ زمیں کے

جب ظہر تلک لٹ گئی سرکارِ حسینی ۷۶ راہی سُوئے جنت ہوئے، انصارِ حسینی
مطلع دوم
خالی رُفقا سے ہوا، دربارِ حسینی مارا گیا، دریا پہ علمدارِ حسینی
نے مونس و یاور نہ مددگار تھا کوئی
ہمراہ نہ پیدل تھا، نہ اسوار تھا کوئی

اس وقت بھی مولا پہ عجب شوکت و شاں تھی ۷۷ تصویرِ غم و درد، سراپا سے عیاں تھی
منہ زرد تھا، نیلے تھے لب، اور خشک زباں تھی تھراتے ہوئے ہاتھوں میں گھوڑے کی عناں تھی
نسبت ہے یہ نو سے، قدِ راست کے خم کو
ہاتھوں سے رکابوں نے سنبھالا ہے قدم کو

۷۸ لپٹے تھے جو لاشے سے پسر کے کئی باری — خونِ علیؑ اکبرؑ سے قبا سرخ تھی ساری
تھا گھوڑے پہ اس رنگ سے وہ عاشقِ باری — جس طرح سے جائے کسی دُولہا کی سواری
معلوم یہ ہوتا تھا کہ بچھڑے ہیں دلہن سے
آجاتی ہے پھولوں کی مہک صاف بدن سے

۷۹ افروختہ تھا چہرۂ نورانیِ شبیرؑ — روشن تھی رخِ مہر سے پیشانیِ شبیرؑ
زلفوں سے نمایاں تھی پریشانیِ شبیرؑ — تھرّاتے تھے سب سُن کے رجز خوانیِ شبیرؑ
نعرہ تھا کہ میں نام و نشانِ اب[۲] و جد ہوں
روباہ ہیں سب، میں اسدِ حق کا اسد[۳] ہوں

۸۰ دو نوُر[۲] کے دریا جو ملاقی ہوئے اک بار — پیدا کیا اللہ نے، مجھ سا دُرِ شہوار
وہ شمس و قمر، عرشِ خدا کے جو ہیں سیّار — ہیں جن کی ضیا سے مہ و خور مطلعِ انوار
روشن ہے شرف خلق پہ جن دونوں کے گھر کا
میں اخترِ تابندہ ہوں، اُن شمس و قمر کا

۸۱ وہ نخل، کہ جس نخل کی ہے اصل نبوت — وہ نخل کہ جس نخل کی ہے، فرد ولایت
وہ نخل کہ جس نخل کی شاخیں ہیں امامت — وہ نخل کہ جس نخل کے سایہ میں ہے جنّت
میوہ بھی اُسی کا ہوں اُسی کا گلِ تر ہوں
شیعہ مرے، برگ اُس کے ہیں جس کا میں ثمر ہوں

۸۲ میں عطرِ گلِ سرسبد[۲۸] باغِ جہاں ہوں — پانی ہو دلِ سنگ وہ اعجاز بیاں ہوں
کاذب نہیں، میں مخبرِ صادق کی زباں ہوں — کوثر کا تو مختار ہوں، پر تشنہ دہاں ہوں
سب کے لیے رحمت ہوں، عنایت ہوں خدا کی
کھوؤ نہ مجھے، تم میں امانت ہوں خدا کی

۸۳ زہراؑ مری مادر ہے، مرا باپ علیؑ ہے — احمدؐ کا بھی وہ دوست، خدا کا بھی ولی ہے
فرزندِ یداللہ، شجاعِ ازلی ہے — یہ تیغ وہ ہے، جو سرِ مرحب پہ چلی ہے
کیا منھ ہے جو وار اس کا رُکے فوجِ ستم سے
جبریل کے پر جلتے ہیں اس برقِ دُودم سے

۸۴

دعویٰ ہو جسے، تیغِ شرربار کو روکے
ضربِ خلفِ حیدرِ کرار کو روکے
ہاں بڑھ کے کوئی ڈھال پہ تلوار کو روکے
بجلی کو جو روکے، وہ مرے وار کو روکے
گردوں پہ نہ ٹھہرے گی، زمیں سے نہ رکے گی
تم کیا ہو؟ پرِ روحِ امیں سے نہ رکے گی

۸۵

لو تیغِ شرربار، نکلتی ہے، خبردار
لو ضرب مری فوج پہ چلتی ہے، خبردار
لو زہر یہ ناگن اب اگلتی ہے، خبردار
لو تیغِ علیؑ رنگ بدلتی ہے، خبردار
بخشا نہ اثر میری کسی بات[۲۹] نے تم کو
سنبھلو کہ، لیا مرگِ مفاجات نے تم کو

۸۶

یہ سنتے ہی لشکر تو ہوا سب تہ و بالا
اور آپ نے قبضے پہ اُدھر ہاتھ کو ڈالا
کاٹھی سے کھنچی تیغ کہ لہرا گیا کالا
غُل تھا کہ وہ منھ آگ نے، بانبی سے نکالا
کاٹا جسے پھر کب اسے یارائے سخن ہے
دیکھو تو زبانیں تو ہیں دو، ایک دہن ہے

۸۷

یہ کاٹ کے ہر صف کو نکل جائے گی سُن سے
لشکر پہ خزاں لائے گی، جوہر کے چمن سے
زہر اس کا چڑھے گا تو نہ اُترے گا بدن سے
اژدر ہے، نکلتے ہیں شرر اس کے دہن سے
زور اس سے کسی کا تہِ گردوں نہ چلے گا
جس دم یہ چلے گی، کوئی افسوں نہ چلے گا

۸۸

دریا میں تلاطم ہوا، لشکر میں ہوا شور
جس شور سے بہرام کی تھرّانے لگی گور
ذرّہ[۳۰] سے اڑے کبک تو جنگل سے اُڑے مور
صفدر کے قدم بڑھتے ہی، اعدا کا گھٹا زور
آمد میں بہادر کی، شجاعت کے چلن تھے
نے شیر ترائی میں، نہ جنگل میں ہرن تھے

۸۹

ناگاہ بیاباں میں لگی، برق چمکنے
روکا سپرِ مہر کو، چہرے پہ فلک نے
دہشت سے دلیروں کی لگی آنکھ جھپکنے
دیکھا زرہِ جسم کو، تھرّا کے سمک نے
پڑنے لگی اعدا پہ، جو ضربت شہِ دیں کی
خم ہو گئی ضربت سے کمر گاوِ زمیں کی

۹۰
تصویرِ اجل، تیغ دو پیکر نے دکھائی
بجلی کی تڑپ، اسپِ دلاور نے دکھائی
قوّت اسد اللہ کی، سرور[۲۱] نے دکھائی
اور آنکھ ہر اک فرد کو جوہر نے دکھائی
تیر ایک طرف، تیر فگن ایک طرف تھے
سر ایک طرف جمع تھے تن ایک طرف تھے

۹۱
انداز وغا بھول گئے، سب قدر[۲۳] انداز
چمکی صفتِ برق جو شمشیر سر[۲۲] انداز
رُخ پھر گئے بھاگے صفتِ تیرِ دژ[۲۵] انداز
گوشے میں چھپا سہم کے ہر خانہ بر[۲۴] انداز
گھبرا گئے چلّے کدھر اور تیر کہاں کے
خود اہلِ خطا پھنس گئے حلقوں میں کماں کے

۹۲
تیروں کا یہ عالم تھا کہ تھے طائر پَربند
تھے موت کے حلقے میں کماں دار نظر بند
وا کرتا تھا ہر بند کو حیدر کا جگر بند
نیزے کا کوئی باندھتا تھا بڑھ کے اگر بند
سب بند کھلے ناخنِ شمشیرِ قضا سے
باقی کوئی رہتی ہے گرہ، عقدہ کشا سے

۹۳
سر بک رہے تھے، موت کا بازار کھلا تھا
جانوں کا ابھی نرخ، نہ زنہار کھلا تھا
دروازہ اجل کا پئے کفار کھلا تھا
ہر زخم کا منھ، صورتِ سوفار[۲۶] کھلا تھا
زخم اُن کو زبس تیغِ شرر دم کے لگے تھے
ناری سبھی رستے پہ جہنم کے لگے تھے

۹۴
گویا پئے[۲۷] چورنگ انھیں مول لیا تھا
سب فوج کو نظروں میں زبس تول لیا تھا
صفدر نے درِ فتح و ظفر کھول لیا تھا
تلوار نے بھاگے ہوؤں کو رول لیا تھا
خونِ تنِ اعدا سے زمیں لال ہوئی تھی
تلوار کلیدِ درِ اقبال ہوئی تھی

۹۵
پُرزے ہو وہ خود، جو تنِ صد پاش اٹھائے
کیا تاب جو کشتے کی، کوئی لاش اٹھائے
کس طرح نظر مہر پہ خفاش[۲۸] اٹھائے
کیا منھ تھا جو کوئی سپر پرخاش اٹھائے
آنکھوں میں چکا چوند تھی اس برقِ دو سر سے
منھ ڈھانپا تھا ہر ایک سیہ رو نے سپر سے

پنہاں تھے زرہ میں جو سیہ کاروں کے اندام ۹۶ صاف اس سے عیاں ہوتے تھے معنیٔ دُو دُام [۳۹]
یوں کاٹ کے کڑیوں کو نکل آتی تھی، صمصام [۴۰] جس طرح سے ماہی کو نہ ہو دام میں آرام
وہ تیغ، زرہ پوشوں کی کیا فوج پہ ٹھہرے
دریا پہ گرے برق، تو کیا موج پہ ٹھہرے

جس وقت چمکتی تھی وہ پرکالۂ آتش ۹۷ ہو جاتے تھے چار آئینہ والے بھی مشوش [۴۱]
ہر غول میں گردن کو جھکا لیتے تھے سرکش اک ہوش میں رہتا تھا تو ہو جاتے تھے دس غش
ہشیار صدا دیتے تھے جاگو اجل آئی
ہر صف میں یہ تھا شور کہ بھاگو اجل آئی

چار آئینہ کو اُلٹ کے جو کر دیتی تھی تلوار ۹۸ ششدر تھا کوئی، اور کوئی حیراں، کوئی ناچار
تھا شور کہ صابون میں، اٹکتا ہے کہیں تار سر خاک پہ برساتی ہے، یہ برقِ شرربار
آفاق میں ثانی نہیں، اس برقِ دُو سَر کا
شمشیر تو یہ، ہاتھ ید اللہ کے پسر کا

گہ غرب کی جانب، تو سوئے شرق کبھی تھی ۹۹ اور خاک میں دُنبالہ تلک، غرق کبھی تھی
گہ زیرِ فرس اور بہ سرِ فرق کبھی تھی پانی تھی کبھی، ابر کبھی، برق کبھی تھی
بے دست ستمگاروں کے دستے نظر آئے
ہر ضرب میں سر تن سے برستے نظر آئے

تھا چار طرف شام کے لشکر میں تلاطم ۱۰۰ آندھی سی اٹھی، جیسے سمندر میں تلاطم
برپا تھا عجب فوجِ ستم گر میں تلاطم واں بحر میں ہلچل تھی ادھر بر میں تلاطم
تھا شور کہ لشکر کی بھی کثرت میں کمی ہے
ٹوٹی ہوئی کشتی، کہیں پانی میں چلی ہے

رُخ پھر گئے سب کے، تہ و بالا ہوا لشکر ۱۰۱ گھبرا کے پکارا، پسرِ سعدِ ستم گر
انبار ہیں کشتوں کے صفیں ہو گئیں بے سر اب رحم کا ہنگام ہے، یا سبطِ پیمبر
پُردا نہ کیا فاش، کبھی اُمّتِ بد کا
مشہور ہے عالم میں کرم آپ کے جد کا

سَو بار لعینوں نے کیا قتل کا آہنگ[42] ۱۰۲ اُس رحمتِ حق نے کبھی اس طرح نہ کی جنگ
شکوہ نہ کیا جب دُرِ دنداں پہ لگا سنگ گردن میں رِدا ڈال کے کھینچا نہ ہوئے تنگ
حضرت میں بھی خُو بُوئے شہنشاہِ عرب ہے
کُھلتا نہیں اسؔ غیظ کا کیا آج سبب ہے

حضرت نے یہ ارشاد کیا، روک کے تلوار ۱۰۳ انصاف کر، انصاف کر، اے ظالم غدّار
تنہا میں، کئی لاکھ ترے ساتھ ستمگار اُمّت نے دیے ہیں کسی مرسل کو یہ آزار
ہاں ظلم رسولوں پہ بھی ہر چند ہُوا ہے
پانی تو کسی پر نہیں یوں بند ہُوا ہے

بے دست ہُوا کس کا، مرا بھائی سا بھائی ۱۰۴ چھاتی پہ سناں کس کے جواں بیٹے نے کھائی
غربت میں لُٹی کون سے مرسل کی کمائی؟ اک دن میں ہوئی کس کے بھرے گھر کی صفائی؟
یوں باغ کٹا خنجر و شمشیر سے کس کا؟
ششماہہ پسر قتل ہُوا تیر سے کس کا؟

اس ظلم پہ کچھ حرف نہیں منھ سے نکالا ۱۰۵ میرا ہی یہ تھا کام، کہ غصّے کو سنبھالا
لڑتا میں تو تھا کون مرا روکنے والا اک حملے میں تھا، دفترِ عالم تہ و بالا
ہوتا ابھی نازل غضب اس لشکرِ کیں پر
ہوتی یہ زمیں چرخ پہ اور چرخ زمیں پر

کہتے ہیں جسے غیظ، وہ اب تک نہیں آیا ۱۰۶ جو حکمِ خدا تھا، سو بجا اس کو میں لایا
ان ہاتھوں نے کب زورِ یداللہ دکھایا؟ ڈرتا ہے عبث، جنگ سے لے ہاتھ اٹھایا
چرچا رہے اس کا بھی کہ مظلوم نے جاں دی
طالب جو اماں کا ہے، تو لے تجھ کو اماں دی

روکوں نہ ابھی ہاتھ کو، تھا دل میں یہ میرے ۱۰۷ دشمن ہے، مگر رحم کیا حال پہ تیرے
لے فوج سے کہہ دے کہ پھر آ کر مجھے گھیرے قاتل کو بلا، جلد چھری حلق پہ پھیرے
جرأت کو تو دیکھا پسرِ شیرِ خدا کی
مظلومی بھی اب دیکھ، غریب الغربا کی

کیا حلم ہے کیا صبر، شہِ تشنہ دلگیر ۱۰۸ خوں پونچھ کے مولا نے رکھی میان میں شمشیر
خوش ہو کے، پھرے دُور سے بھاگے ہوئے بے پیر پہلو پہ لگیں برچھیاں، چھاتی پہ لگے تیر
کپڑے ہوئے سب سرخ شہِ تشنہ گلو کے
ہر زخم سے چھٹنے لگے فوارے لہو کے

تیروں کے جہاں زخم تھے، واں پڑتی تھی تلوار ۱۰۹ تلوار کے زخموں پہ لگے برچھیوں کے وار
تھے برچھیوں کے زخم سے پیکانِ ستم پار باہم تھے بدن پر لبِ زخم اور لبِ سوفار
دھاریں تھیں لہو کی، رخِ پاکِ شہِ دیں پر
پیوست ہوئے تھے کئی تیر اک جبیں پر

جن انگلیوں سے، خلق کی تھی عقدہ کشائی ۱۱۰ کٹ کٹ کے انھیں ہو گئی ہاتھوں سے جدائی
خوں سے نظر آتی تھی کفِ دستِ حنائی گلدستۂ فردوس تھی، مجروح کلائی
تھے بازوؤں پر زخم جو شمشیرِ عُدو کے
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں دریا میں لہو کے

پہلو پہ لگاتا تھا جو نیزہ کوئی بے پیر ۱۱۱ دل تھام کے جھکتے تھے فرس پہ شہِ دلگیر
غُل ہوتا تھا لو گرتے ہیں اب خاک پہ شبیر سر پیٹ کے پردے سے نکل آئی تھی ہمشیر
گھبرا کے ہر اک گام پہ گرتی تھی سکینہ
بسمل کی طرح لوٹتی پھرتی تھی سکینہ

کہتی تھی یہ ماں کُرتے کے دامن کو پکڑ کر ۱۱۲ للہ نہ جا رن میں نہ جا اے مری دلبر
ننھے سے اُٹھا ہاتھ یہ کہتی تھی وہ دُختر تم دیکھو تو، ہے ہے یہ ستم ہوتا ہے کس پر
کیوں روکتی ہو؟ تیغ و تبر کھانے دو مجھ کو
رہوار سے گرتے ہیں پدر، جانے دو مجھ کو

اس خوں میں بھری چاند سی صورت کے میں واری ۱۱۳ بھولی نہیں اِس دم بھی انھیں یاد ہماری
سر پیٹ کے کرتی ہوں جو میں گریہ و زاری مڑ مڑ کے اِدھر دیکھ چکے ہیں کئی باری
نرغہ ہے لعینوں کا اِدھر آ نہیں سکتے
مجھ تک مرے مظلوم پدر آ نہیں سکتے

بابا تو ہمیں پیار سے چھاتی پہ سلائیں ۱۱۴ ہم ایسے بُرے وقت میں پاس ان کے نہ جائیں
اب دل کو یہ امید نہیں ہے کہ وہ آئیں اماں مجھے لے آنے دو، بابا کی بلائیں
رہوار سے گر گرشتہ والا نہ ملیں گے
جیتے ہیں ابھی، پھر مرے بابا نہ ملیں گے

ماں کہتی تھی واں تیرِ ستم چلتے ہیں واری ۱۱۵ سادات کے بچوں کے بھی دشمن ہیں یہ ناری
کہتی تھی مچل کر مہی، وہ پیاس کی ماری جانے دو مجھے، جان نہیں باپ سے پیاری
اس وقت اگر روکو گے مجھ خستہ جگر کو
اچھا میں تمہیں لوگوں سے پھر لوں گی پدر کو

دیکھو مجھے روکو گے تو پچھتاؤ گے لوگو ۱۱۶ پھر لال کو زہرا کے کہاں پاؤ گے لوگو
گر ذبح ہوئے وہ، تو کدھر جاؤ گے لوگو کیا داغِ یتیمی مجھے دکھلاؤ گے لوگو
فریاد مری سن کے تڑپ جائیں گے بابا
زخمی بھی جو ہوں گے، تو چلے آئیں گے بابا

پردے سے کئی بار تڑپ کر نکل آئی ۱۱۷ چھوڑی نہ مگر ہاتھ سے مادر نے کلائی
شبیر کو چلائی وہ دے دے کے دہائی کچھ بس نہیں مجبور ہے یہ آپ کی جائی
یہ قافلہ میدان میں جانے نہیں دیتا
بابا کوئی تم تک ہمیں آنے نہیں دیتا

روئے یہ صدا بیٹی کی سن کر شہِ ذی جاہ ۱۱۸ نزدیک تھا خیمہ، پہ نہ جانے کی ملی راہ
اک تیرِ ستم شعبہ جو لگا سینے پہ ناگاہ گھوڑے سے گرا خاک پہ فرزندِ یداللہ
تھا دھیان کہ مل لیویں اگر آئے سکینہ
بھر کر نفسِ سرد کہا، ہائے سکینہ

اس دم نہ سکینہ کو رہا ضبط کا یارا ۱۱۹ چلائی کہ اماں مجھے بابا نے پکارا
دیکھو تو کہ اس وقت بھی ہے دھیان ہمارا اک دم مری فرقت نہیں بابا کو گوارا
گرتے ہوئے ہاتھوں سے جگر تھام لیا ہے
کس درد سے بابا نے مرا نام لیا ہے

یہ کہہ کے لگی دیکھنے پردے کو اُٹھا کر ۱۲۰ دیکھی وہ قیامت کہ نہ دیکھے کوئی دُختر
تھا سینۂ اقدس پہ لعیں، حلق پہ خنجر اُمّت کی دعا مانگتے تھے سبطِ پیمبرؑ
چلّائی سکینہؑ کہ جگر پھٹتا ہے امّاں،
ہے ہے مرے بابا کا گلا کٹتا ہے امّاں

یاں رہ گئی سر پیٹتی وہ بے کس و مضطر ۱۲۱ واں کٹ گیا شمشیرِ ستم سے سرِ سرور
خاموش انیسؔ اب کہ چُھری چلتی ہے دل پر تا حشر نہ کم ہوگا، غمِ سبطِ پیمبرؑ
جب تک کہ زمیں پر فلکِ پیر رہے گا
ہر گھر میں یوں ہی ماتمِ شبیرؑ رہے گا

۳

جب رن میں سر بلند علیؑ کا عَلم ہوا ۔ ۱ ۔ فوجِ خدا پہ سایۂ ابرِ کرم ہوا
چرخِ زبرجدی، پئے تسلیم خم ہوا ۔ پنجے پہ سلت بار تصدق حشم ہوا
دیکھا نہ تھا کبھی جو عَلم، اُس نمود کا
دونوں طرف کی فوج میں غُل تھا درود کا

وہ شان اُس عَلم(الف) کی، وہ عباسؑ کا جلال ۔ ۲ ۔ نخلِ زمردی کے تلے تھا، علیؑ کا لال
پرچم(ب) پہ جان دیتی تھیں، پریوں کا تھا یہ حال ۔ غُل تھا کہ دوشِ حور پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
ہر لہر آبدار تھی، کوثر کی موج سے
طوبیٰ بھی دب گیا تھا پھریرے کی اَوج سے

تھا پنجتن کا نُور، جو پنجے میں(ج) جلوہ گر ۔ ۳ ۔ اعدا کی پتلیوں میں بھی تھا، روشنی کا گھر
ذرّے نثار کرتے تھے اٹھ اٹھ کے اپنا زر ۔ تکتے تھے فوق سے تو ملک، تحت سے بشر
اللہ ری چمک عَلمِ بوتراب کی
تارِ نظر بنی تھی کرن آفتاب کی

قربانِ احتشامِ علمدارِ نامور ۔ ۴ ۔ رُخ پر جلالتِ شہِ مرداں تھی سر بسر
چہرہ تو آفتاب سا اور شیر(د) کی نظر ۔ قبضے میں تیغ، بر میں زرہ، دوش پر سپر
چھایا تھا رعب لشکرِ ابنِ زیاد پر
غُل تھا چڑھے ہیں شیرِ الٰہی جہاد پر

وہ اوج، وہ جلال، وہ اقبال، وہ حشم ۔ ۵ ۔ وہ نور، وہ شکوہ، وہ توقیر، وہ کرم
پنجے کی وہ چمک، وہ سرافرازیِ عَلم ۔ گرتی تھی برق فوجِ مخالف پہ دم بہ دم
کیا رفعتِ نشانِ سعادت نشان تھی
سائے میں جس نشان کے طوبیٰ کی شان تھی

پنجہ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتا تھا، بار بار ۶ عالَم میں پنجتن کی بزرگی ہے، آشکار
یہ شش جہت انہیں کے قدم سے ہے برقرار کیوں ہفتہ دوست ہوتے ہو اے قومِ نابکار
آٹھوں بہشت ملتے ہیں مولا کے نام سے
بیعت کرو حُسینؑ علیہ السلام سے

غرفوں سے جھانک کے بولی ہر ایک حُور ۷ صلِّ علیٰ، عَلم کی چمک ہے کہ برقِ طُور
یارب رہے نگاہِ بد، اس کی ضیا سے دُور پنجہ ہے یہ کہ ایک جگہ پنجتن کا نُور
جلوے ہیں سب محمدؐ و حیدرؑ کی شان کے
قربان اس جوان کے، نثار اس نشان کے

آگے کبھی نہ دیکھی تھی اِس حُسن کی سپاہ ۸ دنیا بھی خوبیوں کا مرقع ہے، واہ واہ
دیکھیں کسے کسے کہ ہے ایک ایک رشکِ ماہ جاتی ہے جس کے رُخ پہ، تو پھرتی نہیں نگاہ
دیکھو انھیں دَموں سے ہے رونق زمین کو
چن کر حسینؑ لاتے ہیں کس کس حسین کو

شہرہ بہت تھا حسن میں کنعانؑ کے ماہ کا ۹ قصہ سُنا ہُوا ہے زلیخا کی چاہ کا
یاں آفتاب کو نہیں یارا نگاہ کا یوسفؑ ہے ایک ایک جواں اِس سپاہ کا
سنتے تھے ہم کہ عالمِ ایجاد زشت ہے
ایسے چمن کھلے ہیں کہ دنیا بہشت ہے

ہم شکل مصطفےٰ کا ہے کیا حُسن کیا جمال ۱۰ صبحِ جبیں بھی(ؑ) اور شبِ گیسو بھی بے مثال
یہ لب، یہ خط، یہ چشم، یہ ابرو، یہ رُخ، یہ خال یاقوت و مشک و نرگس و نجم و مہ و ہلال
اک گُل پہ یاں ہزار طرح کی بہار ہے
چہرہ نہ کیسے، قدرتِ پروردگار ہے

لختِ دلِ حسنؑ بھی ہے، کس مرتبہ حسین ۱۱ جس کے چراغِ حُسن سے روشن ہے سب زمیں
یہ زلفِ مشک بیز، یہ آئینۂ جبیں سرمایۂ خطا و ختن، کائنات چیں
رخ کی بلائیں لیتی ہیں پریاں کھڑی ہوئی
سہرے کی ہر لڑی سے ہیں آنکھیں لڑی ہوئی

نام خدا ہیں عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل ۱۲ اک مہرِ بے نظیر ہے اک بدرِ بے عدیل
افروختہ ہیں رُخ، یہ شجاعت کی ہے دلیل ہمت بڑی ہے، گو کہ ہیں عمر میں ابھی قلیل
مثلِ علیؑ ہیں جنگ و جدل پر تُلے ہوئے
دونوں کے نیمچوں کے ہیں ڈورے کھلے ہوئے

عباسؑ نامور بھی عجب سج کا ہے جوان ۱۳ نازاں ہے جس کے دوشِ منور پہ خود نشان
حمزہ کا رعب، صولتِ جعفرؑ، علیؑ کی شان ہاشم کا دل، حسینؑ کا بازو، حسنؑ کی جان
کیوں کر نہ عشق ہو شہِ گردوں جناب کو
حاصل ہیں سیکڑوں شرف اِس آفتاب کو

اُس مہر کو تو دیکھو، یہ ذرّے ہیں جس کے سب ۱۴ سرتاجِ آسمان و زمیں نورِ عرشِ رب
ابرِ کرم، خدیوِ عجم، خسروِ عرب عالی ہمم امامِ اُمم شاہِ تشنہ لب
جنباں زبانِ خشک ہے، ذکرِ الٰہ میں
گویا کھڑے ہیں، ختمِ رسلؑ رزمگاہ میں

کیا فوج تھی حسینؑ کی، اس فوج کے نثار ۱۵ ایک ایک آبروئے عرب فخرِ روزگار
جرار و دیں پناہ و نمودار نامدار لڑکوں میں سبزہ رنگ کوئی، کوئی گل عذار
فوجیں کوئی سماتی تھیں ان کی نگاہ میں؟
وہ سب پلے تھے، بیشۂ شیرِ الٰہ میں

ایک ایک مُلکِ جُرأت و ہمت کا بادشاہ ۱۶ کیواں مخدم، سپہر حشم، عرشِ بارگاہ
آنکھیں غزالِ رشک، مگر شیر کی نگاہ وہ رُعب چتونوں میں کہ اللہ کی پناہ
دیکھا تو دل کو توڑ کے برچھی نکل گئی
ابرو ذرا جو ہل گئے تلوار چل گئی

وہ اشتیاقِ جنگ میں لڑکوں کے ولولے ۱۷ بے تاب تھے کہ، دیکھیے تلوار کب چلے؟
چہرے وہ آفتاب سے، وہ چاند سے گلے سب فاطمہؑ کی بیٹیوں کی گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا
جس پر علیؑ نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

١٨
اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے — یہ نیمچے نہ لیویں گے دم، بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے — صدقے ہوں اس قدم پہ، یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا
آج آپ دیکھیے گا تماشا لڑائی کا

١٩
بچپن پہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائیں — جب چاہیں معرکے میں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے روکیں برچھیاں، ہنس ہنس کے زخم کھائیں — بجلی گرے تو منہ پہ جھجک کر، سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی کی تو آنکھیں نکالیے
بڑھ کر ہٹیں، جو پانوں تو سر کاٹ ڈالیے

٢٠
کہتے تھے مسکرا کے یہ زینبؑ کے دونوں لال — کھلتے ہیں خود دلیروں کے جوہر، دمِ جدال
ہر وقت چاہیے، مددِ شیرِ ذوالجلال — نعرے ابھی کریں تو ہلے عرصۂ قتال
اُتری ہے تیغ جن کے لیے وہ دلیر ہیں
ہم سب کو جانتے ہیں کہ شیروں کے شیر ہیں

٢١
یہ چہچہے جو کرتے تھے، باہم وہ گل عذار — شبیرؑ دیکھتے تھے، کنکھیوں سے بار بار
پاس آ کے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار — سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاں نثار
جرأت ٹپک رہی ہے ہر اک کے کلام سے
یہ نیمچے رُکیں گے، بھلا فوجِ شام سے

٢٢
یہ سن یہ زور شور، یہ عمریں، یہ آن بان — یہ بھولے بھولے منہ، یہ جواں مردیاں، یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں، اللہ رے خوش بیان — چلتی ہے، ذوالفقارِ علیؑ کی طرح زبان
کس دبدبے سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں
گویا چلن لڑائی کا سب دیکھے بھالے ہیں

٢٣
زینبؑ کے لاڈلوں کی طرف دیکھیے حضور — مثلِ عرق ٹپکتا ہے پیشانیوں سے نور
رُخ پر جلالِ شیرِ خدا کا ہے سب ظہور — پرتو گلوں کا ہے کہ چمکتی ہے برقِ طور
دونوں میں صاف حیدرؑ و جعفرؑ کے طور ہیں
اللہ کی پناہ، یہ تیور ہی اور ہیں

یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف ۲۴ مُشکل کُشا کی فوج نے باندھی اِدھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوئے ابنِ شہ نجف سینوں کو غازیوں نے اُدھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اک رشکِ ماہ کو
جوش آگیا وغا کا حُسینی سپاہ کو

غصے سے آفتاب ہُوئے مہ وشوں کے رنگ ۲۵ فوجوں پہ جا پڑیں یہ دلوں کی ہوئی اُمنگ
تن تن کے برچھیاں جو سنبھالیں برائے جنگ بے چَین ہو گئے فرسِ ابلق و سرنگ
پاسِ ادب سے شاہ کے صف بڑھ کے تھم گئی
پٹڑی ہر اک سوار کی گھوڑے پہ جم گئی

تنتا ہُوا بڑھا کوئی قبضے کو چوم کے ۲۶ بھالا کسی نے رکھ لیا کاندھے پہ جھوم کے
بولا کوئی یہ غول ہیں کیا شام و رُوم کے ٹکڑے اُڑائیں گے عمرو شمر شوم کے
نامرد ہیں جو آنکھ چُراتے ہیں مَرد سے
دونوں کو چار کر کے پھریں گے نبرد سے

دولاکھ سے نظر کسی غازی کی لڑ گئی ۲۷ بل کھا کے رُخ پہ زلف کسی کی اکڑ گئی
چتون کسی کی شورِ دہل سے بگڑ گئی منہ سُرخ ہو گیا شکن ابرو پہ پڑ گئی
نکلا کوئی سمند کو رانوں میں داب کے
غصے سے رہ گیا کوئی ہونٹوں کو چاب کے

بڑھ کر کسی نے تیر ملایا کمان سے ۲۸ نیزہ کوئی ہلانے لگا آن بان سے
نعرہ کسی کا پار ہوا آسمان سے تلوار کھینچ لی کسی صفدر نے میان سے
ایک شور تھا کہ تلخ کیا ہے حیات کو
لاشوں سے چل کے پاٹ دو نہرِ فرات کو

سُنتے ہی یہ کلام جوانانِ نام ور ۲۹ لڑ کے الگ کھڑے ہوتے غول اپنا باندھ کر
کہتے تھے نیمچے لیے وہ غیرتِ قمر یارب شکست کوفیوں کو دے ہمیں ظفر
سر کے نہ پھر وغا میں جو بڑھ کے قدم گڑے
جا کر درِ یزید پہ اپنا عَلَم گڑے

۳۰
عباس شہ سے کہتے تھے بھرے ہوئے ہیں شیر — تیر اُس طرف سے آچکے (ہیں) اب کس لیے ہے دیر
دو دن کی بھوک پیاس میں ہیں زندگی سے سیر — مولا غلام سے نہیں رکنے کے یہ دلیر
پاسِ ادب سے غیظ کو ٹالے ہوئے ہیں یہ
شیرِ خدا کی گود کے پالے ہوئے ہیں یہ

۳۱
کس کو ہٹائے کس کو سنبھالے یہ جاں نثار — مرنے پہ ایک دل ہیں بہتر وفا شعار
ہے مصلحت کہ دیجیے اب اِذنِ کارزار — ایسا نہ ہو کہ جا پڑیں لشکر پہ ایک بار
برہم ہیں سرکشی پہ سوارانِ شام کی
اکبرؑ کی بات مانتے ہیں نہ غلام کی

۳۲
جب روکتا ہوں میں انھیں اے آسماں سریر — کہتے ہیں کیوں امام کی جانب لگائے تیر
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ شریر — ہنگامِ جنگ شیر کے بچے ہوں گوشہ گیر
کس قہر کی نظر سے لعینوں کو تکتے ہیں
بچوں کو ہے یہ غیظ کہ آنسو ٹپکتے ہیں

۳۳
اک اک جری کو تشنۂ جرأت کا جوش ہے — عالم ہے بے خودی کا پہ مرنے کا ہوش ہے
ہر صف میں یا علیؑ ولی کا خروش ہے — کہتے ہیں بار بار کہ سر بارِ دوش ہے
مشتاق ہیں وہ پیاس میں تیغوں کے گھاٹ کے
ڈر ہے کہ مر نہ جائیں گلے کاٹ کاٹ کے

۳۴
حسرت سے کی سوئے رُفقا شاہ نے نظر — بولے حبیبؑ نذر کو حاضر ہیں سب کے سر
فرمایا شہ نے ہم بھی ہیں آمادۂ سفر — اچھا بڑھے جہاد کو ایک ایک نام ور
یہ راہِ حق ہے جو قدم آگے بڑھائے گا
دربارِ مصطفیٰؐ میں وہی پہلے جائے گا

۳۵
مژدہ یہ سن کے شاد ہوئے غازیانِ دیں — اک اک دلیر جانے لگا سوئے فوجِ کیں
جب نعرہ زن ہوئے صفتِ شیرِ خشمگیں — تھرّائے آسماں کے طبق ہل گئی زمیں
برپا تھا شورِ حشر دلیروں کی حرب سے
فوجیں تو کیا جہان تہ و بالا تھا ضرب سے

۳۶

اللہ رے جہادِ حبیب و زہیر[13] قین — گویا بپا تھا معرکۂ خندق و حنین
جب مر گئے وہ عاشقِ سلطانِ مشرقین — مقتل میں پیٹتے ہوئے دوڑے گئے حسینؑ
یوں جا کے روئے ان کے تنِ پاش پاش پر
جس طرح بھائی روتا ہے بھائی کی لاش پر

۳۷

خالی ہُوا قدیم رفیقوں کا جب پرا — کانپا سپہر، شہ نے، دمِ سرد یوں بھرا
کٹنے لگا عزیزوں کا بھی جب چمن ہرا — گہ روئے آپ، ہاتھ جگر پر، کبھی دھرا
لڑکے جو یک بہ یک کئی ہاتھوں سے کھو گئے
ٹکڑے حسنؑ کی طرح کلیجے کے ہو گئے

۳۸

تھی قہرِ حق عقیل[14] کے پوتوں کی کارزار — شمشیرِ حیدری کا نمونہ تھے جن کے وار
عزت عرب کی رکھ گئے جعفرؑ کے یادگار — تھے تین چار شیر کہ جھپٹے سوئے شکار
فتح و ظفر تھی، مثلِ علیؑ اختیار میں
پنجے میں تھا وہی جسے تاکا ہزار میں

۳۹

نکلے برادرانِ علمدارِ[15] صف شکن — دکھلا دیے علیؑ کی لڑائی کے سب چلن
بے سر تھے مورچوں میں جوانانِ پیل تن — لاشوں پہ لاشیں گرتی تھیں پڑتا تھا رن پہ رن
آنکھوں میں پھر رہی تھی چمک ذوالفقار کی
عباسؑ داد دیتے تھے، ایک ایک وار کی

۴۰

تھا چھوٹے بھائیوں کے لیے مضطرب جو دل — گہ شہ کے پاس تھے کبھی لشکر کے متصل
نعرہ یہ تھا کہ شیر ہے ماں کا تمھیں بحل — شیرو رُکے نہ ہاتھ، بدن گو ہے مضمحل
یہ وقتِ آبرو ہے، بڑی جد و کد کرو
ہاں بھائیو امام کی اپنے مدد کرو

۴۱

اُلٹو پروں کو بڑھ کے صفوں کو بچھا کے آؤ — ساحل کے پاس، خون کا دریا بہا کے آؤ
جب باگ اٹھاؤ، فوج کے اُس پار جا کے آؤ — یا مر کے آؤ، یا انھیں رن سے بھگا کے آؤ
ہاں صفدرو نشاں نہ رہے فوجِ شام کا
بیٹوں کو پاس چاہیے، بابا کے نام کا

رو کر حسینؑ کہتے تھے، بھائی سے دم بہ دم ٤٢ دولت پدر کی لٹتی ہے، اور دیکھتے ہیں ہم
جینے نہ دے گا آہ، ہمیں بھائیوں کا غم عباسؑ عرض کرتے تھے اے قبلۂ امم
اب باپ کی جگہ شہِ عالی مقام ہیں
صدقے نہ کس طرح ہوں کہ ہم سب غلام ہیں

بے جاں ہوئے جو راہِ خدا میں وہ شیرِ نر ٤٣ حضرت ضعیف ہو گئے، خم ہو گئی کمر
ماتم میں تھے کہ موت نے لوٹا حسنؑ کا گھر اک دم میں قتل ہو گئے دونوں جواں پسر
سب چل بسے نبیؐ و علیؑ پاس رہ گئے
ستر دو تن میں اکبرؑ و عباسؑ رہ گئے

آیا نظر جو لاشۂ نوشاہِ نیک خو ٤٤ اکبرؑ کی چشمِ تر سے ٹپکنے لگا لہو
کی غیظ کی نظر طرفِ لشکرِ عدو پہلو سے آئے روتے ہوئے شہ کے روبرو
نکلی یہ بات، جوشِ بکا میں زبان سے
قاسمؑ کے ساتھ جائیں گے ہم بھی جہان سے

بچپن سے ہم سے یہ نہ ہوئے تھے کبھی جدا ٤٥ سوتے تو ایک فرش پہ، کھیلے تو ایک جا
طفلی کا ساتھ چھوٹ گیا، وا مصیبتا مر جائے ایسا بھائی تو جینے کا لطف کیا
حسرت یہ ہے کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
پہلو میں ابنِ عم کے ہماری بھی لاش ہو

شہ نے کہا کہ سچ ہے یہ ایسا ہی ہے الم ٤٦ خالق جہاں میں بھائی کا بھائی کو دے نہ غم
بازو کا ٹوٹنا اجل آنے سے کیا ہے کم مر مر کے غم میں بھائی حسنؑ کے جیئے ہیں ہم
تازہ تھا غم پدر کا، خوشی دل سے فوت تھی
عباسِؑ نامدار، نہ ہوتے تو موت تھی

بھائی کے بعد ان سے ملی لذتِ حیات ٤٧ بے کس کے غم گسار تھے یہ، یا خدا کی ذات
خالی نہ پائی مہر و مروت سے کوئی بات سویا جو میں تو ان کو کٹی، جاگنے میں رات
صدمے بھلائے دل سے حسنؑ کی جدائی کے
رونے نہیں دیا، مجھے ماتم میں بھائی کے

ہے ان کے اتحاد کا سب سے جدا مزا ۴۸ بیٹے کا لطف، بھائی کا حظ، باپ کا مزا
ملتا ہے بات بات (دی) میں ہر دم نیا مزا اُوجھل یہ آنکھ سے ہوں تو جینے کا کیا مزا
قائم رکھے خدا کہ علیؑ کے نشان ہیں
مالک یہی ہیں گھر کے، یہی تن کی جان ہیں

قوّت جگر کی تم ہو تو یہ بازوؤں کا زور ۴۹ بچھڑا جو دو میں ایک (ک)، تو پھر میں کنارِ گور
ہوتا ہے زخمِ دل پہ نمک، آنسوؤں کا شور جب (ل) پُتلیاں جدا ہوں تو چشمِ بشر ہے کور
تم پہلوؤں میں تھے، جو یہ بے کس سنبھل گیا
پھر خاتمہ ہے جسم سے، جب دَم نکل گیا

ان سے نشاں علیؑ کا ہے، تم سے ہمارا نام ۵۰ گھر مِٹ گیا نبیؐ کا، جو دونوں ہوئے تمام
میّت کے دفن کا بھی مقدم (م) ہے انتظام مرنے کے بعد کوئی تو آئے ہمارے کام
تُربت پہ تم سے گُل ہوں، تو دل باغ باغ ہو
اندھیر ہے جو قبرِ پدر، بے چراغ ہو

کیجو نہ ذکرِ ہجر، یہ صدمہ ہے دل خراش ۵۱ بعدِ پدر، کرو کفن و گور کی تلاش
ہو گا یہ جسم ظلم کی تیغوں سے پاش پاش دو شخص، چاہیے کہ، اٹھائیں ہماری لاش
رونے کو کوئی دوست نہ یاور سرہانے ہو
فرزند پائینتی ہو، برادر سرہانے ہو

اکبرؑ نے سن کے باپ سے یہ، اشکِ خوں بہائے ۵۲ عباسؑ بول اُٹھے، نہ خدا وہ گھڑی دکھائے
ہے زندگی یہی کہ ہمیں پہلے موت آئے خاک اُس غلام پر کہ، جو آقا کی لاش اٹھائے
دستِ قوی ہیں نیزہ و صمصام کے لیے
پائیں ہیں کیا یہ ہاتھ اسی کام کے لیے

بس گر پڑا یہ کہہ کے قدم پر وہ باوفا ۵۳ جھک کر کہا حسینؑ نے، بھائی یہ کیا کیا
قاسمؑ کا ذکر کرتے تھے، ہم شکلِ مصطفیٰؐ باتیں تو ان سے تھیں، تمھیں کیوں غیظ آ گیا
ہم تم تو ساتھ گلشنِ ہستی سے جائیں گے
اچھا ہماری لاش کو اکبرؑ اٹھائیں گے

اُٹھیے قدم سے آپ کی الفت کے میں نثار ۵۴ غصّے میں بھول جاتے ہو بھیّا ہمارا پیار
آنکھیں قدم پہ مل کے یہ بولا وہ نامدار بے اذنِ جنگ، سر نہ اٹھائے گا خاکسار
ایسا نہ ہوں خجل ہوں، رسالتمآبؐ سے
پہلے مروں گا اکبرِ عالی جناب سے

صدقہ علیؑ کی روح کا، اکبر کو روکیے ۵۵ دے کر قسم، شبیہِ پیمبر کو روکیے
نورِ نگاہِ بانوئے بے پر، کو روکیے اے آفتابِ دیں، مہِ انور کو روکیے
پہلے رضا ملے تو بہت نیک نام ہوں
آقا یہ شاہزادہ ہے، اور میں غلام ہوں

شہ نے کہا کہ سر تو قدم سے اُٹھائیے ۵۶ لیجے رضائے جنگ(س) نہ آنسو بہائیے
فرقت میں ہم مریں کہ جئیں خیر جائیے اپنی سکینہؑ جان سے جا کر مل آئیے
زوجہ کو پیٹتے ہوئے سر دیکھ لیجیے
بچوں کو اور ایک نظر دیکھ لیجیے

عباسؑ شہ کے گرد پھرے اُٹھ کے سات بار ۵۷ بھائی کو گھر میں لے کے چلے شاہِ ذی وقار
بولا یہ پیکِ شاطرِ فوجِ ستم شعار لو اذنِ جنگ پا چکے عباسؑ نامدار
خود دیکھ کر یہ حال پھرا ہوں میں راہ سے
ملنے گئے ہیں خیمے میں ناموسِ شاہ سے

تھے آگے آگے ہاتھوں سے تھامے کمر امامؑ ۵۸ نعرہ یہ دم بہ دم تھا کہ اب ہم ہوئے تمام
تیغوں سے گھاٹ روک لو آیا وہ نیک نام اب معرکہ ہے قہر کا، اے ساکنانِ شام
دیکھو بچے رہو کہ لڑائی ہے شیر سے
چھوٹے گی مشکلوں میں ترائی دلیر سے

دل ہل گئے سپاہ کے سنتے ہی یہ خبر ۵۹ کانپے مثالِ بید، جوانانِ پُرجگر
ہل چل میں اس طرف کے پرے ہو گئے اُدھر ساحل سے ہٹ کے نہر پکاری کہ الحذر
پیچھے ہٹیں صفیں یہ تلاطم عیاں ہوا
دریا جو باڑھ پر تھا وہ اُلٹا رواں ہوا

۶۰ ٹوٹے وہ مورچے جو بندھے تھے پئے جدال
برچھی گری زمیں پہ کسی کی، کسی کی ڈھال
اللہ ری ہیبتِ خلفِ شیرِ ذوالجلال
کانپی زمیں کھڑے ہوئے رُوئیں تنوں کے بال

منھ زرد ہو کے رہ گیا ہر نوجوان کا
دشتِ نبرد کھیت بنا زعفران کا

۶۱ تھا شش جہت میں غُل کہ یہ ہے روزِ انقلاب
اُلٹے گا اس زمیں کا ورق ابنِ بوتراب
اس شیر پر نہ ہوگی کوئی فوج فتح یاب
بس اب بنائے عالمِ امکاں ہوئی خراب

حملہ غضب ہے، بازوئے شاہِ حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا

۶۲ ڈر سے ہُوا تھی ایک طرف، گرد اِک طرف
بھرتے تھے خیبری بھی دمِ سرد اِک طرف
سمٹے ہوئے تھے کوفے کے نامرد اِک طرف
تھے روسیاہ شام کے سب زرد اِک طرف

بھاگے تھے نیزہ باز لڑائی کو چھوڑ کے
ضیغم نکل گئے تھے ترائی کو چھوڑ کے

۶۳ تھی ابتری سپاہِ ضلالت شعار میں
اِس صف میں تھی وہ صف، یہ قطار اُس قطار میں
سَو بار جو لڑے تھے اکیلے ہزار میں
وہ جائے امن ڈھونڈھتے تھے کارزار میں

چہرے تھے زرد خوف سے حیدرؑ کے لال کے
نامرد منھ چھپائے تھے گھونگھٹ میں ڈھال کے

۶۴ سرکردہائے فوجِ مخالف تھے بے حواس
کچھ شمر کے قریب تھے، کچھ تھے عمرو کے پاس
سب کا یہ قول تھا کہ ہوئی زندگی سے یاس
ضربِ علیؑ ہے، ضربِ علمدارِ حق شناس

طاقت سے ہیں بھرے ہوئے بازو دلیر کے
خیبر کشا کا زور ہے، پنجے میں شیر کے

۶۵ اس فوج میں ہے گو یہ تزلزل یہ انتشار
ہتھیار اُدھر لگاتے ہیں عباسؑ نامدار
مضطر ہیں بیبیاں شہِ والا ہیں بے قرار
بھائیؑ کے منھ کو دیکھ کے روتے ہیں زار زار

بیٹا کھڑا ہے چاک گریباں کیے ہوئے
روتی ہے سوکھی مشک سکینہؑ لیے ہوئے

منہ دیکھتی ہے باپ کا جب وہ بہ چشمِ تر ٦٦ کہتے ہیں یہ اشارے سے سلطانِ بحر و بر
لٹتا ہے باپ تم کو سکینہؑ نہیں خبر جانے نہ دو چچا کو، ہمیں چاہتی ہو گر
آنسو بہا بہا کے نہ پانی کا نام لو
دامن قبا کا ننھے سے ہاتھوں سے تھام لو

بھائی کے اضطراب سے زینبؑ کا ہے یہ حال ٦٧ ڈھلکی ہوئی ہے سر سے ردا اور کھلے ہیں بال
عباسؑ سے یہ کہتی ہے رو کر بہ صد ملال چھوڑو نہ شہ کو اے اسدِ کبریا کے لال
کیا کہتے ہو سکینہؑ سے منہ موڑ موڑ کے
بھیا کدھر چلے مرے بھائی کو چھوڑ کے

دیکھو تو حالِ سبطِ رسولِ فلک اساس ٦٨ بیٹے کا غم، بھتیجے کا ماتم، ہجومِ یاس
ہے کثرتِ سپاہ میں، تنہا وہ حق شناس قربان جاؤں، تم تو رہو بے وطن کے پاس
عاشق ہو، دلبرِ اسدِ ذوالجلال کے
بازو قوی تمھیں سے ہیں زہراؑ کے لال کے

عباسؑ کہتے ہیں کہ نہ جاؤں تو کیا کروں ٦٩ کیوں کر نہ حق امامِ زماں کا ادا کروں
الٹوں صفیں ہزاروں سے تنہا وغا کروں یہ سر ہے اس لیے کہ قدم پر فدا کروں
پہونچا ہے فیض، سیدِ خوشخو کے ہاتھ سے
دنیا میں کچھ تو کام ہو بازو کے ہاتھ سے

رخصت طلب ہے شاہ سے اکبرؑ سا لالہ فام ٧٠ شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام
للہ رو کیے نہ اب، اے خواہرِ امام وہ امر کیجیے کہ بڑھے جس سے میرا نام
بیکس ہوں، ساتھ اماں نہیں، سر پہ پدر نہیں
میں آپ کا غلام تو ہوں، گو پسر نہیں

باتیں یہ سن کے روتی ہیں زینبؑ جھکا کے سر ٧١ تھرا رہی ہے زوجۂ عباسِؑ نامور
چہرہ تو فق ہے، گود میں ہے چاند سا پسر مانع ہے شرم، روتی ہے منہ پھیر پھیر کر
موقع نہ رو سکنے کا ہے، نے بول سکتی ہے
حضرتؑ کے منہ کو نرگسی آنکھوں سے تکتی ہے

۲۔ کہتی ہے رو کے، بانوئے عالم سے بار بار — ہم کو تباہ کرتے ہیں، عباسِ نامدار
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار — کچھ آپ بولتی نہیں، اس وقت میں نثار
کہیے جو رو کنے کی کوئی، ان کے راہ ہو
اب عنقریب ہے کہ، مرا گھر تباہ ہو

۳۔ اکبرؑ کا واسطہ، کوئی تدبیر کیجیے — امداد بہرِ حضرتِ شبیرؑ کیجیے
کچھ دل کو ہو قرار، وہ تقریر کیجیے — پٹکا وہ باندھتے ہیں، نہ تاخیر کیجیے
اک دل ہے میرا، اور کئی غم کے تیر ہیں
بی بی میں کیا کروں مرے بچے صغیر ہیں

۴۔ عباسؑ دیکھتے ہیں، جو زوجہ کا اضطرار — ہوتا ہے تیرِ غم جگرِ ناتواں کے پار
روتے ہیں خود، مگر یہ اشارہ ہے بار بار — شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بیقرار
آؤ ادب سے دلبرِ زہراؑ کے سامنے
روتی ہیں لونڈیاں کہیں آقا کے سامنے

۵۔ کھولا ہے گوندھے بالوں کو، صاحب یہ کیا؟ یہ کیا؟ — پیٹو نہ سر کو، روتا ہے فرزندِ مہ لقا
خیرالنساءؑ کے لال پہ، ہوتے ہیں ہم فدا — شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جا
ایذا ہیں صبر، صاحبِ ہمت کا کام ہے
میری بھی آبرو ہے تمھارا بھی نام ہے

۶۔ لو پونچھ ڈالو آنسوؤں کو، بہرِ ذوالجلال — دیکھو، زیادہ رونے سے ہوگا ہمیں ملال
میری مفارقت کا، نہ کیجو کبھی خیال — قائم تمھارے سر پہ رہے، فاطمہؑ کا لال
غم چاہیے، نہ آہ و بکا چاہیے، تمھیں
شہ کی سلامتی کی دعا چاہیے، تمھیں

۷۔ صدقے ہیں ابنِ فاطمہؑ پر مجھ سے سو غلام — دیکھو نہ روتے دیکھ لیں تم کو کہیں امام
کیا اشکِ خوں بہا کے، بگاڑو گی میرا کام — ہم ہاتھ جوڑتے ہیں، یہ ہے صبر کا مقام
پوچھیں حضور گر، کہ تمھیں کیا قبول ہے
صاحب یہ کہیو تم کہ، رنڈاپا قبول ہے

۷۸
دیکھو کہ گھر میں اور بھی رانڈیں ہیں تین چار / آدابِ شہ سے چپ ہیں نہیں کوئی بیقرار
رہ جائے بات کرتے ہیں وہ امرا ہوشیار / دُنیا ہے بے ثبات، زمانہ ہے بے مدار
کیا کیا نہ تفرقے ہوئے ایک ایک آن میں
صاحب سدا کوئی بھی جیا ہے جہان میں

۷۹
قاسم کو دیکھو، جانبِ کبرا کرو نگاہ / گذری جو شب، تو صبح کو گھر ہو گیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ / کیا صابرہ ہے، دخترِ شبیرؑ واہ واہ
سہتے ہیں یوں جہاں میں جفا رانڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی سُنتا ہے رونے کی

۸۰
آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح بیبیاں / ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحاں
جل جائے دل، مگر نہ اُٹھے آہ کا دُھواں / اُف کیجیے نہ منہ سے، جو پہنچے لبوں پہ جاں
چرچا رہے کہ وقت پہ کیا کام کر گئی
چھوٹی بہو علیؑ کا بڑا نام کر گئی

۸۱
شوہر نے یہ کلام کیے، جب بچشمِ تر / چپ ہو گئی وہ صاحبِ ہمت جھکا کے سر
ہتھیار سج کے حضرتِ عباسؑ نام ور / آئے قریب لختِ دلِ سیّد البشر
صدمے سے رنگِ سبطِ نبیؐ زرد ہو گیا
کانپے یہ دست و پاک بدن سرد ہو گیا

۸۲
جوں جوں قریب آتے تھے عباسؑ نام ور / بے تاب تھے حسینؑ سنبھالے ہوئے جگر
کہتے تھے اضطراب میں، جھک کر ادھر اُدھر / جینے نہ دے گا آہ، ہمیں صدمۂ کمر
ہے زیست تلخ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
زینبؑ کہاں ہو؟ آکے سنبھالو حسینؑ کو

۸۳
سب گھر کی بیبیوں سے کہو میرے پاس آئیں / بانو کہاں ہیں، زوجۂ عباسؑ کو بلائیں
گودی میں تشنہ کام سکینہؑ کو جلد لائیں / کوچ اب جہاں سے ہے، ہمیں سب آ کے دیکھ جائیں
یہ نوجواں سنبھالے گا جس دم مروں گا میں
عباسؑ سے ہر اک کی سفارش کروں گا میں

یہ سن کے ساری بیبیاں آئیں بہ حالِ زار ۸۴ بولے قدم پہ جھک کے، یہ عباسِ نامدار
اے آفتابِ عالمیاں، نورِ کردگار ہل من مبارز کا اُدھر غل ہے بار بار
یاں ذرہ پروری کے چلن آفتاب میں
آقا یہ دیر کس لیے خادم کے باب میں

لڑکوں نے معرکہ میں کیے اپنے نام ۸۵ کیا میں غلامِ خاص نہیں یا شہِ امام
ایسا دن اور بھی کوئی ہوئے گا یا امام کس کام کا، جو آج نہ کام آئے گا غلام
مشکل ہے ایسے وقت میں رُکنا دلیر کا
آخر پسر ہوں، شیرِ الٰہی سے شیر کا

ہوتا جو سب سے پہلے فدا خادمِ جناب ۸۶ خوش ہوتی خاکسار سے، روحِ ابوتراب
اب ہوں ہر اک کے آگے، خجالت سے آب آب زہراؑ سے بھی حجاب ہے، شبیرؑ سے بھی حجاب
اب بھی نہ تیغ و تیر، اگر تن پہ کھاؤں گا
مولا بتایئے کیسے پھر منہ دکھاؤں گا

ساتھ آپ کے ہوں گا، نہ گر قتل کی جفا ۸۷ مجھ سے رسولِ پاکؐ خوشی ہوں گے یا خفا؟
بیزار کیا نہ ہوگا دلِ شاہِ لافتا پھر فاطمہؑ کہیں گی مجھے صاحبِ وفا؟
مرنے کا حظ، نہ جینے کا مطلق مزہ رہا
انساں کی آبرو نہ رہی جب، تو کیا رہا

پالا ہے مجھ کو یا شہِ دلگیر آپ نے ۸۸ کی ہے ہمیشہ پیار سے تقریر آپ نے
بندھوائی ہے کمر سے یہ شمشیر آپ نے بخشی ہے سب میں عزت و توقیر آپ نے
وقتِ مدد ہے آج بھی امداد کیجیے
بندہ سمجھ کے اب مجھے آزاد کیجیے

گردن ہلا کے شہ نے کہا آہ کیا کروں؟ ۸۹ مشکل ہے سخت اے مرے اللہ کیا کروں؟
جینے نہ دے گا یہ غمِ جاں کاہ، کیا کروں؟ چھٹتا ہے اب برادرِ ذی جاہ کیا کروں؟
دم بھر کی زندگی مجھے دشوار ہو گئی
سب تو خفا تھے موت بھی بیزار ہو گئی

غازی نے رکھ دیا قدمِ شاہِ دیں پہ سر ۹۰ بولے گلے لگا کے شہنشاہِ بحر و بر
اے تن کی جان، اے سببِ قوتِ جگر یوں ہے خوشی تو خیر جہاں سے کرو سفر
بھائی نہ ہو تو بھائی کی مٹی خراب ہے
اچھا تمہارا کوچ، مرا پا تراب[۲۴] ہے

روتا ہوا جھکا پئے تسلیم، وہ جری ۹۱ سب روئے مشک دوشِ مبارک پہ جب دھری
اک آہِ سرد زوجۂ عباسؑ نے بھری صدمے سے رنگ زرد تھا، اور تن میں تھرتھری
سر سے ردا بھی دوش تلک آ کے گر پڑی
بانو کے پاس، خاک پہ غش کھا کے گر پڑی

نکلا وہ شیر خیمے سے باہر علَم لیے ۹۲ مجرے کو آئی فتح، سپاہِ حشم لیے
جرأت نے بڑھ کے بوسۂ تیغِ دودم لیے نصرت نے چومے ہاتھ، ظفر نے قدم لیے
خورشید کا جلال نگاہوں سے گر گیا
اقبال سر کے گرد ہُما بن کے پھر گیا

آیا سجا ہوا وہ سمندِ[۲۵] بُراق سیر ۹۳ تھا جو فلک پہ اڑنے کو تیار مثلِ طیر
ہوتا تھا اس کے ڈر سے غزالوں کا حال غیر ان میں سپاہِ شر اُسے رو کے تو یہ بخیر[۲۶]
صرصر قدم کی، گرد کو پاتی نہیں کبھی
ڈھونڈے بشر، پری نظر آتی نہیں کبھی

وہ زیب و زین زین کی، وہ ساز وہ پھبن ۹۴ زیور سے جیسے ہوتی ہے آراستہ دلہن
چشمِ سیاہ، دیدۂ آہو پہ طعنہ زن سرعت یہ تھی کہ بھولتے تھے چوکڑی ہرن
جادو تھا معجزہ تھا، پری تھی طلسم تھا
پاکھر نہ تھی زرہ میں تہمتن کا جسم تھا

رکھا قدم رکاب میں حیدر کے لال نے ۹۵ نعلین پا کو فخر سے چوما ہلال نے
بخشی جو صدرِ زیں کو ضیا، خوش جمال نے دُم کو چنور کیا، فرس بے مثال نے
کس ناز سے وہ رشکِ غزالِ ختن چلا
طاؤس تھا کہ سیر کو سوئے چمن چلا

خوشبو سے ارضِ پاک، ریاضِ جناں بنی   ۹۶   گرد اُڑ کے غازۂ رخِ لیلیٰ وشاں بنی
جلوے سے راہِ دشتِ بلا، کہکشاں بنی   ذرّے بنے نجوم، زمیں آسماں بنی
سُم بدر تھے، تو نعل بھی چاروں ہلال تھے
نقشِ سُمِ فرس سے، ہزاروں ہلال تھے

وہ دبدبہ، وہ سطوتِ شاہانہ، وہ شباب   ۹۷   تھرا رہا تھا جس کی جلالت سے آفتاب
وہ رعبِ حق کہ شیر کا زہرہ ہو آب آب   صولت میں فرد، دفترِ جرأت میں انتخاب
تیور[۴] میں سارے طور خدا کے ولی کے ہیں
شوکت پکارتی ہے کہ بیٹے علیؑ کے ہیں

پہونچے جو دشتِ کیں میں، اڑاتے ہوئے فرس   ۹۸   گھوڑے کو ہاتھ اُٹھا کے یہ آواز دی کہ بس
دیکھیں صفیں جمی، جو چپ و راس و پیش و پس   نعرہ کیا کہ نہر پہ جانے کی ہے ہوس
روکے گا جو، وہ موت کے پنجے میں آئے گا
ہٹ جاؤ سب کہ شیر ترائی میں جائے گا

روکے ہمیں نکل کے، جو طاقت کسی میں ہو   ۹۹   لے تیغ میان سے، جو شجاعت کسی میں ہو
گرمائے رخش کو، جو حرارت کسی میں ہو   آئے، جو حرب و ضرب کی قدرت کسی میں ہو
دو ہاتھ میں علیؑ کے پسر، وار پار ہیں
دریا نہیں کہ رُک گیا، ہم ذوالفقار ہیں

تم کیا، پہاڑ بیچ میں گر ہو، تو ٹال دیں   ۱۰۰   شیروں کو ہم ترائی سے باہر نکال دیں
مہلت نہ ایک کو، دمِ جنگ و جدال دیں   پانی تو کیا ہے، آگ میں گھوڑے کو ڈال دیں
منہ دیکھتے ہیں جو ہیں نگہبان گھاٹ کے
لے جائیں گھر پہ تیغ سے، دریا کو کاٹ کے

سرکش ہیں سب ہماری زبردستوں سے زیر   ۱۰۱   دادا شجاع، باپ اولو العزم[۵]، ہم دلیر
جب رن پڑا ہے کردیے ہیں زخمیوں کے ڈھیر   لائے ہیں جا کے آگ سے پانی، خدا کے شیر
عفریت بھاگتے ہیں، وہ چوٹیں ہماری ہیں
بیرالعلم میں کود کے تلواریں ماری ہیں

جرأت جلو میں رہتی ہے نصرت رکاب میں ۱۰۲ لیتے ہیں گھاٹ پیر کے تیغوں کی آب میں
لکھے ہوئے ہیں شیروں کے حملے کتاب میں فصلیں ہیں اپنے زور کی خیبر کے باب میں
ناصر ہیں بادشاہ فلک بارگاہ کے
دفتر اُلٹ دیے ہیں عرب کی سپاہ کے

بے مشک کے بھرے ہمیں آتا ہے چین کب ۱۰۳ گرمی میں پیاس سے کئی بچے ہیں جاں بلب
اصغر کی گودیوں میں تڑپتے کٹی ہے شب کیا وقت ہے حسینؑ کے بچوں پہ ہے غضب
لالے پڑے ہوئے ہیں سکینہ کی جان کے
کانٹے مجھے دکھائے تھے سوکھی زبان کے

عبرت کی یہ جگہ ہے کہ ہم اور سوالِ آب ۱۰۴ سقہ بنے ہیں دیکھ کے بچوں کا اضطراب
اس مشک نے کیا ہمیں، عقبیٰ میں کامیاب اللہ ری آبرو، کہ بہشتی ملا خطاب
شہ سے نشانِ فوجِ پیمبر بھی مل گیا
طوبیٰ کے ساتھ چشمۂ کوثر بھی مل گیا

یہ ذکر تھا کہ فوج کی جانب سے تیر آئے ۱۰۵ نیزے اُٹھائے، شیر کے منھ پر شریر آئے
یہ بھی جھپٹ کے مثلِ شہ[۳۰] قلعہ گیر آئے گیتی ہلی غضب میں، جنابِ[۳۱] امیر آئے
گھوڑا اڑا پروں کو سواروں کے توڑ کے
لپکی صفوں پہ سیف بھی، کاٹھی کو چھوڑ کے

آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا ۱۰۶ یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا
بجلی سا ہر جگہ فرس تیزگام تھا ششدر تھی موت، چار طرف قتلِ عام تھا
اس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

وہ تیغ کی چمک وہ تڑپ راہوار کی ۱۰۷ رفرف کی اک شبیہ تو اک ذوالفقار کی
شوکت سوار میں، شہ دُلدُل سوار کی حملوں میں شان سب، اسدِ کردگار کی
چتون وہی، غضب وہی، بے باکیاں وہی
پھرتی وہی، جھپٹ وہی، چالاکیاں وہی

توڑا یہ مورچہ، یہ صف اُلٹی، اُدھر پھرے ۱۰۸ تلوار خوں میں، آپ پسینے میں تر پھرے
یوں خاک پہ گرا کے لعینوں کے سر پھرے جیسے شکار کھیلے ہوئے شیرِ نر پھرے
تھی قہر کی نگاہ، غضب کا جلال تھا
آنکھیں بھی سرخ سرخ تھیں، چہرہ بھی لال تھا

منھ پھر گئے سپاہ کے، جس سمت رُخ کیا ۱۰۹ یاں سے وہاں گئے، اِسے مارا اُسے لیا
باقی رہے ہزار میں سو، دس میں اِک جیا اللہ رے دَم، لہو پہ لہو تیغ نے پیا
اس پر بھی تشنگی کو، نہ تسکیں ذری ہوئی
گویا تھی آگ پیٹ میں اس کے بھری ہوئی

بے شک تھا ان کا ہاتھ، امیرِ[۳۳] عرب کا ہاتھ ۱۱۰ پہونچا وغا میں سو طرف اک تشنہ لب کا ہاتھ
آئی اجل، اٹھا جو کسی بے ادب کا ہاتھ شیرِ خدا کے شیر نے مارا غضب کا ہاتھ
بازو پہ آئی تیغِ دودم، شانہ کاٹ کے
پہنچے کو بھی قلم کیا دستانہ کاٹ کے

چلتا تھا مثلِ برق، یمین و یسار ہاتھ ۱۱۱ ڈر ڈر کے جوڑتے تھے، ضلالت شعار ہاتھ
[الف ۱] اِن کی نہ ایک ضرب، نہ اُن کے ہزار ہاتھ کافی تھے سب کو تیغِ[۳۴] دو دستی کے، چار ہاتھ
آواز شش جہت میں، تکبیر دبزن کی تھی
اللہ کا کرم تھا، مدد پنجتن کی تھی

نعرہ جدا، صدائے تکبیرِ[۳۵] و بدہ جُدا ۱۱۲ گوشہ کماں سے دُور تھے گوشوں سے رہ جُدا
بکتر جدا زمین پہ ٹکڑے زرہ جُدا نیزوں کو دیکھیے تو گرہ سے گرہ جُدا
اللہ رے فرق گردن و سر بھی بہم نہ تھے
کشتوں کا ذکر کیا ہے کہ تیغوں میں دم نہ تھے

جس کی طرف نظر، دمِ جنگ و جدل پھری ۱۱۳ کچھ ہٹ کے تیغ سے اسی جانب اجل پھری
رہوار یوں پھرا کہ اشارے میں کَل پھری تلوار بھی گلوں کی طرف، برمحل پھری
ایسے جری سے کس کو مجالِ مصاف تھی
یوں پھر کے صف کی صف کو جو دیکھا تو صاف تھی

۱۱۴
چل پھر کے کاٹتی تھی وہ تلوار ہاتھ پاؤں ۔۔۔ ڈر سے بڑھا نہ سکتے تھے خونخوار ہاتھ پاؤں
سر بچ گیا تو ہو گئے، بے کار ہاتھ پاؤں ۔۔۔ چمکی گری تو آٹھ ہوئے چار ہاتھ پاؤں
روحیں (ب۔۱) پکاریں تیغ پھر آئی نکل چلو
بولی اجل اب اٹھ کے تو پنجوں کے بل چلو

۱۱۵
نیزے اُدھر قلم تو ادھر برچھیاں قلم ۔۔۔ ترکش دو نیم ٹکڑے کمانیں، نشاں قلم
ہر ہاتھ میں قلم کی طرح استخواں قلم ۔۔۔ منھ تیغ کا خراب، سناں کی زباں قلم
جب سَن سے آئی سر پہ کسی بد خصال کے
گویا سموم چل گئی پھولوں پہ ڈھال کے

۱۱۶
کی جس نے سرکشی وہی فتنہ فرد ہُوا ۔۔۔ ظالم ہزار میں تھا جو یکتا وہ دو ہُوا
افشاں لہو سے شیر کا دستِ نکو ہُوا ۔۔۔ ٹھنڈا وہی تھا، جنگ پر سرگرم جو ہُوا
تھا خاتمہ سپاہ جہنم مقام کا
شعلے بجھائے دیتا تھا پانی حسام کا

۱۱۷
وہ تیغ کھول دیتی تھی لوہے کا بھی حصار ۔۔۔ تھا اُس کے ہاتھ سے دلِ چار آئینہ فگار
آری تھیں، منھ پہ تیغوں کے ایسے پڑے تھے وار ۔۔۔ خُوْد اپنے سر پٹکتے تھے گر گر کے بار بار
پانی وہ زہر تھا کہ پیا اور فنا ہُوا
ہے آج تک زرہ کا کلیجہ چھنا ہُوا

۱۱۸
جاتی تھی ہر سرے کی طرف سن کے بار بار ۔۔۔ چڑھ کے سوار گرتے تھے توسن کے بار بار
اڑتی تھی الاماں کی صدا رن سے بار بار ۔۔۔ ہر سر کا بار، اُترتا تھا گردن سے بار بار
غارت ہوئے تباہ ہوئے بے ترک ہوئے
ضربِ گراں جو اٹھ نہ سکی کیا سبک ہوئے

۱۱۹
ثابت رہی نہ ڈھال نہ مغفر، نہ سر بچا ۔۔۔ سینے میں دل کو کاٹ گئی گر جگر بچا
دو ٹکڑے ہو گیا وہ اُدھر، جو اِدھر بچا ۔۔۔ بے زخم کھائے، ایک نہ بیداد گر بچا
تلوار سے کوئی، کوئی ڈر سے ہلاک تھا
سالم تھا جس کا جسم، جگر اس کا چاک تھا

۱۲۰
سر سے کمر میں تھی تو کمر سے تہِ فرس — آفت کا منہ تھا، قہر کا دم، خم، ستم کا کس
گُشتے تڑپ رہے تھے چپ و راس پیش و پس — دو تھے اگر تو چار ہوئے پانچ تھے تو دس
غُل تھا وہی لڑے جسے سر تن پہ بار ہو
آفت بپا ہے کون اجل سے دوچار ہو

۱۲۱
غُل تھا شرارتوں سے اس آتش زبان کی — پریاں پکارتی تھیں کہ ہو خیر جان کی
دنیا میں شعلہ بار ہے آگ اُس جہان کی — بدلی ہوئی ہے آج ہَوا آسمان کی
بجلی خجل ہے نازیہ اس شعلہ خُو کے ہیں
بوچھاڑ ہے سروں کی دڑڑے لہو کے ہیں

۱۲۲
جب بڑھ کے سن سے صورتِ تیغِ علی چلی — ثابت ہُوا کہ ضربتِ دستِ ولی چلی
دل پر خفی چلی تو گلوں پر جلی چلی — تن سے نکل کے روح پکاری چلی چلی
دی تیغ نے صدا کہ ارادہ کدھر کا ہے
چلّائی موت چل یہی رستا سفر کا ہے

۱۲۳
خشکی میں تھی جو آب تو آتش تری میں تھی — ہم نامِ ذوالفقارِ علیؑ صفدری میں تھی
تلوار تھی کہ برق، لباسِ پری میں تھی — بے باک اس لیے تھی کہ دستِ جری میں تھی
خوں بھی اِسے حلال دیّت بھی معاف تھی
کاٹا تھا سو گلوں کو مگر پاک صاف تھی

۱۲۴
سارے رسالہ دار تباہی میں پڑ گئے — اب منہ کسے دکھائیں کہ چہرے بگڑ گئے
نامی جو تھے جواں، قدم اُن کے اُکھڑ گئے — بھاگے جو سب، نشاں بھی خجالت سے گڑ گئے
علموں کے پاس ڈھیر پھریروں کے رن میں تھے
ریتی پہ بیرقیں تھیں کہ مُردے کفن میں تھے

۱۲۵
پہنے ہوئے تھے جسم میں زرہیں جو چُست چُست — چوٹیں کڑی پڑیں تو ہوئے وہ بھی سخت سُست
خوفِ اجل سے بھول گئے وعدۂ نخست — ٹوٹی صفوں میں ہاتھ کسی کے نہ تھے درست
اک شور تھا کہ جان گئی اس لڑائی میں
گھوڑے بھگاؤ آگ لگی ہے ترائی میں

۱۲۶

مغفر نہ سر کے پاس نہ خنجر کمر کے پاس
بیٹے کے پاس باپ نہ بیٹا پدر کے پاس
قبضے کے پاس تیغ نہ دستہ تبر کے پاس
کڑیاں زرہ کے پاس نہ دامن سپر کے پاس
ابوٹی[(ج-۱)(۴)] سناں پر تھی نہ پرچم نشان پر
پیکاں نہ تیر پر تھے نہ چلّے کمان پر

۱۲۷

نہ وہ علم سیاہ نہ، وہ رُو سیاہ تھے
تیغ و سپر بھی پاس نہ تھی، بے پناہ تھے
بے سر تھے وہ جو فوج میں صاحب کلاہ تھے
سب چھاؤنی اجاڑ، محلّے تباہ تھے
دکھلا دیا تھا خالقِ[(د-۱)] عادل نے قہر کو
گویا غنیم لُوٹتا پھرتا تھا شہر کو

۱۲۸

بولی سپر سے تیغ کہ تجھ میں پناہ ہے
اس نے کہا کہ بھاگ زمانہ سیاہ ہے
ہر جا پہ تیغِ شعلہ فشاں سدِ راہ ہے
اس معرکہ میں کوہ بھی گر ہو تو کاہ ہے
جنّات ڈر کے ہاتھ سے منھ ڈھانپتے ہیں آج
میں کیا ہوں جبرئیل کے پر کانپتے ہیں آج

۱۲۹

ڈر ڈر کے پچھلے پاؤں سپاہِ لعیں ہٹی
یہ صف ہوئے یسار وہ سوئے یمیں ہٹی
شر[(ذ-۱)] کے جبالِ نہر کہیں سے کہیں ہٹی
دہشت سے آسماں ہُوا اونچا زمیں ہٹی
بھاگڑ پڑی کہ ایک سے ایک آگے بڑھ گیا
دریا لہو کا کشتیِ گردوں پہ چڑھ گیا

۱۳۰

اللہ ری جنگِ شیرِ نیستان و کربلا
چونٹی بھی مورچوں میں نہ تھی آدمی تو کیا
پہونچے ترائی میں تو یہ اعدا کو دی صدا
کیوں اب یہ نہر کس کی ہے؟ اے قوم اشقیا
اک آن[(ر-۱)] میں شکست ہزاروں کو دیتے ہیں
دیکھو اسد ترائی کو یوں چھین لیتے ہیں

۱۳۱

رستے کُھلے ہوئے ہیں کہاں ہے وہ بند و بست
کس نے یہ روم و شام کی فوجوں کو دی شکست؟
کیا ہو گئے ترائی سے وہ سب ہُوا پرست؟
کیوں سربلند کون ہے اس وقت کون پست؟
فوجوں میں یوں کسی نے بھی گھوڑے اُڑائے ہیں
دیکھو تو ہم کہاں سے کہاں[(ج-۱)] لڑتے آئے ہیں

دُنیا جو اک طرف ہو تو ہم پر ظفر نہ پائے ١٣٢ فاقوں میں شیر بھی ہو مقابل، تو منہ کی کھائے
کس دبدبے سے، جوہرِ تیغِ علیؑ دکھائے
اب کچھ الم نہیں، اجل آئے کہ جان جائے
بس ہم نے گھاٹ چھین لیا مُشک بھر چکے
شیروں نے جو زباں سے کہا تھا، وہ کر چکے

لب تشنہ تین دن سے ہیں اور ہے فرات پاس ١٣٣ چاہیں ابھی، تو ہاتھ بڑھا کر بجھائیں پیاس
پر زہر ہے بغیرِ شہِ آسماں اساس
مرتے ہیں آبرو پہ غلامانِ حق شناس
آقا کی تشنگی پہ جگر چاک چاک ہے
بے ان کے آبِ خضر بھی ہووے تو خاک ہے

فرما کے یہ سمند کو ڈالا فرات میں ١٣٤ گویا خضر اُتر گئے، آبِ حیات میں
دریا دل ایسا کون ہوا کائنات میں
تسمہ پکڑ کے مشک بھری، ایک بات میں
سیراب جب تلک کہ شہِ بحر و بر نہ ہوں
منظور تھا کہ ہاتھ بھی پانی سے تر نہ ہوں

گرمی سے تشنگی میں کلیجہ تھا آب آب ١٣٥ تڑپا رہا تھا قلب کو موجوں کا پیچ و تاب
آجاتے تھے قریب، جو ساغر بکف حباب
کہتا تھا منہ کو پھیر کے، وہ آسماں جناب
عباس آبرو میں تری فرق آئے گا
پانی پیا تو نامِ وفا ڈوب جائے گا

دریا سے مُشک بھر کے جو نکلا وہ نیک نام ١٣٦ اُمڈی سیہ گھٹا کی طرح سب سپاہِ شام
یوں ڈوب کر نکلتا تھا وہ آسماں مقام
ظاہر ہو جیسے ابر میں چھپ کر مہِ تمام
موجیں تھیں رودِ نیل کی، فوجوں کا دل نہ تھا
پر واہ رے حواس، کہ ابرو پہ بل نہ تھا

چلتی تھی بڑھ کے چار طرف تیغِ برق دم ١٣٧ کاندھے میں مشکِ آب تھی، پنجہ میں تھا عَلَم
دامن سے لگ کے ہاتھ اُلجھتا تھا دمبدم
کرتا تھا جابجا، تگ و دو اسپِ خوش قدم
اُڑ اُڑ کے برچھیوں، جو اترتا تھا کھیت میں
گھوڑے کے چاروں پاؤں، در آتے تھے ریت میں

۱۳۸
گھیرے تھے ایک جان کو دو لاکھ اہلِ شر — ٹھیرے کہاں قرار کہاں لیں تھمیں کدھر
چھاتی کے پاس برچھیاں تیغیں قریبِ سر — پہلو میں اس طرف تو سنانیں، اُدھر تبر
ملتی نہ تھی اماں سپہ تیرہ بخت سے
گوشوں سے تیر چلتے تھے پتھر درخت سے

۱۳۹
جب مشک کی طرف کوئی آتا تھا سن سے تیر — کہتے تھے یا حفیظ کبھی گاہ یا قدیر
چلّا رہا تھا شمرِ جفا پیشہ و شریر — جانے نہ پائے لختِ دلِ شاہِ قلعہ گیر
رخ اس جری کا خیمہ کی جانب سے موڑ دو
ہاں برچھیوں سے شیر کے سینہ کو توڑ دو

۱۴۰
سن کر زباں درازیِ شمرِ ستم شعار — عباس مثلِ شیر جھپٹتے تھے بار بار
تلواریں سیکڑوں تھیں ہزاروں تھے نیزہ دار — توڑی اگر یہ صف تو جمی دوسری قطار
تنہا سنبھالے مشک و علم یا وغا کرے
بلوہ ہو ساری فوج کا جس پر وہ کیا کرے

۱۴۱
مشہور ہے کہ ایک پہ بھاری ہیں دو بشر — درپے تھے اک جواں کے لیئے لاکھ اہلِ شر
کھائے اِدھر سے زخم جو کی اُس طرف نظر — کس کس کا وار رد کریں دیکھیں کدھر کدھر
جب دم لیا تو سینہ پہ ننو تیر چل گئے
پہلو کو توڑ توڑ کے نیزے نکل گئے

۱۴۲
سینہ سپر تھے مشک پہ روکے ہوئے تھے ڈھال — لڑنے میں بھی حسینؑ کے بچوں کا تھا خیال
کہتا تھا ڈگمگا کے فرس پر وہ خوش خصال — فرزند کو سنبھالیئے یا شیرِ ذوالجلال
جا پہونچوں مشک لے کے جو تھوڑی سی راہ ہو
ایسا نہ ہو کہ پیاسوں کی کشتی تباہ ہو

۱۴۳
یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑا لشکرِ کثیر (۱۰۵) — بس چور ہو گیا پسرِ شاہِ قلعہ گیر
آکر لگا میانِ دو ابرو جو ایک تیر — تیورا گیا علیِ ولی کا مہِ منیر
چھوٹی جو باگ پاؤں فرس کے بھی رک گئے
پھیلا کے ہاتھ، مشک سکینہؑ پہ جھک گئے

اب یاں تو خاتمہ ہے سنو اُس طرف کا حال ۱۴۴ ڈیوڑھی پہ ننگے سر ہے رسولِ خدا کا لال
غم سے کمر جھکی ہوئی، رُخ زرد، جی نڈھال یہ کرب ہے کہ ہوتا ہے جو وقتِ انتقال
گر کر اُٹھے، تڑپ کے اِدھر سے اُدھر گئے
جب آہ کی تو سب نے یہ جانا کہ مر گئے

فریاد کر کے دل کبھی تھاما جگر کبھی ۱۴۵ پکڑی طناب خیمے کی گہ، اور کمر کبھی
گھبرا کے پیارے بھائی کی پوچھی خبر کبھی روئے پسر کے دوش پہ رکھ رکھ کے سر کبھی
کی آہ سامنے کبھی زہرا کی جائی کے
رو کر کبھی لپٹ گئے بیٹے سے بھائی کے

فرماتے تھے کراہ کے اکبرؑ سے بار بار ۱۴۶ شانے دباؤ اے علیؑ اکبر پدر نثار
کیسا یہ درد ہے کہ جگر کو نہیں قرار بازو کا زور لے گئے، عباسؑ نامدار
وا حسرتا کہ بے کس و بے یار ہو گئے
سر پیٹیں کس سے ہاتھ تو بے کار ہو گئے

چلاتے تھے کہ جانِ برادر بس اب پھر آؤ ۱۴۷ پہونچا ہے دم لبوں پہ ہمیں آ کے دیکھ جاؤ
بھیا خدا کے واسطے اب برچھیاں نہ کھاؤ عباسؑ ہم اخیر ہیں، تشریف جلد لاؤ
پیاری تمھاری ننھے سے ہاتھوں کو ملتی ہے
تم کو ڈھونڈھنے کو سکینہ نکلتی ہے

حضرت تو پیٹتے ہیں یہ کہہ کر بہ صد ملال ۱۴۸ خیمے میں غش ہے زوجۂ عباسِ خوش خصال
ڈیوڑھی پہ رک کے اہلِ بیت ہیں سب کھولے سر کے بال پردے سے منھ نکالے ہیں، اطفالِ خورد سال
لب ان کے اودے اودے ہیں منھ گورے گورے ہیں
آنکھوں میں اشک، ہاتھوں میں خالی کٹورے ہیں

کہتے ہیں سب لبوں پہ زبانوں کو پھیر کر ۱۴۹ اب پانی لے کے آتے ہیں عباسِ نامور
حضرت سے پوچھتی ہے سکینہؑ بہ چشمِ تر میرے چچا کب آئیں گے یا شاہِ بحر و بر
کیا میں سفر کروں گی جہاں سے تب آئیں گے
بہلاتے ہیں حسینؑ کہ بی بی اب آئیں گے

گھیرے ہیں لاکھ ان کو ستمگار ہائے ہائے ۱۵۰ مانگو دعا کہ بھائی کو میرے خدا بچائے
وہ کہتی ہے میں پانی سے گذری نہ مشک آئے ہے ہے بس اب چچا کو مرے کوئی پھیر لائے
رکھے خدا جہاں میں علیؑ کی نشانی کو
میں کیا کروں گی آگ لگے ایسے پانی کو

یہ ذکر تھا کہ فتح کے باجے بجے اُدھر ۱۵۱ تڑپے زمیں پہ گر کے شہنشاہِ بحر و بر
چلائے بڑھ کے فوج سے دو چار اہلِ شر حضرت کہاں ہیں مر گئے عباسؑ نامور
کیا کیا چلی ہیں تینوں پہ تیغیں لڑائی میں
وہ زخم کھائے شیر پڑا ہے ترائی میں

افشاں ہیں سر کے خون کی چھینٹوں سے سب نشاں ۱۵۲ عباسؑ کانپ جاتے تھے، جھکتا تھا جب نشاں
نام آوروں نے آج مٹایا، عجب نشاں کیوں اے حسینؑ کون اٹھائے گا اب نشاں
لاشہ ان کی پائمال ہوئی زخم پھٹ گئے
جن میں علیؑ کا زور تھا وہ ہاتھ کٹ گئے

آئی صدا یہ نہر کی جانب سے ایک بار ۱۵۳ آقا تمام ہوتا ہے یہ عبدِ جاں نثار
تن سے نکل کے آنکھوں میں اٹکی ہے جانِ زار اب ہے فقط حضور کے آنے کا انتظار
بابا کے ساتھ خلد سے تشریف لائی ہیں
حضرت کی والدہ، مرے لینے کو آئی ہیں

شہ دوڑ کر پکارے کہ آتا ہوں بھائی جان ۱۵۴ گھر لٹ گیا ہے، خاک اڑاتا ہوں بھائی جان
طاقت بدن میں اب نہیں پاتا ہوں بھائی جان اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھاتا ہوں بھائی جان
دستِ شکستہ بیٹے کی گردن میں ڈالے ہیں
بھیا ہمیں تو اکبرؑ مہ رو سنبھالے ہیں

دیکھا جو در سے بنتِ علیؑ نے یہ شہ کا حال ۱۵۵ ڈیوڑھی سے نکلی چند قدم کھولے سر کے بال
چلائی کون قتل ہوا اے علیؑ کے لال مڑ کر کہا حسینؑ نے، عباسؑ خوش خصال
دریا پہ فوجِ شام نے مارا دلیر کو
زینبؑ اجل نے چھین لیا میرے شیر کو

خورشیدِ مشرقین زمانے سے اُٹھ گیا ۱۵۶ شبیر[ل-۱] کا نورِ عین، زمانے سے اُٹھ گیا
وہ عاشقِ حسینؑ زمانے سے اُٹھ گیا زینبؑ ہمارا چین زمانے سے اُٹھ گیا
آتا نہیں قرار، دلِ بے قرار کو
دریا پہ رونے جاتے ہیں، خدمت گزار کو

اکبرؑ کو ہاتھ اٹھا کے پکاری، وہ سوگوار ۱۵۷ ہے ہے حسینؑ ہو گئے، بے یار و غم گسار
ماتم جوان بھائی کا ہے، تم پہ میں نثار اکبرؑ خدا کے واسطے، بابا سے ہوشیار
گرنے لگیں تو حیدرِ صفدر کا نام لو
بیٹا پدر کے ہاتھ کو مضبوط تھام لو

اکبرؑ پدر کو تھامے ہوئے[م-۱] نہر پر جو لائے ۱۵۸ غلطاں لہو میں بازوئے سرور کے ہاتھ پائے
چلّائے شاہ لاش کدھر ہے کوئی بتائے فرق آگیا ہماری بصارت میں ہائے ہائے
رو لیں گلے لگا کے تنِ پاش پاش کو
اکبرؑ ہمیں دکھا دو برادر کی لاش کو

اکبرؑ نے شہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بہ صد بکا ۱۵۹ رکھے چچا کے سینے پہ، اور رو کے یہ کہا
لیجے یہی ہے لاشِ علمدارِ باوفا چلّائے جھک کے لاش پہ سلطانِ کربلا
ٹوٹی ہوئی کمر ہے سنبھالو حسینؑ کو
بھیا ذرا گلے سے لگا لو حسینؑ کو

عباسؑ ہاتھ کٹ گئے شانوں سے ہے غضب ۱۶۰ ریتی پہ دو طرف یہ تمہارا لہو ہے سب
لوٹا ہمیں رسولؐ کی اُمّت نے بے سبب بھیا ہماری جان نکلتی ہے تن سے اب
مر جائیں گے جِلا دو ہمیں منھ سے بول کر
دو باتیں کر لو بھائی سے آنکھوں کو کھول کر

کیوں خاک پر دھرے ہو یہ رخسار خوں میں تر ۱۶۱ آؤ ہم اپنے زانو پہ رکھیں تمہارا سر
لیتے ہو کیوں کراہ کے کروٹ اِدھر اُدھر ثابت ہُوا کہ، جلد ہے دنیا سے اب سفر
ہے ہے دلیلِ مرگ ہے، لکنت زبان کی
ہچکی نہیں یہ جسم سے رخصت ہے جان کی

غش میں سنی جو گریۂ شبیر کی صدا ۱۶۲ چونکے تڑپ کے حضرتِ عباسؑ باوفا
آہستہ کی یہ عرض کہ اے سبطِ مصطفےٰ اس پیار کے نثار، اس الطاف کے فدا
زیبا ہے نکلے جان اگر پیشوائی کو
گویا رسولؐ آئے ہیں مشکل کشائی کو

یہ کہہ کے روئے شہ کی طرف کی نظر بہ غور ۱۶۳ جھک کر پکارے شاہ کہ بھیا، کہو کچھ اور
تڑپا قدم پہ شہ کے وہ مقتولِ ظلم و جور لیں ہچکیاں بگڑنے لگے تیوروں کے طور
پتھرا کے چشمِ اشک فشاں بند ہوگئی
تھرائے دونوں ہونٹ، زباں بند ہوگئی

اکبرؑ نے عرض کی کہ چچا جان مر گئے ۱۶۴ جھک کر پکارے شاہ کے بھیا کدھر گئے
منہ تو اٹھاؤ خاک سے رخسار بھر گئے واحسرتا حسینؑ کو بے آس کر گئے
اب کون دے گا دکھ میں نبیؐ کے پسر کا ساتھ
دم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ

ہاں روؤ مومنو یہ بکا کا مقام ہے ۱۶۵ تم میں شریکِ روحِ رسولِ انامؐ ہے
اب رخصتِ حسین علیہ السلام ہے تاریخ آٹھویں ہے محرم تمام ہے
موت آئی تو شریکِ عزا کون ہوئے گا؟
جو سال بھر جیے گا وہ پھر شہ کو روئے گا

آگے تمہارے مرتے جو عباس باوفا ۱۶۶ پرسا نہ دیتے سبطِ رسولِ خدا ہو کیا
تم سب کو دیکھتے ہیں شہنشاہِ کربلا زہرا بھی ننگے سر ہیں قیامت کرو بپا
سمجھو شریکِ بزمِ شہِ مشرقین کو
دے لو جوان بھائی کا پرسا حسینؑ کو

پیٹو سروں کو ہوتا ہے اب مرثیہ تمام ۱۶۷ لپٹو ضریحِ پاک سے کہہ کہہ کے یا امام
رخصت طلب ہے باپ سے اکبر سا لالہ فام خاموش ہیں حسینؑ نہیں کرتے کچھ کلام
مقتولِ ظلم و جور ہے اب رن میں فاطمہؑ
ہوتا ہے پنجتن میں کوئی دم میں خاتمہ

۱۶۸

بس اے انیس روک لے اب خامہ کی عناں ‏ ‏ یہ غم ہے جاں گزا نہ کبھی ہوئے گا بیاں
آنکھوں سے سامعین کے بھی اشک ہیں رواں ‏ ‏ خالق سے عرض کر کہ اے خلاقِ انس وجاں
آنکھوں سے مس کروں میں مزارِ بتولؑ کو
دکھلا دے جلد مرقدِ سبطِ رسولؐ کو

۴۴

حضرت سے جب برادرِ خوش خو جدا ہُوا ۱ تنہا ہوئے کہ زینتِ پہلو جدا ہُوا
جو گھر کی روشنی تھا وہ مہرو جدا ہُوا جس سے قوی تھے ہاتھ وہ بازو جدا ہُوا

تیغِ خزاں چلی شہِ مرداں کے باغ میں
ٹوٹی کمر حسینؑ کی بھائی کے داغ میں

دشمن کو بھی نہ بھائی کا ماتم خدا دکھائے ۲ پوچھو اسی کے دل سے کمر جس کی ٹوٹ جائے
فرماتے تھے پسر سے یہ رو رو کہ ہائے ہائے اکبر بتاؤ بھائی کو بھائی کہاں سے لائے؟

عباسؑ کیا جدا ہوئے گھر میرا لُٹ گیا
بچپن کا ساتھ ہائے غضب آج چھٹ گیا

اعدا میں شور تھا کہ اکیلے ہوئے امام ۳ وہ مر گیا کہ جس سے لرزتا تھا روم و شام
تھا لشکروں کو خوفِ علمدارِ نیک نام بیکس ہوئے حسینؑ لڑائی ہوئی تمام

کیا ہو سکے گا اب شہِ گردوں اساس سے
اک نوجوان پسر ہے وہ مرتا ہے پیاس سے

غصے سے کانپتے تھے علیؑ اکبرِ دلیر ۴ تکتے تھے روئے فوج کو ہر دم مثالِ شیر
کہتے تھے ہائے موت نے کیوں کی ہے اتنی دیر؟ میں تو خدا کی راہ میں ہوں زندگی سے سیر

اکبر بھی جلد قافلہ والوں سے جا ملے
مشکل ہے دیکھیے ہمیں کیونکر رضا ملے

دیکھا امامِ دیں نے کہ ہے غیظ میں پسر ۵ تیغِ علیؑ کو ٹیک کے اُٹھے بچشمِ تر
فرمایا دیکھتے ہو لعینوں کا شور و شر ہے شادیٔ شہادتِ عباسؑ نامور

اعدا کی ہے خوشی ہمیں جتنا ملال ہو
تم غیظ میں نہ آؤ کہ صابر کے لال ہو

قدموں پہ سر کو رکھ کے یہ بولا وہ مہ جبیں ۶ کب تک غلام صبر کرے یا امامِ دیں
مجکو سنا سنا کے یہ کہتے ہیں اہلِ کیں اب فاطمہ کے لال کا یاور کوئی نہیں
پیاسے جو ہوں وہ جان کو کھوتے نہیں ہیں کیا؟
ہم شیرِ کردگار کے پوتے نہیں ہیں کیا؟

اچھا کہیں جو کہتے ہیں بڑھ بڑھ کے بد خصال ۷ پاس ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال
باندھیں گے جب کمر تو کھلے گا ہمارا حال لشکر کے سرکشوں کو کیا کس نے پائمال
میداں سے رومؔ وژے کے دلاور کہاں گئے
لاشے کہاں تڑپتے رہے سر کہاں گئے

ہم حق پہ ہیں تو پھر ہمیں مرنے سے کیا ہراس ۸ طاقت نہ ہم پہ شاق نہ سولہ پہر کی پیاس
صابر ہیں، بندگانِ شہنشاہِ حق شناس لب تشنہ جائیں گے، تو ہیں کوثر پہ خلد کے پاس
پیاسے جہاں سے آپ کے آگے سفر کریں
دریا خود آئے گر تو زباں کو نہ تر کریں

پانی سے کیا انھیں جنھیں اب ہے آبرو کا دھیان ۹ ہم اور سوالِ آب کریں گے، خدا کی شان
گر لاکھ بار، پیاس سے آئے، لبوں پہ جان ہونٹوں پہ بھی پھرائیں نہ سوکھی ہوئی زبان
ابرِ عطاء فیض ہیں، دریا نوال ہیں
کوثر کو جو لٹائے وہ ہم اس کے لال ہیں

دیکھا حسینؑ نے کہ رُکے نہ دلِ رُبا ۱۰ رو کر کہا کہ باپ سے پہلے مرو گے کیا؟
کی عرض دم بدم یہی خالق سے ہے دعا فرمایا لاؤ اپنی پھوپھی جان سے رضا
میں خوب جانتا ہوں کہ جینے سے سیر ہو
جلدی مگر کہ میرے نہ مرنے میں دیر ہو

خیمے میں آئے اکبرِؑ مہرو جھکائے سر ۱۱ لپٹا لیا کلیجے سے زینبؑ نے دوڑ کر
رو کر کہا کہو مرے بھائی کی کچھ خبر اکبر نے عرض کی تنِ تنہا ہیں اب پدر
رونے کی جا ہے قبلہ و کعبہ کے حال پر
سب فوج کی چڑھائی ہے زہراؑ کے لال پر

یہ تین دن کی پیاس یہ دھوپ اور یہ زوال ۱۲ نیلے ہیں ہونٹھ زرد ہے رخ، ضعف ہے کمال
تیغوں پہ تیغیں سامنے ہیں ڈھال پر ہے ڈھال چلّے چڑھا رہے ہیں کمانوں پہ بدخصال
اتنا کوئی نہیں ہے کہ سینہ سپر کرے
تیروں کی اب مہم ہے خدا اس کو سر کرے

یہ سن کے پیٹنے لگی زینبؑ جگر فگار ۱۳ رانڈوں میں واحسینؑ کی ہر سو ہوئی پکار
بولی پسر سے بڑھ کے یہ بانوئے نامدار تم رن سے ایسے وقت میں کیوں آئے؟ میں نثار
ماں کے لیے رنڈاپے کا پیغام لاتے ہو
کس نے طلب کیا تھا، جو گھبرا کے آتے ہو

میں مر گئی تھی کیا جو چلے آئے بے حواس ۱۴ چھوڑ آئے کس کو تیغوں میں سبطِ نبیؐ کے پاس
ہے ہے یہ دکھ یہ رنج، یہ صدمہ یہ بھوک پیاس کیا کہتے ہوں گے، دل میں، شہنشاہِ حق شناس
کس کی مدد امامِ دو عالم نے کی نہیں
سچ ہے مصیبتوں میں کسی کا کوئی نہیں

کیسا لہو سفید ہے دنیا کا ہائے ہائے ۱۵ بیٹا جوان باپ کو آفت میں چھوڑ آئے
یوں ناز اٹھا کے جو پالے وہ تیر کھائے سیّد تری مدد کو یہ لونڈی کسے بلائے
کیا وقت ہے نثار شہِ مشرقین کے
کاٹے مرا گلا کوئی بدلے حسینؑ کے

بتلاؤ پاس سب ہیں رفیقانِ پُر جگر ۱۶ بھائی سے دُور تو نہیں عباسؑ نامور
قاسمؑ کیے ہیں سینے کو تلواروں میں سپر زینبؑ کے دونوں چاند ہیں پہلو میں جلوہ گر
تم گھر میں آئے گر تو مجھے کچھ گلا نہیں
تنہا تو نورِ چشمِ رسولِؐ خدا نہیں

بچے نہیں، جواں ہو، بہادر ہو، میں نثار ۱۷ بھولو پھوپھی کو، دل سے اٹھا دو ہمارا پیار
یہ معرکہ یہ جنگ ہے دنیا میں یادگار یہ موت زندگی ہے، عبادت یہ کارزار
جینا ہے تب، جو فاطمہؑ کا مہ لقا جیے
اچھا پدر کو کھو کے جیے گر تو کیا جیے

۱۸ کہتی ہوں صاف میں کہ نہ بھائے مجھے یہ طور — میں منہ نہ دیکھتی کبھی ہوتا جو کوئی اور
عاقل وہ ہے ماں کی جانب کرے جو غور — مضطر نہ ہو ہزار ستم ہوں ہزار جور
مر جاتے ہیں وغا میں صفیں توڑ توڑ کے
گھر میں بھی مرد آتے ہیں میدان چھوڑ کے؟

۱۹ گھر کیسا ماں کہاں کی تمھیں کیا کسی سے کام؟ — نیزوں میں باپ، گھر میں جگر بندِ تشنہ کام
اچھا خدا نہ کردہ، جو زخمی ہوئے امام — پھر آبرو رہے گی مری اور تمھارا نام؟
ماں ہو کے میں کہوں، تمھیں کیونکر یہ دھیان ہو
جاؤ سدھارو، نامِ خدا اب جوان ہو

۲۰ یہ کہہ کے منہ پہ رو دی وہ نوحہ گر — اکبرؑ نے کی پھوپھی کی طرف یاس سے نظر
کہنے لگیں یہ حضرت زینبؑ جھکا کے سر — حق ہے یہ سب جو کہتی ہیں بانوئے نامور
گھر لُٹ رہا ہے کشتۂ اندوہ و یاس ہوں
واری مجھے تو ہوش نہیں بے حواس ہوں

۲۱ بن آئے تم سے جو وہ کرو اے پھوپھی کی جاں — حافظ علیؑ خدا و پیمبرؐ نگاہ باں
آنسو بہا کے آنکھوں سے، بولا وہ نوجواں — میرا ہے سب قصور، یہ ہے والدہ کو دھیاں
جو خود لہو گرائے پسینے پہ باپ کے
وہ تیر لگتے دیکھے گا سینے پہ باپ کے؟

۲۲ عمّو سے پہلے تھی مجھے مرنے کی آرزو — چارہ ہے کیا رضا جو نہ دیں شاہِ نیک خو
سو سو طرح سے کی دُرِ مطلب کی جستجو — کھوتا ہے کوئی دیدہ و دانستہ آبرو
میں اور سر نہ شہ کے قدم پہ فدا کروں
لکھی (ج) ہے بخت میں جو ندامت تو کیا کروں

۲۳ جب میں گرا قدم پہ کہا ماں سے اذن لاؤ — جوڑے جو ہاتھ، بولے کہ زینبؑ سے پوچھ آؤ
ان کی طرف بڑھا تو یہ فرمایا گھر میں جاؤ — مالک ہیں اور لوگ، ابھی برچھیاں نہ کھاؤ
میں کس طرح کہوں کہ سدھارو سوار ہو
دونوں خوشی سے دیں جو رضا تب نثار ہو

۲۴

اب کی خدا کے فضل سے قسمت نے یاوری
دیکھیں حضور گود کے پالے کی صفدری

رگ رگ میں ہے لہو کے عوض زورِ حیدری
ہم سا بھی دوسرا کوئی دنیا میں ہے جَری

اُس کو ہراس کیا ہے جو شیروں کا شیر ہو

بخشیں نہ آپ دودھ، جو مرنے میں دیر ہو

۲۵

تسلیم کو جھکا جو یہ کہہ کر وہ سیم بر
بنتِ علیؑ زمیں پہ گری تھام کر جگر

ماں کو یقیں ہُوا کہ چلا اب جواں پسر
پھیلا کے دونوں ہاتھ پکاری وہ نوحہ گر

اتنا تو منہ سے کہدو کہ رن سے کب آؤ گے ؟

واری مرے گلے سے نہ کیا مل کے جاؤ گے ؟

۲۶

قدموں پہ ماں کے جھک گیا بڑھ کر وہ نونہال
رخ کی بلائیں لے کے یہ بولی وہ خوش خصال

کیا کچھ خفا ہو تم مری باتوں سے میرے لال
اکبرؑ یہ ہاتھ جوڑ کے بولے کہ کیا مجال

صدقہ یہ آپ کا ہے کہ عالی مقام ہوں

خادم ہوں، جاں نثار ہوں، ادنیٰ غلام ہوں

۲۷

یوں ہے پسر کے واسطے ماں باپ کا عتاب
جیسے ثمر پہ تابِ جہاں تاب، آفتاب

احساں کیا غلام پہ اے آسماں جناب
کیجئے دعا کہ اب ہوں شہادت سے کامیاب

ہیں آپ صابرہ غم و اندوہ یاس میں

اب دودھ بخشئے کہ افاقہ ہو پیاس میں

۲۸

ہاتھوں سے دل کو تھام کے بولی وہ سوگوار
میں صدقے تم پہ اور مرے ماں باپ بھی نثار

کیا دودھ ایسی چیز ہے، بخشا ہزار بار
ماں کو دعائیں دے کے یہ بولا وہ ذی وقار

اب دل سے دُور رنج و غم و درد ہو گیا

تر ہو گئی زبان، جگر سرد ہو گیا

۲۹

باندھے کمر جو خیمے سے نکلا وہ گل بدن
دیکھا کہ قبلہ رُو ہیں شہنشاہِ بے وطن

عمامہ دستِ پاک پہ ہے، لب پہ یہ سخن
اکبرؑ کو بہرہ یاب کر، اے ربِّ ذوالمنن

بیٹے کے ساتھ نکلے نہ ماں اضطراب میں

یارب خلل نہ ہو کہیں کارِ ثواب میں

اٹھارہ سال کی یہ ریاضت ہے گل عذار ۳۰ پالا جو ہے دکھوں سے پھوپھی اس پہ ہے نثار
ماں آتما کی آنچ سے ہوئے گی بے قرار تو صبر کر عطا انھیں اے میرے کردگار
فرقت ہے اس کی تلخ جو فرزند اہل ہو
ہاں تو مدد کرے تو یہ مشکل بھی سہل ہو

سب مشکلوں میں تو نے سدا کی مری مدد ۳۱ آسان اس امرِ صعب کو بھی کر دے یا احد
اکثر جہان میں ترے بندے ہیں لاولد مجھ پر تو وہ کرم ہے کہ جس کی نہیں ہے حد
نانا نبیؐ ہے باپ علیؑ ماں بتول ہے
بیٹا بھی وہ دیا جو شبیہ رسولؐ ہے

ہو جائے بہر شکر جو ہر موئے تن زباں ۳۲ شمہ نہ ہو سکے ترے اوصاف کا بیاں
اے خالقِ زمین و زماں، ربِّ انس و جاں لاتا ہے نذر بندۂ مسکین و ناتواں
دیتا ہوں واسطہ میں جنابِ امیر کا
مقبولِ بارگاہ ہو ھدیہ فقیر کا

بعد اس دعا کے چپ جو ہوئے شاہِ نامدار ۳۳ حضرت کے پاس جا کے یہ بولا وہ گل عذار
لایا غلام رخصتِ میدانِ کارزار فرمایا صاف ہوتا ہے چہرے سے آشکار
مشکل ہے سہل جس کو بھروسا خدا کا ہے
اے مہ لقا اثر یہ ہماری دعا کا ہے

طے ہو گیا وہ امر کہ جس کا یقیں نہ تھا ۳۴ مجمل تو کچھ کہو، تمھیں کیوں کر ملی رضا
کی عرض سن کے بے کسیِ شاہِ کربلا اماں نے اور پھوپھی نے تڑپ کر یہی کہا
چلتے ہیں تیر قبلۂ عالم پناہ پر
دوڑو، سپر ہو، فاطمہؑ زہراؑ کے ماہ پر

بنتِ علیؑ یہ کہتی تھیں مجھ سے بصد قلق ۳۵ کام آؤ شہ کے، ہے یہ مرے پالنے کا حق
تھا فرطِ غم سے والدہ صاحب کا رنگ فق ایسا گلہ کیا کہ ہوا میں عرق عرق
بے خود وہ تھیں غمِ شہِ عالی جناب میں
خود مجھ کو دودھ بخش دیا اضطراب میں

۳۶ آنسو بہا کے کہنے لگے شاہِ نیک ذات — حقا کہ ہیں وہ بیبیاں ایسی ہی خوش صفات
دنیا میں یوں لٹائے کوئی ایسی کائنات — اُن کی محبتیں میں نہ بھولوں گا تا حیات
کیوں کر نہ ہو کہ دونوں میں خُو ہے بتولؑ کی
بیٹی ہے ایک، ایک بہو ہے بتولؑ کی

۳۷ یہ کہہ کے دونوں ہاتھ بڑھائے سوئے پسر — اکبرؑ نے جھک کے رکھ دیا شہ کے قدم پہ سر
بازو پکڑ کے، کہنے لگے شاہِ بحر و بر — بیٹا ملو گلے سے کہ بے تاب ہے جگر
اے نورِ عین! ہجر ترا مجھ پہ شاق ہے
تیرا سفر رسولِ خدا کا فراق ہے

۳۸ لپٹا پدر سے اُٹھ کے، وہ آغوش کا پلا — بیٹے کو پیار کرنے لگے شاہِ کربلا
سوکھے لبوں پہ رکھ دیے لب منھ پہ منھ ملا — چوما کبھی دہن، کبھی ماتھا، کبھی گلا
نکہت جو سر بسر تھی رسولؑ کریم کی
بو سونگھتے تھے گیسوئے عنبر شمیم کی

۳۹ فرماتے تھے فدا ترے اے گلبدن جواں — میرے حسین جوان مرے گل پیرہن جواں
صفدر جواں، شکیل جواں، تیغ زن جواں — پیارے مرے جواں، مرے شیریں سخن جواں
عالم میں اس طرح کے بھی خُوش رو نہیں ہوئے
فاقوں کی تلخیوں میں ترش رُو نہیں ہوئے

۴۰ اے ثانیِ رسولِ فلک جاہ الفراق! — اے شیر بیشۂ اسد اللہ، الفراق
اے شہسوارِ عرصۂ جنگاہ، الفراق — درپیش ہے ہمیں بھی یہی راہ، الفراق
سیرِ بہشت و خلد مبارک ہو آپ کو
کوثر پہ یاد کیجیو، مظلوم باپ کو

۴۱ گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا شہزادۂ زماں — آنکھوں میں پھر گیا شبِ معراج کا سماں
قبضے میں تیغ، بر میں زرہ، دوش پر کماں — اللہ رے رعبِ حق کہ اٹھا شورِ الاماں
بڑھتے ہی راہِ گلشنِ فردوس مل گئی
رن کی زمیں سمند کی ٹاپوں سے ہل گئی

وہ شان وہ شکوہ وہ اقبال وہ جمال ۴۲ گویا پئے جہاد چلے شیرِ ذوالجلال
گرمی سے تھا جو چاند سے چہرے کا رنگ لال خورشید کو نہ آنکھ ملانے کی تھی مجال
غصے کی وہ نظر کہ خدا کا عتاب تھا
انسان تو کیا ہژبر کا زہرہ بھی آب تھا

قامت کے آگے پست ہے سروِ روانِ باغ ۴۳ رخسار ہیں شگفتہ گلِ ارغوانِ باغ
خوشبو سے بس گیا تھا بیاباں بسانِ باغ سبزہ میں پھول ہوتے ہیں اکثر میانِ باغ
کیا خوشنما ہے خط رخِ جانِ بتول پر
دیکھو نئی بہار کہ سبزہ ہے پھول پر

غنچے ہزار ہوں تو نثارِ دہانِ تنگ ۴۴ نازک لبوں میں سب ہے لبِ مصطفےٰ کا ڈھنگ
یاقوت کیا ہے سامنے ان کے ہے وہ بھی دنگ دل خوں ہوا مگر نہ ملا لعل کو یہ رنگ
وہ کون سا نگیں ہے جو شیریں مقال ہے
ہاں اس کا جوہری ہے تو زہرا کا لال ہے

دشمن ہوئی جو امت نا اہل و بے وفا ۴۵ زخمی ہوئے وہ لب یہ جفا پر ہوئی جفا
دندان صاف گوہرِ دندانِ مصطفےٰ نے برق میں یہ شرق نہ موتی میں یہ صفا
گیسو ہلے ہوا سے تو جنگل مہک گئے
جب ہنس کے بات کی تو ستارے چمک گئے

وہ شہسوار اور وہ سمندِ فلک نورد ۴۶ پائی کبھی صبا نے نہ جس کے قدم کی گرد
بازارِ برق گرم روانی سے اس کی سرد یوں چال میں پری تو چھلاوہ دمِ نبرد
اس کی سبک روی سے خجالت سحاب کو
دریا پہ جائے اور نہ خبر ہو حباب کو

نیزے کو گاڑ کر جو رجز خواں ہوئے جناب ۴۷ یاد آگئی ہر اک کو صدائے ابوتراب
فق تھا کسی کا رنگ تو زہرہ کسی کا آب ہٹنے لگیں صفیں یہ ہوا دل کو اضطراب
گھبرا کے دور فوج کے نامی جواں گئے
جو مورچے یہاں تھے سرک کر وہاں گئے

تنہا پہ دو طرف سے چلے تیر ایک (د) بار ۴۸ لی میاں سے دلیر نے شمشیر آبدار
چمکی وہ تیغ کیا کہ ہوئی آسماں کے پار اُترا کئی صفوں کے ادھر اڑ کے راہوار
پہونچے تھے سُم ابھی نہ برابر زمین پر
گھوڑوں پہ تن سواروں کے تھے سر زمین پر

پھر تو جمی صفوں کی صفائی تھی ہر طرف ۴۹ وہ شیر ہر جگہ تھا، لڑائی تھی ہر طرف
تلوار سے سروں کی جدائی تھی ہر طرف مثلِ صبا (ز) فرس کی رسائی تھی ہر طرف
سر کس جگہ نہ گرتے تھے کاوا کہاں نہ تھا؟
بجلی کہاں نہ تھی وہ چھلاوا کہاں نہ تھا؟

موت آئی اس پرے پہ جہاں ناگہاں گئی (ح) ۵۰ زخمی کیا فنا کیا مارا جہاں گئی
توڑا یہ مورچہ وہ صف اُلٹی وہاں گئی حیرت تھی فوج کو کدھر آئی کہاں گئی؟
راکب کی شکل سامنے نے راہوار کے
غل تھا یہ ران باگ ہے دُلدل سوار کے

اللہ ری ضرب تیغ صفاہانی جری ۵۱ سر اڑ گئے تنوں سے چلی جب وہ سرسری
خالی کیے پرے پہ نہ خوں میں کبھی بھری دعویٰ یہ تھا کہ ہے مرے حصے میں صفدری
گو خوں سے لالہ رنگ یہ دشتِ مصاف ہے
جو چاہے دیکھ لے، مرا منہ پاک صاف ہے

فوجوں کو دے جواب وہ تیزی زبان میں ۵۲ ترکش میں چھوڑے تیر نہ چلّے کمان میں
پانی وہ تھا کہ آگ لگا دی جہان میں نازل ہوا تھا آیہ برق اس کی شان میں
بے فتح پھیرتی تھی نہ منہ کارزار سے
دعویٰ ہمسری تھا، اسے ذوالفقار سے

جوہر وہی برش کا وہی طور خم وہی ۵۳ تیزی وہی غضب کی، وہی گھاٹ، دم وہی
چلنا اسی طرح کا، چمک دم بدم وہی رنگت زمردی وہی، پانی میں سم وہی
بے مثل آبرو میں اصالت میں نیک تھی
مل جائیں دو زبانیں بھی اس کو تو ایک تھی

پڑتا تھا پیپلہ جو چمک کر اِدھر اُدھر ۵۴ چل جاتے تھے کلیجوں پہ خنجر اِدھر اُدھر
کٹ کر تنوں سے گر رہے تھے سر اِدھر اُدھر زخمی تڑپ رہے تھے برابر اِدھر اُدھر
رُکتا نہ تھا سمند کہیں اونچ نیچ میں
ندی لہو کی بہتی تھی، لشکر کے بیچ میں

آفت کا معرکہ تھا قیامت کی جنگ تھی ۵۵ کوسوں لہو سے رن کی زمیں لالہ رنگ تھی
اللہ رے برق و شرق کی بجلی بھی دنگ تھی چمکی کسی سوار پہ جب زیرِ تنگ تھی
جو کھینچتے ہیں سر، وہی پامال رہتے ہیں
نام آوروں کی تیغوں کے منہ لال رہتے ہیں

کاسے سروں کے ٹھوکریں کھاتے تھے جابجا ۵۶ تودے کمانوں کے نظر آتے تھے جابجا
گوشوں میں گوز رخوں کو چھپاتے تھے جابجا لیکن سروں پہ تیغ کو پاتے تھے جابجا
بھاگیں نہ کس طرح قدر انداز سہم کے
واں تیر کیا کہ جلتے تھے پَر مرغِ وہم کے

بے رخ کمانیں تیروں سے، چلّے کماں سے دور ۵۷ مرغانِ تیر سہمے ہوئے آشیاں سے دُور
برچھی سے پھل گرے ہوئے نیزے سناں سے دور ہیروں سے عقل دُور تہور جواں سے دُور
رایت جھکے ہوئے تھے صفیں پائمال تھیں
کاندھوں پہ رُوسیاہوں کے ڈھالیں نڈھال تھیں

بھاگے تھے خُود اپنی بلا سر پہ ٹال کے ۵۸ بھاگے چھپے تھے امن کی جا' دیکھ بھال کے
تلواریں منہ چھپاتی تھیں دامن میں ڈھال کے زرہیں تھیں یا کھلے ہوئے حلقے تھے جال کے
چار آئینے پڑے تھے زمیں پر کٹے ہوئے
لٹکے تھے جوشنوں کے گریباں پھٹے ہوئے

کس کے لیے وغا میں وہ تلوار سم نہ تھی ۵۹ آتے ہی کاٹ جانے میں اُفعی سے کم نہ تھی
کس کی سپر سمیت، کلائی قلم نہ تھی منہ پر کسی جواں کے سلامت جھلم نہ تھی
فوجوں کا جائزہ تھا کہ دشتِ مصاف تھا
چہروں کے کاٹ دینے میں لیا ہاتھ صاف تھا

۶۰ جس صف پہ آئی کاٹ گئی خود سروں کے ہاتھ — تھرا رہے تھے خوف سے نام آوروں کے ہاتھ
فرماتے تھے اڑا کے برابر پروں کے ہاتھ — چلتے ہیں کارزار میں، یوں صفدروں کے ہاتھ
پیراک مانتے نہیں دریا کے شور کو
دیکھا مرے تھکے ہوئے ہاتھوں کے زور کو

۶۱ میں جاں بلب وہی ہوں جو مرتا تھا پیاس سے — دیکھو لڑا ہوں لاکھوں میں کس کس حواس سے
کیوں دُور بھاگے جاتے ہو شیروں کے پاس سے — ماروں کسے کہ مرتے ہو تم خود ہراس سے
کیوں ہونٹھ خشک ہو گئے کیا تشنہ کام ہو
تلوار[۵] سے مرو کہ جوانوں میں نام ہو

۶۲ بر میں اسد ہوں، بحرِ وغا میں نہنگ ہوں — حیدر تھے شیرِ حق تو میں ضرغامِ جنگ ہوں
مشتاقِ زخمِ نیزہ و تیغ و خدنگ ہوں — بھاگے ہو چار آئینہ باندھے ہیں دنگ ہوں
میں دق ہوں اور تمھیں نہ ہزیمت بُری لگے
دل کھول کر لڑو کہ لڑائی میں جی لگے

۶۳ کچھ تیغ سے بھی تیز تھے، سیفِ زباں کے وار — کٹ کٹ کے سر جھکاتے تھے لشکر کے نامدار
گھوڑے بڑھا بڑھا کے ہٹاتے تھے بار بار — کیا تاب تھی کرے جو کوئی مڑ کے آنکھ چار
زہرے تھے آبِ غیظ جو تھا اس جناب کو
گھورا ہے شپرک[۱۵] نے کبھی آفتاب کو

۶۴ دق تھے مبارزان رے و روم و مصر و شام — غُل تھا کہ آج مٹ گئے نام آوروں کے نام
بجلی سی کوندتی تھی اِدھر اور اُدھر حُسام — یہ گر کے مرگیا تو وہ پس کر ہوا تمام
وہ بھی قریبِ مرگ تھے، جو دُور دُور تھے
کاسے سروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے چُور تھے

۶۵ جب صف پہ نیزہ بازوں کی، اُڑ کر گیا سمند — جی سن سے ہو گیا کہ گھوڑا ہے یا پرند
سر یہ اُڑے کہ ہو گئے رستے اُدھر کے بند — ہر دم تھی تیغِ عقدہ کشا کی بُرش، دوچند
نیزے ستم کے چار طرف تل کے رہ گئے
باندھے تھے جتنے بند وہ سب کھل کے رہ گئے

ٹکڑے تھیں بیرقیں تو نشاں سب تھے سرنگوں ۶۶ ثابت الف نہ تیروں کے تھے نے کماں کے نوں
بہیا لہو کی آئی یہ برسا زمیں پہ خوں چلاتے تھے زمیں پہ تڑپ کر سیہ دروں
تھراتے ہیں پیادوں کے دل اس کی کاٹ سے
ندی چڑھی ہوئی ہے سرک جائے گھاٹ سے

خالی کیے دلیر نے جنگل بھرے ہوئے ۶۷ لہرا رہے تھے خون سے جل تھل بھرے ہوئے
سریوں گرے اُدھر تھے جدھر دل بھرے ہوئے جیسے کبھی برستے ہیں بادل بھرے ہوئے
اس زور شور سے کوئی لڑتا نہیں کبھی
یوں ڈونگڑا اساڑھ میں پڑتا نہیں کبھی

چھائی ہوئی تھی ڈھالوں کی ہر سو گھٹا سیاہ ۶۸ بجلی چمک رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
چھپنے کی نے جگہ نہ کہیں بھاگنے کی راہ ندی چڑھی تھی فوج کا بیڑا تھا سب تباہ
جو گھاٹ پر تھا خون میں وہ شور بور تھا
سارا یہ تیغ تیز کے پانی کا شور تھا

چلا رہا تھا یوں پسرِ سعدِ کینہ جُو ۶۹ کس سے کہوں بہائے جو اس شیر کا لہو
جاتا ہے تین روز کا پیاسا کنارِ جُو جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آبرو
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو
کیوں خاک میں ملاتے ہو موتی کی آب کو

نام آوروں کو چاہیے عزت کا اب خیال ۷۰ کردو ریاضِ فاطمہ زہرا کو پائمال
حاضر ہے خلعت و زر و جاگیر و اسپ و مال خوں اس کا جو بہائے وہ بھر لے طلا سے ڈھال
باقی مجاہدوں میں یہی نورِ عین ہے
خنجر ہے پھیر تو اور گلوئے حسین ہے

نکلا یہ سن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم ۷۱ گیتی کے چار دانگ میں تھی جس شقی کی دھوم
سرہنگ و پُر غرور و سیہ قلب و نحس و شوم لنگر سے جس کے ہل گئے مقتل کے مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں، طاقت میں گیو تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

۷۲ چہرہ مہیب غیظ سے آنکھیں لہو کے جام تھرائے سام خوف سے کاندھے پہ وہ حسام
موذی سیاہ بخت، سیاہ دل، سیاہ فام کھاتا تھا لاکھ بل جو کوئی لے علیؑ کا نام
کُندِ سقر کے قعر کا، پُتلا گناہ کا
دشمن تھا خاندانِ رسالت پناہ کا

۷۳ کیا ذکر خُوذ کا سر و گردن کا کیا حساب گویا تھا اک قرابۂ معکوس پر شراب[19]
سینے کے تھے کواڑ کہ خیبر کا بند باب تنورِ گرم تھا، شکم خانماں خراب
راتب شقی کا، رزق سپاہِ یزید کا
تھا بار بار نعرۂ ہل من مزید کا

۷۴ ٹکڑے کرے پہاڑ کو وہ گرز گاؤ سر پہنے ہوئے زرہ پہ زرہ، بر میں بدگہر
زنجیر آہنی سے، کسے جنگ پر کمر منہ پھیر دے جس سے تیغ، وہ فولاد کی سپر
دستانے دونوں دستِ تعدّی[20] پسند پر
پاکھر بھی آہنی تھی، شقی کے سمند پر

۷۵ اکبرؑ بھی مسکرائے، ستمگر کو دیکھ کر فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور
ہمت پکاری اے اسدِ حق کے شیرِ نر یہ نابکار آئے تو، جاتا ہے اب کدھر
جوشن سمیت کیجیے دو، اک حسام میں
لائی ہے موت دیو کو لوہے کے دام میں

۷۶ پڑھتا ہوا رجز جو بڑھا وہ ستم شعار چلنے لگے ادھر سے بھی تیغِ زباں کے وار
بھولا کلام زورِ تعلّی وہ نابکار لب کیا ہلے کہ چل گئی حیدر کی ذوالفقار
گویا ہوں یہ تو کس کو مجالِ سخن ملے
منہ پھر گیا، جواب وہ دندان شکن ملے

۷۷ فرمایا ہم سے مکر کی باتیں خدا کی شان نیزے سے چھید لیتے ہیں کذّاب[21] کی زباں
روباہ اور شیر کے بچّوں کا امتحاں کیا تاب کیا مجال ہے اور کیا کسی کی جاں
بے تیغ گر بڑھوں تو ابھی تُو ہلاک ہو
پٹکوں کمر پکڑ کے، تو پیوندِ خاک ہو

ہم سے ہیں سب جہاں کے زبردست زیر دست ۷۸ جو سربلند تھے انھیں ہم نے کیا ہے پست
عمرو ابن عبدؔ ود[21] سے دلاور کو دی شکست ہے دیکھنے کا یہ تن و توش اُو شکم پرست
بالا کو پست پست کو بالا نہ جانیو!
ہواریں کھانا منھ کا نوالا نہ جانیو!

لادا ہے تُو نے جسم پہ کیوں بوجھ اس قدر ۷۹ آہن ہے اپنی تیغ کے آگے خیار[22] تر
ظالم تجھے خرابیٔ خیبر کی ہے خبر مرحب کو کس نے بھیج دیا جانبِ سقر
کیا جانے جس کو شیروں سے پالا پڑا نہ ہو
لوہا ہے نرم موم سے، جب دل کڑا نہ ہو

ان جودتوں سے، ہوگیا ظالم کا ذہن کند ۸۰ بھاری سبق تھا بھول گیا سب نوشت و خواند
بڑھ کر جو دل بڑھانے لگے افسرانِ جند آیا اڑا کے رخش کو وہ مثلِ بادِ تند
برچھا اِدھر شقی نے لیا دیکھ بھال کے
اکبرؑ اُدھر سنبھل گئے بھالا سنبھال کے

نیزے ہلے وہ چل گئیں چوٹیں کہ الاماں ۸۱ ہر طعن قہر کی تھی۔ قیامت کی ہر تکاں
چنگاریاں اڑیں جو سناں سے لڑی سناں دو اژدھے گتھے تھے نکالے ہوئے زباں
پھیلے شرر پرندوں کی جانیں ہوا ہوئیں
شمعوں کی تھیں لویں کہ ملیں اور جدا ہوئیں

ان کی طرف خدا تھا اُدھر لشکرِ غنیم ۸۲ سردارِ شام سب تھے میانِ امید و بیم
وہ کفر میں قوی، یہ رہِ حق میں مستقیم دونوں طرف سے تھی کشش و کوششِ عظیم
ہالے تھے دو ملے ہوئے گھوڑوں کی گشت سے
خاک آسماں پہ جاتی تھی اُڑ اُڑ کے دشت سے

گھوڑا تھا یا چمکتی تھی بجلی اِدھر اُدھر ۸۳ گہ منھ کفل پہ تھا، کبھی پٹھے قریب سر
غُل تھا شکار بند ہے یہ، یا ہُما کے پر بے استخواں ہے اسپ جہاں سیر کی کمر
سب ان سے زیر دست ہیں جو ذی کمال ہیں
یہ شہسوارِ دوشِ محمدؐ کے لال ہیں

اُن کا نہ ایک وار نہ اِس کے ہزار بند ۸۴ بڑھ بڑھ کے کھول دیتا تھا یہ شہسوار بند
کیا آڈ نیزہ بازی میں تھا بار بار بند چوٹوں سے نیلگوں تھے جفا جو کے چار بند
خالی گئی نہ فرق کی نے دستِ وپا کی چوٹ
کھلتی بھی ہے بندھی ہوئی مشکل کشا کی چوٹ

ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کی جب سناں ۸۵ گھوڑا اُڑا کے ہاتھ کو اکبرؑ نے دی تکاں
اللہ رے زور اُٹھ گیا گھوڑے سے پہلواں دستِ شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہاں
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اس گروہ سے
لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

نیزہ اُڑا چکا تھا پکارا وہ شہسوار ۸۶ دیکھا ہماری ضرب کو کیوں او ستم شعار
حربوں سے دُور کے ہے دلیروں کو ننگ و عار جوہر کھلیں جو تیغ سے دم بھر ہو کارزار
کمزور کو خدا نے زبردست کر دیا
یہ تیری سرکشی نے تجھے پست کر دیا

ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ ۸۷ بدلا تھا اس نے ٹھاٹھ کہ چمکی ادھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی
جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ بلا اُن کے پاس تھی

چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال ۸۸ شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
سر کو بچا کے کاٹ گئی وہ زرہ کے جال چوٹیں کڑی پڑی تھیں کہ مضطر تھا بدخصال
بد کے کیسے جواب کسے دے کدھر پھرے
بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

شمشیر تیز دست سے جو آئی جھجک گیا ۸۹ ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
بچا کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے نورِ حق سے کہاں بچ کے جائے گا
اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

دونوں طرف وغا میں بڑی جد و کد ہوئی   ۹۰   پر ڈھال بہرِ تیغ، سکندر کی سد ہوئی
تائید کی خدا نے، علیؑ کی مدد ہوئی   جو اُس نے ضرب کی، وہ سر دست رد ہوئی
گرمی میں ابر بن گئے تھے وہ جو برق تھے
اسوار بھی، فرس بھی، پسینے میں غرق تھے

کرتا تھا ہاتھ اپنی صفائی کو آشکار   ۹۱   تیغ اپنے جوہروں کو دکھاتی تھی بار بار
جنگ آزمودہ، آتشِ سوزندہ آبدار   آفت کا منھ، غضب کی روانی، ستم کی دھار
جس دن سے اُتری سان سے رن پر چڑھی رہی
اکبرؑ سے بھی وغا میں کچھ آگے بڑھی رہی

آخر دکھا چکا وہ شقی اپنا سب کمال   ۹۲   پر شہ کے زلفوں والے کا بیکا ہوا نہ بال
تلوار کو اٹھا کے پکارا علیؑ کا لال   ہاں اب ہماری ضرب کو دیکھ اے زبوں خصال
پسپا نہ ہو لعیں، یہی وقتِ نبرد ہے
روکو ہمارا وار تو جانیں کہ مرد ہے

چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریبِ سر   ۹۳   اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی، سر و گردن سے صدر پر   سینے سے جب بڑھی تو ہوا تب وہ باخبر
سب نشۂ غرورِ جوانی اُتر گیا
تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

قربان تیغ لختِ دلِ بادشاہِ دیں   ۹۴   گذری کمر سے کاٹ کر زنجیرِ آہنیں
پاکھر درست تھی، نہ سلامت تھی، صدرِ زیں   دو، ایک ضرب میں تھا، مع اسلحہ لعیں
کانپا سمند پاؤں کو ریتی میں گاڑ کے
پھٹ کر گرے زمین پہ ٹکڑے پہاڑ کے

تکبیر کی صدا سے ہلے دشت و کوہسار   ۹۵   یاد آیا جبرئیل کو دستِ خدا کا وار
چلائے شاہِ دیں کہ میں اس ضرب کے نثار   فاقے میں تین دن کے یہ حملے یہ کارزار
بجلی گری ہے تیغِ شقی پر چلی نہیں
افسوس ہے کہ آج جہاں میں علیؑ نہیں

تسلیم کر کے شہ کو پکارا وہ نوجواں ۹۶ اب پیاس مارے ڈالتی ہے یا شہِ زماں
تالو ہے خشک، اینٹھ گئی ہے مری زباں جلتا ہے دل کلیجے سے اُٹھتا ہے جب دُھواں
دریا پہ قتل ہوتا ہوں مَیں، قحطِ آب سے
ہتھیار گرم ہیں تپشِ آفتاب سے

ٹھنڈی ہوا کو جان ترستی ہے، ہائے ہائے ۹۷ پانی زرہ پہ کوئی چھڑک دے، تو جان آئے
کیجیے دُعا کہ جلد شہادت غلام پائے اکبرؔ بہ آبرو سُوئے کوثر جہاں سے جائے
گرمی سے ہو فراغ، عطش سے نجات ہو
اب مَوت لے خبر، تو ہماری حیات ہو

یہ کہہ کے ابرِ شام میں ڈوبا وہ رشکِ ماہ ۹۸ یوں چمکی پھر وہ تیغ کہ اللہ کی پناہ
پایا جو بیچ میں تو سمٹ آئی سب سپاہ حربوں سے بند ہو گئی چاروں طرف کی راہ
پر کیا وہ ران باگ تھی، کیا شہسوار تھا
دابا جہاں سمند کو، فوجوں کے پار تھا

شمر اس طرف کو تھا، عمرِ کینہ جُو اُدھر ۹۹ بڑھتا کبھی اِدھر کبھی وہ ماہرو اُدھر
چل کر اِدھر سے جب گئی وہ تند خُو اُدھر اولے اِدھر گرائے تو برسا لہو اُدھر
سبزے کو اس روش سے ہوا روندتی نہیں
بجلی سیاہ ابر میں یوں کوندتی نہیں

چھائی تھی ابرِ شام میں گھنگھور اُدھر گھٹا ۱۰۰ یہ شیر جب اِدھر سے بڑھا زور اُدھر گھٹا
دریا کے اِس طرف سے اٹھا شور اُدھر گھٹا ڈھالوں کی تھی لہو میں شرابور اُدھر گھٹا
جانیں تھیں اس کے قبضے میں سر تھا تو نذر تھا
یہ آب شورِ تیغ کا مد تھا وہ جزر تھا

لڑتے تھے پر نہ ہوتا تھا انبوہِ فوج کم ۱۰۱ نیزوں کی صف اِدھر تو اُدھر برچھیاں بہم
بھرِ وغا کمین میں گئے بانیِ ستم جنگل تھا فوج کا کمک آتی تھی دم بدم
مارا جو پیدلوں کو سوار آ کے جم گئے
سَو قتل ہو گئے تو ہزار آ کے جم گئے

۱۰۲
مانندِ شیرِ جنگ میں تھی چار سُو نگاہ
چُھپ چُھپ کے بدلیوں سے نکلتے تھے مثلِ ماہ
لیکن اجل سے بس نہیں چلتا کسی کا آہ
دیکھا جو پھر کے، یوں نظر آئی عدم کی راہ
چھاتی پہ لگ کے پشت سے نیزہ گذر گیا
اُبلا لہو کہ عُمر کا پیمانہ بھر گیا

۱۰۳
نیزہ لگا کے زور سے کھینچا لعیں نے جب
ٹکڑے کئی کبد[29] کے نکل آئے ہے غضب
ہرنے پہ سر جھکا کے جو سنبھلا وہ تشنہ لب
تر ہو گئی لہو سے قبا مُصطفیٰؐ کی سب
غش آیا نبضیں چُھٹ گئیں تیور بدل گئے
حلقے رکاب کے بھی قدم سے نکل گئے

۱۰۴
فریاد ہے کہ ٹوٹ پڑا لشکرِ گراں
حربے تمام فوج کے، اور ایک نوجواں
گرتے ہُوئے فرس سے پکارا وہ نیم جاں
لیجیے خبر غلام کی اے قبلۂ زماں
جلدی اُٹھائیے مجھے دشتِ نبرد سے
اب جان نکلی جاتی ہے سینہ کے درد سے

۱۰۵
سننا تھا یہ کہ شہ پہ گرا آسمانِ غم
اتنا کہا کہ آہ ہوئے اب تمام ہم
دَوڑے، گرے، اُٹھے کئی جا قبلۂ اُمم
رکھا کسی جگہ، تو کہیں جا پڑا قدم
خالق پسر کا داغ دکھائے نہ باپ کو
آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا آپ کو

۱۰۶
چلّاتے تھے کدھر کو ہے تو اے جواں پسر
عاشق پدر، شفیق پدر، مہرباں پسر
میرے سعید لال، مرے قدرداں پسر
ہونٹوں پہ دم ہے باپ کا، اے نیم جاں پسر
بیٹا تباہ باپ کا اب تیرے ہاتھ ہے
جلدی نہ کیجیو کہ یہ بے کس بھی ساتھ ہے

۱۰۷
کس جا ستم کی، سینے پہ کھا کر سناں گرے
آواز پھر دو، اے علی اکبرؑ کہاں گرے
کس طرح لڑکھڑا کے نہ یہ ناتواں گرے
پیری میں جس پہ کوہِ غمِ نوجواں گرے
اعدا سے اس ستم کا خدا انتقام لے
اتنا نہیں کوئی کہ مرا ہاتھ تھام لے

۱۰۸ جنگل میں پہونچے لاش پہ اُس وقت شاہِ دیں　　جب ایڑیاں رگڑ رہے تھے، اکبرِ حسیں
چلّائے پاس گِر کے شہِ بے کس و حزیں　　حاضر ہے باپ اے مرے فرزندِ مہ جبیں
بابا کو مطمئن تو کرو منہ سے بول کے
باہیں گلے میں ڈال دو آنکھوں کو کھول کے

۱۰۹ تم نے بھی منہ کو باپ سے موڑا ہزار حیف　　بے کس کو اِس ضعیفی میں چھوڑا ہزار حیف
پہنا نہ بر میں بیاہ کا جوڑا ہزار حیف　　قسمت نے تازہ پھول کو توڑا ہزار حیف
بھیگی ہوئی مسوں پہ عجب آب و تاب تھی
ہے ہے ابھی تو آمدِ فصلِ شباب تھی

۱۱۰ کیوں تھرتھرا کے کروٹیں لیتے ہو بار بار　　کیا ہے کہ خاک پر کسی پہلو نہیں قرار
حضرت سے دم نکلنے میں، بولا وہ گُل عذار　　برچھی کا زخم ہے مری چھاتی کے وار پار
کیا حالِ دل کہوں نہیں طاقت بیان کی
لو الوداع، جسم سے رُخصت ہے جان کی

۱۱۱ ناگاہ رنگ زرد ہُوا ہاتھ تھرتھرائے　　کروٹ کبھی کراہ کے لی گاہ مُسکرائے
اٹکا جو دم، سوال میں پانی کے لب ہلائے　　ہنستے ہُوئے گذر گئے دُنیا سے ہائے ہائے
پھیلا کے ہاتھ پاؤں وہ مقتول رہ گیا
خوشبو سُوئے بہشت گئی پھول رہ گیا

۱۱۲ اللہ باپ کو نہ دِکھائے غمِ پسر　　صدمہ ہُوا کہ غش ہُوئے سلطانِ بحر و بر
اکبر کے انتقال کی نوبت بجی اُدھر　　نکلی اِدھر سے دُخترِ زہراؑ برہنہ سر
تھراتی تھی زمیں، کوئی دِل تھا نہ چین سے
سب وحش و طیر روتے تھے زینبؑ کے بین سے

۱۱۳ زخمی تھا سر پٹکنے سے ماتھا، کھُلے تھے بال　　مخدومۂ[۳۰] جہاں سے مُشابہ بہت تھی چال
تن کانپتا تھا ضُعف سے خورشید کی مثال　　کہتے تھے شہ لعینوں سے رو کر بصد ملال
اے ظالمو! ڈرو غضبِ کردگار سے
مُنہ ڈھانپ لو کہ نکلی ہیں زہراؑ مزار سے

چلّاتی تھیں کہ گیسوؤں والے کدھر ہے تُو؟ ۱۱۴ ہے ہے یہ کس کے منھ کے ہیں تھالے کدھر ہے تُو؟
کیوں کر پھوپھی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تُو؟ اماں کی اُجڑی گود کے پالے کدھر ہے تُو؟
چھریاں جگر پہ صدمۂ فرقت نے پھیری ہیں
سُنتی ہوں مَیں کہ راہ میں گلیاں اندھیری ہیں

بس اے انیسؔ بس نہ سُنے تھے کبھی یہ بَین ۱۱۵ برپا ہے بزمِ ماتمِ اکبرؑ میں شور و شین
میں ایک کیا، نہیں کسی مومن کے دل کو چین کیجیے مدد اِن اپنے غلاموں کی یا حُسینؑ
عشرت ہو دُور، عیش کا سامان کم نہ ہو
جُز ماتمِ حضور کوئی اور غم نہ ہو

۵

۱
دُشمن کو بھی خُدا نہ دِکھائے پسر کا داغ ۔ دِل کو فگار کرتا ہے، لختِ جگر کا داغ
آنکھوں کا نُور کھوتا ہے، نُورِ نظر کا داغ ۔ مرنا جوان بیٹے کا ہے، عمر بھر کا داغ
یہ حال ابنِ فاطمہؑ کے دِل سے پوچھیے
زخمِ جگر کے درد کو گھائل سے پوچھیے

۲
جب برچھی کھا کے گُم ہُوا، اکبرؑ سا نونہال ۔ فرزندِ فاطمہؑ کا کہوں کس زباں سے حال
لرزہ تھا جسمِ پاک میں خورشید کی مثال ۔ چلّاتے تھے، شہید ہُوا، ہائے میرا لال
تھامے ہُوئے کلیجے کو، گھبرائے پھرتے تھے
اِک اِک قدم پہ، ٹھوکریں کھا کھا کے گرتے تھے

۳
آنکھوں میں اشک، لب پہ فُغاں، اور دِل میں درد ۔ ہاتھوں میں رعشہ، چہرۂ اقدس کا رنگ زرد
صدمے سے ہاتھ پاؤں کبھی گرم، گاہ سرد ۔ مثلِ کماں خمیدہ مگر گیسوؤں پہ گرد
دیکھی جو کوئی لاش تو گھبرا کے گِر پڑے
جلدی کبھی چلے، کبھی غش کھا کے گِر پڑے

۴
ہر دم پُکارتے تھے کہ، اکبرؑ کدھر گئے؟ ۔ اے نورِ چشمِ بانوئے بے پر، کدھر گئے؟
مرتا ہے باپ اے مِرے دلبر کدھر گئے؟ ۔ آواز دو، شبیہِ پیمبرؐ کدھر گئے؟
اے میرے شیر کیا کسی جنگل میں چھپ رہے
اے میرے چاند کون سے بادل میں چھپ رہے

۵
اکبرؑ ہماری آنکھوں میں اب تیور آتے ہیں ۔ ہاتھوں کو تھام لو کہ قدم تھرتھراتے ہیں
کھوئے گئے ہیں خود کہ نہیں تم کو پاتے ہیں ۔ کیا جانیں اضطراب میں کس سمت جاتے ہیں
اکبرؑ سنبھال لو کہ نہایت ضعیف ہیں
بیٹا ابھی جوان ہو تُم، ہم نحیف ہیں

اے میرے لمبے گیسوؤں والے ترے نثار ۶ اے باپ کے ضعیفی کے پالے، ترے نثار
کھائے جگر پہ زخم کے بھالے ترے نثار بابا کو پاس اپنے بلالے، ترے نثار

فرزند فاطمہؑ کی نحیفی پہ، رحم کر
اے نوجواں، پدر کی ضعیفی پہ، رحم کر

بیٹا پکار لو کہ بہت بے قرار ہوں ۷ بے کس ہوں، بے وطن ہوں، غریب الدیار ہوں
اہلِ ستم تو ہنستے ہیں، میں اشکبار ہوں آفت میں مبتلا ہوں، بلا سے دوچار ہوں

بولو پدر سے، تشنہ دہانی کا واسطہ
صورت دکھا دو اپنی جوانی کا واسطہ

صدقے پدر تڑپتے ہو، کس نخل کے تلے؟ ۸ باغِ جہاں میں، آہ نہ پھولے نہ تم پھلے
ناشاد، نامراد ہی اس دہر سے چلے رو رو کے کیوں نہ دستِ تاسف پدر ملے

اِک داغ تیرے، خلق سے جانے کا رہ گیا
ارمان ماں کو، بیاہ رچانے کا رہ گیا

بیٹا ہماری آنکھوں میں عالم سیاہ ہے ۹ اے نورِ عین، باپ کی حالت تباہ ہے
دم چڑھ گیا ہے، خالقِ عالم گواہ ہے جائیں کدھر کہ، لشکرِ کیں سدِ راہ ہے

طاقت جو تھی بدن میں، وہ سب بھائی لے گئے
اب تم ہماری آنکھوں کی بینائی لے گئے

جی چاہتا ہے، پھر تمھیں اِک بار دیکھ لوں ۱۰ محبوبِ حق کا آخری دیدار دیکھ لوں
منھ پر لٹکتے گیسوئے خم دار دیکھ لوں ڈوبے لہو میں چاند سے رُخسار دیکھ لوں

اکبرؑ گلے سے لپٹو تو، بابا کو کل پڑے
اب ہے یقیں کہ، منھ سے کلیجہ نکل پڑے

آئی کسی طرف سے نہ، اکبرؑ کی جب صدا ۱۱ اعدا کو تب پکارے شہنشاہِ کربلا
سبطِ نبیؐ کے حال پہ، اب رحم کی ہے جا بتلاؤ کس طرف ہے مرا لالِ مہ لقا؟

برچھی ستم کی کھا کے، وہ پیارا کدھر گیا؟
اے فوجِ شام، چاند ہمارا کدھر گیا؟

۱۲
اے ظالمو! کہاں ہے مرا نوجواں پسر — اُس کی تلاش میں، میں پھرا ہوں کدھر کدھر
اب مضطرب بہت ہوں، سنبھلتا نہیں جگر — یوسف مرا مجھے نہیں آتا کہیں نظر
کیا قتل کر کے چاہ میں، لاشہ گرا دیا؟
کیا زیرِ خاک، میرے قمر کو چھپا دیا؟

۱۳
ہے تم میں کوئی صاحبِ اولاد یا نہیں — دردِ دلِ حسینؑ سے آگاہ کیا نہیں
اس وقت ہوش، سبطِ نبیؐ کے بجا نہیں — یہ حال ہے کہ آنکھوں سے کچھ سوجھتا نہیں
اکبرؑ جو مل گئے تو، ٹھہر جائے گا حسینؑ
ورنہ تڑپ کے خاک پہ، مر جائے گا حسینؑ

۱۴
کہتے تھے اہلِ ظلم کہ، یا سیّدِ اُمم — حضرت کے نورِ چشم سے، واقف نہیں ہیں ہم
اک نوجواں تو آیا تھا، با شوکت و حشم — چھاتی پہ اس جری کے، لگا نیزۂ ستم
دو بار گرتے گرتے وہ غازی سنبھل گیا
گھوڑا کسی طرف اسے لے کے نکل گیا

۱۵
سچ ہے عجب حسین تھا، وہ غیرتِ چمن — سنبل سے گیسو، پھول سا مُنھ، چاند سا بدن
شیریں زباں، شگفتہ مزاج، اور کم سخن — کیا کیا لڑا ہے لاکھوں سے تنہا، وہ صف شکن
چرچے اُسی کے حُسن کے لشکر میں ہوتے ہیں
یاں کے بھی لوگ، اس کی جوانی پہ روتے ہیں

۱۶
آغاز تھیں مسیں، ابھی تھا عالمِ شباب — گویا زمیں پہ چرخ سے، اُترا تھا آفتاب
پیاسا تھا تین روز کا وہ آسماں جناب — غیرت یہ تھی کہ پینے کو ہم سے نہ مانگا آب
سوکھے تھے ہونٹ، پیاس کی کچھ انتہا نہ تھی
لیکن، طلب سے، اس کی زباں آشنا نہ تھی

۱۷
برچھی ستم کی ہو گئی، سینے کے وار پار — رہوار سے جُدا نہ ہُوا، پر وہ شہ سوار
گھیرے تھے چار سمت سے، زخمی کو نیزہ دار — برسا رہے تھے تیر، کماندار دس ہزار
مانندِ شیر جھومتا تھا، قاشِ زین پر
بوندیں ٹپک رہی تھیں لہو کی زمین پر

۱۸
برچھی کے ساتھ، چھد کے نکل آیا تھا جگر ‏ ‏ ‏ مانندِ گُل تھی، تن کی قبا، خوں میں تر بہ تر
تلوار ایک ہاتھ میں، اِک ہاتھ میں سپر ‏ ‏ ‏ گہ فوج پر نظر تھی، کبھی زخم پر نظر
بیٹھا گلے پہ تیر، تو دَم اس کا رُک گیا
ہاتھوں سے دل کو تھام کے گھوڑے پہ جھک گیا

۱۹
چلائے شاہِ دیں کہ، وہی میرا لال تھا ‏ ‏ ‏ وہ یوسفِ حسین، عدیم المثال تھا
آیا زوال اُس پہ، جو بدرِ کمال تھا ‏ ‏ ‏ باغِ محمدی کا، وہ تازہ نہال تھا
یہ داغِ دلِ حُسینؑ کو، پہلے پہل ملا
برچھی سے اُس کو مار کے کیا تم کو پھل ملا

۲۰
ناسور اس اَلَم سے، کلیجے میں پڑ گیا ‏ ‏ ‏ مَیں لُٹ گیا، تباہ ہُوا، گھر اُجڑ گیا
کیا نوجواں ضعیفی میں مجھ سے بچھڑ گیا ‏ ‏ ‏ سبطِ نبی کی زیست کا، نقشہ بگڑ گیا
صدقے کرو پدر کو اب اُس نورِ عین پر
تلوار لاکے پھیر دو حلقِ حسینؑ پر

۲۱
جنگل سے آئی، اتنے میں اکبرؑ کی یہ صدا ‏ ‏ ‏ اب جاں بہ لب ہُوں، آیئے یا شاہِ کربلا
ہے عنقریب کُوچ، سُوئے گلشنِ بقا ‏ ‏ ‏ حسرت یہ ہے کہ، دیکھ لُوں دیدار آپ کا
آلودہ خُوں بھرا ہُوا چہرہ ہے گرد سے
بسمل سا لوٹتا ہُوں، کلیجے کے درد سے

۲۲
سُن کے صدا پُکارے شہنشاہِ نامدار ‏ ‏ ‏ ہم شکلِ مصطفےٰ، تری آواز کے نثار
دوڑے گئے، جو لاش پہ نالاں و بے قرار ‏ ‏ ‏ دیکھا کہ غش پڑا ہے، زمیں پر وہ گُل عذار
دیکھا لہو پسر کا تو، دل تھرتھرا گیا
آنکھوں کے نیچے شہ کے، اندھیرا سا آگیا

۲۳
لاشِ پسر سے دوڑ کے لپٹے امامِ پاک ‏ ‏ ‏ کانپی زمیں، تڑپ کے جو کی آہِ دردناک
چلّاتے تھے کہ غم سے کلیجہ ہے چاک چاک ‏ ‏ ‏ اے لال، تیرے بعد ہے، اس زندگی پہ خاک
مَیں دیکھتا ہُوں، پاؤں زمیں پر رگڑتے ہو
اٹھارھویں برس میں، پدر سے بچھڑتے ہو

۲۴ پھر یہ ضعیف باپ بھلا جی کے کیا کرے
تقدیر جب کہ تجھ سے جواں کو جُدا کرے
اب جلد موت آئے ہماری خدا کرے
دُکھ میں کسی کو یُوں نہ فلک مبتلا کرے

بدلے عصا کے، ہاتھ میں بیٹے کا ہاتھ ہو
ہے آرزو، جہاں سے سفر ہو تو ساتھ ہو

۲۵ دیکھا لہو بھری ہوئی آنکھوں کو کھول کر
اکبرؑ نے جب کہ غش میں سُنی زاریٔ پدر
اب کوئی دم میں گلشنِ ہستی سے ہے سفر
زخمِ جگر دکھا کے کہا یُوں بہ چشمِ تر

اب والدہ سے تابہ قیامت فراق ہے
مادر کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے

۲۶ آؤ میں لے چلوں تمھیں، اے میرے نونہال
شہ نے کہا، کھڑی ہے وہ ڈیوڑھی پہ کھولے بال
رستے ہی میں ہُوا علی اکبرؑ کا انتقال
فرزند کو جو لے کے چلا، فاطمہ کا لال

چلّائے شاہِ دیں، کہ جہاں سے گذر گئے
مادر کو دیکھنے بھی نہ پائے کہ مر گئے

۲۷ باہر نکل کے بیبیاں، سر پیٹنے لگیں
ڈیوڑھی پہ لاش لائے پسر کی جو شاہِ دیں
دوڑو بہن کہ، قتل ہُوا اکبرِ حزیں
زینبؑ کو یُوں پکارا، وہ زہراؑ کا نازنیں

دُولھا بنے ہیں، خون کی مہندی لگائے ہیں
سہرا تمھیں دکھانے کو مقتل سے آئے ہیں

۲۸ نکلی درِ خیام سے زینبؑ، برہنہ پا
خیمہ میں ہائے ہائے کا، اِک غُل ہُوا بپا
چلّاتی تھی، ارے مرے بچے کو کیا ہُوا؟
ہاتھوں سے کوکھ پکڑے ہُوئے ماں بصد بکا

کس کا جواں پسر تھا کہ بابا سے چھٹ گیا؟
یہ کس کی کوکھ اُجڑ گئی، گھر کس کا لُٹ گیا؟

۲۹ غُل پڑ گیا کہ اکبرِ غازی کی آئی لاش
خیمے میں لا کے شہ نے لٹائی پسر کی لاش
پھیلا کے ہاتھ، چھاتی سے جلدی لگائی لاش
اس نوجواں پسر کی جو بانو نے پائی لاش

کہتی تھی ماں نثار ہو آنکھیں تو وا کرو
اِن خوں میں ڈوبی زلفوں پہ مجھ کو فدا کرو

اماں نثار، کس کی نظر تجھ کو کھا گئی ۳۰ اٹھارھویں برس میں، تجھے موت آگئی
جنت کے بوستاں کی، فضا تجھ کو بھا گئی یاں سے سواری، جانبِ مُلکِ بقا گئی
واری گئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے
جنت میں جا بسے مری بستی اُجاڑ کے

میری اُمید کچھ نہ بر آئی ہزار حیف ۳۱ تُم نے دُلہن نہ مجھ کو دکھائی، ہزار حیف
چھاتی پہ برچھی ظُلم کی کھائی ہزار حیف پانی کی ایک بوند نہ پائی ہزار حیف
بابا پہ صدقے ہو گئے ایذا قبول کی
اب تک لیے ہو مُنھ میں انگوٹھی رسولؐ کی

بابا کے سامنے تمھیں مرنے کی تھی ہوس ۳۲ نہ کچھ پھوپھی کا زور چلا، اور نہ میرا بس
دی جان تم نے پانی کی خاطر ترس ترس ہے ہے یہ کیسا آیا تھا، اٹھارواں برس
بے جان کس نے کر دیا، بانو کی جان کو
کس کی نظر لگی، مرے کڑیل جوان کو

اے لال تجھ پہ کیسی مصیبت گذر گئی؟ ۳۳ وہ حُسن کیا ہوا، وہ جوانی کدھر گئی؟
اُڑ اُڑ کے ریت، نرگسی آنکھوں میں بھر گئی اکبرؑ تمھاری پالنے والی نہ مر گئی
چین آئے گا نہ دن کو، نہ راتوں کو سوؤں گی
جب تک جیوں گی، تیری جوانی کو روؤں گی

ہے ہے نہ تیرا بیاہ رچانا ہوا نصیب ۳۴ ہے ہے دُلہن، نہ بیاہ کے لانا ہوا نصیب
پوتے کو گود میں، نہ کھلانا ہوا نصیب شادی کے بدلے خاک اُڑانا ہوا نصیب
ندّی لہو کی، چاند سی چھاتی سے بہہ گئی
بہنوں کو نیگ لینے کی حسرت ہی رہ گئی

باتیں تمھارے بیاہ کی جب لوگ لاتے تھے ۳۵ بہنیں بُلاتی تھیں، تو نہ تُم پاس آتے تھے
سُن کر دُلہن کا ذکر، نہ آنکھیں اُٹھاتے تھے کیا مُسکرا کے شرم سے گردن جھکاتے تھے
بن بیاہے اُٹھ گئے مرے پیارے جہان سے
ناشاد و نامراد سدھارے جہان سے

ہنس ہنس کے اب یہ ماں کِسے دولھا بنائے گی؟ ۳۶ واری جواب دو، دُلھن اب کس کی آئے گی؟
اب سالی کس کے ہاتھ میں مہندی لگائے گی؟ ماں بیاہنے کو دھوم سے اب کس کی جائے گی؟
بستی ہری اُجڑ گئی، ویرانہ ہو گیا
شادی کہاں کی گھر تو عزا خانہ ہو گیا

یہ بین کر کے غش ہوئی، بانوئے نیک نام ۳۷ اُٹھ اُٹھ کے پیٹنے لگیں، سب بیبیاں تمام
لاشِ پسر کو لے گئے، مقتل میں پھر امام بس اے انیس آگے نہیں طاقتِ کلام
کس کو جوانیِ علی اکبر کا غم نہیں
گو بند مختصر ہیں یہ رونے کو کم نہیں

۶

۱
جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے — لختِ جگرِ بانوئے دل گیر کو لائے
جلادوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے — ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غُل پڑ گیا دیکھو شہِ والا کے پسر کو
خُورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

۲
معصوم کے رُخ پر ہے عجب حُسن، عجب نُور — آئینۂ افلاک تجلّی سے ہے معمُور
اسپند ہے اُس رُخ کے لیے خالِ رُخِ حُور — موسیٰؑ کے کفِ دست پہ ہے شمعِ سرِ طُور
کیا صاحبِ اعجاز امامِ دوجہاں ہے
نورِ یدِ بیضا یہ سرِ دست عیاں ہے

۳
حُسنِ رُخِ اصغر سے خجل نیّرِ اکبر — خُورشید تو ذرّہ ہے، ستارہ مہِ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر — ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نُور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے

۴
اَبرو کو دِیا ہے یدِ قُدرت نے عجب خم — بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم
ہے نرگسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالم — دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم
ہے خواب بھی اس چشمِ گہربار کو بھاری
جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

۵
آئینۂ مہ میں یہ کہاں جلوہ نُمائی — روشن ہُوا دِل جس کو وہ صورت نظر آئی
دو دِن سے جو ایک بوند نہیں پانی کی پائی — زردی سی ہے ان پھول سے رخساروں پہ چھائی
شہ روکتے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے
ٹھنڈا ہُوا جاتا ہے بدن، گرم ہوا سے

روشن وہ گلا شمعِ تجلی کی ہے تصویر ۶ سو اس پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر
دو روز سے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر اور کنٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلوگیر
اب دودھ بھی اور طوق بھی منت کا بڑھے گا
فریاد ہے نیزے پہ یہ سر کٹ کے چڑھے گا

کیا دوش و بر و ساعدِ بازو کا کہوں طور ۷ سب نور کے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کرو غور
ننھا سا وہ سینہ ہے کہ آئینۂ بلور کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم و جور
ان ہاتھوں پہ جو پنجتنی ہیں، وہ فدا ہیں
گو مٹھیاں باندھے ہیں مگر عقدہ کشا ہیں

گو سن میں بہت کم ہیں، پہ رتبہ ہے زیادا ۸ ہے موسمِ طفلی میں جوانوں کا ارادا
کیوں ہو نہ اولوالعزم وہ عالم کا خوزادا زہراؑ سی تو دادی، اسد اللہ سا دادا
ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے
بے جنگ کیے خلق میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ لعل جو برگِ گلِ تر سے ۹ وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو ترسے
گہوارے میں دم توڑتے تھے چار پہر سے لے آئے ہیں گھبرا کے شہ دیں اسے گھر سے
بچے کو اماں، ظلم کے بانی نہیں دیتے
منہ کھولے ہے معصوم، وہ پانی نہیں دیتے

وہ ننھے سے کرتے کے تلے چاند سا سینہ ۱۰ جس میں نہ کدورت، نہ حسد اور نہ کینہ
خوش بو میں بہ از عطر گلاب اس کا پسینہ سینہ نہیں اک درِ نجف کا ہے نگینہ
اب خون میں وہ ڈوب کے یاقوت بنے گا
جس جھولے میں وہ [الف] پلتے ہیں تابوت بنے گا

اعدا کو دکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوش خو ۱۱ میداں میں تجلی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو کھولے ہیں دہن مثلِ صدف اصغرِ مہ رو
پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیرؑ
بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیرؑ

۱۲

کچھ گھٹنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ — ہیں راہِ الٰہی میں مگر باپ کے ہمراہ

ہے عمر تو کوتاہ، پہ ہمت نہیں کوتاہ — اِس سِن میں عجب عزم ہے العظمۃ للہ

میدان میں مرنے کے لیے آئے ہیں گھر سے

پہلے ہی فردوس میں پہونچیں گے پدر سے

۱۳

فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیاسے — بتلاؤ مجھے کیا میں کہوں اہلِ جفا سے

گویا نہیں اِس وقت زباں فرطِ حیا سے — کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے

بے پانی کے مانگے عرقِ شرم میں تر ہوں

مُختار جو کوثر کا ہے میں اُس کا پسر ہوں

۱۴

مُجھ پر تو ہے بچپن سے نوازش مرے رب کی — حاجت متعلق ہے مری ذات سے سب کی

منت کشِ ادنیٰ ہوں، یہ جاگہ ہے عجب کی — مَیں نے تو کسی سے نہیں کچھ چیز طلب کی

ادنیٰ سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے

اب صبر کرو نہرِ لبن دُور نہیں ہے

۱۵

مشکل میں مدد چاہتی ہے مجھ سے خدائی — ہر بند سے بندوں کو میں دیتا ہوں رہائی

شاہوں کے لیے فخر ہے اس در کی گدائی — جنات مرے نام کی دیتے ہیں دُہائی

قرآن سے ظاہر ہیں شرف آلِ نبیؐ کے

احساں ہیں ملائک پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

۱۶

بخشے ابھی اللہ میں جس شے کا ہوں خواہاں — پانی کا جو لوں نام تو ہو بارشِ باراں

قطرے سے جو چاہوں تو اُٹھے نوحؑ کا طوفاں — پیدا ابھی اس خاک سے ہو چشمۂ حیواں

یہ سب مجھے قدرت ہے پہ راضی بہ رضا ہوں

مظلوم ہوں، پیاسا ہوں، غریب الغربا ہوں

۱۷

چاہوں تو ابھی خاک ہوں جل جل کے یہ ناری — ظاہر کرے کوثر کو یہیں خالقِ باری

ہوں انگلیوں سے دودھ کی نہریں ابھی جاری — پر آج گوارا ہے مجھے پیاس تمہاری

بابا بھی رہِ حق میں فدا تم بھی فدا ہو

ہم مرتے ہیں اس پر کہ رضامند خدا ہو

۱۸ دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دلِ افگار — بہنا تری مادر پہ تری پیاس ہے دشوار
کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا اظہار — میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار
پر وہ نہیں دینے کا مرے دل کو یقیں ہے
اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

۱۹ کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغرؑ کی زبانی — یہ کہہ کے پکارا اسد اللہ کا جانی
کہتے ہیں کہ اک بوند پلا دو ہمیں پانی — اب اُٹھ نہیں سکتی تعبِ تشنہ دہانی
سب خلق پہ احسانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہیں
تم لوگ مسلماں ہو تو ہم آلِ نبیؐ ہیں

۲۰ دو روز سے دم توڑتے ہیں پیاس کے مارے — آئے ہیں وطن چھوڑ کے مہماں ہیں تمہارے
کام آئیں گے جب آؤ گے کوثر کے کنارے — ہم حیدر و زہرا و پیمبر کے ہیں پیارے
دن آج تمہارا ہے تو کل ہوگا ہمارا
فردوس کی نہروں پہ عمل ہوگا ہمارا

۲۱ کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے — اب چوکے تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے
سوچو یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے — ہم پیاس سے مرتے ہیں تمھیں غور نہیں ہے
مسلم ہو طریقِ اسد اللہ پہ آؤ
بہکے ہوئے پھرتے ہو کدھر راہ پہ آؤ

۲۲ قرآن سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری — جس دل میں نہیں نورِ محبّت کا ہماری
کچھ نفع نہ بخشے گی اسے طاعتِ باری — بے کار ہے گو، عمر عبادت میں گذاری
عشقِ اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے
بے نور ہے وہ گھر کہ چراغ اس میں نہیں ہے

۲۳ بخشائیں گے ہم اور انھیں بخشے گا غفّار — جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گنہ گار
ہو جائے گی میزانِ عمل آپ سبک سار — پلّے پہ علیؑ ہوویں گے اور احمدِ مختار
ہے دوستیِ آل انھیں روزِ ازل سے
پلڑا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدمِ الفتِ حیدرؑ ۲۴ بالائے صراط اُن کے نبیؐ ہوویں گے رہبر
فرمائیں گی یہ فاطمہؑ ان لوگوں سے آکر لو تھام لو ہاتھوں سے مرا گوشۂ چادر
دم بھرتے رہے ہو سحر و شام علیؑ کا
جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علیؑ کا

تم لوگوں میں احمدؐ نے امانت ہمیں چھوڑا ۲۵ سو تم نے تو سر رشتۂ الفت ہی کو توڑا
قرآں سے بھی تم پھر گئے منھ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا
اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے
کیا آیۂ لا اسئلکم یاد نہیں ہے

ان پھولوں سے رُخساروں کو کملھانے کو دیکھو ۲۶ گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
ان سُوکھے ہُوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو غش آنے کو اور سانس اُلٹ جانے کو دیکھو
ناحق ہے عداوت تمھیں نازوں کے پلے سے
بھر دو گے، تو پانی بھی نہ اُترے گا گلے سے

سُن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پُکارے ۲۷ خیر آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
اطفال جئیں یا کہ مریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حِصّہ نہیں پانی میں ہمارے
ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچّے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ۲۸ ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ جا کر
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لِٹا کر دریا سے تمھیں پانی پلا دو اسے لا کر
اپنے لیے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا
بچّہ مرا بچ جائے مَیں پیاسا ہی رہوں گا

وہ بولے کہ اکبرؑ سے زیادہ نہیں اصغرؑ ۲۹ شہ بولے کہ رتبے میں تو دونوں ہیں برابر
گو چھوٹے بڑے ہیں پہ ہیں اِک بحر کے گوہر وہ برجِ شرافت کا قمر ہے تو یہ اختر
اس کو جو کلیجہ تو مرا دل اُسے سمجھو
قرآں اِسے سمجھو تو حمائل اُسے سمجھو

بڑھ کر بنِ کاہل نے کہا اے شہِ والا ۳۰ اکبرؑ کو تو دیکھا اسے میں نے نہیں دیکھا
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرہ سنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدرؑ ہے یہ بچہ
حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدرِ صفدر کی زیارت

شبیرؑ نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۳۱ چلّے سے کماں دار نے واں تیر ملایا
خم ہو کے اسے مثلِ کماں شہ نے بچایا مانندِ اجل ناوکِ ظلم و ستم آیا
شبیرؑ چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

حلقہ تو وہ دو ٹانک کا اور تیر سہ پہلو ۳۲ دل سہم گیا چونک پڑے اصغرؑ مہ رو
گردن سے لہو بہنے لگا آنکھوں سے آنسو منھ کھل گیا تھرّانے لگے ننھے سے بازو
گل رنگ ہوا طوقِ گلو خون میں بھر کر
ریتی پہ کڑے گر پڑے ہاتھوں سے اتر کر

فوّارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا ۳۳ سب خون میں تر ہو گیا ننھا سا شلوکا
دم آ کے رکا حلق میں اُس تشنہ گلو کا خوں منھ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آتی تھی ہچکی تو لپٹتا تھا پدر سے

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر ۳۴ بے تاب تھے بچّے کے لیے حضرتِ شبیرؑ
جب خوں نہ ہوا بند، گلے سے، کسی تدبیر چلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر
اُس خوں کو مَلک لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خون کا گرتا بہ سرِ خاک ۳۵ دانہ کبھی اُگتا نہ زمیں پر تہِ افلاک
ہو جاتی گرفتارِ بلا اُمتِ سفّاک اللہ رے صبر پسرِ سیدِ لولاک
فرماتے تھے راضی ہوں میں جو مجھ پہ تعب ہو
نازل مگر اُمت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا ۳۶ دُنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چلّائے عجب درد سے رونے شہِ والا نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہہ و بالا
غُل تھا کہ اب اُمّت کا نگہبان علیؑ ہے
فریاد کو زہراؑ طرفِ عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر یہ پکارے ۳۷ اے بارِ خدا خلق سے اصغرؑ بھی سدھارے
صد شکر کہ تُو نے مرے سب کام سنوارے کچھ اور بجُز نذر نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اِس بندۂ محتاج کا ہدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق ۳۸ رتبہ ہے ترا صبر میں ایوبؑ سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اِس کام کے لائق ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں ترے شائق
باقی فقط اِک مرحلۂ خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی ۳۹ تلوار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی تعویذ پہ مُنھ رکھ دیا، رقّت بہت آئی
چلّائے کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغرؑ
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغرؑ

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار ۴۰ بانوئے دلِ افگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگرِ شاہِ ولایت سے خبردار اس بندۂ بے کس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف کا
سونپا ہے تجھے مَیں نے نگیں دُرِّ نجف کا

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھے سبطِ پیمبرؐ ۴۱ رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر
کیا جا کے سُناؤں خبرِ رحلتِ اصغرؑ پڑھتے رجز آئے صفِ اعدا کے برابر
سُرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھوں کو قبضے پہ دھرے تھے
کپڑے تنِ پُرنور کے سب خوں سے بھرے تھے

افروختہ تھا صورتِ گل چہرۂ روشن ۴۲ چار آئینے میں عکس سے پھولا ہوا گلشن
مغفر تو سرِ پاک پہ اور جسم پہ جوشن گردانے ہوئے جامۂ پُرنور کا دامن
کرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا
زیبِ کمرِ پاک کمربند علی کا

اُس دن تھا عمامہ سرِ اقدس پہ گلابی ۴۳ تھا رُتبے میں قرآں سے نہ کم رُوئے کتابی
تفسیر تھا وہ حاشیۂ ریشِ خضابی پر تین شب و روز سے تھی بے خور و خوابی
کہتے تھے مَلک دین کے سرتاج کو دیکھو
شانِ پسرِ صاحبِ معراج کو دیکھو

اُڑتے تھے ہوا سے جو وہ گیسوئے معنبر ۴۴ سارا وہ بیاباں تھا کئی کوس معطر
عالم کی ضیا بخش تھی پیشانیِ انور ہم رُتبۂ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر
سجدے کی جگہ پر جو ستارہ ساعیاں تھا
وہ احمدِ مختار کے بوسے کا نشاں تھا

ابرو ہے کلیدِ درِ گنجینۂ اسرار ۴۵ بالیدہ و سنجیدہ و پیوستہ و خمدار
اُس چشم پہ آنکھوں سے فدا ہیں اولوالابصار گر خواب میں دیکھے تو ہے طالعِ بیدار
ابرو سا جہاں میں نہ کسی توس کو دیکھا
دیکھا جو اُسے نرگسِ فردوس کو دیکھا

مژگانِ سیہ سبزۂ گردِ لبِ کوثر ۴۶ اشکوں سے صدا خوفِ الٰہی میں رہے تر
اور شمعِ سرِ طور کی لو بینیِ انور سوکھے ہوئے لب لعلِ بدخشاں سے تھے بہتر
دندانِ مبارک کو نہ کہیے کہ گہر ہیں
ہیرے کے نگینے ہیں تو یاقوت کے گھر ہیں

کیا سینہ و گردن کے کروں حُسن کو تحریر ۴۷ وہ شمعِ تجلّی ہے تو یہ نُور کی تصویر
سو اُس پہ تو شمشیر چلی اُن پہ چلے تیر تیغ ایک پہ اور ایک پہ تھا زانوئے بے پیر
تکبیر کی رگ رگ سے صدا آتی تھی رن میں
سر کھولے ہوئے فاطمہ چلّاتی تھی رن میں

۴۸
شانوں کا وہ نُور اور وہ بازو کی صفائی
کمزور تھے جس وقت سے مارا گیا بھائی
جن ہاتھوں نے سب خلق کی کی عقدہ کشائی
فریاد ہے جمّال نے کاٹی وہ کلائی
اِک ظالمِ بے رحم نے یہ ظلم کیا تھا
اُنگلی کو انگوٹھے کے لیے کاٹ[ب] لیا تھا

۴۹
اُن قدموں کا ہمسر کوئی دنیا میں نہیں ہے
کیا مرحلۂ عشقِ الٰہی کو کیا طے
حاصل تھی نہ اسبابِ تعلّق سے کوئی شے
ہر آن رہے رونقِ اسلام کے درپے
بتلا گئے وہ راہِ رضا سب کو جہاں میں
پیرو ہیں جو اُن کے وہی پہونچیں گے جناں میں

۵۰
لاکھوں سے لڑائی تھی پہ مَیلے نہ تھے تیور
جب شیر سے بڑھتے تھے تو ہٹتے تھے ستم گر
بجلی ساتہِ ران فرسِ خاصِ پیمبرؐ
حمزہؓ کی سپر تیغِ علیؑ نیزۂ جعفرؓ
غُل تھا شہِ ابرار کے کاندھے پہ کماں ہے
یا شمس[13] فلک قوس کے پہلو میں عیاں ہے

۵۱
دن ڈھلتا تھا اور ہوتی تھی اعدا کی چڑھائی
تھی شام کے لشکر کی گھٹا چاند پہ چھائی
ہمراہ کوئی دوست نہ فرزند نہ بھائی
تنہائی اِدھر اور اُدھر ساری خُدائی
سر کاٹ لیں تھے واں کے سوار اس تگ[14] ودو میں
یاں گھوڑے پہ تھے آپ شہادت تھی جلو میں

۵۲
تھی دہنی طرف فاطمہؑ بکھرائے ہُوئے بال
کہتی تھی مَیں صدقے تری غُربت کے مرے لال
قربان گئی زخم کا بازو کے ہے کیا حال
گھوڑے سے جُھکو تم تو یہ ماں باندھ دے رومال
ہے ایک تو صدمہ تمھیں تشنہ دہنی کا
اس زخم پہ پھر قصد ہے شمشیر زنی کا

۵۳
فرماتے تھے یہ شیرِ خدا بادلِ غم ناک
روحی بفدا اک[15] اے پسرِ سیدِ لولاک
گرتے تھے کبھی فرطِ بکا سے بہ سرِ خاک
اُٹھتے تھے کبھی تھام کے رہوار کی فتراک
روتے تھے مَلک گریۂ محبوبِ خدا سے
ہلتی تھی زمیں ہائے حسینا کی صدا سے

تھے سارے نبیؐ احمدِ مرسل کو سنبھالے ۵۴ اور نوحؑ کی گردن میں وہ تھے ہاتھوں کو ڈالے
چلّاتے تھے ہے ہے مری آغوش کے پالے صدقے ترے اے میری زباں چوسنے والے
اُمّت کے لیے برچھیاں کھانے کو چلے ہو
دوزخ سے محبّوں کو بچانے کو چلے ہو

جنّات میں تھا سیّدِ کونین کا ماتم ۵۵ سب کہتے تھے موجود ہیں لڑنے کے لیے ہم
ڈر تھا کہ نہ دنیا ہو کہیں درہم و برہم ہلتی تھی زمیں کانپتا تھا عرشِ معظّم
مشتاق تھے سب جنگ شہِ جن و ملک کے
کھولا تھا فرشتوں نے دریچوں کو فلک کے

ناگاہ اِدھر چوب لگی طبلِ وغا پر ۵۶ اور پڑنے لگے تیر امام دوسرا پر
طاری ہوا غصہ پسرِ شیرِ خدا پر تلوار علم کر کے چلے اہلِ جفا پر
فرمایا کہ ہاں پہلے کدھر کھیت پڑے گا
لڑنے کو سب آتے ہیں کہ ایک ایک لڑے گا

وہ بولے کہ یوں آپ سے سربر کوئی کب ہو ۵۷ فرمایا کہ معلوم ہوا ننگِ عرب ہو
کچھ غم نہیں تم ایک مرے سامنے سب ہو کیا ڈر اُسے خود جس کو شہادت کی طلب ہو
لڑتا نہ کبھی تم کو اگر نیک سمجھتا
مَیں لاکھ کو اور ایک کو ہوں ایک سمجھتا

جوہر ہے جواں مَردوں کا تلوار سے مرنا ۵۸ جو گذرے سو گذرے کہ جہاں سے ہو گذرنا
ہے ننگِ شجاعوں کے لیے موت سے ڈرنا خلعت ہے شہادت کا ہمیں خون میں بھرنا
تلواریں لگیں نخلِ شہادت کے یہ پھل ہیں
مرنے پہ وہ مرتے ہیں جو مشتاقِ اجل ہیں

بلوہ یہ زیادہ نہیں صفّینؑ و جمل سے ۵۹ ہاں ہے یہ نئی بات کہ پیاسا ہوں میں کل سے
تنہا ہی لڑے شیرِ خدا فوج کے دَل سے پھولا گلِ اسلام اسی تیغ کے پھل سے
سب مل کے لڑو مجھ سے رضامند ہوں مَیں بھی
اے قوم اسی شیر کا فرزند ہوں مَیں بھی

فرما کے یہ چمکائی جو تیغِ شہِ مرداں ۶۰ کفار پکارے کہ گری برقِ درخشاں
رہوار کو رانوں میں دبا کر جو کہا ہاں ہاں منہ سے نہ نکلی تھی کہ یاں سے وہ گیا واں
پیوست جو تھے تیر وہ باہر نکل آئے
معلوم ہوا پہلوؤں سے پر نکل آئے

اس کے لیے ایک گام تھا سو کوس کا دھاوا ۶۱ تیغوں کو چباتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اڑتا کبھی مڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے روکیں فرس تیز قدم کو
سایہ بھی تو اس کا نظر آتا نہیں ہم کو

غصے میں وہ تن تن کے دہانوں کو چباتا ۶۲ اور جوشِ شجاعت میں وہ کف منہ سے گراتا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں[19] سے تہلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اس صف میں ہوا تھا

لڑتے تھے حسینؑ ابنِ علیؑ فوجِ ستم سے ۶۳ ہر غول میں پھرتا تھا وہ کس کس چم و خم سے
سرگرتے[ج] رہے تھے ضربتِ شمشیرِ دو دم سے پامال بدن ہوتے تھے گھوڑے کے قدم سے
رہوار نے واں خون کا چھڑکاؤ کیا تھا
تلوار نے سب فوج کا ستھراؤ کیا تھا

بجلی سی ہر اک صف میں چمکتی ہوئی آئی ۶۴ شعلے کی طرح گاہ لپکتی ہوئی آئی
آئی وہ جدھر خوں میں ٹپکتی ہوئی آئی واں چمکی تو یاں آگ بھڑکتی ہوئی آئی
اسواروں کو اس برق کے واروں نے جلایا
شعلوں سے جو بھاگے تو شراروں نے بلایا

غل فوج میں تھا آج تو ہے آگ برستی ۶۵ فریاد ہے اب خاک ہوا خرمنِ ہستی
کوفے کو لگی آگ جلی شام کی بستی بس اب کوئی دم میں نہ بلندی ہے نہ پستی
یہ برقِ غضب کم نہیں کچھ قہرِ خدا سے
چنگاریاں آتش کی نکلتی ہیں ہوا سے

بجلی کی طرح لشکرِ سفاک پہ چمکی ۶۶ بے جاں ہُوا جس کے سرِ ناپاک پہ چمکی
جب ہاتھ اُٹھا[۲] طارمِ افلاک پہ چمکی چمکی کبھی گردوں پہ کبھی خاک پہ چمکی
ساتوں طبقِ ارض دہل جاتے تھے اُس سے
سکّانِ سماوات بھی تھرّاتے تھے اُس سے

وار اُس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر ۶۷ چمکی جو چھری چل گئی دشمن کے جگر پر
گہہ فرق پہ، گہہ سینے پہ، اور گاہ کمر پر بس قطع یہ جامہ تھا اسی تیغِ دوسر پر
جس پر گئی بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

ہر ضرب میں چو رنگ تھے سو سو ستم ایجاد ۶۸ کٹتے تھے مع کاسۂ سر مغفرِ فولاد
چار آئینے میں بھی نہ رہے امن سے جلّاد تھی سیلِ فنا خانۂ تن کر دیے برباد
ضرب اس کی کسی سے نہ رُکی فوج کے دل میں
اُتری جو زرہ کٹ کے پھنسی دامِ اجل میں

تیروں[۵] سے قلم ہو کے جو گرتی تھیں سنانیں ۶۹ رہ جاتے تھے سب داب کے دانتوں میں زبانیں
ثابت نہ رہے تیر نہ ترکش نہ کمانیں جانے لگیں دوزخ کو جفاکاروں کی جانیں
ناوک جو ستم گاروں نے ترکش میں دھرے تھے
تیروں سے وہ خالی تھے مگر خوں سے بھرے تھے

شانے پہ جو چمکی تو بغل سے نکل آئی ۷۰ اک ہاتھ مع سر کے نہ دیتا تھا دکھائی
سیدھی جو پڑی سر پہ تو اللہ ری صفائی بس ہوگئی دشمن کے سر و تن میں جدائی
کھینچا اسے دو کر کے جو شمشیرِ دوسر کو
گھوڑے کے اِدھر نصف گرا نصف اُدھر کو

نعرہ تھا لعینو بنِ کاہل کو بتاؤ ۷۱ ہاں اصغرِ معصوم کے قاتل کو بتاؤ
مرتد کو، جفاکار کو، جاہل کو بتاؤ ظالم کا نشاں سرورِ عادل کو بتاؤ
کچھ سوچ کے اس وقت اسے چھوڑ دیا تھا
اس نے تو کلیجے کو مرے توڑ دیا تھا

۲۔ تھرّاتے تھے سُن سُن کے یہ نعرے ستم آرا — تھا ایک کو دہشت سے نکلنے کا نہ یارا
پھر فوج میں ڈوبا اسد اللہ کا پیارا — اس وقت یہ شمر ستم ایجاد پکارا
حضرت کو تو یاں قاتلِ اصغر کی طلب ہے
واں بی بیاں خیمے سے نکل آئیں غضب ہے

۳۔ مُڑ کر شہ والا نے جو دیکھا تو یہ دیکھا — اک حشر مزارِ علی اصغر پہ ہے برپا
سر کھولے ہُوئے پیٹتی ہے دخترِ زہرا — کہتی ہے سکینہ مرے بھیّا مرے بھیّا
بانوئے حزیں چاک گریبان کیے ہے
چھاتی کے تلے ننھی سی تربت کو لیے ہے

۴۔ چلّاتی ہے اصغر مجھے آواز سُناؤ — تربت میں اندھیرا ہے مری گود میں آؤ
قربان گئی ننھے سے ہاتھوں کو اُٹھاؤ — مر جائے گی ماں خاک سے مُنہ کو نہ چھپاؤ
تھا میں نے تو سبطِ شہِ لولاکؐ کو سونپا
شبیرؑ نے یاں لا کے تمھیں خاک کو سونپا

۵۔ یہ حال جو دیکھا تو پُکارے شہِ دل گیر — قاتل ہے کہاں پھیر دے اب حلق پہ شمشیر
یہ سنتے ہی سب ٹوٹ پڑا لشکرِ بے پیر — سینے پہ لگے تیغ و سنان و تبر و تیر
ٹکڑے ہُوا ہر عضوِ بدن تیغوں سے کٹ کر
غش ہو گئے رہوار کی گردن سے لپٹ کر

۶۔ خاتونِ قیامت کی صدا دشت سے آئی — گرتا ہے مرا لال محمدؐ کی دُہائی
چلّائی یہ زینبؑ کہ سفر کرتے ہیں بھائی — اب کیا کروں ہے ہے مری اماں کی کمائی
بھائی کی مدد کرنے کو آتا نہیں کوئی
ہے ہے مرے سید کو بچاتا نہیں کوئی

۷۔ واں نالۂ زہراؑ سے فلک تھا تہ و بالا — یاں پہلوئے سرور پہ لگا ظلم کا بھالا
ہلنے لگا جو عرش فرشتوں نے سنبھالا — چلّاتی تھی وہ ہائے مری گود کا پالا
حیدر کے تو نالے گئے افلاک کے اُوپر
اور تاجِ سرِ عرش گرا خاک کے اُوپر

غلطاں جو لہو میں نظر آیا اسے اسوار ۸؎ سر خاک پہ جُھک جُھک کے پٹکنے لگا رہوار
دو تین گھڑی تک تو رہے غش شہِ ابرار آنکھیں جو کُھلیں حلق پہ تھا خنجرِ خوں خوار
پہلو میں سرِ فاطمہؑ عریاں نظر آیا
جلّاد کے پنجے میں گریباں نظر آیا

خشکیدہ زباں شہ نے دکھائی کئی باری ۹؎ پانی نہ دیا ذبح لگا کرنے وہ ناری
خاموش انیسؔ اب کہ غم و درد ہے طاری اس نظم کا بخشے گا صلہ ایزدِ باری
محشر میں علیؑ ساغرِ کوثر تجھے دیں گے
گھر خلد میں رہنے کو پیمبرؐ تجھے دیں گے

۷

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں ۱ راحت نہیں ملتی کوئی دم آٹھ پہر میں
سو شغل ہوں پر دھیان لگا رہتا ہے گھر میں پھرتی ہے سدا شکل عزیزوں کی نظر میں
سنگِ غمِ فرقت دلِ نازک پہ گراں ہے
اندوہِ غریب الوطنی کاہشِ جاں ہے

گو راہ میں ہمراہ بھی ہو راحلہ و زاد ۲ جاتی نہیں افسردگیِ خاطرِ ناشاد
جب عالمِ تنہائی میں آتا ہے وطن یاد ہر گام پہ، دل مثلِ جرس کرتا ہے فریاد
اک آن غم و رنج سے فرصت نہیں ہوتی
منزل پہ بھی آرام کی صورت نہیں ہوتی

ہمراہ سفر میں ہوں اگر حامی و ناصر ۳ منزل پہ کمر کھول کے سوتے ہیں مسافر
جب ہو سفرِ خوف و پریشانیِ خاطر شب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے آخر
ہر طرح مسافر کے لیے رنج و تعب ہے
رہ جائے پسِ قافلہ چھُٹ(الف) کر تو غضب ہے

دکھ دیتے ہیں ایک ایک قدم پاؤں کے چھالے ۴ منزل پہ پہونچنے کے بھی پڑ جاتے ہیں لالے
ہاتھوں سے اگر بیٹھ کے کانٹے کو نکالے ڈر ہے کہ نہ بڑھ جائیں کہیں قافلے والے
دَرماندوں(ب) کو لینے کو بھی آتا نہیں کوئی
تھک کر بھی جو بیٹھے تو اُٹھاتا نہیں کوئی

ہر دم دلِ نازک پہ مسافر کے ہیں یہ غم ۵ تر رہتے ہیں اشکوں سے سدا دیدۂ پُرنم
تھمتا ہی نہیں قافلۂ اشک کوئی دَم ہوتا ہے عجب صاحبِ اولاد کا عالَم
بابا کو تو فرزندوں سے چھُٹنے کا اَلم ہے
والد سے جدائی ہو تو بچوں پہ ستم ہے

ہوں ساتھ جو بابا کے تو یاد آتی ہے مادر   ۶   مادر ہو تو یہ غم ہے کہ بابا نہیں سر پر
منزل میں سحر کرتے ہیں، بستر پہ تڑپ کر   اوروں کے تو[۲۰] اشک آنکھوں سے تھمتے نہیں دم بھر

پردیس میں کیونکر انھیں دشمن سے اماں ہو
جن بچّوں کے سر پر نہ تو بابا ہو نہ ماں ہو

بچے بھی وہ بچّے، جو[د] نہ نکلے کبھی گھر سے   ۷   ماں جن کو نہ اک آن جدا کرتی تھی بَر سے
نے راہ سے آگاہ نہ ایذائے سفر سے   وہ چھُٹ گئے کوفے میں پہونچتے ہی پدر سے

زخمی تبر و تیر سے جب ہوتے تھے مسلمؑ
بیٹوں کی تباہی کے لیے روتے تھے مسلمؑ

جب لے گئے کوٹھے پہ لعیں قتل کی خاطر   ۸   رونے لگا گردن کو جھکا کر وہ مسافر
منھ سے یہی نکلا، تہِ خنجر دمِ آخر   فرزندِ محمدؐ کا خدا حافظ و ناصر

روتے تھے علیؑ، فاطمہؑ سر ننگے کھڑی تھی
تھا نیزے پہ سر، لاش تہِ بام پڑی تھی

جب قتل ہُوا، ایلچیٔ سیّدِ والا   ۹   بچّوں پہ عجب حادثہ، تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا   تھا ننھے سے سینوں میں کلیجے تہ و بالا

گیسو بھی پریشان تھے کُرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منھ گردِ یتیمی سے اَٹے تھے

پردیس میں معصوموں کا دشمن تھا زمانا   ۱۰   نے بیٹھنے کی جا تھی، نہ رہنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روز سے کھایا تھا نہ کھانا   تقدیر میں غم کھانا تھا[۵] یا اشک بہانا

سہمے ہُوئے آپس میں یہی کہتے تھے رو کر
ساتھ آئے تھے افسوس چلے باپ کو کھو کر

پاس اُن کے اگر ہوتے تو کچھ کام بھی آتے   ۱۱   ہم بنتے نشانہ، جو لعیں تیر لگاتے
پانی تو بھلا مُنھ میں دمِ مرگ چواتے   کاندھوں پہ پسر، باپ کے لاشے کو اٹھاتے

کیا جانیے مرنے پہ بھی کیا رنج و محن ہیں
گاڑے بھی گئے یا ابھی بے گور و کفن ہیں

۱۲
مظلوم کی تربت کا پتہ اب بھی جو پائیں ‏ رخصت کے لیے قبر پہ روتے ہوئے جائیں
تعویذِ مزارِ پدر، آنکھوں سے لگائیں ‏ سر پیٹ کے فریاد کریں، اشک بہائیں
پالا تھا ہمیں باپ نے چھاتی پہ سُلا کر
قرآن بھی ہم پڑھ نہ سکے، قبر پہ جا کر

۱۳
تقدیر نے اماں کی اگر شکل دکھائی ‏ اور قتل کی بابا کی خبر اُن کو سُنائی
پوچھیں گی جو سر پیٹ کے، اور دے کے دُہائی ‏ بچو کہو، والد کی کہاں قبر بنائی؟
گردن کو جھکاتے ہوئے خاموش رہیں گے
تربت بھی تو دیکھی نہیں کیا ماں سے کہیں گے

۱۴
ہم سا بھی زمانے میں نہ ہوگا کوئی مجبور ‏ ریجا تو کریں باپ کا اِتنا نہیں مقدور
وارد ہیں وہاں رحم کا جس جا نہیں دستور ‏ ماں دُور، پدر دور، چچا دور، وطن دو
کس سے کہیں سن چھوٹے ہیں اور رنج بڑے ہیں
بابا کے تو مرنے سے تباہی میں پڑے ہیں

۱۵
ایک ایک لعیں کوفے میں دشمن ہے ہمارا ‏ اک دوست تھا آئی سو وہ دنیا سے سدھارا
بیٹھیں کہیں چھپ کر نہیں اتنا بھی سہارا ‏ غُربت میں ہمیں باپ کے مرجانے نے مارا
اِک دم میں یقیں ہے کہ تہِ تیغ یہ سر ہیں
جب دوست نہ بابا کا بچا، ہم تو پسر ہیں

۱۶
یہ کہتے تھے اور روتے تھے وہ ہجرِ پدر میں ‏ تصویرِ اجل پھرتی تھی دونوں کی نظر میں
تھا شور منادی کا، یہ ہر راہ گذر میں ‏ بیٹوں کو نہ مسلمؑ کے چھپائے کوئی گھر میں
بتلا دے، کسی حجرے میں گر بند ہیں دونوں
حاکم کے گنہ گار کے فرزند ہیں دونوں

۱۷
معصوم سمجھ کر کوئی رحم ان پہ نہ کھائے ‏ ہاتھ آئیں تو پکڑے ہوئے دربار میں لائے
مجرم کی کوئی منت و زاری پہ نہ جائے ‏ دانا وہ ہے، جو گوہرِ عزت کو بچائے
جس نے اُنھیں پنہاں کیا گھر اُس کا لُٹے گا
مر جائے گا پر قید سے جیتا نہ چھُٹے گا

تھرّاتے تھے سب سُن کے منادی کا یہ مذکور ۱۸ تھے شہر کے دروازے سرِ شام سے معمور
دشمن جو علیؑ کے تھے، وہ تھے خرّم و مسرور جو دوست تھے حیدرؑ کے، وہ تھے عاجز و مجبور
باتیں انھیں معصوموں کی ہوتی تھیں گھروں میں
منھ ڈھانپے ہوئے بی بیاں روتی تھیں گھروں میں

کہتی تھی کوئی کیا کریں کیوں کر انھیں پائیں؟ ۱۹ جاسوسوں کا خطرہ ہے کہاں ڈھونڈھنے جائیں؟
جلّادوں سے چھپ کر وہ اگر یاں چلے آئیں ہم دل کی طرح ان کو کلیجوں میں چھپائیں
آقا ہیں وہ اُس کے جو غلامِ شہِ دیں ہے
ہم لونڈیاں حاضر ہیں جو ماں سر پہ نہیں ہے

کیا روزِ سیہ، چرخ نے بچّوں کو دکھایا ۲۰ ہے ہے نہ چچا سر پہ، نہ ماں باپ کا سایا
سات آٹھ برس کا تو سن اور دیس پرایا جائیں نہ بچیں گی، کسی دشمن نے جو پایا
کچھ بس نہیں کس طرحِ کوئی آہ بچائے
بچّو تمھیں پردیس میں اللہ بچائے

شیعوں کے گھروں میں تو یہی گریہ و زاری ۲۱ اور ڈھونڈھتے پھرتے تھے انھیں کوفے میں ناری
ناکے پہ لعیں کہہ گئے آ کر، کئی باری ہوشیار خبردار، اگر جان ہے پیاری
احکام میں حاکم کے خلل آنے نہ پائے
ناکے سے کوئی چھپ کے نکل جانے نہ پائے

دو طفل حسینؑ بھاگے ہیں کل قاضی کے گھر سے ۲۲ کر لیجو گرفتار جو آ نکلیں ادھر سے
خورشید سے ماتھے ہیں تو چہرے ہیں قمر سے چھوٹے سے عمامے ہیں لپیٹے ہوئے سر سے
گوندھی ہوئی زلفیں بہ سرِ دوش پڑی ہیں
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی ہیں

ہے مہرِ درخشاں سے فزوں حُسن کا پرتو ۲۳ مہتاب سے روشن ہیں یہ رخساروں میں ہے ضَو
کوفے سے نکل جانے کی ہے ان کو تگ و دو پہنے ہوئے ہیں ہنسلیاں مانندِ مہِ نو
گورے ہیں گلے، جلوہ نما کرتوں میں تن ہیں
لب پنکھڑیاں گُل کی ہیں، غنچے سے دہن ہیں

پیشانیاں دونوں کی جو ہیں ماہِ منوّر ۲۴ سجدوں کے چمکتے ہیں نشاں صورتِ اختر
تعویذوں کی دو ہیکلیں ہیں سینوں کے اوپر ہلتے ہیں ستاروں کی طرح، کانوں کے گوہر

بھاگے ہیں، بُرا وقت جو دونوں پہ پڑا ہے
اک عمر میں چھوٹا ہے کچھ، اور ایک بڑا ہے

ہرنا کے پہ تھا حکم یہ، ان دونوں کی خاطر ۲۵ دربار میں غُل تھا کہ کرو جلد، انھیں حاضر
اور پھرتے تھے حیراں وہ مدینے کے مسافر کوئی نہ مددگار تھا نہ حافظ و ناصر

پھرتی تھی اجل ساتھ، جدھر جاتے تھے دونوں
پتّا بھی کھڑکتا تھا تو ڈر جاتے تھے دونوں

نا کے تلک آ پہونچے نہ تھے، وہ جگر افگار ۲۶ جو دیکھ لیا اُن کو کسی شخص نے اِک بار
چلّایا کہ بس آگے قدم رکھیو نہ زنہار جاتے ہو کہاں بھاگے، ہم آ پہونچے خبردار

سنتے ہی اس آواز کو گھبرا گئے دونوں
سر تا بہ قدم بید سے تھرّا گئے دونوں

بھائی سے کہا بھائی نے اب کیا کریں بھائی ۲۷ اعدا ہمیں لینے نہیں آئے اجل آئی
افسوس کہیں امن کی جا ہم نے نہ پائی مُشکل ہے بہت مَوت کے پنجے سے رہائی

آتے ہی بس اَب برچھیاں تانیں گے ستمگر
منّت بھی کریں گے تو نہ مانیں گے ستمگر

یہ کہتے تھے جو آن ہی پہونچے وہ جفا جُو ۲۸ اور باندھ لیے رسّی سے ان دونوں کے بازو
بچّوں پہ اُٹھاتا تھا، طمانچہ کوئی بدخُو کہتا تھا کوئی لے چلو کھینچے ہوئے گیسو

وہ کہتے تھے ہم دامِ بلا میں تو پھنسے ہیں
بازو کہو پھر کس لیے رسّی سے بندھے ہیں

جاتے تھے جو روتے ہُوئے وہ گیسوؤں والے ۲۹ بازار میں بے تاب تھے، سب دیکھنے والے
جلّادوں میں، معصوموں کے ننھے جان کے لالے تکتے تھے ہر اک کو کہ، ہمیں کوئی چھڑا لے

حال اپنا اِشارے سے جتاتے تھے کسی کو
رسّی میں بندھے ہاتھ دکھلاتے تھے کسی کو

پہونچے انھیں لے کر جو وہ ظالم سرِ دربار ۳۰ خدّام نے کی عرض کہ حاضر ہیں گنہ گار
تھا تختِ مُرصّع پہ مکیں حاکمِ غدّار دہشت سے لرزنے لگے بچوں کے تنِ زار

بیٹھے ہُوئے سب کرسیوں پہ چھوٹے بڑے تھے
رسّی سے بندھے سامنے معصوم کھڑے تھے

معصوموں سے کہنے لگا یُوں حاکمِ ملعوں ۳۱ اس بھاگنے کی اب کہو کیا تم کو سزا دُوں
صدمے سے یتیموں کا ہُوا حالِ دگرگوں تھرّا کے وہ یہ کہنے لگے بے کس و محزوں

ہاں قتل ہی کرنے کے سزاوار ہیں ہم بھی
بابا تھے گنہگار، گنہگار ہیں ہم بھی

بولا کوئی معصوم ہیں یہ بے کس و دل گیر ۳۲ دہشت کے سبب کانپتے ہیں رنگ ہے تغیر
یہ پھول سے اندام نہیں، لایقِ تعزیر نادان ہیں کم سن ہیں، کچھ ان کی نہیں تقصیر

طاقت ہے کہاں بھاگ کے جاتے یہ کدھر کو؟
بھولے ہیں بہت ڈھونڈتے ہوویں گے پدر کو

چُپ رہ گیا وہ دشمنِ دیں سر کو جھکا کر ۳۳ زنداں کے نگہباں سے کہا پاس بلا کر
کر قید انھیں حجرۂ تاریک میں جا کر سُنیو نہ، جو منّت بھی کریں اشک بہا کر

آرام سے دونوں میں کوئی سونے نہ پاوے
قفلِ درِ زنداں کبھی وا ہونے نہ پاوے

دیجو نہ خبردار مزے کا انھیں کھانا ۳۴ گرمی میں بھی ٹھنڈا انھیں پانی نہ پلانا
یہ سحر بیاں ہیں کہیں باتوں پہ نہ جانا بازو نہ کھلیں رسّی سے جب تک ہیں توانا

دشمن کے ہیں فرزند اذیت انھیں دیجو
کپڑے بھی بدلنے کی نہ فرصت انھیں دیجو

اس طرح کے حجرے میں ہوں یہ ماہ لقا بند ۳۵ جس حجرے کے رخنے بھی ہوں بند اور ہوا بند
دن بھر تو رہیں ایک ہی زنجیر میں پابند اور رات کو ہو ایک جدا ایک جدا بند

سر کو درو دیوار سے پٹکا کریں دونوں
آپس میں گلے ملنے کو تڑپا کریں دونوں

٣٦
یہ سُن کے انھیں لے گیا زنداں کا نگہباں — اِک حجرے میں قیدی ہُوئے دونوں مہ تاباں
گھٹنے جو لگا دم تو یہ چلّائے وہ ناداں — در کھول دو للّٰلہ نہیں تن سے چلی جاں
بھاگیں گے نہ ہرگز ہمیں حجرے سے نکالو
اِک طَوق جو ہلکا ہو تو دو طَوق پہنا دو

٣٧
دروازے سے ٹکرائے بہت سر کو وہ ناشاد — مادر کو بھی چلّائے پدر کو بھی کیا یاد
بچوں کی کسی نے نہ سُنی زاری و فریاد — کب کھولتے ہیں طائرِ پربند کو صیّاد
بیتاب تھے اس طرح وہ چھُٹنے کی ہوس میں
جوں تازہ گرفتار، پھڑکتا ہے قفس میں

٣٨
تاریک وہ حُجرہ تھا مثالِ شبِ ظُلمات — معلوم نہ ہوتا تھا کہ کب دن ہُوا کب رات؟
مرقد کے اندھیرے کو بھی اس گھر نے کیا مات — سہمے ہُوئے روتے تھے وہ آنکھوں پہ دھرے ہات
تھی پیشِ نظر وصل میں تنہائی کی صورت
بھائی کو نہ آتی تھی نظر بھائی کی صورت

٣٩
دیوار میں نہ چھید نہ دروازوں میں روزن — تھے داغ چراغوں کی طرح سینے میں روشن
وہ صورتیں بھولی، وہ غریبی، وہ لڑکپن — چُپ بیٹھے تھے پہروں، وہ جھکائے ہُوئے گردن
بوندیں بھی پسینے کی ٹپکتی تھیں زمیں پر
بل کھائی ہُوئی زلفیں لٹکتی تھیں زمیں پر

٤٠
ہر صُبح یہ معمول تھا منھ اشکوں سے دھونا — اُٹھ اُٹھ کے نمازیں کبھی پڑھنا کبھی رونا
دیکھا نہ کبھی خواب میں بھی چین سے سونا — ہر رات کو خاک اوڑھنا، اور خاک بچھونا
جز شُکرِ خدا مُنھ سے نہ کچھ کہتے تھے دونوں
رکھ کر تہِ سر ہاتھ کو سو رہتے تھے دونوں

٤١
فاقے میں بسر کرتے تھے دن بھر وہ گل اندام — جو مالکِ زنداں تھا وہ آتا تھا سرِ شام
جا بیٹھتے دروازے کے نزدیک وہ گل فام — دیتا انھیں دو روٹیاں اور پانی کے دو جام
تھا خوف زبس ظالمِ اظلم کے غضب سے
اُٹھ اُٹھ کے سلام اُس کو وہ کرتے تھے ادب سے

کھانا وہ کہاں اور کہاں نازوں کے پالے ۴۲ رو دیتے تھے جب حلق میں پھنستے تھے نوالے
آپس میں یہی کہتے تھے وہ گیسوؤں والے قسمت کبھی دشمن پہ بھی یہ وقت نہ ڈالے
پانی بھی تو جی بھر کے نہیں ملتا ہے بھائی
یہ سخت ہے روٹی کہ گلا چھلتا ہے بھائی

سمجھاتا تھا چھوٹے کو بڑا بھائی یہ رو کر ۴۳ جاگہ نہیں شکوے کی کرو صبر برادر
دیکھو تو نہ سر پر ہے پدر اور نہ مادر تھوڑا ہے کہ یہ بھی ہمیں ہوتا ہے میسّر
نعمت سے زیادہ ہمیں یہ نانِ جویں ہے
منھ اپنا تو اس کھانے کے قابل بھی نہیں ہے

ایسے بھی بہت ہیں جنھیں ملتا نہیں دانا ۴۴ پینے کو جو پانی ہو تو ملتا نہیں کھانا
بھائی ہے خدا مالک و مختار توانا کچھ ایک سا رہتا نہیں دنیا میں زمانا
موت آئی تو اس قید میں مر جائیں گے بھائی
جیتے ہیں تو یہ دن بھی گذر جائیں گے بھائی

رزّاقیِ معبودِ حقیقی پہ کرو غور ۴۵ اس قید میں تھا، رزق پہونچنے کا کوئی طور
دینداری سے جو دور ہیں، اُن لوگوں کا ہے دور ہم اور، مکاں اور، زمیں اور، ہوا اور
ہیں قید میں جس کی وہی دے جاتا ہے کھانا
ہر طرح خدا بندے کو پہونچاتا ہے کھانا

زنداں میں بھی بھوکا نہ کبھی ہم کو سُلایا ۴۶ دن بھر جو میسّر نہ ہوا رات کا کھایا
خاصانِ خدا نے بھی سدا رنج اُٹھایا دُکھ فاقہ کشی کا تو ہے میراث میں آیا
عسرت رہی دنیا میں شہِ عقدہ کشا کو
فاقے تو گذر جاتے تھے محبوبِ خدا کو

یہ قید کے دن شکرِ الٰہی میں گذارو ۴۷ جو مرضیِ معبود ہے دم اس میں نہ مارو
صابر رہو، شاکر رہو، ہمّت کو نہ ہارو روٹی جو پھنسے پانی کے گھونٹوں سے اُتارو
رزّاقِ دو عالم کی عنایت اسے سمجھو
گر صبر کی لذّت ہے تو نعمت اسے سمجھو

ظاہر میں رگیں تن کے بدن زرد ہے سارا ۴۸ کھا لو کہ عبادت کا رہے جسم میں یارا
کیوں روتے ہو قسمت سے کسی کا نہیں چارا یہ بھی نہ میسّر ہو تو کیا زور ہمارا
دادا نے سدا نانِ جویں کھائی ہے بھائی
تب فقر کی دولت انھیں ہاتھ آئی ہے بھائی

گھبراتے ہو کیوں، روتے ہو کس واسطے ہر بار ۴۹ خالق ہے اسیروں کا، یتیموں کا مددگار
چھٹ جاتے ہیں طائر بھی جو ہوتے ہیں گرفتار ماہی کے شکم میں رہے کب یونسِ دیں دار
تاریکیِ زنداں میں نہ اس طرح گھٹیں گے
یوسفؑ نہ چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹیں گے

محبوس ہماری ہی طرح تھے، مہِ کنعاں ۵۰ کاہش تھی یہی اور یہی سختیِ زنداں
زنجیر سوا تھا نہ کوئی، سلسلہ جنباں خالق نے رہائی کا مگر کر دیا ساماں
چھٹ جائیں گے زنداں میں سدا کون رہا ہے
اُن کا جو خدا تھا تو ہمارا بھی خدا ہے

جب چاہ سے نکلے تو اُٹھائی وہ تباہی ۵۱ اور بعد تباہی کے ملی، مصر کی شاہی
کیا دُور ہے، ہو جائے اگر فضلِ الٰہی بندوں پہ ہے اُس کا کرم لامتناہی
دنیا کی امارت ہو تو خواہش ہمیں کب ہے
ہم کو تو فقط اُس سے رہائی کی طلب ہے

چھوٹے نے کہا سب ہے بجا آپ کا ارشاد ۵۲ بھائی بشریت سے یہ ہے، نالہ و فریاد
ہم سا تو زمانے میں نہ ہوگا کوئی ناشاد چھوٹے بھی تو ہوں گے نہ کبھی رنج سے آزاد
یعقوبؑ نے چھاتی سے لگایا تھا پسر کو
ہم قید سے چھٹ کر بھی نہ پاویں گے پدر کو

گزرا جو اسی طرح انھیں قید میں اک سال ۵۳ تھا دونوں کا، افراطِ نقاہت سے عجب حال
تن خشک ہوئے، زور گھٹے، سر کے بڑھے بال خم ہو گئے کاہش سے، مہِ عید کے تمثال
تن ضعف سے فرسودہ و لاغر ہوئے دونوں
رُخ زرد بہ مثالِ ورقِ زر ہوئے دونوں

بچوں کو لڑکپن میں ضعیفی نے کیا پیر ۵۴ سر چھاتیوں پہ جھک گئے حالت ہوئی تغییر
تھی تن کو، نہ پہروں حرکت صورتِ تصویر یہ بڑھ گئیں زلفیں کہ، ہوئیں پاؤں کی زنجیر
رونق بھی خزاں لے گئی ہستی کے چمن کی
مسطر سے نمایاں تھیں رگیں صاف بدن کی

ہم چشمیِ نرگس سے جن آنکھوں کو رہا ننگ ۵۵ جوں مردمِ بیمار، نقاہت سے وہ ہیں تنگ
رخساروں کا اُن نازوں کے پالوں کے تھا یہ ڈھنگ جس طرح عرق کھینچے ہوئے، پھولوں کا ہو رنگ
جو گورے گلے، مثلِ قمر نور فشاں تھے
وہ تارسے، حلقوں میں گریباں کے عیاں تھے

ناخن تھے مہِ نو سے، جو بالائے انامل ۵۶ سو قید میں، بڑھ بڑھ کے ہوئے، وہ مہِ کامل
اعضا میں عوض خوں کے، حرارت ہوئی شامل تھے ضعف کی تصویر، وہ دُکھ درد کے حامل
بیٹھے تھے، جہاں ضعف بٹھا جاتا تھا اُن کو
اُٹھنے کے تصور میں غش آجاتا تھا اُن کو

کاہیدہ تھے، مثلِ تنِ مدقوق، تنِ زار ۵۷ ہر موئے بدن جسم پہ تھا، کوہِ گرانبار
رکتا تھا جو دم، زیست سے دق تھے وہ گرفتار معلوم یہ ہوتا تھا کہ برسوں کے ہیں بیمار
باقی تھا فقط تارِ نفس، سینے کے اندر
اِک بال ہو جس طرح سے آئینے کے اندر

تقلیل غذا، قید کا دُکھ، باپ کا ماتم ۵۸ گھل گھل کے برس دن میں، عجب ہو گیا عالم
چھوٹا یہی کہتا تھا بڑے بھائی سے ہر دم فریاد رسی کون کرے، کس سے کہیں ہم
افسوس یوں ہی عمر چلی جاتی ہے بھائی
نے قید سے چھٹتے ہیں نہ موت آتی ہے بھائی

پہونچا دیا اس غم نے ہمیں گور کنارے ۵۹ مٹی نہ وطن کی تھی نصیبوں میں ہمارے
جیتے ہیں، مگر موت کے آثار ہیں سارے مر جائیں تو مرقد میں، ہمیں کون اُتارے
ہم سا بھی کوئی بے کس و مغموم نہ ہوگا
مرنا بھی کسی شخص کو معلوم نہ ہوگا

کیا پہونچی نہ ہوگی خبرِ والدِ ذی جاہ ۶۰ دیکھو تو کہ اماں بھی ہمیں بھول گئیں واہ
کیا ہوگیا ہے خون زمانے کا سفید آہ اب اَوروں کی الفت ہے ہماری نہیں کچھ چاہ
کاہے کو وہ روئیں گی جو زنداں میں موئے ہم
دو بیٹے تو ہیں پاس ہُوئے یا نہ ہُوئے ہم

اماں سے تو یہ ہم کو توقع نہ تھی بھائی ۶۱ گذرا ہے برس دن کہ ہُوئی ہم سے جُدائی
جیتے ہیں کہ مرتے ہیں خبر یہ نہ منگائی یا یہ کہ نہ ہم تک ہُوئی، قاصد کی رسائی
مُنھ چومتی تھیں، صدقے کبھی ہوتی تھیں اماں
ہم گھر سے جو نکلے تو بہت روتی تھیں اماں

ہنگامِ سفر کہتی تھیں بابا سے یہ ہر بار ۶۲ بے اِن کے مجھے چین نہیں پڑنے کا زنہار
رستے میں خط آیا تو یہ لکھا تھا یہ تکرار صاحب مرے، بچوں سے خبردار! خبردار
دونوں کی جُدائی سے تڑپتی ہوں میں گھر میں
بھجوا دو مرے پاس، جو روتے ہیں سفر میں

کیوں بھائی جو گھر میں ابھی ہم چھوٹ کے جائیں ۶۳ کیا دوڑ کے اماں، ہمیں چھاتی سے لگائیں
رو رو کے جو ہم پاؤں پہ سر اُن کے جھکائیں کیا پیار سے لیں سر سے قدم تک وہ بلائیں
وہ کہتا تھا، جو کہتے ہو کیا دور ہے بھائی
اللہ میں سب طرح کا مقدور ہے بھائی

بالفرض چچا جان جو تشریف نہ لاتے ۶۴ ہم شکلِ نبیؐ بھائیوں کو آ کے چھڑاتے
بپھرے ہُوئے عباسؑ علیؑ شیر سے آتے کوفے کو اُلٹ دیتے، اگر ہم کو نہ پاتے
اللہ رکھے ان کو، یہ دَم ہم میں نہیں ہیں
معلوم یہ ہوتا ہے کہ عالم میں نہیں ہیں

کس طرح کہیں بھول گئی ہوویں گی مادر ۶۵ سب بیٹوں سے اپنے انھیں الفت ہے برابر
کیا جانے کس آفت میں ہیں فرزندِ پیمبرؐ وہ قید سے غیروں کو چھڑا دیتے ہیں اکثر
سنتے تو مدد آن کے بھائی کی نہ کرتے
تدبیر وہ بچوں کی رہائی کی نہ کرتے

یہ کہتے تھے جو وا ہوا قفلِ درِ زنداں ۶۶ اور دینے لگا آب و غذا ان کو نگہباں
چھوٹے نے کھڑے ہو کے کہا باتنِ لرزاں ہم تجھ کو دعا دیتے ہیں اے مردِ مسلماں
پینے کو نہ پانی نہ غذا چاہتے ہیں ہم
کچھ حال جو سُنیے تو کہا چاہتے ہیں ہم

جو تُو نے دیا شکر کیا، اور وہی کھایا ۶۷ جی بھر کے اگر پانی نہ پایا، تو نہ پایا
بھڑکی جو بہت پیاس، تو اشکوں سے بجھایا شکوے کا مگر حرف، زباں پر نہیں آیا
واقف ہے کہ کھانا کبھی دن بھر نہیں مانگا
سونے کے لیے، رات کو بستر نہیں مانگا

گذرا ہے برس روز ہمیں خاک پہ سوتے ۶۸ پانی نہ ہلا اتنا کہ کرتوں کو تو دھوتے
چلّا کے ترے ڈر سے نہیں رات کو روتے قیدی چھٹے اکثر، پہ رہا ہم نہیں ہوتے
ہم سے ترا سردار، عبث برسرِ کیں ہے
کچھ جرم نہیں ہے، کوئی تقصیر نہیں ہے

تو رحم کر اے شخص کہ، بے جرم و خطا ہیں ۶۹ وارث کوئی سر پر نہیں، پابندِ بلا ہیں
لڑکے ہیں، ستم کش ہیں، غریب الغربا ہیں احساں کو نہ بھولیں گے کہ ہم اہلِ وفا ہیں
اب قید کی تکلیف، اُٹھائی نہیں جاتی
روٹی بھی کئی روز سے کھائی نہیں جاتی

رکھتا ہے بڑا اجر اسیروں کو چھڑانا ۷۰ بھوکوں کو طلب کر کے سخی دیتے ہیں کھانا
رہ جاتا ہے عالم میں کریموں کا فسانا نیکی جو کرے، نیک اُسے کہتا ہے زمانا
محتاج ہیں یاں اور تو کیا دیویں گے تجھ کو
کام آ جو ہمارے تو دعا دیویں گے تجھ کو

دونوں نے فصاحت سے، سخن جب یہ سنائے ۷۱ زنداں کے نگہباں کے بھی آنسو نکل آئے
ہاتھ اس کی دعا کے لیے، دونوں نے اُٹھائے پایا متوجہ، تو سخن لب پہ یہ لائے
کچھ رُتبۂ محبوبِ خدا جانتا ہے تُو
اے شخص، محمد کو بھی پہچانتا ہے تُو

۲ وہ کہنے لگا ان سے میں کیوں کر نہیں آگاہ ۔ مختارِ جہاں، ختمِ رسل، سیدِ ذی جاہ
لڑکوں نے کہا، حیدرِ صفدر سے بھی ہے راہ ۔ بولا مری تسبیح ہے، نامِ اسد اللہ

نائب ہے مددگار ہے یاور ہے نبیؐ کا
حیدر تو چچا زاد برادر ہے نبیؐ کا

۳ وہ حق کا ولی ہے وہ امامِ دو جہاں ہے ۔ وہ قبلۂ دیں ہے، وہ شہِ کون و مکاں ہے
کعبے کی طرح اس کا شرف سب پہ عیاں ہے ۔ اللہ کا ہاتھ اور محمد کی زباں ہے

جو اس سے جدا ہے وہ محمدؐ سے جدا ہے
دنیا میں علیؑ ایک ہے اور ایک خدا ہے

۴ کون ایسا ہے حیدر سے جو آگاہ نہیں ہے ۔ گمراہ ہے وہ ان سے جسے راہ نہیں ہے
آفاق میں حیدر سا شہنشاہ نہیں ہے ۔ جو کہیے وہ سب کچھ ہے پہ اللہ نہیں ہے

حق سے نہ جدا وہ ہے نہ حق اس سے جدا ہے
آقا تو ہمارا ہے، نصیری کا خدا ہے

۵ یہ سنتے ہی جاں آگئی ان دونوں کے تن میں ۔ گم ہو گیا دہشت سے جو لرزا تھا بدن میں
خشکیدہ زباں کرنے لگی، شکر دہن میں ۔ گویا کہ بہار آگئی، ہستی کے چمن میں

چہرے سے خوشی ہو کے وہ مہرو نکل آئے
اک بھائی ہنسا، ایک کے آنسو نکل آئے

۶ بولے کہ ہم اے شخص، محمدؐ کے جگر ہیں ۔ جھوٹے نہیں، دریائے صداقت کے گہر ہیں
جو قتل ہوئے یاں، وہ ہمارے ہی پدر ہیں ۔ واللہ ہمیں مسلمؑ بے کس کے پسر ہیں

تو کہتا ہے احمد کو پیمبر ہے، ہمارا
جو گھر ہے محمد کا وہی گھر ہے ہمارا

۷ یہ سنتے ہی تھرا گیا، وہ مردِ خوش اطوار ۔ معصوموں کے قدموں پہ گرا دوڑ کے اک بار
کہتا تھا میں اس حال سے واقف نہ تھا زنہار ۔ بخشو مجھے، میں نے تمہیں گھڑکا تھا کئی بار

جو آپ کے لائق تھا، وہ لایا نہیں کھانا
سچ ہے کہ مزے کا کبھی کھایا نہیں کھانا

۷۸ میں تم پہ فدا اے اسد اللہ کے پیارو — کُرتے میں سئے لاؤں، یہ ملبوس اُتارو
بندہ میں تمہارا ہوں مجھے قدموں پہ وارو — تو زادِ سفر مجھ سے، جدھر چاہو سدھارو

بس شکوہ مرا اللہ و پیمبر سے نہ کیجو
جنت میں شکایت مری حیدر سے نہ کیجو

۷۹ قدموں سے اُٹھا کر وہ سخن لب پہ یہ لاتے — تو خالقِ اکبر سے جزا حشر میں پائے
دنیا کی ہر آفت سے خدا تجھ کو بچائے — حامی ہوں تری فاطمہؑ جب حشر میں جائے

واقف نہیں ہم راہ بتا دے تو رواں ہوں
بھائی ترے بچے ترے سائے میں جدا ہوں

۸۰ دینے لگا رو کر وہ اُنھیں درہم و دینار — شرما کے یہ کہنے لگے وہ بے کس و ناچار
احساں یہ ترا تھوڑا ہے، اے مردِ خوش اطوار — توشہ ہے توکّل کا، ہمیں کچھ نہیں درکار

بتلا دے پتا ہم کو جگر بندِ نبیؐ کا
لشکر ہے کہاں سبطِ رسولِ عربیؐ کا

۸۱ کعبے سے ادھر بھیجا تھا بابا کو ہمارے — یا آن کے ہم قید ہوئے وہ گئے مارے
ساتھ اُن کے تھے سب حیدرِ کرّار کے پیارے — مکّے میں ابھی ہیں کہ کہیں دُور سدھارے

کے راتیں ہمیں کاٹنی ہوویں گی وطن تک
کے روز میں پہونچیں گے شہنشاہِ زمن تک

۸۲ حضرت کی خبر کچھ جو سُنی ہو تو سُنا دے — جو راہ کہ نزدیک ہو وہ ہم کو بتا دے
جس سمت چچا ہوں اسی رستے پہ لگا دے — کیا دُور ہے خالق ہمیں بچھڑوں سے ملا دے

مطلوب زیارت ہے ہمیں شاہِ زمن کی
کعبے کی طرف جائیں کہ لیں راہ وطن کی

۸۳ چاہا بہت اس نے کہ یہ بچوں سے چھپائے — مظلوم کا جو ذکر تھا، آنسو نکل آئے
گھبرا کے وہ معصوم، سخن لب پہ یہ لائے — کیوں خیر تو ہے، آنکھوں سے کیوں اشک بہائے

وہ کہنے لگا بے کس و مجبور ہیں شبیرؑ
تم جا نہیں سکتے کہ بہت دُور ہیں شبیرؑ

جب رونے لگے وہ تو کچھ اس کو نہ بن آیا ۸۴ سرپیٹ کے ہاتھوں سے یہ بچوں کو سُنایا
دُنیا میں کہاں ہے اسدُاللہ کا جایا گھر فاطمہؑ کا خاک میں، اعدا نے ملایا
شبیرؑ کے لشکر کا جواں کوئی نہیں ہے
عابدؑ کے سوا فاتحہ خواں کوئی نہیں ہے

عاشور کے دن ذبح ہوئے سبطِ پیمبرؐ ۸۵ خیمے بھی جلائے گئے، تاراج ہوا گھر
رانڈوں کا ستمگاروں نے لوٹا زر و زیور افسوس کہ زینبؑ کی بھی چھینی گئی چادر
دیکھا حرمِ شاہ نے دربار، دمشق کا
کوفے میں سر آیا تھا، حسینؑ ابن علی کا

دنیا میں نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ نہ شبیرؑ ۸۶ سب چھوٹے بڑے ہو گئے زیرِ دمِ شمشیر
یاں تک کہ ہوئے قتل، علیؑ اصغرِ بے شیر مٹی میں نہاں ہو گئی ایک ایک کی تصویر
کیونکر اسدُ اللہ کے پیاروں سے ملوگے
اب جا کے ملوگے تو مزاروں سے ملوگے

یہ سنتے ہی معصوموں پہ رقت ہوئی طاری ۸۷ تڑپے یہ زمیں پر کہ غش آیا کئی باری
گھبرا کے وہ بولا نہ کرو گریہ و زاری دشمن کوئی سن لیوے نہ آواز تمہاری
ظالم ہے وہ، حاکم پہ نہیں زور کسی کا
یاں ڈھونڈھ کے خوں کرتے ہیں فرزندِ علیؑ کا

وہ کہتے تھے کس طرح کلیجوں کو سنبھالیں ۸۸ اب چھاتیوں کو توڑتی ہیں آہوں کی بھالیں
گھر خاک ہوا، سر پہ بھی ہم خاک نہ ڈالیں دم رکتے ہیں کس طرح نہ آواز نکالیں
مشتاق تھے جن کے وہ قضا کر گئے ہے ہے
ہم قید میں جیتے ہیں چچا مر گئے ہے ہے

گھبرا کے وہ بولا کہ مناسب نہیں تاخیر ۸۹ بہتر ہے اسی شب میں نکل جانے کی تدبیر
جلدی سے اُٹھے واں سے وہ با حالتِ تغیر باندھیں کمریں اور وہ بچے ہوئے رہ گیر
یوں نکلے بہ تعجیل اسیری کے محن سے
جس طرح گریزاں ہو قمر چھٹ کے گہن سے

مطلع دوم

جب مسلمِ بے کس کے پسر قید سے چھوٹے — آوارۂ وطن، خستہ جگر قید سے چھوٹے
دکھ سہہ کے عزادارِ پدر قید سے چھوٹے — پردیس میں وہ شمس و قمر قید سے چھوٹے
گیسو بھی پریشان تھے، کُرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منھ گردِ یتیمی سے اَٹے تھے

۹۱

وہ شہرِ پُرآشوب، وہ غربت، وہ شبِ تار — ایک ایک قدم خوف، نہ رہبر، نہ مددگار
ہاں جاگتے رہیو، یہ عسس کہتے تھے ہر بار — دل اُن کے دھڑکتے تھے، لرزتے تھے تنِ زار
پیچھے کبھی ہٹ جاتے تھے گہ بڑھتے تھے دونوں
ڈر ڈر کے کبھی نادِ علیؑ پڑھتے تھے دونوں

۹۲

پھرتے رہے قسمت نے نہ کی راہ نمائی — رستہ نہ ملا جانے کا، اور نصف شب آئی
چھوٹے نے کہا چلنے کی طاقت جو نہ پائی — اب تو ہمیں نیند آتی ہے ٹھہرو کہیں بھائی
کہتا تھا بڑا، ہیں ابھی دن سخت ہمارے
سوئیں گے جو بیدار ہوئے بخت ہمارے

۹۳

دم لیتے کبھی، گاہ قدم جلد اُٹھاتے — سہمے ہوئے، مڑ مڑ کے کبھی دیکھتے جاتے
تنہائی پہ، آنکھوں سے کبھی، اشک بہاتے — گر پڑتے کبھی، اور کبھی ٹھوکریں کھاتے
چڑھ جاتے نقاہت سے جو دم ہانپنے لگتے
سایہ نظر آتا تو، بدن کانپنے لگتے

۹۴

لب پر نفسِ سرد، بھرے آنکھوں میں آنسو — غربت زدہ پھرتے تھے، سراسیمہ وہ گل رو
تھا ہاتھ میں چھوٹے کے بڑے بھائی کا بازو — دھڑکا تھا کہیں گھیر نہ لیں آ کے جفا جو
چل سکتے تھے دونوں نہ ٹھہر سکتے تھے دونوں
گھبرائے ہوئے چار طرف تکتے تھے دونوں

۹۵

اک پیرزن اتنے میں نظر آ گئی ناگاہ — داماد کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ
یوں کہنے لگا اس سے بصد عجز وہ ذی جاہ — اک دوپہر اس گھر میں اماں دے ہمیں للّٰلہ
معصوم ہیں ہم، بے وطن و زار و حزیں ہیں
مظلوم ہیں، سیّد ہیں، گنہگار نہیں ہیں

۹۶ اس بستی میں دیندار نظر آئی ہمیں تُو — وہ بولی کہ تم دونوں ہو کس باغ کے گل رُو
تم سے تو عجب طرح کی آئی مجھے خوشبو — کہنے لگے، تب چپکے سے، وہ دیکھ کے ہر سُو
رکھتے ہیں قرابت تو رسولِ عربیؐ سے
مسلمؑ کے پسر ہیں ہمیں کہیو نہ کسی سے

۹۷ وہ بولی کہ آنکھوں پہ رکھوں تم کو میں دن رات — پر صاحبِ خانہ ہے، بڑا فاسق و بدذات
حاکم کا تو وہ دوست ہے، اور دشمنِ سادات — گر دیکھ لیا اس نے تو بننے کی نہیں بات
لونڈی ہوں میں زہراؑ کی تمہارا ہی یہ گھر ہے
گر ہے تو اسی ظالمِ بدذات کا ڈر ہے

۹۸ وہ بولے کہ، خالق کرے رتبہ ترا عالی — واقف نہیں ہم راہ سے اور رات ہے کالی
درکار ہے نہ فرش، نہ تکیہ، نہ نہالی — تو ہم کو چھپا رکھ کوئی حجرہ ہو جو خالی
بن باپ کے ہیں ہم پہ مصیبت یہ نئی ہے
شاید وہ نہ آئے کہ بہت رات گئی ہے

۹۹ دونوں نے بہ منت جو کہا اس سے یہ رو رو — تھی مومنہ معصوموں پہ رحم آگیا اس کو
کہنے لگی میں تم کو چھپا رکھوں گی کچھ ہو — میں صدقے گئی، آؤ مری بی بی کے پیارو
مہمان ہوئے جا کے ستم ایجاد کے گھر میں
دونوں کو اجل لے گئی جلاد کے گھر میں

۱۰۰ کھانا بھی نہ کھایا نہ پیا دونوں نے پانی — اور سوئے بہم مسلمِ مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی، موت کی گویا تھی نشانی — دروازے پہ آ پہونچا اُدھر ظلم کا بانی
چلّایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسوں کا تھکا آیا ہوں در کھول دے آ کر

۱۰۱ یہ سُن کے ضعیفہ کا لگا کانپنے اندام — بولی یہ بھلا آنے کا ہے کون سا ہنگام
دربار سے ہر روز تو آتا تھا سرِ شام — چلّا کے وہ بولا مَیں کہیں تھا، تجھے کیا کام
در کھول نہیں آگ لگا دیتا ہوں گھر کو
لے تُو نہیں آتی تو، گرا دیتا ہوں گھر کو

۱۰۲
در کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بدافعال
پھینکا کہیں خنجر، کہیں تلوار، کہیں ڈھال
تھی ریش تو الٹی ہوئی مونچھوں کے کھڑے بال
اور دیدۂ بدبین تھے، جوں ساغرِ خوں، لال
آواز بھی ایسی کہ گزرتی تھی فلک سے
ہلتی تھی زمیں پاؤں کے رکھنے کی دھمک سے

۱۰۳
پاس آ کے ضعیفہ نے بہت باتوں میں گھولا
تیوری وہ چڑھائے رہا کچھ منہ سے نہ بولا
کھینچا کبھی خنجر، کبھی تلوار کو تولا
کہتا تھا کہ دل کا کوئی پھوٹا نہ پھپھولا
ہاتھوں کو کبھی کاٹتا تھا طیش میں آ کر
رہ جاتا تھا غصے سے کبھی ہونٹ چبا کر

۱۰۴
اس طیش میں کھانا بھی نہ جلاد نے کھایا
پھر خوابِ اجل نے اسے بستر پہ گرایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش اسے آیا
ابلیس نے سوتے ہوئے فتنے کو جگایا
پھولوں کی مہک حجرے سے دالان میں آئی
آواز بھی کچھ رونے کی پھر کان میں آئی

۱۰۵
تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر
ہر سو صفتِ گرگ، لگا ڈھونڈھنے اٹھ کر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر
پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
واں مسلمِ مظلوم کے پیارے نظر آئے
اک برج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

۱۰۶
جاگے جو کئی رات کے تھے، وہ جگر افگار
سوتے تھے دھرے پیار سے رخسار پہ رخسار
تصویر سے، بستر پہ کشیدہ تھے تنِ زار
باہیں جو گلے میں تھیں تو با دیدۂ خونبار
اک سینے کا تھا عکس جو اک سینے کے اندر
آئینہ نظر آتا تھا آئینے کے اندر

۱۰۷
بازو پہ جو چھوٹے کے پڑا دستِ جفاکار
تو کون ہے؟ کہنے لگا وہ چونک کے اک بار
جھنجھلا کے کہا اس نے کہ میں گھر کا ہوں مختار
تب بھائی کو چونکا کے یہ بولا وہ دل افگار
جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی ہے
کیا سوتے ہو اٹھو کہ اجل سر پہ کھڑی ہے

گھبرایا ہُوا خوف سے اٹھا وہ دلِ آرام ۱۰۸ ظالم نے کہا کون ہو تم بے کس و ناکام؟
وہ بولے اماں دے گا، جو بتلائیں تجھے نام اُس نے کہا، ہاں دوں گا، تو بولے وہ گل اندام
کھینچے ہُوئے ہے ہاتھ میں تُو تیغِ جفا کو
ڈر لگتا ہے تجھ سے ہمیں ضامن دے خدا کو

مکّار لگا کہنے کہ سب ہے مجھے منظور ۱۰۹ پیماں شِکنی ہوئے یہ اپنا نہیں دستور
ڈر ڈر کے یہ کہنے لگے وہ بے کس و مجبور اے شخص ہمیں ہیں پسرِ مسلمِ مغفور
تھا قتل کا ڈر اس لیے گھبرا کے چھپے ہیں
کر رحم کہ دامن میں ترے آ کے چھپے ہیں

سنتے ہی جفاکار نے بس آنکھ کو موڑا ۱۱۰ یوں بازوؤں کو زور سے پکڑا کہ نہ چھوڑا
رسّی میں انھیں باندھ لیا عہد کو توڑا بچّوں نے کئی بار بندھے ہاتھوں کو جوڑا
جب کھینچتا تھا گر کے مچلتے تھے وہ بچے
پر حجرے سے باہر نہ نکلتے تھے وہ بچے

دکھلاتا تھا خنجر انھیں جب کرتے تھے فریاد ۱۱۱ بچّوں پہ یہ دکھ، ہائے یتیموں پہ، یہ بے داد
دروازے تلک کھینچتا لایا، ستم ایجاد کم زور تھے یہ، اور زبردست وہ جلّاد
کرتے بھی پھٹے ٹوپیاں بھی گر گئیں سر سے
مجرم کی طرح باندھ دیا دونوں کو در سے

جس وقت نمودار ہُوئے صبح کے آثار ۱۱۲ دریا پہ چلا لے کے یتیموں کو جفاکار
چلّاتی چلی پیچھے، ضعیفہ جگر افگار بن باپ کے بچّے ہیں یہ، ظالم نہ انھیں مار
کیوں فاطمہؑ زہرا کو رُلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن میں

بچّوں سے لپٹتی تھی جو وہ کھولے ہوئے سر ۱۱۳ تلوار کے ہولوں سے، ہٹاتا تھا ستمگر
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر ہے ہے مرے مہمان ہیں یہ بے کس و مضطر
آنکھوں سے قدم ان کے لگانے نہیں پائی
کھانا بھی غریبوں کو کھلانے نہیں پائی

جس وقت ہٹانے پہ بھی لپٹی گئی باری ۱۱۴ تلوار اُسے جھنجلا کے ستمگار نے ماری
پہلے تو کہا، لو میں تصدق ہوئی واری گرتے ہوئے ہاتھوں کو اُٹھا کر یہ پکاری
دوڑے کوئی، معصوم گرفتارِ بلا ہیں
بچوں کو چھڑا دے کہ یہ بے جرم و خطا ہیں

روتے تھے ضعیفہ کی محبت پہ وہ مہ رُو ۱۱۵ بہ بہ کے گریبان تلک آتے تھے آنسو
کھینچے لیے جاتا تھا، یتیموں کو جفا جُو ایک ہاتھ میں تلوار تھی، ایک ہاتھ میں گیسو
خوں دیکھ کے دونوں جو ضعیفہ کا ڈرے تھے
دہشت سے بندھے ہاتھوں کو آنکھوں پہ دھرے تھے

بچوں کو لیے نہر پہ پہونچا جو وہ بے پیر ۱۱۶ اور دیکھی یتیموں نے، چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے، ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر کر رحم کہ معصوم ہیں ہم بے کس و دل گیر
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم مرے دل میں نہیں ہے

وہ بولے کہ مطلوب ہے گر درہم و دینار ۱۱۷ راضی ہیں ہمیں بیچ لے، چل کر سرِ بازار
وہ جنس نہیں جس کا نہ ہو کوئی خریدار ہم سے کہیں ملتے ہیں غلامانِ وفادار
یوسفؑ کی طرح موتیوں میں جبکہ تُلیں گے
اِن لعلوں کے عُقدے تجھے اُس وقت کُھلیں گے

گر یہ نہیں مطلب تو نہ کر بدعتِ بے جا ۱۱۸ دل آب ہے دہشت سے لرزتا ہے کلیجا
دربارِ ستمگار میں جیتا ہمیں لے جا وہ بولا کہ حاکم ہی نے ہے قتل کو بھیجا
آلودہ لہو میں رُخِ انور نہیں دیکھے
جیتا تمہیں دیکھا ہے کٹے سر نہیں دیکھے

لڑکوں نے کہا مالک و مختار خدا ہے ۱۱۹ کر لیویں نمازیں تو ادا سر پہ قضا ہے
وہ بولا نمازوں سے بھلا فائدہ کیا ہے جانوں کو بچا لیں یہ نمازیں تو بجا ہے
وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

۱۲۰

نامرد نے حملہ کیا، تلوار اُٹھا کر — سر رکھ دیا چھوٹے نے وہیں جلد بڑھا کر
تب ہاتھ سے چھوٹے کو، بڑا بھائی ہٹا کر — جا بیٹھا تہِ تیغ دو دم سر کو جھکا کر
تلوار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

۱۲۱

یہ کہتا تھا تلوار بڑے پر نہ علم کر — ڈر قہرِ خدا سے، یہ جفا کر نہ ستم کر
وہ کہتا تھا، پہلے مرا سر تن سے قلم کر — مل لیویں گلے بھائی کے، وقفہ کوئی دم کر
اک وار میں سر دونوں کے تن پر سے اُتر جائیں
ہیں ساتھ ہی رسّی میں بندھے ساتھ ہی مر جائیں

۱۲۲

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر — بالائے زمیں کٹ کے ستارا سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے، پھینکا تنِ اطہر — چلّا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں
وہ گر کے تڑپنے لگا، بھائی کے لہو میں

۱۲۳

آیا جو شقی تیغِ علم کر کے دوبارا — چلّانے لگا بھائی کو، وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پُکارا، کبھی بابا کو پکارا — جلّاد نے تن پر سے سر اس کا بھی اُتارا
دھبّا بھی نہ خوں کا لگا شمشیرِ عدو میں
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

۱۲۴

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تنِ لاغر — ٹھہرا رہا پانی میں، بڑے کا تنِ اطہر
چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا، نہر کے اندر — جا لپٹا بہ صد شوق، برادر سے برادر
گہ ڈوبتے تھے گاہ، اُبھر آتے تھے دونوں
خورشید سے دریا میں نظر آتے تھے دونوں

۱۲۵

خاموش انیس اب کہ ہے دل پر الم و رنج — یہ مرثیہ تولیں گے، جواہر میں سخن سنج
دنیا کی دورنگی سے نہ کر دل میں شش و پنج — مومن جو ہیں ان کے لیے یاں رنج ہے، واں گنج
مطلب ہے کسی سے نہ علاقہ ہے کسی سے
لیویں گے صلا اس کا حسینؑ ابنِ علی سے

۸

جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا رن میں جس گُل پہ تصدق تھے وہ مُرجھا گیا رن میں
آنکھوں کا جو تھا نُور، وہ کھو گیا رن میں جینے کا جو باعث تھا وہ مارا گیا رن میں
ماں باپ کو سہرا بھی نہ اکبرؑ نے دکھایا
پیری میں عجب داغ مقدر نے دکھایا

کس دُکھ میں فلک نے علیؑ اکبر کو چھڑایا ۲ بے مہر نے کس ماہ سے اختر کو چھڑایا
قمری سے عجب سروِ سمن بر کو چھڑایا کس فصل میں بلبل سے گلِ تر کو چھڑایا
یوں دم بھی کسی تازہ جواں نے نہیں توڑا
یوں پھول کو بھی بادِ خزاں نے نہیں توڑا

یوں باپ کی قسمت کو اُلٹتے نہیں دیکھا ۳ اس طرح مقدر کو پلٹتے نہیں دیکھا
یوں بڑھ کے کسی سروِ کو گھٹتے نہیں دیکھا اس عمر کا پودا کوئی کٹتے نہیں دیکھا
نازوں کے، دعاؤں کے، مُرادوں کے پلے تھے
واحسرت و دردا ابھی پھولے نہ پھلے تھے

بھیگیں جو مسیں ماں نے کیا سجدۂ باری ۴ یعنی مرے گلشن میں چلی بادِ بہاری
سبزہ ہُوا آغاز، تو فرمایا کہ واری صد شکر کہ سرسبز ہوئی کشتِ ہماری
شادی تھی کہ اب گھر میں دلہن لانے کے دن ہیں
اس کی نہ خبر تھی کہ خزاں آنے کے دن ہیں

گیسو ابھی منت کے بڑھائے تھے نہ ماں نے ۵ جو کوچ کیا خلق سے اس تازہ جواں نے
آئینہ بنایا جسے ربِّ دو جہاں نے اس سینے کو زخمی کیا دشمن کی سناں نے
توڑا نہیں، ایسا گلِ شاداب کسی نے
کھولا کیے منھ، اور نہ دیا آب کسی نے

افسوس نہ کچھ عمر نے اکبرؑ سے وفا کی ٦ پورے وہ جواں بھی نہ ہوئے تھے کہ قضا کی
کیا دخل ہے بندے کو مشیت میں خدا کی ماں کہتی تھی مجھ سے علی اکبرؑ نے دغا کی
کچھ بس نہ چلا آ گئے یوں موت کے بس میں
پیدا ہوئے اور مر گئے اٹھارہ برس میں

ہوتا ہے برابر کا پسر قوتِ بازو ۷ آرامِ جگر، راحتِ جاں، زینتِ پہلو
ایسا پسرِ ماہ لقا، صفدر و خوشرو مرجائے تو کیا دل پہ رہے باپ کے قابو
گر پڑتے ہیں اُٹھ اُٹھ کے یہ کمزور ہیں شبیرؑ
جیتے ہیں مگر غم سے لبِ گور ہیں شبیرؑ

اٹھتی ہے کبھی دل میں کبھی ہوک جگر میں ۸ ہے درد کبھی سینے میں اور گاہ کمر میں
رن میں کبھی جاتے ہیں، کبھی آتے ہیں گھر میں ہے دن کا اُجالا، پہ اندھیرا ہے نظر میں
غُل کرتے ہیں اعدا پہ سنائی نہیں دیتا
لاشہ علی اکبرؑ کا دکھائی نہیں دیتا

یہ دردِ جگر ہے کہ سنبھلنے نہیں دیتا ۹ یہ زورِ نقاہت ہے کہ چلنے نہیں دیتا
غم اور طرف دل کو بہلنے نہیں دیتا رعشہ کفِ افسوس بھی ملنے نہیں دیتا
غم کون سا خرمن کے لیے برق نہیں ہے
پر صبر کی طاقت میں ذرا فرق نہیں ہے

آتی ہے صدا دل سے کہ طاقت نہیں مجھ میں ۱۰ کہتا ہے جگر ضعف ہے، قوت نہیں مجھ میں
ہر چشم ہے گریاں کہ بصارت نہیں مجھ میں کہتی ہے کمر، درد سے حالت نہیں مجھ میں
بے مہری افلاک نے دل توڑ دیا ہے
شبیرؑ کو سب ساتھیوں نے چھوڑ دیا ہے

پیری میں یہ اندوہ، ضعیفی میں یہ دکھ درد ۱۱ صدمے سے رخِ پاک ہے کیسر کی طرح زرد
چہرہ جو مکدر ہے، تو زلفیں بھی ہیں پُرگرد تن کانپنے لگتا ہے، جو بھرتے ہیں دمِ سرد
جس پھول کے عاشق تھے، وہ گلشن میں نہیں ہے
یہ حال ہے گویا کہ لہو تن میں نہیں ہے

دل کا ہے تقاضا کہ تڑپنے کی رضا دو ۱۲ کہتا ہے جگر خوں مرا آنکھوں سے بہادو
سر کھینچا ہے نالوں نے، کہ گردوں کو ہلادو شہ کہتے ہیں، یاد اب علی اکبرؑ کی بھلادو
مختار کا جو حکم ہو، کچھ جبر نہیں ہے
اس زخم کا مرہم کوئی جز صبر نہیں ہے

جو اہلِ محبت ہیں بلا اُن کے لیے ہے ۱۳ صابر جو ہیں، یہ درد، دوا ان کے لیے ہے
مظلوم جو ہیں لطفِ خدا اُن کے لیے ہے ہر رنج میں ایک تازہ مزا ان کے لیے ہے
سو دُکھ ہوں تو ہوں محو ہیں الفت میں اُسی کے [الف]
روتے ہیں تو روتے ہیں محبت میں اسی کے

اکبرؑ تھا تو وہ کیا تھا، اگر ہم ہیں تو کیا ہیں ۱۴ سنو ایسے جو بندے ہوں، تو خالق پہ فدا ہیں
کچھ غم نہیں گر ہم سے جُدا ہیں تو جُدا ہیں یہ کس کی عنایت ہے کہ راضی برضا ہیں
خم تھا جو سر اس راہ میں فرزند نہ دیتا [ب]
کیا کرتے اگر وہ ہمیں دلبند نہ دیتا

فدیہ ہُوا فرزند جواں، شکر کی جا ہے ۱۵ خوشنود ہے ربِّ دوجہاں، شکر کی جا ہے
لب پر نہیں فریاد و فغاں، شکر کی جا ہے گردن سے گیا بارِ گراں، شکر کی جا ہے
جو ہم کو عطا کی تھی، وہ دولت، اسے پہونچی
فارغ ہُوئے ہم، اس کی امانت اسے پہونچی

اٹھارہ برس تک جو رہا پاس وہ دلدار ۱۶ تھی یہ بھی عنایت کہ وہ ہے راحم و غفّار
ہر حال میں بندے کو اطاعت ہے سزاوار مجبور ہیں ہم، اور وہ ہے، قادر و مختار
اکبر سا جواں رشکِ قمر کس نے دیا تھا
وہ صبر بھی بخشے گا پسر جس نے دیا تھا

جینے کا یقیں رحلتِ عباسؑ میں کب تھا ۱۷ مرجانا برادر کا، قیامت تھا غضب تھا
اللہ پہ روشن ہے جو کچھ دل پہ تعب تھا تڑپے نہیں یہ کس کی عنایت کا سبب تھا
بہتر تھا ہمارے لیے تنہائی کا مرنا
سب سہل ہے، جب دیکھ چکے بھائی کا مرنا

داخل ہوئی خیلِ شہدا میں مری اولاد ۱۸ جو نیک کمائی ہے وہ ہوتی نہیں برباد
سب اس پہ فدا ہیں، علی اکبرؑ ہوں کہ سجّاد بندہ وہ ہے، صاحب کی جو بھولے نہ کبھی یاد

طاعت تو ہے دشوار، اطاعت تو نہ جائے
بیٹا تو گیا، صبر کی دولت تو نہ جائے

رونے سے ملیں گر علی اکبرؑ تو میں روؤں ۱۹ چھاتی سے لپٹ جائے وہ دلبر تو میں روؤں
آباد[ج] جو ہو اجڑا گھر تو میں روؤں رونے سے یہ دولت ہو میسّر تو میں روؤں

پر کھوئے ہوئے لال کو پاتے نہیں دیکھا
دنیا سے گیا جو اُسے آتے نہیں دیکھا

روئے جو مصیبت میں تو کیا ہوتا ہے اے دل ۲۰ ہوتا ہے، جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے اے دل
ہر درد کا الفت میں مزا ہوتا ہے اے دل صابر سے رضامند، خدا ہوتا ہے اے دل

مطلب ترے یہ مرحلے[د] طے کر کے ملیں گے
جیتے ہیں تو فرزند سے اب مر کے ملیں گے

باتیں تھیں اِدھر شکر کی اور صبر و رضا کی ۲۱ بندھتی تھیں صفیں رن میں اُدھر اہلِ جفا کی
ناگاہ ہوئی خیمے میں اک دھوم بُکا کی سمجھے شہِ مظلوم کہ اصغرؑ نے قضا کی

فرمایا کہ یارب کہیں جلدی اجل آئے
تڑپا یہ دلِ زار کہ آنسو نکل آئے

ڈیوڑھی کے قریب آ کے یہ شبیرؑ پکارے ۲۲ جیتے ہیں کہ اصغر سوئے فردوس سدھارے
فضہ نے کہا اے اسداللہ کے پیارے معصوم کا دم ہونٹوں پہ ہے پیاس کے مارے

سنبھلے ہیں کچھ اب، پہلے تو گردن بھی ڈھلی تھی
جلد آیئے لونڈی تو بلانے کو چلی تھی

روتے ہوئے خیمہ میں شہِ بحر و بر آئے ۲۳ خوش ہو کے سکینہؑ نے کہا لو پدر آئے
بانو کو جو شبیرؑ اکیلے نظر آئے چلّائی کہ میداں سے نہ اکبرؑ ادھر آئے

لونڈی نے بڑی دیر سے دیکھا نہیں اُن کو
صاحب مرے لٹنے کی خبر کیا نہیں اُن کو

کہدے کوئی مرتے ہیں علی اصغرِ گلفام ۲۴ لائیں، جو کہیں سے، انھیں پانی کا ملے جام
حضرت نے کہا اُن کو کسی سے نہیں کچھ کام جاگے تھے کئی رات کے اب کرتے ہیں آرام
ہم دارِ محن میں ہیں، وہ گلزارِ جناں میں
واماندوں کی لیتا ہے خبر کون جہاں میں

سب قافلہ والوں سے وہ منھ موڑ گئے ہیں ۲۵ اِس عالمِ غربت میں ہمیں چھوڑ گئے ہیں
ہاتھوں کو دمِ نزع بھی وہ جوڑ گئے ہیں تنہائی میں بابا کی کمر توڑ گئے ہیں
اپنی بھی کوئی دم میں اجل آتی ہے صاحب
تنہا ہیں، جو اُن کی بھی گذر جاتی ہے صاحب

فرما کے یہ گہوارۂ اصغرؑ پہ جھکے شاہ ۲۶ دیکھا جو دمِ اُکھڑا، تو ہُوا صدمۂ جانکاہ
خورشیدِ لبِ بام، نظر آیا جو وہ ماہ رانڈوں کے جگر ہل گئے، اس درد سے کی آہ
چھائی ہوئی زردی تھی جو دلبند کے منھ پر
شبیرؑ نے منھ رکھ دیا فرزند کے منھ پر

بل کھائے ہوئے ہاتھ جو تکیوں سے اُٹھائے ۲۷ منھ رکھ دیا، بوسے لیے، آنکھوں سے لگائے
رعشہ ہُوا ہاتھوں کو، قدم سرد جو پائے دو دی جو ملی نبض تو آنسو نکل آئے
کانٹے جو نظر آ گئے ننھی سی زباں میں
اک درد کا نشتر تھا کہ ڈوبا رگِ جاں میں

ننھے سے جو تکیہ سے ڈھلی جاتی تھی گردن ۲۸ دم باپ کا رُک جاتا تھا، اور کانپتا تھا تن
نیلے تھے لبِ سرخ، جو مثلِ گلِ سوسن روتے تھے لہو، زرد تھا شہ کا رخِ روشن
چھاتی میں دھڑکتا جو دل اُس ماہ جبیں کا
صدمہ سے اُچھلتا تھا کلیجہ شہِ دیں کا

دیکھی جو مسوڑھوں کی کبودی تو ہوئے زرد ۲۹ یہ روئے کہ تر ہو گیا شہ کا رُخِ پُرگرد
وہ ہچکیاں لے لے کے جو بھرتا تھا دمِ سرد اٹھتا تھا کلیجے میں شہِ دیں کے عجب درد
پُتلی جو پھری جاتی تھی اس غنچہ دہن کی
اندھیر تھا آنکھوں میں شہنشاہِ زمن کی

تھا نزع میں وہ غنچہ دہن پیاس کے مارے ۳۰ اینٹھی تھی زباں موت کے آثار تھے سارے
چھاتی پہ کبھی ہاتھ دھرے گاہ اُتارے منہ کھولنا تھا پیاس میں پانی کے اشارے
دم رُکتا تھا سینے میں تو ڈھل پڑتے تھے آنسو
کُھل جاتی تھیں آنکھیں تو نکل پڑتے تھے آنسو

چلّاتی تھی بکھرائے ہوئے بالوں کو مادر ۳۱ دولت مری لُٹتی ہے اُجڑتا ہے بھرا گھر
فریاد ہے اے لختِ دلِ ساقیِ کوثر آنکھیں بھی جھپکتے نہیں اب تو علی اصغرؑ
کیا ہوگیا اس صاحبِ اقبال کو میرے
ہے ہے لیے جاتی ہے اجل لال کو میرے

گودی میں لیا شاہ نے گھبرا کے پسر کو ۳۲ لپٹا لیا خورشید نے چھاتی سے قمر کو
خیمے سے چلے لے کے جو اس نورِ نظر کو غش آنے لگا مادرِ تفتیدہ جگر کو
سمجھی کہ یہ اب جا کے نہ پھر آئیں گے رن سے
فرزند چلا کیا کہ چلی جان بدن سے

اشک آنکھوں سے بہنے لگے، دل غم سے بھر آیا ۳۳ گہوارۂ بے شیر، جو خالی نظر آیا
رقت کا ہوا جوش کہ منہ کو جگر آیا رنگ اُڑنے لگا، تیر کلیجے میں در آیا
گہوارے پہ سر دھر کے جو غش کر گئی بانوؑ
ہر بی بی پہ ثابت یہ ہوا مر گئی بانوؑ

سب بیبیاں چلّا کے جو کرنے لگیں زاری ۳۴ گھبرا کے اُٹھی، اور یہ حضرت کو پکاری
یا سبطِ نبیؐ تن سے چلی جان ہماری اک لحظہ ٹھہر جایئے، میں آپ کے واری
صاحب مری آغوش کے پالے کو دکھا دو
اک بار پھر اس ہنسلیوں والے کو دکھا دو

حضرت نے کہا شوق سے بے شیر کو دیکھو ۳۵ لو آ کے پھر اس چاند سی تصویر کو دیکھو
بے تاب ہو کیوں اصغرِ دلگیر کو دیکھو کیا صبر کیا ہے دلِ شبیرؑ کو دیکھو
موت آج جو ان کی ہے تو پیارا نہیں صاحب
کیا لال تمہارا ہمیں پیارا نہیں صاحب

تم ماں ہو بڑے دکھ سے اسے تم نے ہے پالا ۳۶ ہے حق بہ طرف گر ہو کلیجہ تہ و بالا
پر جان ہماری بھی ہے یہ گیسوؤں والا ہر طرح مگر صبر کیا دل کو سنبھالا
خوشنود ہیں وہ عشق ہے اللہ سے جن کو
اکبر کو فدا کر کے لیے جاتا ہوں ان کو

میں ان کو نہ لے جاؤں اگر ہے تمھیں وسواس ۳۷ دوری علی اکبرؑ سے ہوئی یہ تو رہیں پاس
اب تو ہے تمھاری یہی اُمّید یہی آس اور اس کے سوا پانی کے ملنے سے بھی ہے یاس
لُوں چلتی ہے میداں میں، ہوا سرد نہیں ہے
وہ لوگ ہیں واں جمع جنھیں درد نہیں ہے

دھڑکا ہے کہ بے رحم کہیں تیر نہ ماریں ۳۸ شرمندہ ہوں تم سے جو یہ کوثر پہ سدھاریں
واں تیز ہیں میرے لیے تلواروں کی دھاریں غُل ہے کہ حسینؑ آئیں تو سر تن سے اُتاریں
قاتل ہیں وہ اکبرؑ کے تو سجّادؑ کے دشمن
ہیں مجھ سے زیادہ مری اولاد کے دشمن

نیزہ علی اکبرؑ کو مرے سامنے مارا ۳۹ پانی کو ترستا ہوا دنیا سے سدھارا
ہیں دشمنِ اولادِ علیؑ وہ ستم آرا اس کو بھی کریں قتل تو کیا زور ہمارا
غم ہو کہ عبث لا کے جگر بند کو کھویا
تم دل میں کہو باپ نے فرزند کو کھویا

برگشتہ ہے تقدیر، مخالف ہے زمانا ۴۰ دشوار ہے اب جا کے مرا خیمہ میں آنا
سچ کہتی ہو تم اِن کا مناسب نہیں جانا الفت ہے اگر ہم سے تو آنسو نہ بہانا
دُکھ دَرد رنڈاپے کا بھی سہہ لیجیو بانو
جو کہنا ہو، اللہ سے کہہ لیجیو بانو

لو گود میں فرزند کو اللہ نگہبان ۴۱ ہر حال میں زینبؑ کی اطاعت کا رہے دھیان
بانوؑ نے کہا، جوڑ کے ہاتھوں کو یہ اس آن لونڈی سے خفا کچھ ہوتے میں آپ کے قرباں
یوں آپ جسے چاہیے دے جائیے ان کو
کب میں نے کہا تھا کہ نہ لے جائیے ان کو

میں بھی ہوں کنیز آپ کی یا حضرتِ شبیرؑ ۴۲ ہر دکھ میں رضا جوئے خدا تابعِ تقدیر
بیتاب تھا دل، کی ہو جو بے جا کوئی تقریر ہیں آپ خطا پوش بحل کیجیے تقصیر
فرزند کا غم ماں کے کلیجے کو چھری ہے
صدقہ گئی یہ آتما کی آنچ بُری ہے

خنجر کے تلے جس کا جگر ہو وُہی جانے ۴۳ اِس درد کی جس دل کو خبر ہو وُہی جانے
دُکھ درد میں یوں جس کی بسر ہو وُہی جانے آغوش میں جس ماں کی پسر ہو وُہی جانے
شب کٹتی ہے کس طرح سے دن ڈھلتا ہے کیونکر
پوچھے کوئی ماں سے کہ پسر پلتا ہے کیونکر

پہلو میں ہو یا گود میں، یا چھاتی پہ سوئے ۴۴ دھڑکا ہے کہ بچّہ کہیں بے چین نہ ہوئے
پلتا ہے پسر ایک، جو ماں عمر کو کھوئے جس نے یہ اٹھائی ہو مصیبت وہ نہ روئے
ماں چُپ رہے اور گود سے جائے پسر ایسا
صاحب کوئی لے آئے کہاں سے جگر ایسا

میں آپ کے صدقہ مرے، ان باپ بھی قرباں ۴۵ یہ خادمہ خاص تو ہے تابعِ فرماں
خوشنود ہوں لے جائیے ان کو سوئے میداں کچھ میں نے کہا مر گئے جب اکبرِ ذیشاں
ہاں صبر خدا دے یہ دعا کیجیو صاحب
نام ان کا جو اب لوں تو گلا کیجیو صاحب

شہ بولے یہ کیا کہتی ہو اے بانوئے دلگیر ۴۶ واللہ بدل تم سے رضامند ہے شبیرؑ
دخل اس میں نہ میرا نہ تمہاری کوئی تقصیر صاحب انھیں دریا پہ لیے جاتی ہے تقدیر
واجب ہمیں ہر حال میں خوشنودیِ رب ہے
اکبرؑ گئے جس جا، وہیں ان کی بھی طلب ہے

لو گود میں لے کر، انھیں چھاتی سے لگاؤ ۴۷ بس صبر کرو اشک نہ آنکھوں سے بہاؤ
بھاری کوئی کرتا، علی اصغرؑ کو پہناؤ اکبرؑ کے جو بچپن کا عمامہ ہو تو لاؤ
دولھا سا بناؤ کہ یہ پروان چڑھے گا
تم شکر کرو آج کہ دودھ ان کا بڑھے گا

یہ سن کے کہا ماں نے کہ آ اے مرے پیارے ۴۸ سُرمہ بھی دیا بال بھی سب سر کے سنوارے
کپڑے تھے جو بھاری وہ پہنائے، یہ اتارے رو کر کہا لو جاؤ میں قربان تمھارے
جُھک جُھک کے جو فرزند کا منہ پاس سے دیکھا
ماں کو علی اصغرؑ نے عجب یاس سے دیکھا

مادر سے اشارا تھا کہ دنیا سے چلے ہم ۴۹ افسوس کہ اس باغ میں پھولے نہ پھلے ہم
گودی میں تمھاری، چھ مہینے تو پلے ہم اب تشنہ دہن، جلتے ہیں طوبیٰ کے تلے ہم
کیوں روتی ہو کچھ رونے سے حاصل نہیں اماں
یہ دارِ محن رہنے کے قابل نہیں اماں

اک شور تھا اللہ نگہباں علی اصغرؑ ۵۰ چلاتی تھیں پھوپھیاں مرے ناداں علی اصغرؑ
پیارے علی اصغرؑ، مرے ذی شاں علی اصغرؑ ماں کہتی تھی جاتے ہو میں قرباں علی اصغرؑ
چُھٹتا تھا جو بھائی تو موئی جاتی تھیں بہنیں
منہ چھاتی پہ رکھے ہوئے چلاتی تھیں بہنیں

بچّے کو لیے گھر سے جو نکلے شہِ والا ۵۱ تھی دھوپ میں تیزی کہ ہرن ہوتا تھا کالا
نکلا تھا کبھی گھر سے نہ وہ ہنسلیوں والا دامانِ عبا چہرۂ فرزند پہ ڈالا
روتا تھا تو چھاتی سے لگا لیتے تھے شبیرؑ
ہر گام پہ دامن سے ہوا دیتے تھے شبیرؑ

یوں کہنے لگے دیکھ کے آپس میں ستمگر ۵۲ یہ کیا ہے جو ہاتھوں پہ لیے ہیں شہِ صفدر
بولا کوئی ہے زیرِ عبا مصحفِ داور تا صلح کریں ہم سے اسے بیچ میں دیکر
معلوم ہوا جنگ سے گھبرائے ہیں شبیرؑ
قرآں کو شفاعت کے لیے لائے ہیں شبیرؑ

بولا کوئی بیدرد نہیں یہ نہیں اصلا ۵۳ ہے صابر و شاکر پسرِ حضرتِ زہراؑ
سادات پہ اس دشت میں ہے تیسرا فاقا بے جاں ہوا ہوگا، کسی سیدانی کا بچّا
اشک آنکھوں میں ہیں، چاک گریباں کیے ہیں
میّت کسی معصوم کی شبیرؑ لیے ہیں

سُن کر یہ کلام اُن کا پکارے شہِ عادل ۵۴ تم تو نہ محمدؐ کے نہ قرآں کے ہو قائل
میت ہے نہ قرآں ہے یہ، اے فرقۂ جاہل یہ مصحفِ ناطق کے گلے کی ہے حمائل
دیکھو مری مظلومی و اندوہ و قلق کو
لے آیا ہوں زہراؑ کے صحیفے کے ورق کو

یہ چھوٹا سا سیّد بھی ہے مہمان تمھارا ۵۵ کیا تم کو ملے گا جو اسے پیاس نے مارا
یہ فرش کی زینت ہے تو ہے عرش کا تارا میرا بھی جگربند ہے ماں کا بھی ہے پیارا
کچھ پانی کے بدلے تمھیں لینا ہو تو کہہ دو
دریا سے جو قطرہ کوئی دینا ہو تو کہہ دو

طالب ہو اگر زر کے تو زر لیجیو مجھ سے ۵۶ قطرے کے عوض لعل و گہر لیجیو مجھ سے
پانی دو اِسے، خلد میں گھر لیجیو مجھ سے خالی ہو اگر نہر تو بھر لیجیو مجھ سے
معصوم ہے بے آب کبھی جی نہ سکے گا
اِک جام تو، یہ تشنہ دہن پی نہ سکے گا

مارا جنھیں برچھی سے، انھیں کا ہے یہ بھائی ۵۷ اٹھارہ برس کے تھے وہ، جن کی اجل آئی
یہ لعل ہے میرا، چھ مہینے کی کمائی مر جائے گی ماں گر ہوئی اس سے بھی جدائی
بہنوں کی یہ ہے جان، تو پھوپھیوں کا جگر ہے
مر جانے میں اس کے کئی جانوں کا ضرر ہے

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پانی مجھے لا دو ۵۸ تم آپؑ اسے آن کے چُلّو سے پلا دو
مرتا ہے یہ مرتے ہوئے بچّے کو جلا دو للہ کلیجے کی مرے، آگ بجھا دو
جب منھ مرا تکتا ہے یہ حسرت کی نظر سے
اے ظالمو! اُٹھتا ہے دُھواں میرے جگر سے

بجھتی نہیں جب آگ کلیجے میں لگی ہو ۵۹ جانے وہی اولاد خدا نے جسے دی ہو
سوچے وہ، قضا جس کے جگربند نے کی ہو انصاف کرے، دل پہ چھری جس کے چلی ہو
غمگیں ہو تو سوزِ نفسِ سرد کو سمجھے
جس دل میں نہ ہو درد، وہ کیا درد کو سمجھے

ولاد کی فرقت کوئی پوچھے مرے جی سے ٦٠ بیٹے کی محبّت، کوئی پوچھے مرے جی سے
یہ دکھ یہ مصیبت، کوئی پوچھے مرے جی سے اس درد کی لذّت کوئی پوچھے مرے جی سے
اک یادِ الٰہی تو فراموش نہیں ہے
یہ جوش ہے غم کا کہ مجھے ہوش نہیں ہے

میں خوب سمجھتا ہوں کہ ہو ظلم کے بانی ٦٠ یہ کیا ہے کہ پھر تم سے طلب کرتا ہوں پانی
جاں اپنی میں دیتا ہوں، جو بچ جائے یہ جانی مرجاؤں میں، پر اس کی بجھے تشنہ دہانی
جب سوئے عدم خلق سے منھ موڑ کے جاؤں
حسرت ہے کہ دنیا میں اسے چھوڑ کے جاؤں

یہ کہہ کے اٹھایا رخِ بے شیر سے دامن ٦٢ چہرے کی تجلّی سے جہاں ہو گیا روشن
دیکھی جو ہیں، وہ چاند سی ڈھلکی ہوئی گردن کیا ذکر بھلا دوست کا رونے لگے دشمن
ہر چند کہ سب ظالم و جلّاد تھے اُن میں
تھرّا گئے جو صاحبِ اولاد تھے اُن میں

کی آہ کسی نے کوئی منھ پھیر کے رویا ٦٢ دامن کسی جلّاد نے اشکوں سے بھگویا
ہر شخص کے اِک تیر لگا قلب پہ گویا بولا کوئی ایماں بھی گیا دین بھی کھویا
یوں پھول کوئی دھوپ میں مرجھا نہیں جاتا
بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

بولا کوئی کیا پانی کے دینے میں ضرر ہے ٦٤ معصوم ہے مظلوم ہے اور تشنہ جگر ہے
بولا کوئی بچہ ہے تو ہو، دھیان کدھر ہے؟ دشمن اسے سمجھو، کہ یہ دشمن کا پسر ہے
پچھتائے گا کل، آج جو پانی اسے دے گا
یہ طفل جواں ہو کے عوض باپ کا لے گا

تب شمر پکارا کہ ہمیں رحم نہیں ہے ٦٥ یہ غنچہ دہن کیا علی اکبر سے حسیں ہے
حضرت نے کہا یہ تو مرے دل کو یقیں ہے اس فوج میں اک ایک شقی دشمنِ دیں ہے
بے صبر نہیں گو کہ گرفتارِ قلق ہوں
حجت نہ رہے کوئی کہ میں حجتِ حق ہوں

٦٦
یہ سُن کے بڑھا صف سے بن کاہل بے پیر　　پیاسے علی اصغرؑ کی ہوئی قتل کی تدبیر
جوڑا ستم ایجاد نے چلّے میں اُدھر تیر　　چھاتی تلے بچے کو چھپانے لگے شبیرؑ
چلّاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتا ہے ظالم
بچے کو جو تاکا تو خطا کرتا ہے ظالم

٦٧
کب سُنتا تھا فریاد، کسی کی ستم آرا　　اک تیر ستم تاک نے معصوم کو مارا
ڈھلکی ہوئی گردن پہ لگا تیر قضا را　　بس چونک پڑا سہم کے وہ باپ کا پیارا
اشک آنکھوں سے شبنم کی طرح رُخ پہ ڈھل آئے
ننھے سے انگوٹھے بھی، دہن سے نکل آئے

٦٨
گھبرا کے سری کو جو لگے کھینچنے سرور　　سب خون سے کُرتا بھی شلوکا بھی ہوا تر
تھرّانے لگے ننھے سے وہ بازوئے انور　　ڈھیلے ہوئے ہاتھوں سے کڑے پھر گئے تیور
بیتابی میں شہ بیٹھ گئے خاک پہ ہٹ کر
وہ غنچہ دہن مر گیا بابا سے لپٹ کر

٦٩
ہاتھوں پہ جو مُردہ اُسے شبیرؑ نے پایا　　آہِ دلِ مظلوم نے گردوں کو ہلایا
تھرّاتے ہوئے ہاتھوں پہ میّت کو اٹھایا　　کی عرض کہ اب تک تو میں صابر ہوں خُدایا
محتاج نہ پانی کا، نہ خواہاں ہوں مدد کا
طالب ہوں فقط مغفرتِ امّتِ جد کا

٧٠
شیعوں کے گُناہوں سے مجھے ہے خطر و بیم　　ناموں پہ انھیں کے ہو ثواب اس کا بھی تقسیم
آئی یہ ندا، اِن پہ کسی کو نہیں تقدیم　　بخشا انھیں اے راہ رو جادۂ تسلیم
گھبرا نہ انھیں اجر، گراں مایہ ملے گا
فردوس میں سب کو ترا ہم سایہ ملے گا

٧١
تو بندۂ صالح ہے تو ہم، صادق الاقرار　　تو شافع امّت ہے تو ہم راحم و غفّار
ناجی ہیں ترے دوست ہوں کیسے ہی گنہگار　　مالک ہے جہنّم کا تو، فردوس کا مختار
شبیرؑ نہ غم کھا تجھے ہم شاد کریں گے
شیعوں سے ترے خُلد کو آباد کریں گے

سُن کر یہ صدا شاد ہوئے سبطِ پیمبرؐ ۷۲ اصغر کو لیے آئے سوئے لاشۂ اکبرؑ
چھوٹے کو بڑے بھائی کے پہلو میں لٹا کر چلّائے کہ ہاتھ اپنا دھرو اے مہِ انور

بعد آپ کے ہم دشت میں پھر آج لُٹے ہیں
ہشیار ا کہ یہ پہلے پہل ماں سے چھٹے ہیں

جنگل ہے درندوں سے، برادر کو بچانا ۷۲ گر روئیں تو بیٹا انھیں چھاتی سے لگانا
کوثر پہ جو پہونچو گے تو پیاس ان کی بجھانا بھیجو انھیں دادی کی جو تسلیم کو جانا

مثلِ گلِ تر پیاس سے مرجھائے ہوئے ہیں
گردن نہ دُکھے تیرِ ستم کھائے ہوئے ہیں

فرزند کے لاشے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ ۷۴ چلنے لگے پھر تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ یداللہ

حربے کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اٹھّے
اک شیر سے شمشیرِ علی ٹیک کے اٹھّے

لاشوں کو پکارے کہ خُدا حافظ و ناصر ۷۵ اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہیں، اِک جان کی خاطر

بلوہ یہ نہ دیکھا، یہ صف آرائی نہ دیکھی
افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

فرما کے یہ مرنے پہ کسا اور کمر کو ۷۶ جولاں کیا اُس دم فرسِ برق سِپَر کو
جلوہ دیا کرّار کی شمشیرِ دو سر کو ہتوانس لیا حضرتِ حمزہ کی سِپَر کو

جوھر تو اِدھر، برقِ شرر بار میں چمکے
اک چار ستارے شبِ تار میں چمکے

چھیڑا جو فرس کو اسدُ اللہ کے پسر نے ۷۷ مجرا کیا اقبال نے، تسلیم ظفر نے
پہونچا دیا سر عرش پہ شمشیرِ دو سر نے دکھلایا عروجِ شبِ معراج سپر نے

تھا ہوش نہ پریوں کو نہ انساں کو نہ جن کو
غُل تھا کہ جہاں میں شبِ قدر آئی ہے دن کو

اللہ ری چمک صاعقۂ تیغِ دو سر کی
جبریل کو گردوں پہ ہوئی فکر سپر کی ۷۸
گھبرا کے ادھر ثورؔ نے ماہی کو خبر کی
بڑھنے لگے مولا تو زمیں کانپ کے سرکی
گردوں پہ تھے مہر کو یہ تاب نہیں تھی
ذرّے تھے کہیں، دھوپ کہیں، چھاؤں کہیں تھی

خورشید جو ڈر ڈر کے چھپا اور نکل آیا
گر دھوپ تھی سائے پہ کبھی دھوپ پہ سایا ۷۹
منھ برق نے بھی خرمنِ گردوں میں چھپایا
شمشیر کے شعلے کی کوئی تاب نہ لایا
غُل چار طرف تھا کہ گھرے قہرِ خدا میں
آگ آب میں پنہاں ہوئی اور خاک ہوا میں

جب اوج دکھاتی تھی وہ تیغِ دو دم اپنا
دانتوں میں پکڑتا تھا عطاردؔ قلم اپنا ۸۰
افعی بھی اُگل دیتے تھے ڈر ڈر کے سم اپنا
اژدر بھی پہاڑوں میں چراتے تھے دم اپنا
یوں بھاگتے تھے شیر کہ دم بھول گئے تھے
وہشت تھی کہ وحشت کہ ہرن بھول گئے تھے

نعروں(ک) سے دہلتی تھی زمیں کانپتا تھا رن
وہ تند نظر قہر کی، وہ غیظ کی چتون ۸۱
وہ تیزیِ شمشیر، وہ چالاکیِ توسن
وہ عطر فشاں زلفِ سیہ، وہ رخِ روشن
عنبر میں یہ بُو بدر میں یہ نُور کہاں ہے؟
سارا شبِ معراجِ محمدؐ کا سماں ہے؟

شمشیر چمکنے میں یہ کرتی تھی اشارا
اک ضرب میں عنترؔ کو کیا میں نے دوپارا ۸۲
وہ بحرِ فنا ہوں کہ نہیں جس کا کنارا
اے قوم مرے گھاٹ سے مشکل ہے اتارا
منھ پر کبھی افواجِ ستم چڑھ نہیں سکتی
دھارے سے مرے کشتیِ تن بڑھ نہیں سکتی

دنیا میں کوئی صاحبِ جوہر نہیں مجھ سا
سرتیز کوئی دشنہ و خنجر نہیں مجھ سا ۸۳
افعی نہیں مجھ سا کوئی، اژدر نہیں مجھ سا
فولاد کے دریا کا، شناور نہیں مجھ سا
بُت توڑ دیے ہیں جو سوے دَیر گئی ہوں
خندق کو تو دو ہاتھ میں میں پیر گئی ہوں

خیبر کی لڑائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟ ۸۴ اُس قلعہ کُشائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟
اعدا کی دُہائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟ اس منہ کی صفائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟
بے فتح تشفی کبھی میری نہیں ہوتی
سیروں جو لہو پی لوں، تو سیری نہیں ہوتی

اُس شیر کی شمشیر ہوں، جو شیرِ خدا ہے ۸۵ تلواروں سے عالم کی، مرا کاٹ جدا ہے
قبضے میں اب اُس کے ہوں جو سلطانِ ہدا ہے تمغے کی جگہ نقشِ فنا مجھ پہ کھدا ہے
برسوں میں مرے زخم کو مرہم نہیں بھرتا
پیڑوں جو لہو میں تو کبھی دم نہیں بھرتا

گردوں سے جسے حق نے اُتارا ہے وہ مَیں ہوں ۸۶ جراروں کو جس تیغ نے مارا ہے وہ مَیں ہوں
جس سے جگرِ کفر دو پارا ہے وہ مَیں ہوں دریا جو زمانے میں، دو دھارا ہے وہ مَیں ہوں
کفار کی لاشوں سے بیاباں کو بھرا ہے
اِسلام کا گلشن، مرے پانی سے ہرا ہے

پہچانتے تھے خوب پیمبر مرے جوہر ۸۷ مخفی نہیں جبریلِ امیں پر مرے جوہر
کھولے ہیں یداللہ نے اکثر مرے جوہر کرّار نے دیکھے ہیں مکرّر مرے جوہر
ہوں دشمنِ جاں، جن بھی یہ سب جان گئے ہیں
جبریلؑ بھی لوہے کو مرے مان گئے ہیں

اے قوم نکالے ہیں یہ بُت مَیں نے حرم سے ۸۸ اقبال سے حیدر کے، محمدؐ کے حشم سے
ایماں کے گلستاں میں ہے رونق مرے دم سے سب سیکھے ہیں سجدے میں، یہ جھکنا مرے خم سے
تھا فکر کا رشتہ، جسے تسبیح کیا ہے
زنار کو ڈورے نے مرے کاٹ دیا ہے

دیکھو مجھے میں نفیِ عدو کے لیے لا ہوں ۸۹ کھاتی ہے جو دشمن کا کلیجہ وہ بلا ہوں
قصرِ تنِ اعدا کے لیے سیلِ فنا ہوں کافر کے لیے درد ہوں مومن کی دوا ہوں
ناگن میں نہ ہو گی کبھی جو لہر ہے مجھ میں
چڑھ کر جو اُترتا نہیں وہ زہر ہے مجھ میں

۹۰

ناگاہ بڑھے شاہ چلی تیغ چمک کے — شعلے نے لیا لشکرِ ناری کو لپک کے
جنگل کی طرف دوڑ گئی آگ بھڑک کے — تھرّانے لگے شیر پہاڑوں میں دبک کے
ہر سو کرۂ نار کا عالم نظر آیا
میدانِ بلاخیز جہنم نظر آیا

۹۱

تیغ آئی چمک کر کہ قضا آئی سروں پر — یا کھولے ہوئے منھ کو بلا آئی سروں پر
لہراتی ہوئی سیلِ فنا آئی سروں پر — سر اڑتے ہیں جس سے وہ ہوا[4] آئی سروں پر
دم بھر میں نہ صف تھی نہ سواروں کا پرا تھا
اعدا کا لہو تیغ کی باچھوں میں بھرا تھا

۹۲

جس صف پہ چمک کر وہ گئی، ڈر گئے اعدا — بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا — بچھ بچھ گئے، پس پس گئے، مر مر گئے اعدا
مقتل میں سواروں پہ فرس ٹوٹ[5] رہے تھے
دو ایک پہ، اور پانچ پہ دس، ٹوٹ رہے تھے

۹۳

اِک برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر — بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی جھلم پر — جس طرح چلے تیز چھری، زمِ قلم پر
ہر شے کے اڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر
چار آئینۂ قرطاس[20] سے مقراض تھی شمشیر

۹۴

سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے — جوشن تنِ کفّار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں، تیغِ شہِ قلعہ شکن سے — آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغِ دو زباں کو
روکا ہے کبھی باغ کے پتّوں نے خزاں کو

۹۵

گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں — ترکش میں کبھی، گاہ کماں میں، کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موجِ زرہ میں — اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا گروہ[21] میں
جب کوندکے اٹھی، اسے افلاک پہ دیکھا
دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے ۹۶ ہل چل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر، تن و سر چھوڑ کے بھاگے جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اس کی پڑھو فرض یہی ہے
اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

ریتی پہ تڑپتے ہوئے تن اُس نے دکھائے ۹۷ پھولے ہوئے زخموں کے چمن اس نے دکھائے
سو رنگ، تہِ چرخِ کہن، اُس نے دکھائے چلنے میں قیامت کے چلن، اس نے دکھائے
خود آیۂ نصرت اٹھی ظفر کام تھا اس کا
مفتاحِ طلسمات جہاں نام تھا اس کا

کس غول میں، وہ صاعقۂ کردار نہ چمکی ۹۸ کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اُس تیغ کے آگے، کوئی تلوار نہ چمکی تلوار تو کیا برقِ شرر بار نہ چمکی
آنچ اس کی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی
کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

تن سرد ہوئے، گرم ہوا موت کا بازار ۹۹ جاں تن پہ گراں جنگ میں تھے دوش پہ سر بار
جب صورتِ مقراض اٹھی تیغ شرر بار ابریشمِ خورشید مقرض ہوا ہر بار
کترا آتا ہے مہر، آج تلک چرخِ بریں پر
ذرے یہ وہی ہیں، جو چمکتے ہیں زمیں پر

اس تیغ سے تھی چار طرف مشتعل آتش ۱۰۰ اعدا کا تن آتش، جگر آتش تھا دل آتش
تھی گرمیِ بازارِ اجل سے خجل آتش آتش پہ برستی تھی پڑی متصل آتش
ارزاں جنہیں شمشیرِ اجل دم نے خریدا
خود آگ کے مول اس کو جہنم نے خریدا

ہر صف کو چمک کر تہ و بالا کیا اس نے ۱۰۱ لشکر کے اندھیرے کو اجالا کیا اس نے
کاسے کو ہر اک سر کے پیالا کیا اس نے خود آ گیا جب منہ پہ نوالا کیا اس نے
چار آئینہ کاٹا، ہوئی حیرت کہہ دمہ کو
کڑیاں نہ ملیں کھا گئی اس طرح زرہ کو

لشکر کو ادھر سطوتِ شاہی نے دبایا ۱۰۲ گر گر کے سپاہی کو سپاہی نے دبایا
تلواروں کو شمشیرِ الٰہی نے دبایا اُٹھنے لگیں ڈھالیں تو سیاہی نے دبایا
نیزوں کے بھی سر خاک پہ دہشت سے جھکے تھے
کیا چلتیں کہ تلواروں کے دم آپ رُکے تھے

اس تیغ کے منہ پر کوئی جاں باز نہ ٹھہرا ۱۰۳ پلّے پہ بھی جاکر، قد انداز نہ ٹھہرا
دہشت سے کوئی شعبدہ پرواز نہ ٹھہرا اک جا قدم شمر فسوں ساز نہ ٹھہرا
کنجشک کی کیا قدر ہے شہباز کے آگے
جادو کہیں چل سکتا ہے اعجاز کے آگے

پھل اڑ گئے، پتا ہوئے سب برچھیوں والے ۱۰۴ شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گلِ زخم پڑے جان کے لالے تھے ہر شجرِ قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا
یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

جس صف پہ گئی، زلزلہ برپا کیا اُس نے ۱۰۵ ہر قصرِ بدن کو تہ و بالا کیا اُس نے
گرما کے جو منہ جانبِ دریا کیا اس نے پانی کے نگہبانوں کو ٹھنڈا کیا اُس نے
گردن پہ دم تیغ اجل دَم نظر آیا
سوتے سے جو چونکے تو جہنم نظر آیا

تھا شور کہ اس تیغ کا پانی نہیں کم ہے ۱۰۶ دم بھر نہیں تھمتی ہے، عجب طرح کا دم ہے
تاب اس کی نہیں جادۂ صحرائے عدم ہے جو سر ہے، وہ اس تیغ کی محراب میں خم ہے
جنّات کو ڈر ہے اسی تیغ دو زباں کا
جوہر نہ کہو دام ہے یہ طائرِ جاں کا

سو سو شجرِ باغِ ستم کاٹ کے اُٹھی ۱۰۷ ہر نیزے کو مانندِ قلم کاٹ کے اُٹھی
مغفر پہ جو چمکی تو جھلم کاٹ کے اُٹھی بیرق کو نہ پایا تو علم کاٹ کے اُٹھی
غل تھا یہ بلا وہ ہے کہ ٹالی نہیں جاتی
گر پڑتی ہے جب برق تو خالی نہیں جاتی

۱۰۸
جب آگئی وہ تیغ کمانوں کے برابر — مقتولوں کے تودے ہوئے شانوں کے برابر
تھے توڑ میں جو تیر سنانوں کے برابر — وہ خاک پہ غلطاں تھے نشانوں کے برابر
جا سکتے تھے گوشوں میں کہیں امن و اماں کے
موجود تھی مرکز کی طرح سر پہ کماں کے

۱۰۹
تھی صورتِ شین اس لیے وہ صاحبِ توقیر — اسبابِ شجاعت کی سرآمد تھی وہ شمشیر
حلقہ تھا نہ پیکاں تھا نہ گوشہ تھا نہ رہ گیر — کٹ جاتے تھے مثلِ خطِ باطل الف تیر
ثابت کسی سرکش کے نہ ترکش کی سری تھی
بے چلّہ کماں جو تھی، وہ نونِ نظری تھی

۱۱۰
اللہ ری ہل چل کہ جدا ہو گئے یک بار — گردن سے تو سر، جسم سے دم، ہاتھ سے تلوار
نیزے سے انی، برچھی سے پھل، تیر سے سوفار — ہاتھوں سے کمانیں تو کمانوں سے کماں دار
سینے کی نہ دل کو نہ خبر دل کی جگر کو
تلوار تلے چھوڑ گیا باپ، پسر کو

۱۱۱
کونین میں تھا شورِ ثنائے شہِ اکرم — کرتا تھا مباہات، خداوندِ دو عالم
آتی تھی یہ ہاتف کی صدا چرخ سے پیہم — احسنت ہے، اے اشرفِ ذرّیتِ آدم
کیوں کر نہ ہو تو کس کا گل اندام ہے شبیرؑ
اس پیاس میں یہ جنگ ترا کام ہے شبیرؑ

۱۱۲
بولے شہِ والا کہ یہ سب لطفِ خدا ہے — میں کیا ہوں بھلا اور شجاعت مری کیا ہے
نے زیست کی خواہش نہ تمنائے وغا ہے — اب خنجرِ بے آب کا مشتاق گلا ہے
کچھ منہ سے نہ شکوۂ غمِ جانکاہ میں نکلے
حسرت ہے کہ دم سجدۂ اللہ میں نکلے

۱۱۳
یہ کہہ کے لعینوں کو پکارے شہِ ابرار — لو آؤ کہ اب میان میں ہم رکھتے ہیں تلوار
یہ عصر کا ہنگام ہے، اے لشکرِ کفار — قاتل سے کہو تیز کرے خنجرِ خونخوار
تلواروں میں سجدے کے لیے کود پڑیں گے
اکبرؑ کی جوانی کی قسم، اب نہ لڑیں گے

زینبؑ نے سُنی ڈیوڑھی سے جب شہ کی یہ تقریر ۱۱۴ چلّائی کہ لو رانڈ ہوئی بانوئے دلگیر
لاؤ صفِ ماتم کہ نہیں بچنے کے شبیرؑ ہے ہے پسرِ فاطمہؑ نے روک لی شمشیر
عابدؑ کو جگا دو سفر اب کرتے ہیں بھائی
خود شمرِ ستم گر کو طلب کرتے ہیں بھائی

اب گھر سے نکلتی ہوں مَیں، اے بیبیو آؤ ۱۱۵ لو فوج نے گھیرا مرے بھائی کو بچاؤ
سوتے ہیں کہاں، باپ کے عاشق کو جگاؤ سر کھول کے سب آئیں یتیموں کو بلاؤ
نرغہ مرے ماں جائے پہ ہے اہلِ جفا کا
یہ وقت ہے، بن باپ کے بچوں کی دعا کا

گھبرا کے اِدھر کھول دیئے بیبیوں نے سر ۱۱۶ حضرت پہ اُدھر ٹوٹ پڑے لاکھ ستمگر
پُرزے جو ہُوا، سر سے کمر تک، تنِ اطہر گھوڑے سے گرا خاک پہ فرزندِ پیمبرؐ
پانی کے بھی سائل نہ ہوئے برچھیاں کھا کے
قبلے کی طرف جُھک گئے سجدے میں خدا کے

راوی نے یہ لکھا ہے کہ تھا چار گھڑی دن ۱۱۷ جس وقت جُھکا سجدے میں وہ خلق کا محسن
تھے عرش کو تھامے ہُوئے سب عرش کے ساکن مقتل میں کھڑے پیٹ رہے تھے ملک و جن
پہلو سے نہ بیٹے کے جدا ہوتی تھی زہراؑ
سب خاک پہ گر پڑتے تھے جب روتی تھی زہراؑ

جس صوت حسنؑ سے شہِ دیں کہتے تھے تکبیر ۱۱۸ ماں کہتی تھی صدقے تری آواز کے شبیرؑ
اے عابد و زاہد، ہے تری کون سی تقصیر ہے ہے ترے سینے میں گڑے جاتے ہیں سب تیر
بھولے مجھے، یہ محوِ عبادت ہُوئے بیٹا
بتلاؤ تو زینبؑ سے بھی رخصت ہُوئے بیٹا

واں شمر سے بولا پسرِ سعدِ جفا کار ۱۱۹ سجدے میں بڑی دیر سے غش ہیں شہِ ابرار
سیّد کا نہ یاور ہے کوئی اور نہ مددگار کیا دیر ہے جا کھینچ کے اب خنجرِ خونخوار
بہتر ہے اگر جلد گلا تیغ سے کٹ جائے
زینبؑ کہیں، آ کر نہ برادر سے لپٹ جائے

تھرّاتا ہے دل شمرِ کا آنا کہوں کیوں کر ۱۲۰ اور فاطمہؑ کا خاک اڑانا کہوں کیوں کر
اس سینے کا زانو سے دبانا کہوں کیوں کر سیّد کا زباں خشک دکھانا کہوں کیوں کر
بے کس ہوئے سب شیعۂ امامِ دوجہاں کے
کاٹا گیا بیٹے کا گلا سامنے ماں کے

لے کر سرِ اقدس کو چلا شمرِ سیہ رُو ۱۲۱ وہ ہاتھ ستم گار کا اور ہائے وہ گیسو
یاں ٹوٹ پڑے لاشۂ بے کس پہ جفاجُو لُٹنے لگی پوشاکِ تنِ سیّدِ خوش خُو
ہتھیاروں کے لینے کو لڑے مرتے تھے ظالم
مظلوم کے لاشہ پہ گرے پڑتے تھے ظالم

بھاگا کوئی عمامۂ پُر خوں کو اُٹھا کے ۱۲۲ دستانے کوئی لے گیا شاہِ شہدا کے
کھینچا کسی بے رحم نے، دامن کو عبا کے ہاتھوں سے کوئی کھولتا تھا بند قبا کے
مر کر بھی بڑے ظلم و ستم سہ گئے شبیرؑ
اس دھوپ میں عریاں، پڑے رہ گئے شبیرؑ

ملبوسِ بدن لے گئے، سب لُوٹنے والے ۱۲۳ سینے سے مگر تیر کسی نے نہ نکالے
پہلوئے مبارک میں گڑے رہ گئے بھالے کیوں چرخ یہ حال اس کا، جسے فاطمہؑ پالے
شبیرؑ کا سر نیزۂ خونی کی انی پر
تُف دہر پہ اور خاک ہے دنیائے دَنی پر

اب تاب انیسؔ آگے سماعت کی نہیں بس ۱۲۴ مقبولِ امامِ دوجہاں ہے یہ مسدّس
یارب! مجھے دکھلا دے مزارِ شہِ بیکس مر کر مرا مدفن ہو وہی ارضِ مقدّس
پاکیزہ و طاہر، لحدِ پاک سے اُٹھوں
پہنے کفن اُٹھوں تو اسی خاک سے اُٹھوں

۹

شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے ۱ مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت حسینؑ ہے
اَبرِ عطا و آیۂ رحمت حسینؑ ہے نقشِ نگینِ مُہرِ نبوّت حسینؑ ہے
ہر جا ظہورِ حق ہے اُنھیں کے ظہور سے
سب خاک سے بنے ہیں یہ خالق کے نُور سے

عنوانِ صحیفۂ اخضر حسینؑ ہے ۲ فیاضِ آبِ چشمۂ کوثر حسینؑ ہے
جسمِ نبیؐ کی روحِ مطہر حسینؑ ہے کشتیِ عرش و فرش کا لنگر حسینؑ ہے
قُربان رتبہ شہِ عرش احتشام کے
بیٹے امامِ دیں کے پدر نو امام کے

مُشکل کُشائے حاضر و غائب حسینؑ ہے ۳ خورشید و ماہ مکہ و یثرب حسینؑ ہے
فرماں روائے مشرق و مغرب حسینؑ ہے دوشِ رسولِ پاک کا راکب حسینؑ ہے
چھوٹے سے سن میں عرش سے رُتبہ سوا ملا
لیکن نگیں بھی مہرِ نبوّت کو کیا ملا

آدم سے مرتبے میں مقدم حسینؑ ہے ۴ اسرارِ کردگار کا، محرم حسینؑ ہے
حقا کہ تاجِ عرشِ معظم حسینؑ ہے شیرازۂ کتابِ دو عالم حسینؑ ہے
مالک ہے کارخانۂ ربِّ جلیل کا
مختار ہے بہشت کا اور سلسبیل کا

خورشیدِ آسمانِ تجمل حسینؑ ہے ۵ طاؤسِ بوستانِ توکل حسینؑ ہے
عالم تمام جزو ہے اور کُل حسینؑ ہے سب خلق عندلیب ہے اور گُل حسینؑ ہے
جانیں فدا ہیں نام پہ اور دل نثار ہیں
یوسفؑ ہے ایک، چاہنے والے ہزار ہیں

رکنِ رکینِ کعبہ ایماں، حُسینؑ ہے ۶ کرسی اگر ہے رحل، تو قرآں حُسینؑ ہے
پیدا ہے تو حُسینؑ ہے، پنہاں حُسینؑ ہے عالم تمام جسم ہے، اور جاں حُسینؑ ہے

حق اُس سے ہے قریب، وہ حق سے جُدا نہیں
جو کچھ کہو وہ سچ ہے، مگر اک خدا نہیں

ادنیٰ کو دم میں چاہے تو اعلیٰ کرے حُسینؑ ۷ قطرے کو بحرِ لطف سے دریا کرے حُسینؑ
بالا کو پست، پست کو بالا کرے حُسینؑ اِک آن میں ثریٰ کو ثریا کرے حُسینؑ

عزّت جو دے زمیں کو تو گردوں شکوہ ہو
طاقت جو بخش دے تو پرِ کاہ، کوہ ہو

ذرے کو آفتاب سے روشن کرے حُسینؑ ۸ قدرت سے ناتواں کو، تہمتن کرے حُسینؑ
دوزخ کو دم میں، غیرتِ گلشن کرے حُسینؑ آہن کو موم، موم کو آہن کرے حُسینؑ

چشمِ غضب سے دیکھیں جسے، جل کے خاک ہو
جس پر کرم کریں، وہ گناہوں سے پاک ہو

کردیں سپید رُو تو سیاہی ہو شب سے دُور ۹ شرمائے آفتاب جو ظلمت کو دیں وہ نُور
حافظ ہو گر تو سنگ ہو شیشے سے چُور چُور چاہیں تو خس کو آگ کے دریا سے ہو عبُور

حافظ اگر ہو لطف و کرم اس کریم کا
فانوس بہرِ شمع ہو، دامن نسیم کا

ہوئے جو حکمِ نافذِ شاہنشہِ حجاز ۱۰ آہو کے آگے شیر جھکائے سرِ نیاز
اک جا ہو آشیانۂ عصفور و شاہ باز بہرِ شکار، باز کرے، چشم کو نہ باز

گر وہ قویٔ ضعیف سے، کارِ جدال لے
روباہ جا کے شیر کی آنکھیں نکال لے

ہاں اے زباں خموش ادب کا ہے یہ مقام ۱۱ کوثر سے منہ کو دھوئے تُو لے شاہِ دیں کا نام
اے کلک سر جُھکا دے قدم پر، پئے سلام اے طبعِ پاک، شستہ و رُفتہ ہو سب کلام

پہلے زباں سے وصفِ شہِ نیک خُو کریں
اشکوں سے پہلے، مردمِ دیدہ وضو کریں

یہ وہ حسینؑ ہے کہ جو ہے نورِ مشرقین ۱۲ جس کے پدر نے فتح کیا خیبر و حنین
خیرُ النسا کی جان، محمدؐ کے دِل کا چین شیعوں کو اُس کی پیاس پہ رونا ہے فرضِ عین
اُس کی نہ کوئی آس نہ کوئی مُراد تھی
خنجر گلے پہ تھا تو تمھاری ہی یاد تھی

مولا کی ذات خلق میں ہے سایۂ الٰہ ۱۳ اُمّت کا کارساز دُو عالم کا خیر خواہ
روزِ جزا معالجِ بیماریِ گناہ مُجرم کو، اس کے سایۂ دامن میں ہے پناہ
گر حشر میں وہ حامیِ اُمّت، سپر نہ ہو
تیغِ عذابِ حق سے کسی کو، مفر نہ ہو

دارائے[۱۳] شرعِ مصطفوی و مقتدائے حق ۱۴ خضرِ صراطِ دینِ مُبیں پیشوائے خلق
فیض و عطا و شفقت و رحمت، برائے خلق دستِ خدا کی طرح ہے مُشکل کُشائے خلق
بھیجیں درود کیوں نہ مَلک روحِ پاک پر
سجدے کا حکم دیوے خدا، جس کی خاک پر

بابِ[۱۵] السّلام علمِ نبیؐ آسمانِ شرع ۱۵ نورِ سراجِ دینِ شرف، خاندانِ شرع
دریائے لطف و معدنِ بخشش، جہانِ شرع منہاجِ علم، قطبِ زمان قہرمان شرع
اُس کے کرم سے گلشنِ دیں تازہ ہو گیا
شیعوں پہ وا، بہشت کا دروازہ ہو گیا

عاجز نہ اُس کے وصف میں، ہو کس طرح خِرد ۱۶ افضل کرے جہاں سے جسے مفضلِ[۱۶] اُحد
اُس کی کتابِ وصف کے اِک جزو کی ہے یہ حد آغاز جس کا ہے ازل، انجام ہے ابد
اس میں بھی سب صفات شمار، بحر و بر نہیں
فقرے ہیں مبتدا کے، خبر کی خبر نہیں

حدِّ بشر نہیں ہے تری مدح یا امام ۱۷ بندے سے کس طرح ہو زبانِ خدا کا کام
قدسی درود بھیجتے ہیں تجھ پہ صبح و شام میں خاک اور عرش سے اعلیٰ ترا مقام
ذرّے سے وصفِ نیّرِ تاباں ہو کس طرح؟
اِک مور سے ثنائے سلیماں ہو کس طرح؟

راحت نہیں مرے دلِ مضطر کو یک نفس ۱۸ نالاں ہوں تیری راہ میں، مَیں صورتِ جرس
دن رات قافلے چلے جاتے ہیں، پیش و پس اور شوق میں غلام تڑپتا ہے ہر برس
اس سال ہے دعا کہ نہ دُوری نصیب ہو
مُولا طلب کرو تو حضوری نصیب ہو

عرشِ خُدا ہے، تیرے شرف سے، بزرگوار ۱۹ کُرسی ترے قدم کی بدولت ہے پائدار
پہونچے فلک پہ گر تری نعلین کا غبار سمجھے وہ خلعتِ شرف و تاجِ افتخار
ہے راہ پر وہی کہ جسے تجھ سے راہ ہے
نقشِ قدم برائے فلک سجدہ گاہ ہے

رُوحی فداک، اے قمرِ برجِ ہل اتا ۲۰ قلبی لداک اے گُہرِ تاجِ لافتا
ابرِ عطا، محیطِ کرم، منبعِ سخا شمعِ حریمِ حق گلِ گلزارِ قُل کفا
اے نوحِ خلق تُو ہے سفینہ نجات کا
طوفاں میں آسرا ہے فقط تیری ذات کا

قیصر[19] تری جناب کا اک بندۂ کمیں ۲۱ خاقانِ چین ہے اِک ترے خرمن کا خوشہ چیں
ہے غیرتِ بہشت ترے نور سے زمیں جاروبِ[21 الف] فرشِ عرشِ شرف زلفِ حورِ عیں
کرسی کی زیب دوشِ پیمبر کی زیب ہے
تیرے قدم سے عرشِ منور کی زیب ہے

اللہ رے اوج واہ ری حشمت زہے وقار ۲۲ اک آن بے حُسینؑ نبیؐ کو نہ تھا قرار
اشتر بنے تھے عید کو محبوبِ کردگار مثلِ نگیں، یہ مُہرِ نبوت پہ تھے سوار
مرکب حُسینؑ کے شہِ گردوں[22] مقام تھے
جیبیں جو تھیں رکاب، تو گیسو لگام تھے

لکھا ہے یہ کہ سجدے میں تھے ایک دن رسولؐ ۲۳ پشتِ نبی پہ آکے چڑھا دلبرِ بتُولؑ
خیرالوریٰ نے سجدۂ حق کو دیا یہ طول سمجھا ہر اک کہ، وحیِ خدا کا ہُوا نزول
سر پیٹنے کی جا ہے یہ جس کا وقار ہو
سینے پہ اُس حُسینؑ کے قاتل سوار ہو

باراں کی بوندیوں سے، جسمِ فاطمہؑ بچائے ۲۴ واحسرتا وہ سینۂ اقدس پہ تیر کھائے
کوثر ہو جس کے قبضۂ قدرت میں ہائے ہائے پانی کی بوند اُسے نہ کوئی مرتے دم پلائے
یہ واقعہ وہ ہے کہ خوشی ناپدید ہے
ہر سینہ کربلا ہے ہر اک دل شہید ہے

حلّے[۲۲] بہشت کے جسے بھیجے خدائے پاک ۲۵ ہو بعدِ مرگ اُس کا کفن کربلا کی خاک
ہیکل کے خط سے فاطمہؑ کا دل ہو دردناک تیغوں سے اہلِ ظلم کریں اس کے تن کو چاک
دوشِ رسولِ پاک پہ جو سیمبر چڑھے
خنجر سے کٹ کے نیزے پہ اُس شہ کا سر چڑھے

ہو جس کی ماں کے مہر میں سب آب اور نمک ۲۶ ترسے وہ ایک پانی کے قطرے کو کیوں فلک؟
گہوارے میں جھلائیں، جسے آن کر مَلک مر کر کفن نہ پائے وہ چالیس روز تک
چھوڑ آئے کنکروں پہ تنِ پاش پاش کو
مٹی نہ دی نبیؐ کے نواسے کی لاش کو

دُنبوں کو روزِ عید تو کرتے ہیں ذبح سب ۲۷ کاٹا گلا نبیؐ کے نواسے کا، ہے غضب
حیواں کو پانی دیتے ہیں، جو ہیں خدا طلب فریاد ہے حسینؑ تھے دو دن سے تشنہ لب
وارث خلیل کا وہ شہِ مشرقین ہے
ذبحِ[۲۳] عظیم اشارۂ قتلِ حسینؑ ہے

گلزارِ دیں پہ تیغِ خزاں رن میں جب چلی ۲۸ یعنی قلم ہوا چمنِ مرتضیٰ علیؑ
وقتِ نمازِ ظہر ہوا، دوپہر ڈھلی تنہا رہا وہ حضرتِ معبود کا ولی
بھائی کے غم سے خم، شہِ دلگیر ہو گئے
بیٹا جواں جو قتل ہوا، پیر ہو گئے

طبلِ ظفر بجاتے تھے واں بانیِ ستم ۲۹ خیمے سے نکلے آتے تھے سر پیٹتے حرم
فضّہؑ پکارتی تھی یہ ڈیوڑھی سے دم بہ دم کس جا رکھی ہے لاشِ پسر یا شہِ اُمم
چادر کوئی اُڑھاؤ تنِ پاش پاش پر
رونے کو زینبؑ آتی ہیں اکبرؑ کی لاش پر

ہوتی تھی فوجِ ظلم میں تدبیرِ قتلِ شاہ ۳۰ چھائی ہوئی تھی چار طرف شام کی سپاہ
کہتا تھا یہ جما کے صفیں شمرِ روسیاہ — آتا ہے جنگ کو پسرِ ضیغمِ الٰہ
حلقے میں لے لو آتے ہی یوں اس دلیر کو
جنگل میں گھیر لیتے ہیں جس طرح شیر کو

رکھتا نہیں کوئی یہ غریب الدیار، یار ۳۱ شمشیر شعلہ بار پڑے، سر پہ بار بار
تیروں کی تن پہ دور سے ہو بے شمار مار — نیزے اٹھا اٹھا کے کریں سب سوار وار
آگے سے تیغ و خنجر و تیر و سناں چلے
پیچھے سے فرقِ پاک، پہ گرزِ گراں چلے

ہاں غازیو قریب ہے اب تیسرا پہر ۳۲ جائیں لڑا کے جلد کرو اس مہم کو سر
بجتا ہے کوئی آن میں، نقارۂ ظفر — عابدؑ کے ہاتھ باندھ کے، اب کھولیو کمر
راحت دلوں کو ہوئے گی قتلِ حسینؑ سے
سیدانیوں کو لوٹ کے سوئیں گے چین سے

یہ ذکر تھا کہ نورِ خدا کا ہوا، ظہور ۳۳ ذرے زمیں کے بن گئے، رشکِ چراغِ طور
بوئے بہشت پھیل گئی رَن میں دور دور — پہونچا فلک تلک قمرِ فاطمہؑ کا نور
پرتو سے رشکِ طور ہر اِک سینہ ہوگیا
تختہ زمیں کا غیرتِ آئینہ ہوگیا

غُل تھا خوشا حسینؑ کی شوکت زہے جلال ۳۴ روشن جبیں ہے آئینۂ مہر کی مثال
اِک آسمانِ حسن کے ابرو ہیں دو ہلال — اور فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا ہر ایک خال
کیا دخل راستے نظرِ بد کے بند ہیں
مجمر[۲۵] ہے آفتاب تو اختر سپند ہیں

لوحِ کتابِ حسن ہے پیشانیِ جناب ۳۵ جس سے خجل ضیائے جہاں تابِ آفتاب
مصرع ہیں دونوں، مطلعِ ابرو کے انتخاب — قرآں کی طرح ہے، خطِ رخسار لاجواب
شمس الضحیٰ[۲۶] اسی رخِ نیکو کا وصف ہے
واللیل[۲۷] اذا سجیٰ اسی گیسو کا وصف ہے

وہ زلف مشک بیز، وہ رخسارِ جاں فروز ۳۶ پیدا ہوئی ہے روز سے شب، اور شب سے روز
شمع اور دھوئیں میں بھی نہیں ہوتا یہ سازو سوز دیکھا نہیں بہم سحر و شام کو ہنوز
ظلمت میں نور، نور کو ظلمت میں راہ ہے
ہے سنبلہ[۲۸] میں مہر کہ ہالے میں ماہ ہے

گیسوئے مشک بوتے امامِ فلک سریر ۳۷ شرمندہ جس سے عُودؔ خجل عنبرو عبیر
چہرہ قمر تو ابرو مژگاں کمان و تیر جن پر ہزار جان سے قرباں جوان و پیر
سجدے کی جا ہے زہرہ جبینوں کے واسطے
گوشہ ہے خوب، چلّہ نشینوں کے واسطے

دونوں بھویں کمانوں کی صورت کشیدہ ہیں ۳۸ بالائے سرورِ راست، ہلالِ خمیدہ ہیں
رخسار نازکی میں، گلِ نو رسیدہ ہیں آنکھیں جنابِ فاطمہؑ کی نورِ دیدہ ہیں
جلوہ خدا کے نور کا ہے اس نگاہ میں
پُتلی نہیں ہے چشم میں، یوسف ہے چاہ میں

واللیل والضحیٰ، رخِ روشن خطِ سیاہ ۳۹ لعل و غزال و گل، لب و رخسار و چشم و شاہ
ابرو و زلف و رُو، شب و قدر، و ہلال و ماہ تیر و سناں وزہ، مژہ و سرمہ و نگاہ
قربان فاطمہؑ کا، دلِ غم رسیدہ ہے
چشمِ کشودہ، صاف کمانِ کشیدہ ہے

آنکھوں کے آگے دیدۂ آہو ہیں ناپسند ۴۰ پُتلی ہے یہ کہ شیشے کے اندر پری ہے بند
رخسار مہر و ماہ سے روشن، ہزار چند بینی سے اور حسن کا رتبہ ہوا بلند
ابرو ہیں اس طرح رخِ پر آب و تاب پر
ہو جس طرح سے مدِّ الف آفتاب پر

صدقے دہن کے، اور لبِ جاں بخش کے نثار ۴۱ جن سے نتائج لبِ عیسیٰ ہیں آشکار
یہ لعلِ لب ہیں اُن گہروں کے خزینہ دار بے قدر ہیں، صدف سے جہاں دُرِ شاہوار
ہیرے کے بھی نگیں، خجل اُن کے حضور ہیں
دنداں نہیں یہ گوہرِ دریائے نور ہیں

۴۲ اور آب و تاب، گوہرِ دنداں میں ہے غضب
نازک کہیں ہیں برگِ گلِ تر سے لعلِ لب
ہیں دن کو آفتاب تو بجلی میانِ شب
کوکب میں آسماں پہ بھلا یہ چمک ہے کب
پانی انھیں پہ فاطمہؑ پیتی تھیں، وار کے
بتیس دُر ہیں، دودھ کے بتیس دھار کے

۴۳ اور بازوؤں سے شانِ یداللہ آشکار
وہ دوش ہیں، شفاعتِ اُمّت کا، جن پہ بار
اُٹھتے تھے عاصیوں کی دعا کو جو بار بار
اس ساعد اور اس کفِ سیمیں کے ہم نثار
ہیہات کچھ نہ دستِ خدا کا ادب کیا
پہونچوں کو ساربان نے کاٹا غضب کیا

۴۴ کیا سیم و زر ہے، کوثر و تسنیم کے قسیم
وہ ہاتھ جن کے سامنے زر، مال کچھ نہ سیم
اُنگلی ہر اک کلیدِ درِ جنت النعیم
شیعوں کے دست گیر، بروزِ امید و بیم
ہر دم ہیں مثلِ ابر، کرم پر تُلے ہوئے
ہیں ناخنوں پہ، عقدۂ مشکل کھلے ہوئے

۴۵ قرآں اسے سمجھتے ہیں جو ہیں خوش اعتقاد
سینہ ہے اک خزینۂ انصاف و عدل و داد
تیروں کے سامنے وہ سپر تھا دمِ جہاد
نور اس میں یوں ہے قلب میں جیسے خدا کی یاد
عاجز دم و غاشۂ عالم نہ ہوتے تھے
ٹوٹی ہوئی کمر تھی مگر خم نہ ہوتے تھے

۴۶ کر دے گا اس مہم کو بھی پروردگار سر
کرتا ہوں وصفِ پائے شۂ نامدار سر
صدقے امامِ دیں کے قدم پر ہزار سر
کہتا ہے یہ جھکا کے قلم، بار بار سر
رُتبے دلاوری کے سرِ مُو گھٹے نہیں
سر کٹ گیا، پہ کھیت سے پاؤں ہٹے نہیں

۴۷ دیکھا کھلے ہوئے ہیں کئی سو علم سیاہ
اس فوج پر جو قبلۂ عالم نے کی نگاہ
تیغوں کی یہ چمک ہے کہ، اللہ کی پناہ
کالی گھٹا سی چھائی ہے، سب شام کی سپاہ
کہتے ہیں سب کہ غلغلۂ دار و گیر ہو
نزدیک ہے کہ بارشِ بارانِ تیر ہو

دریا کی طرح لشکرِ کیں، مارتا ہے جوش ۴۸ نیزے ہلا رہے ہیں، جوانانِ[33] دِرع پوش

ہل مِن مبارز[ٌ] کا، ہر اک صف میں ہے خروش[34] چلّے کھنچے ہوئے ہیں کمانوں کے تا بہ گوش

غُل ہے کہ شاہِ یثرب و بطحا کو گھیر لو

مظلوم کو، غریب کو، تنہا کو گھیر لو

ہمیز کر کے اسپ کو آگے بڑھے امام ۴۹ اعدا سے اس طرح بہ فصاحت کیے کلام

اے سرکشانِ کوفہ و روم و عراق و شام کرتا ہوں تم پہ آخری حجّت کو مَیں تمام

کوئی بھی کاٹتا ہے گلا بے گناہ کا؟

مَیں کون ہوں؟ جناب رسالت پناہ کا؟

کس[35] کے پدر کا نام جنابِ امیر ہے؟ ۵۰ کس کا پدر رسولِ خُدا کا وزیر ہے؟

وہ کون ہے جو صاحبِ تاج و سریر ہے؟ کون و مکاں میں کون، بشیر و نذیر ہے؟

بنیادِ کفر کس نے جہاں سے مٹائی ہے؟

کس نے نبیؐ کے دوش پہ معراج پائی ہے؟

پیدا ہُوا جو کعبے کے اندر وہ کون ہے؟ ۵۱ چیرا ہے جس نے مہد میں اژدر وہ کون ہے؟

اُتری جسے یہ تیغ دو پیکر، وہ کون ہے؟ توڑا ہے جس نے قلعۂ خیبر وہ کون ہے؟

سب کافروں کو کس نے مطیعِ خدا کیا؟

باطل کو کس کی تیغ نے حق سے جُدا کیا؟

زور آورانِ خلق کو کس نے کیا ہے زیر؟ ۵۲ دونوں جہاں میں کون علیؑ سا ہُوا دلیر؟

کہتی ہے کس کو خلقِ دو عالم، خدا کا شیر؟ بھوکے کو کس ولی نے کیا تین روز سیر؟

کس کی سخا کا غُل ہے عراق و حجاز میں؟

سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز میں؟

حق نے کیا عطا یہ ہل اَتیٰ[36] کسے؟ ۵۳ حاصل ہُوا ہے مرتبہ لافتا کسے؟

کونین میں ملا شرفِ انّما کسے؟ کہتی ہے خلق بادشۂ قل کفا کسے؟

دنیا میں کون منتظمِ کائنات ہے؟

کس کو کہا خدا نے کہ یہ میرا ہات ہے؟

غیر از علیؑ ہلا شرفِ صادقیں کسے ؟ ۵۴ ہاتھ آیا زورِ دستِ جہاں آفریں کسے ؟
یٰسین میں کہا ہے امامِ مُبیں کسے ؟ حق نے کیا ہے راز کا اپنے امیں کسے ؟
کس کو کہا ہے منذر و ہادی جہان میں ؟
نصِ[۳۱] مباہلہ ہے کہو کس کی شان میں ؟

محبوبِ حق نے سابق الایماں کسے کہا ؟ ۵۵ فرمایا اپنا جسم کسے جاں کسے کہا ؟
دانندۂ وقائق قرآں کسے کہا ؟ نورِ دلیل و حجت و برہاں کسے کہا ؟
کہتے ہیں سب ولیِ خدا کس جناب کو ؟
رجعت ہوئی ہے کس کے لیے آفتاب کو ؟

کس نے جہاں میں کفر و صنم حک و فک کیا ؟ ۵۶ کس شیر نے دو نیم سرِ شرک و شک کیا ؟
کس کو خدائے پاک نے فخرِ ملک کیا ؟ کس نے علیؑ کی طرح جہاد آج تک کیا ؟
قائل ملک ہیں ضربِ امامِ جلیل کے
کاٹے ہیں کس کی تیغ نے پَر جبرئیلؑ کے

مشہور ہے جہان میں بیرُ[۳۸]العلم کا حال ۵۷ آتش میں جا کے کود پڑے شیرِ ذوالجلال
ڈرسے جنوں کو جان بچانا ہُوا محال سایے کی طرح ہوگئی سب فوج پائمال
نے دیو، اُن کے سامنے ٹھہرے نہ جن لڑے
شیرِ خدا زمیں کے تلے تین دن لڑے

سب کافروں کو بدر سے دَم میں بدر[۳۹] کیا ۵۸ پیشِ رسولؐ عمرو کو زیر و زبر کیا
جنگِ حنین و خیبر و خندق کو سر کیا عنتر کو سر سے تا بہ قدم خوں میں تر کیا
مارا جو ایک ضرب میں مرحب کو جان سے
آتی تھی مرحبا کی صدا آسمان سے

جس نے بنائے دین میں کد کی وہ کون ہے ؟ ۵۹ جس کی کسی نے ضرب نہ روکی وہ کون ہے ؟
قوت ہے جس میں دستِ احد کی وہ کون ہے ؟ جس نے پیمبروں کی مدد کی وہ کون ہے ؟
کیوں کر نجات چاہ سے یوسف نے پائی ہے
طوفاں سے کس نے نوحؑ کی کشتی بچائی ہے ؟

آدم سے پہلے عرش پہ کس کا ظہور تھا؟ ٦٠ حق سے قریب کون تھا اور کون دور تھا؟
ہر آن کس پہ رحمتِ حق کا وفور تھا؟ جس کی ضیا تھی طور پہ، وہ کس کا نور تھا؟
چلا رہے تھے بہرِ مدد سب کو دیر سے
کس شیر نے چھڑا دیا، سلماں کو شیر سے؟

کشافِ مشکلاتِ دو عالم ہے کس کی ذات؟ ٦١ کون و مکاں میں کون ہوا، فخرِ کائنات؟
عیسیٰؑ کو کس نے بخشا ہے سرمایۂ حیات؟ یونسؑ کو کس نے بطن سے ماہی کے دی نجات؟
گل کر دیا ہے نار کو کس نے خلیلؑ پر؟
لکھا ہے کس کا نام پرِ جبرئیل پر؟

خورشید سات بار ہوا کس سے ہم کلام؟ ٦٢ کس سے زمین کہتی تھی شب کو خبر تمام:
ناطق ہے کس کی شان میں اللہ کا کلام؟ انجیل اور زبور میں لکھا ہے کس کا نام:
حامی ہے کون سب کا، حیات و ممات میں؟
کس کی ثنا ہے سورۂ[41] والعادیات میں؟

ہیں کس کے نام صفدر و کرار و مرتضا ٦٣ ذی علم ذی سعادت و ذی[42] النصر و ذی العطا
شیر و شجاع و صابر و معصوم مقتدا منصور و از قبا و یلیا و ایلیا
بافل[43] وہی، مظفر و منصور ہے وہی
غالب وہی ہے، طور وہی، نور ہے وہی

سبطِ خلیل، حجتِ دیں مالکُ الرقاب ٦٤ بابِ علوم، زوجِ بتولِ فلک جناب
بوطالب و ابوالحسنین و ابوتراب زہد، و تقی و طاہر و جواد و طیب[44] و طاب
قرآں میں کون نورِ سموات و ارض ہے؟
طاعت وہ کس کی ہے جو زمانے پہ فرض ہے؟

شمشیرِ شرع فارسِ دیں شحنۂ نجف[45] ٦٥ مفتاح[46] فتح عارفِ اسرار مَنْ عَرَف
دریائے معرفت، دُرِ یکتائے صدف ذی جاہ و ذی کرامت و ذی فیض و ذی شرف
ہر ذی حیات اُن سے طلب گارِ عون[47] ہے
جس کے یہ مرتبے ہیں حسینؑ اس کا کون ہے؟

۶۶ میں نور ہوں جہاں میں سراجِ منیر کا — میں پارۂ جگر ہوں بشیر و نذیر کا
واللہ پیشوا ہوں صغیر و کبیر کا — ہے مجھ میں علم و فضل جنابِ امیرؑ کا
اِس میں بھی مصلحت ہے جو مظلوم آج ہوں
شاہوں کا شاہ ہوں سرِ عالم کا تاج ہوں

۶۷ روزِ ازل سے عاشقِ رب ہے مرا پدر — واللہ بہترینِ عرب ہے، مرا پدر
ایجادِ آسماں کا سبب ہے مرا پدر — عالی حسب، بلند نسب ہے، مرا پدر
ہے حکم مثلِ کعبہ مرے احترام کا
فرزند ہوں میں، مشعر[۴۸] و رکن و مقام کا

۶۸ میرا ادب کرو خلفِ مرتضیٰ ہوں میں — دل بندِ مکہ و عرفاتؔ[۴۹] و منا ہوں میں
مشکل کشا کا لال ہوں، مشکل کشا ہوں میں — حق ہیں مرے کلام، زبانِ خدا ہوں میں
میزانِ مغفرت میں گناہوں کو تول دوں
عقدہ جو لاکھ ہوں تو اِشارے میں کھول دوں

۶۹ مرضیّہؑ و رضیہ و صدیقہ و بتول — وہ کس کی والدہ ہے جو ہے، بضعۃ الرسولؐ
فضہ کے واسطے ہے، وہی مرتبہ حصول — مریم کی عرض ہوتی تھی جس طرح سے قبول
عزت یہ فاطمہؑ کی کنیزی میں پائی ہے
اُس کے لیے بھی نعمتِ فردوس آئی ہے

۷۰ بے شک ہو تم، نبیرۂ پیغمبرِ زماں — اعدا نے تب کہا کہ یہ سب ہم پہ ہے عیاں
بیعت بغیر پر نہ ملے گی تمھیں اماں — حیدرؑ تمھارے باپ ہیں اور فاطمہؑ ہیں ماں
مانیں گے فاطمہؑ کو، نہ شیرِ الٰہ کو
کاٹیں گے بوسہ گاہِ رسالت پناہ کو

۷۱ آپ ایک یاں چھ لاکھ جواں، اور کئی ہزار — کیا ہوگا گر ہے آپ کے قبضے میں ذوالفقار
فاقے میں تین دن کے کہاں زورِ کارزار — دستِ علیؑ سے چلتی تھی، یہ تیغِ آب دار
حملہ نہ ہو سکے گا ہزار آپ کد کریں
عباسؑ اب نہیں ہیں جو آ کر مدد کریں

پہلے تو مُسکرائے یہ سُن کر امامِ دیں ۲، اعدا پہ کی نظر صفتِ شیرِ خشم گیں
ساتوں فلک لرز گئے، اُلٹی جو آستیں دیکھا جو سُوئے چرخ تو ہلنے لگی زمیں
چمکی جو ذوالفقار نکل کر غلاف سے
پریاں بچا کے جان اُڑیں کوہِ قاف سے

نعرہ کیا کہ او پسرِ سعدِ نابکار ۳، لے دیکھ تین روز کے پیاسے کی کارزار
آیا علیؑ کا شیر، خبردار، ہوشیار دیکھوں تو روکتے ہیں مجھے کس طرح سوار
مجھ سے کسے جہاں میں مجالِ ستیز ہے
برہانِ قاطع ایک مری تیغ تیز ہے

آفاق میں نہیں مری شمشیر کی پناہ ۴، جوہر کُھلیں تو بند ہو امن و اماں کی راہ
قوت وہ ہے کہ کوہ کو کاٹوں مثالِ کاہ ہل جائے آسماں جو کروں غیظ سے نگاہ
دریا سمومِ قہر سے میرے سراب ہو
نعرہ کروں تو زہرۂ مریخ آب ہو

نقارۂ وغا پہ لگی چوب یک بہ یک ۵، اُٹھا غریوِ کوس کہ ہلنے لگے فلک
شہپور کی صدا سے ہراساں ہوئے ملک قرنا پھنکی کہ گونج گیا دشت دور تلک
شورِ دُہل سے حشر تھا افلاک کے تلے
مُردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے

حد سے فزوں تھی، کثرتِ افواجِ نابکار ۶، نیزے پہ نیزہ تیغ پہ تھی تیغ آب دار
ہر سمت تھی سناں پہ سناں، شکلِ نوکِ خار ہر صف میں تھی سپر پہ سپر مثلِ لالہ زار
پیکاں بہم تھے جیسے ہوں گُل بے کِھلے ہوئے
گوشوں سے تھے کمانوں کے گوشے ملے ہوئے

اُمڈی ہوئی تھی فوج پہ فوج اور دَل پہ دَل ،، تھے برچھیوں کے صورتِ مقراض پھل پہ پھل
خنجر وہ جن کی آب میں ہے تلخیِ اجل وہ گرز جن کے ڈر سے گرے دیو منہ کے بل
دو دو تبر تھے پاس ہر اک خود پسند کے
حلقوں پہ تھے بچھے ہوئے حلقے کمند کے

حملہ کیا خدیوِ فلک بارگاہ نے ۷۸ روکا سپر کو رُخ پہ ہر اک رُو سیاہ نے
راہِ اماں کو بند کیا تیغِ شاہ نے قبضے میں پائی امن کی جاگہ، پناہ نے
تلوار تھی کہ فوج پہ قہرِ خدا چلا
گویا زباں نکالے ہوئے اژدہا چلا

گیتی کو زلزلہ ہوا اللہ رے جلال ۷۹ نعرہ کیا کہ گونج گیا عرصۂ قتال
ہلنے لگے درخت لرزنے لگے جبال سبزہ نہ تھا کھڑے تھے بدن پر زمیں کے بال
مریخ نے منہ اپنا چھپایا تھا خوف سے
سینے کو آسماں نے چھپایا تھا خوف سے

ڈر سے ہوا فرات کی موجوں کو اضطراب ۸۰ اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب
پانی سے مچھلیوں کو ابھرنے کی تھی نہ تاب دہشت سے سب نہنگ چھپے جا کے زیرِ آب
اِک شور تھا بچائے خدا اِس کی کاٹ سے
طوفاں اٹھا ہے، تیغِ حسینی کی گھاٹ سے

کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما اور اُدھر کنشت ۸۱ دوزخ کی آگ اُدھر تھی اِدھر گلشنِ بہشت
کھیتی اِدھر کرم کی، اُدھر تھی ستم کی کشت یاں کارِ نیک ہوتے تھے، واں فعل ہائے زِشت
شیطاں تھا اُس طرف تو اِدھر کردگار تھا
میداں میں مقابلۂ نور و نار تھا

بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دُو سر گری ۸۲ کٹ کر کسی کی تیغ، کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ، کبھی فرق پر گری سر کاٹ کے اِدھر سے جو اٹھی، اُدھر گری
زرہیں تنوں میں، مثلِ کفن چاک ہو گئیں
اک آن میں صفیں کی صفیں خاک ہو گئیں

پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغِ سر شگاف ۸۳ ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم، تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی، اور کوئی تا کمر شگاف چار آئینہ کسی کا، کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا
ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

قبضے میں تھی حسینؑ کے دستِ خدا کی تیغ ۸۴ غل تھا کبھی رُکی ہے کسی سے قضا کی تیغ
نیزوں کے بند کاٹتی تھی، مرتضیٰ کی تیغ عُقدوں کو کھول دیتی تھی مُشکل کشا کی تیغ
ثابت کسی سوار کے تن پر زرہ نہ تھی
کھولا نہ ہو جسے کوئی ایسی گرہ نہ تھی

دم بھر اماں نہ دیتی تھی، وہ برقِ جاں گُسل ۸۵ اور ناریوں پہ آگ برستی تھی متصل
روباہ بن گئے تھے، جوانانِ شیر دل مقتل کی خاک خوں سے سب ہو گئی تھی گِل
کُشتوں کی حد، تو زخمیوں کی انتہا نہ تھی
اعدا کے تن سے دم کے نکلنے کی جا نہ تھی

سرکش تھے بادِ کبر[56] سے جو خانماں خراب ۸۶ خُود ان کے گر کے ٹوٹ گئے صورتِ حباب
کڑیوں سے یوں زرہ کے گذر جاتی تھی شتاب جس طرح دام سے نکل آتی ہے موجِ آب
ضربت میں شہ کی، ضربِ علیؑ کا قرینہ تھا
سر تھا، نہ چار آئینہ تھا، اور نہ سینہ تھا

پھولے تھے ہاتھ پاؤں سبھوں کے، دمِ ستیز ۸۷ نے تابِ کارزار تھی نے طاقتِ گریز
صرصر کی طرح چلتی تھی ہر سو وہ تیغِ تیز سر گر رہے تھے جسم سے، تھی فصلِ برگ ریز
ان باغیوں پہ تیغ کے جوہر عیاں ہوئے
جب پھل لگا تو پھول سپر کے خزاں ہوئے

ہاتھوں میں زور قلب میں صبر و سکوں نہ تھا ۸۸ رُخ زرد تھے، تنوں میں لعینوں کے خوں نہ تھا
وہ کون سا نشان تھا جو سرنگوں نہ تھا جز موت گمرہوں کا، کوئی رہنموں نہ تھا
تھے سخت کشمکش میں ستمگار اس طرف
تیغ اس طرف کو کھینچتی تھی، نار اس طرف

تھی شکلِ لا، جو تیغِ شہِ آدم و مَلک ۸۹ کرتی تھی[57] نفی نفی(ج) صدا وہ تہِ فلک
عالم[58] سے کفر کاف کو اس نے کیا تھا فک دو انگلیاں بنی تھیں پئے چشمِ شرّ و شک
ڈر سے اسی کے کفر کی بنیاد پست تھی
اسلام کو ظفر تو بُتوں کو شکست تھی

تھی دستِ شاہ دیں میں، دوچند آبروئے تیغ ۔۔۔ ۹۰ ۔۔۔ تھا ہاتھ بھر سروں سے فزوں آبِ جوئے تیغ
آتش سے معرکے میں مشابہ تھی خوئے تیغ ۔۔۔ دوزخ کو کھنچ گیا، جو کوئی آیا سوئے تیغ
سر کٹ کے دُور جسم سے اک دم میں جا رہا
تن مثلِ میم، قعرِ جہنم میں جا رہا

کرتا تھا شمر، لاکھ لڑائی کا بندوبست ۔۔۔ ۹۱ ۔۔۔ لکھی ہوئی تھی، پر خطِ تقدیر میں شکست
نیزے تو تھے بلند، مگر ہمتیں تھیں پست ۔۔۔ آگے نہ پاؤں ڈر سے اٹھاتے تھے تیز دست
سر تیغ سے مثالِ قلم کٹتے جاتے تھے
پیچھے ہی ظالموں کے قدم ہٹتے جاتے تھے

اک برق سی چمکتی تھی، بالائے سطحِ خاک ۔۔۔ ۹۲ ۔۔۔ گاہے سوئے سمک تو کبھی جانبِ سماک
جوشن تو پارہ پارہ تھے، اور جسم چاک چاک ۔۔۔ دم لیتی تھی نہ تیغ، نہ رکتا تھا دستِ پاک
اپنے پروں کی فکر تھی، روح الامین کو
رعشہ تھا چرخِ پیر کو، سکتہ زمین کو

جب صف پہ وار کرتے تھے سلطانِ بحر و بر ۔۔۔ ۹۳ ۔۔۔ اُڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
چھپتی تھیں، بھاگی جاتی تھیں، گرتے تھے خاک پر ۔۔۔ قبضوں میں تیغیں، جسم سے روحیں، تنوں سے سر
پٹے تھے قدم گریز کے، کوچے بھی بند تھے
شعلہ وہ تیغ تھی، سرِ اعدا سپند تھے

چھپتے تھے یوں وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک ۔۔۔ ۹۴ ۔۔۔ بھاگے شعاعِ مہر سے جس طرح شب پرک
اوجِ سما سے، زلزلہ برپا تھا تا سمک ۔۔۔ چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخ پر فلک
ہر شے تھی خوفِ جان سے خشوع و خضوع میں
سجدے میں تھی زمیں تو فلک تھا رکوع میں

جانوں کو چھوڑتی تھی نہ وہ تیغِ برق دم ۔۔۔ ۹۵ ۔۔۔ تھی اس کی ناب جادۂ سر منزلِ عدم
ہر جوہر اس کا دیدۂ بینا سے تھا نہ کم ۔۔۔ اعدا کو ڈھونڈھتی تھی وہ، قد اس لیے تھا خم
تھی موجِ بحرِ قہرِ خدا، دار و گیر میں
سیلِ فنا کا آب (د) تھا، اس کے خمیر میں

بجلی سی کوند کر جدھر آئی جلا گئی ۹۶
دم میں چراغِ راہِ ضلالت بجھا گئی
لشکر میں فرد فرد کو جوہر دکھا گئی
خوں سے بھرا نہ پیٹ تو لوہے کو کھا گئی
جوشن کو کاٹ جاتی تھی، یوں آکے اُوج سے
پیراک جس طرح نکل آتا ہے مُوج سے

چلاتی تھیں کمانیں کہ کس جا ہوں گوشہ گیر ۹۷
ہم تو خطا شعاروں کے قبضے میں ہیں اسیر
چلنے میں نیزے کانپتے تھے مثلِ پائے پیر
سہمے ہوئے نکلتے نہ تھے سرکشوں سے، تیر
دم بند خنجروں کے بھی تھے اس مصاف میں
تیغیں چھپی تھیں خوف کے مارے غلاف میں

دریا لہو کا بہتا تھا مقتل کی خاک پر ۹۸
کاسے سروں کے، مثلِ حباب آتے تھے نظر
تھے مثلِ موجِ دست، بریدہ اِدھر اُدھر
نافیں بھنور تھیں، اور کفِ دریا تھے سر بہ سر
نہریں لہو کی دشت میں پیشِ نگاہ تھیں
کُشتوں کی کشتیاں شطِ خوں[6] میں تباہ تھیں

بڑھ بڑھ کے یوں بِپھر[5] آتے تھے، وہ عاشقِ صمد ۹۹
ہوتا ہے جس طرح سے سمندر میں جزر و مد
جاتے تھے نیزہ داروں پہ جب صورتِ اسد
آتی تھی فاطمہؑ کی صدا یا علی مدد
ہو جاتی تھی دو چند، برش ذوالفقار میں
ہوتے تھے سب کے ہاتھ قلم ایک وار میں

جس فرق پہ چمک کے، وہ برقِ، اجل گئی ۱۰۰
بوسہ زمینِ پاک کو دے کر، نکل گئی
جس صف کو آنچ لگ گئی اس کی وہ جل گئی
کاٹا کسی کو گر تو کسی کو نگل گئی
ضربت پہ عقل، دیکھنے والوں کی دنگ تھی
افعی کسی جگہ، تو کسی جا نہنگ تھی

ایک شور تھا کہ تیغ ہے یا یہ خدا کا قہر ۱۰۱
بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جس کی نہیں ہے لہر
اُتری گلے سے، چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

سر پر پڑی فرس کے تو سُوئے کفل چلی ۱۰۲ وہ منھ کے بل زمیں پہ چلا، یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعیں پہ چلی برمحل چلی پہونچی اِدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دیں کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

جب حملہ ور امام مسیحا نفس ہوئے مطلع دوم نیچے ہوئے سوار، تو اوپر فرس ہوئے
کُشتوں کے ڈھیر، راس و چپ، و پیش و پس ہوئے ۱۰۳ پانچ آ گئے جو تیغ کے نیچے وہ دس ہوئے
کشتوں کی شکل، خون سے جو رُو پوش ہو گئی
گنتی اجل کو اُن کی فراموش ہو گئی

سر پر پڑی تو چنبرِ گردن کو دو کیا ۱۰۴ گردن سے بڑھ کے سینہ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ، زین کے دامن کو دو کیا دامن کی کیا بساط ہے، توسن کو دو کیا
غُل تھا حسینؑ بادشہِ شرق و غرب ہے
سکّہ ہے اُس کے نام کا، جس کی یہ ضرب ہے

لڑتا تھا وہ نہنگِ محیطِ دلاوری ۱۰۵ کرتی تھی تیغ قلزمِ خوں میں شناوری
ہوتے تھے قتل کوفی و شامی و خیبری اڑتا تھا رخش یوں کہ اُڑے جس طرح پری
غُل طائروں میں تھا کہ عجب راہوار ہے
تختِ ہوا پہ آج سلیماں سوار ہے

صرصر سے تیز تر تھا وہ اسپِ خجستہ فر ۱۰۶ یکساں تھا اس کو صورتِ خورشید دشت و در
پانی پہ تھا جو موج تو آتش میں تھا شرر گیتی نوردِ برقِ تگ و آسماں سفر
ٹاپوں سے سرکشوں کی صفیں پائمال تھیں
زیں آفتاب تھا، تو رکابیں ہلال تھیں

طے کی جو راہ بحر، تو بر سے نکل گیا ۱۰۷ مانند خیر، لشکرِ شر سے نکل گیا
آیا اُدھر سے گر تو اِدھر سے نکل گیا پُتلی کے گرد پھر کے نظر سے نکل گیا
سُرعت میں تھا ہرن تو دغا میں ہزبر تھا
پستی میں سیل تھا تو بلندی میں ابر تھا

مثلِ نگاہ، فوج کی صف سے نکل گیا
۱۰۸ غلطاں گہر تھا اک، کہ صدف سے نکل گیا
وہ گر پڑا، یہ جس کی طرف سے نکل گیا
اک تیر تھا، کہ صاف صدف سے نکل گیا
فرفر رواں اُدھر سے دمِ جست وخیز تھا
اُلٹا پھرا اُدھر سے تو رفرف سے تیز تھا

نکلا اُدھر سے بہرِ وغا، ایک رُو سیاہ
۱۰۹ زور آور و تہمتن و مغرور و کینہ خواہ
کاندھے پہ گرز، بر میں زرہ خشمگیں نگاہ
سر پر مثالِ قبضۂ تیغ، آہنی کلاہ
آمد شقی کی تھی کہ رواں رُودِ نیل تھا
ہیبت میں تھا جو دیو، تو ہیکل میں پیل تھا

تھا جسمِ نابکار سے عرصہ زرہ پہ تنگ
۱۱۰ جوشن میں یوں تھا، دام میں جس طرح ہو نہنگ
خونخوار۔ فتنہ ساز۔ دل آزار، خانہ جنگ
آنکھیں تو فرطِ غیظ سے سرخ، اور سیاہ رنگ
تیوری چڑھائی دیکھ کے، حضرت کو دُور سے
آیا قریب سبطِ نبیؐ کس غرور سے

چمکا کے ذوالفقار اٹھائی جو شہ نے باگ
۱۱۱ لشکر میں اُس طرف سے ہُوا غل، کہ بھاگ بھاگ
تھی شمعِ دودمانِ علیؑ سے جو اس کو لاگ
سُن کر یہ شور لگ گئی ناری کے تن میں آگ
سمجھا نہ یہ کہ ابنِ علیؑ ہے جلال پر
حملہ کیا شقی نے محمدؐ کے لال پر

رد کر کے اس کے وار بڑھے شاہِ بحر و بر
۱۱۲ نیزے کے بند کاٹ دیے مثلِ نیشکر
دو کر دیا عمود کو، مثلِ خیارِ تر
جھٹکا چمک سے تیغ دُو سر کی وہ خیرہ سر
گرتے ہوئے لیا کمرِ نابکار کو
غل پڑ گیا وہ شیر نے پکڑا شکار کو

زیں سے اٹھا کے روک لیا صورتِ سپر
۱۱۳ ہتھیار کھل کے گر پڑے اس کے اِدھر اُدھر
سر سے ہُوا بلند تو پھینکا زمین پر
طفلی سے زائچے میں کھچا تھا، اجل کا گھر
پہچاننا بھی شکل میں اشکال ہو گیا
ایک ایک عضو، قرعۂ رمال ہو گیا

لوہے کا خود کاٹ کے سر میں نہاں ہوا ۱۱۴ سر پر لگی یہ ضرب، کہ بر میں نہاں ہوا
بر سے اکھڑ کے قلب و جگر میں نہاں ہوا سینہ شکست ہو کے، کمر میں نہاں ہوا
ساتوں طبق زمیں کے تہِ چرخ ہل گئے
ابرو شفقی کے پاؤں کے ناخن سے مل گئے

پڑھنے لگے درود فلک پر ملک بہم ۱۱۵ نصرت نے ہاتھ چوم لیے فتح نے قدم
آئی صدا علیؑ کی نثار اس وغا کے ہم تو شیرِ حق کا فخر ہے اے صاحبِ کرم
یہ جنگ تجھ پہ ختم ہے اندوہ و یاس میں
میں بھی کبھی لڑا نہیں اس بھوک پیاس میں

اے افتخارِ فاتحِ بدر و حنین واہ ۱۱۶ کرتے ہیں مرد، یونہی ادا سر سے دین، واہ
رحمت خدا کی واہ، مرے نورِ عین واہ کس حسن سے جہاد کیا، اے حسینؑ واہ
جو زور آج تک تھا خفی، وہ جلی ہوا
تو فخرِ خاندانِ نبیؐ و علیؑ ہوا

تنہا لڑا ہوں میں بھی ہزاروں سے میرے لال ۱۱۷ پر تشنہ و گرسنہ کبھی کی نہیں جدال
میری مدد کو ہوتے تھے، محبوبِ ذوالجلال تنہا ہے تو، قلم ہوئے سب تیرے نونہال
ان حادثوں میں جنگ عجب کا مقام ہے
اے فاطمہؑ کے لال یہ تیرا ہی کام ہے

رو کر کہا حسینؑ نے اے شاہِ بحر و بر ۱۱۸ میں کیا کروں گا جنگ کہ سو داغ اک جگر
عباسؑ مر کے توڑ گئے ہیں مری کمر دل ہے ضعیف، جب سے موا ہے جواں پسر
کیا جنگ سوجھے غم ہو جب آنکھوں کے نور کا
ہاں کچھ لڑا تو سب ہے یہ، صدقہ حضور کا

اکبرؑ بغیر دل نہیں جینے کو چاہتا ۱۱۹ نانا کے کلمہ گو ہیں یہ، ان سے لڑوں میں کیا
اب کیجیے زبانِ مبارک سے یہ دعا کٹ جائے تیغِ ظلم سے جلدی مرا گلا
سر دے کے، حق کی راہ میں، فارغ حسینؑ ہو
میرے حرم لٹیں، مگر امت کو چین ہو

زینب پکاری ڈیوڑھی سے اُس دم بہ چشمِ تر ۱۲۰ یہ کس سے باتیں کرتے ہو، یا شاہِ بحر و بر
آئی سمٹ کے فوج، تمھیں کچھ نہیں خبر دم گھٹ گیا، نکلتی ہوں خیمے سے ننگے سر

پھر ذوالفقارِ حیدرِ صفدر سے کام لو
کس نے کہا کہ ہاتھ لڑائی سے تھام لو

دیکھو وہ تیر چلّوں سے اعدا ملاتے ہیں ۱۲۱ نیزوں کو تولتے ہوئے ظالم پھر آتے ہیں
چھپ چھپ کے حیلہ ساز، کمندیں بچھاتے ہیں ہے ہے ستم شعار، پرے پھر جماتے ہیں

رحم اُن پہ آپ کا، نہ جنھوں نے ادب کیا
تیغِ علیؑ کو روک لیا، کیا غضب کیا

پھر کھینچو ذوالفقار کو یا شاہِ دیں پناہ ۱۲۲ ہم کو بچاؤ قید سے، ہم ہوئیں گے تباہ
شفقت کرے گا اُن کے رانڈوں پہ کون آہ صدقے گئی، سکینہؑ کے سن پر کرو نگاہ

روئی مچل کے گر، تو سنبھالی نہ جائے گی
بے آپ کے کسی سے یہ پالی نہ جائے گی

یہ عمر اور یتیمی کے رنج و غم و محن ۱۲۳ بچی سے اُٹھ سکے گا بھلا صدمۂ رسن
کبریٰ پہ جائے رحم ہے، اے سرورِ زمن اکبر سا بھائی سر پہ، نہ لختِ دلِ حسنؑ

حضرتؑ بغیر کون سی صورت حیات کی
رانڈ آج ہو گئی ہے، دلہن ایک رات کی

حضرتؑ پکارے سب کا خدا ہے، نہ کھاؤ غم ۱۲۴ اب اشتیاقِ ذبح زیادہ ہے دم بہ دم
فرماتے ہیں علیؑ ولی شفقت و کرم تھے شیرِ کبریا سے بہن ہم کلام ہم

بھائی، پسر کی جنگ شہِ خاص و عام کو
بابا نے سرفراز کیا ہے غلام کو

زینبؑ پکاری آئے علی شکرِ کردگار ۱۲۵ اب تو تمھیں نہ برچھیاں ماریں گے نابکار
پردے کو پھر اُٹھا کے پکاری وہ سوگوار بابا تمھاری بندہ نوازی کے میں نثار

یاں چھوڑیو نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لے جاؤ اپنے ساتھ نجف میں حسینؑ کو

۱۲۶
واں تو کوئی کرے گا نہ سادات پر ستم
دشمن تو لاکھ اور مرے بھائی کا ایک دم
بچوں کو ساتھ لے کے وہیں جا پڑیں گے ہم
جھاڑے گی قبر بالوں سے زینبؑ اسیرِ غم

دن کو تو کربلا کے شہیدوں کو روئیں گے
راتوں کو گرد آپ کی تربت کے سوئیں گے

۱۲۷
شہ بولے حکمِ حق میں نہیں طاقتِ کلام
ہے ہر بشر کی عقدہ کشائی ہمارا کام
حیدرؑ بھی ہیں سکوت میں اور انبیا تمام
زینبؑ یہی زمیں ہے مرے قتل کا مقام

خنجر قریب، زانوے قاتل قریب ہے
آج امتحانِ صبرِ حسینؑ غریب ہے

۱۲۸
چاہوں تو ایک دم میں فنا ہوں یہ نابکار
لیکن کیا ہے میں نے غریبی کو اختیار
مظلوم ہو کے مرتا ہے زہراؑ کا یادگار
تا ہو نجاتِ اُمّتِ محبوبِ کردگار

جو لطف رحم میں، وہ نہیں ہے عتاب میں
ہے عاجزی پسند خدا کی جناب میں

۱۲۹
کبریٰ اسیر ہو کہ سکینہؑ طمانچے کھائے
دوزخ سے دوستوں کو ہمارے خدا بچائے
شیعہ رہا ہوں نار سے، عابدؑ گلا بندھائے
خیمہ مرا جلے، پہ نہ اُمّت پہ آنچ آئے

دوزخ ہو دور، کوثر و جنت قریب ہو
میں ذبح ہوں تو ہوں انہیں راحت نصیب ہو

۱۳۰
یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام
گردن جھکا کے برچھیاں کھانے لگے امام
حربے کئی ہزار، اور اک شاہِ تشنہ کام
خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام

تیغیں علیؑ کے لال کے شانوں پہ چل گئیں
چھاتی کے پار نیزوں کی نوکیں نکل گئیں

۱۳۱
مینھ کی طرح برسنے لگے شاہِ دیں پہ تیر
تھرا رہے تھے لگ کے تنِ نازنیں پہ تیر
دامن پہ تیر جیب پہ تیر آستیں پہ تیر
پہلو پہ تیغ، سینے پہ نیزہ، جبیں پہ تیر

داغوں سے خوں کے رختِ بدن لالہ زار تھا
شکلِ ضریح، سینۂ اقدس فگار تھا

تر تھی لہو میں زلفِ شکن در شکن جُدا
مجروح لعل، لب تھے جُدا، اور دہن جُدا ۱۳۲
در پے تھے نیزہ باز جُدا، تیغ زن جُدا
کٹ کٹ کے ہو گیا تھا، ہر اک عضوِ تن جُدا
سیپارہ تھا نہ صدر، فقط اُس جناب کا
پرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا

کرتا تھا وار برچھیوں والوں کا سب پرا
تیغوں سے دم کے لینے کی فرصت نہ تھی ذرا ۱۳۳
نیزوں میں خوں نبیؐ کے نواسے کا تھا بھرا
شمشیر و تیر نیزہ و خنجر کے ماورا
تھیں سختیاں ستم کی شہ خوش خصال پر
چلتے تھے سنگ فاطمہؑ زہرا کے لال پر

پھیری نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف
تھے دو ہزار زخم فقط سر سے تا بہ ناف ۱۳۴
سیّد سے، بے وطن سے، زمانہ تھا برخلاف
غُل تھا کہ آج ہوتا ہے گھر فاطمہؑ کا صاف
سنبھلا نہ جائے گا خلفِ بوتراب سے
لو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

رہوار سے ابھی نہ گرا تھا وہ تشنہ لب
نیزہ کسی کا چل گیا پہلو پہ بے غضب ۱۳۵
دل زخمی ہو گیا تو ہُوا روح پر تعب
غش کھا کے صدرِ زیں سے گرے سرورِ عرب
پہونچی فلک پہ آہ شہِ مشرقین کی
آئی صدا زمین سے ہے ہے حُسینؑ کی

بڑھ کر سناں کا ابنِ انس نے کیا جو وار
دامانِ زیں پکڑ کے جھکے، شاہِ نامدار ۱۳۶
دوڑے سنبھالنے کے لیے شاہِ ذوالفقار
اُس وقت یہ زمیں کو ہُوا حکمِ کردگار
بے چین تجھ پہ گر کے، نہ یہ دردمند ہو
اے ارضِ کربلائے معلّیٰ بلند ہو

اس کے لیے جہاں کو سنوارا ہے اے زمیں
میرے حبیبِ خاص کا پیارا ہے اے زمیں ۱۳۷
یہ عرشِ کبریا کا ستارا ہے اے زمیں
ہم اس کے ہیں، حُسینؑ ہمارا ہے اے زمیں
دولت نبیؐ و فاطمہؑ و مرتضیٰ کی ہے
دامن میں لے اسے، یہ امانت خدا کی ہے

ناگہ بلند دامنِ زیں تک، ہوئی زمیں ۱۳۸ رہوار سے جھکے طرفِ خاکِ شاہِ دیں
تھاما علیؑ نے بازوئے فرزندِ مہ جبیں زہرا پکاری غش میں ہے احمدؐ کا جانشیں
زخموں میں درد ہو نہ کہیں میرے لال کے
لوگو اُتارو گھوڑے سے بازو سنبھال کے

تڑپا اُتر کے خاک پہ فرزندِ بوتراب ۱۳۹ تیغیں چمکتی دیکھ کے کہتے تھے آب آب
اُس وقت شمر سے یہ عمرو نے کیا خطاب کیا دیر ہے، حسینؑ کا سر کاٹ لے شتاب
بے کس پہ کھینچ کھینچ کے خنجر عدو جھکے
ہاتھوں کو ٹیک کر شہِ دیں، قبلہ رُو جھکے

بارہ تو خنجر، ایک گلا، وامصیبتا ۱۴۰ سیّد پہ یہ بلا پہ بلا وامصیبتا
غم سے کسی کا دل نہ جلا، وامصیبتا ان سب کے بعد شمر چلا، وا مصیبتا
آیا نہ رحم سینۂ شاہِ شہید پر
زانو رکھا شقی نے کلامِ مجید پر

رکھنے لگا جو حلق پہ خنجر وہ بدخصال ۱۴۱ اس وقت غش سے چونک کے بولا علیؑ کا لال
بے تاب ہوں بتا دے مجھے بہرِ ذوالجلال بی بی تو کوئی نکلی نہیں، کھولے سر کے بال
بولا وہ مثلِ بید، زمیں تھرتھراتی ہے
کوئی تو پیٹتی ہوئی خیمے سے آتی ہے

لڑکی بھی ایک ساتھ ہے پہنے ہوئے گُہر ۱۴۲ کہتی ہے زُلفیں نوچ کے ہے ہے مرے پدر
اُس دم تڑپ کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر اے شمر، اُس کے سامنے مجھ کو نہ ذبح کر
خنجر کو ایک دم کے لیے آہ روک لے
یہ خوں بھری عبا مری، للہ روک لے

گریہ نہ ہو تو حلق پہ خنجر کو جلد پھیر ۱۴۳ لپٹے گی وہ حسینؑ سے آکر ہوئی جو دیر
زینبؑ وہ ہے کہ باپ ہے جس کا خدا کا شیر اس دم لیا قساوتِ قلبی نے اس کو گھیر
غصے سے آستیں کو چڑھانے لگا لعیں
خنجر گلوئے شہ پہ پھرانے لگا لعیں

۱۴۴ کرتا ہے راویوں میں، حمید اس طرح بیاں — ہنگامِ ذبح تیرہ و تاریک تھا جہاں
آتی تھی شش جہت سے صدا یہ کہ الاماں — غل تھا کہ اب زمین پہ گرتا ہے آسماں
کرتا ہے شمر ذبح دو عالم کے شاہ کو
حضرتؐ پکارتے ہیں رسالتؐ پناہ کو

۱۴۵ اک بی بی دوڑی آتی تھی رن میں بہ اضطراب — موزے تو پاؤں میں، رخِ پرنور پر نقاب
گرد اس کے تھا ردا کے ہوا نور کا حجاب — پیدا یہ تھا کہ ابر میں پنہاں ہے آفتاب
تھی آگے آگے چادرِ عصمت رکی ہوئی
بکھرے تھے سر کے بال کمر تھی جھکی ہوئی

۱۴۶ خالی نظر پڑا جو اسے ذوالجناحِ شاہ — چلائی سر کو پیٹ کے میں ہو گئی تباہ
ہے ہے گرا زمیں پہ شہِ عرش بارگاہ — اے کربلا! کدھر ہے محمدؐ کا رشکِ ماہ
دیکھی جو اس نے تیغ، گلے پر امامؑ کے
ریتی پہ گر پڑی وہ کلیجے کو تھام کے

۱۴۷ چلائی اٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ — بھائی ہے میرا تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ
اماں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ — یا مجتبیٰؑ حسینؑ کو آغوش میں اٹھاؤ
ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو
اے ذوالجناح، تو ہی بچالے حسینؑ کو

۱۴۸ اے ذوالجناح سبطِ نبیؐ میں ترے نثار — بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار — تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غم گسار
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں، جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

۱۴۹ فریاد کر کے رہ گئی، وہ سوختہ جگر — یاں تن سے کٹ گیا پسرِ فاطمہؑ کا سر
چلاتی تھی بتولؑ کہ ہے ہے مرا پسر — کہتے تھے مصطفیٰؐ کہ لٹا مرتضیٰؑ کا گھر
کب دیکھیے کہ لاشِ غریب الوطن اٹھے
شبیرؑ کیا جہاں سے اٹھے، پنجتن اٹھے

ہردم رہے انیسؔ زباں پر خدا خدا ۱۵۰ بجز جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا
دل داری محبت و دل جوئی و وفا معدوم[۲۳] ہے بصورتِ عنقا و کیمیا

گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو
ہم نے تو ایک دل کو نہ دیکھا کہ صاف ہو

۱۰
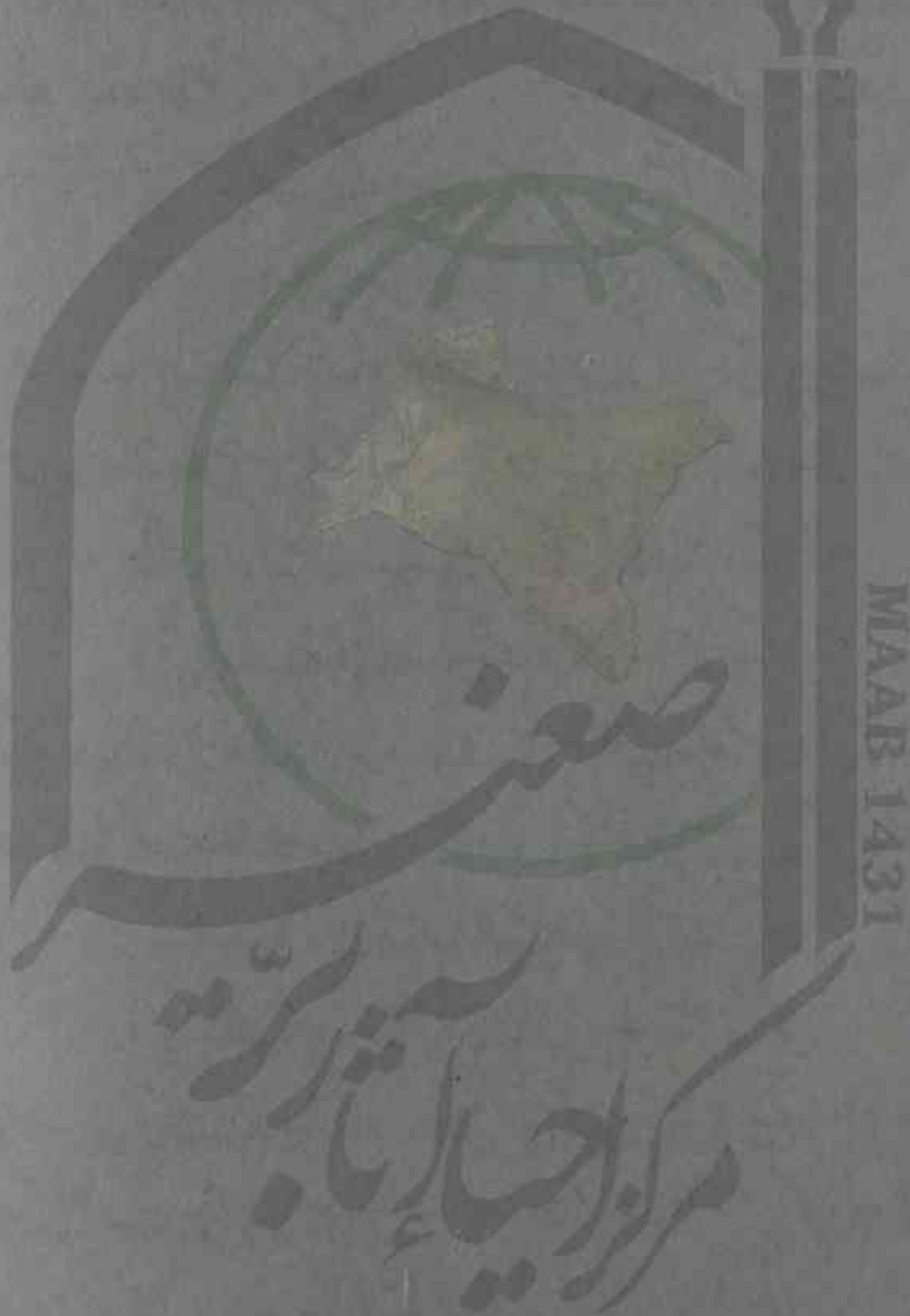
جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا ۱ روشن قمر سپہرِ بریں سے جدا ہوا
نورِ نظر امامِ مبیں سے جدا ہوا لختِ جگر حسینؑ حزیں[الف] سے جدا ہوا

دل داغ ہو گیا دل و جانِ بتول کا
گھر بے چراغ ہو گیا سبطِ رسول کا

برچھی سے ٹکڑے ہو گیا لختِ جگر کا دل ۲ خود باپ نے چھدا ہوا دیکھا پسر کا دل
ہوتا ہے آبگینہ سے نازک بشر کا دل پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے پدر کا دل

ایوبؑ بھی اگر ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے
آنسو تھمیں تو منھ سے کلیجہ نکل پڑے

پیری میں آفتِ غمِ اولاد، الاماں ۳ دل اور زخمِ خنجرِ بے داد، الاماں
وہ اضطرابِ خاطرِ ناشاد، الاماں وہ اشک و شور اور وہ فریاد، الاماں

بیٹا نہ ہو تو زیست کا پھر کیا مزا رہا
جب گھر اجڑ گیا تو زمانے میں کیا رہا

بسمل کے لوٹنے کی کسی دل کو کیا خبر؟ ۴ غربت میں کون لٹ گیا منزل کو کیا خبر؟
کشتی کے ڈوب جانے کی ساحل کو کیا خبر؟ کس پر چھری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر؟

خاروں سے پوچھیے، نہ کسی گل سے پوچھیے
صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھیے

بچھڑا وہ لال، جس کا گوارا نہ تھا فراق ۵ فرماتے تھے کہ لوٹ لیا تو نے اے عراق
اے موت جلد آ کہ، بس اب زندگی ہے شاق خنجر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق

برباد، اس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب ایسا پسر نہ ہو

بچھڑے پدر سے اکبرِ مہرو، ہزار حیف ۶ اب رو ہے سامنے، نہ وہ ابرو، ہزار حیف
کیا خوشنما تھے، دوش پہ گیسو، ہزار حیف وہ بھینی بھینی جسم کی خوشبو، ہزار حیف
وہ زلف و رخ وہ پیار کی باتیں کدھر گئیں؟
وہ دن کہاں ہیں اور وہ راتیں کدھر گئیں؟

سب چاہیں جس کی زیست وہ شیر ژیاں مرے ۷ افسوس نیم جاں جیے، جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آکر کہاں مرے قدرت خدا کی پیر جیے نوجواں مرے
اس عمر میں جہاں سے گذرنے کے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

پھولے پھلے نہ وہ چمنِ روزگار میں ۸ جھونکا چلا ہوائے خزاں کا بہار میں
دیکھا کبھی نہ ایک گل ایسا ہزار میں کیا زور ہے امانتِ پروردگار میں
بے بس تھے وہ کہ ساتھ پدرؑ کو نہ لے گئے
جس دم طلب ہوئے تو اکیلے چلے گئے

روتے ہوئے حرم میں گئے قبلۂ انام ۹ تر تھی لہو سے لختِ جگر کے قبا تمام
رخ زرد، دل میں درد، بدن سرد، تشنہ کام طاقت نہ قلب میں، نہ بدن میں لہو کا نام
یہ درد تھا بکا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے تھے
یہ حال تھا کہ رونے پہ دشمن بھی روتے تھے

پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے ۱۰ لائی حرم سرا میں، بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں، شہِ تشنہ کام کے سر دوش پر تھا زینبؑ عالی مقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبرؑ گذر گئے
ہم ایسے سخت جاں ہیں کہ اب تک نہ مر گئے

پرسا تمہیں شہیدوں کا دینے کو آئے ہیں ۱۱ کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
پٹے میں خاک اڑائی ہے آنسو بہائے ہیں یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں
سر تھا حسینؑ بے کس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں

سر بارِ دوش ہے ہمیں رُخصت کرو بہن ۱۲ اب عنقریب خیمۂ عصمت ہیں تیغ زن
مُردے پڑے ہوئے ہیں عزیزوں کے بےکفن پامال ہو نہ لاشۂ فرزندِ صف شکن
مجبوب ہم ہیں قاسم بے پر کی روح سے
شرمندگی نہ ہو علی اکبرؑ کی روح سے

یہ سُن کے بیبیوں کے جگر پر چُھری چلی ۱۳ زینبؑ زمیں پہ گر کے پُکاری کہ یا علیؑ
سرِ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی جاتا ہے سر کشوں میں یہ کونین کا ولی
بےکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
آقا یہی تو وقت ہے مُشکل کُشائی کا

صدقے گئی پسر کے بچانے میں کد کرو ۱۴ فرزندِ فاطمہؑ کی بَلاؤں کو رَد کرو
دریا کو چھین لو حقِ زہراؑ اسند کرو یا شیرِ حق! مقام مدد ہے مدد کرو
پانی پہ جنگ آگ لگی ہے یہ دَہر میں
حصّہ پسر کا کیا نہیں مادر کے مہر میں

یا مصطفٰےؐ بَلا میں پھنسا ہے تمھارا لال ۱۵ یا شیرِ ذوالجلال دکھاؤ انھیں جلال
یا فاطمہؑ مَیں لُٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال یارب اُلٹ دے آج یہ سب عرصۂ قتال
پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جُدا رہوں
بھائی کو اپنے لے کے میں جنگل میں جا رہوں

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیے تمھیں ۱۶ خالق کی یاد سرِّ و علن چاہیے تمھیں
لب پر رضا رضا کا سخن چاہیے تمھیں جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہیے تمھیں
ہر بار پوچھتے تھے سبب آہِ سرد کا
شکوہ کیا علیؑ سے نہ پہلو کے درد کا

ہیں موردِ بَلا و مصیبت ازل سے ہم ۱۷ اس غم کدے میں چین سے گُذرا نہ ایک دم
غم ہے ہمارے واسطے، ہم ہیں برائے غم سب اپنے اپنے عہد میں سہ گئے ستم
اَب آخری، بہن یہ سواری ہماری ہے
بعد ان بزرگواروں کے باری ہماری ہے

سچ[۲] ہے کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اے بہن ۱۸ کیا کیجے ناگزیر یہ فرقت ہے اے بہن
پیارے تمہارے بھائی کی رخصت ہے اے بہن — دنیا مقام رنج و مصیبت ہے اے بہن
بھولے نہ یادِ حق کبھی گو حال غیر ہو
اس کی ظفر ہے خاتمہ جس کا بخیر ہو

کیا کرتیں تم بہن اجل آتی وطن میں گر ۱۹ یکساں ہے مرنے والے کو جنگل ہو یا کہ گھر
درپیش ہے سفر میں، ہمیں خلق سے سفر — اب آرزو یہ ہے کہ کٹے جلد تن سے سر
ہر دکھ میں خوش ہیں وہ جنھیں اُلفت خدا کی ہے
میرا نہیں یہ سر تو امانت خدا کی ہے

دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہ کو پیاس سے ۲۰ لپٹی وہ دوڑ کر شہ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے — بولی وہ تشنہ کام شہ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیۂ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے؟

فرمایا شہ نے ہاں یہ[۳] سفر ناگزیر ہے ۲۱ آؤ گلے ملو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے — تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو عنایت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے؟

سن کر مصیبتِ پدرِ بے کس و حزیں ۲۲ بولی بلائیں باپ کی لے کر وہ مہ جبیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امام دیں — آقا سوا حضور کے میرا کوئی نہیں
صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو
للہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار ۲۳ پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نہ سوار — اس دشتِ کیں میں قید ہے احمد کا یادگار
قاصد جو میرے نام کا خط لے کے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

عمو تمھارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بہ لب ۲۴ بی بی قدم پہ گر کے ہمیں کون روکے اب
تلواریں چل گئیں بنے قاسمؑ پہ بے سبب مرنا شباب میں علیؑ اکبرؑ کا ہے غضب
تھے جن سے زندگی کی حلاوت وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے اک دم میں لُٹ گئے

ہر چند صبح و شام ہے جاری یہ شاہراہ ۲۵ پر کوئی قافلہ نہ ہُوا ہوگا یوں تباہ
پایا تھا عمر کھو کے جنھیں ہم نے آہ آہ ڈھونڈھا کہاں کہاں نہیں ملتے وہ رشکِ ماہ
کیا ہوگا لاکھ روئیں گے یا خاک اُڑائیں گے
نہ عمر اب پھرے گی نہ وہ دوست آئیں گے

بی بی یہاں سے اہلِ وطن ہیں قریب تر ۲۶ پر میری بے کسی کی نہیں ایک کو خبر
بھیجے ہیں دوستانِ[ز] یمن نے بھی نامہ بر لیکن حسینؑ تک نہ ہوا ایک کا گذر
قریوں سے بھی مدد کو جو نکلا وہ گھر گیا
لشکر بنی اسد کا قریب آ کے پھر گیا

گھیرا ہے اس لیے مجھے اس بن میں بے گناہ ۲۷ تا مجھ تک آ سکے نہ کوئی میرا خیر خواہ
نے دوست، نے عزیز، نہ غم خوار، نہ سپاہ ساتھی تو سب عدم میں، وطن دُور، گھر تباہ
مجھ سا بھی کوئی بے کس و بے پر بشر نہ ہو
مر کر نہ دفن ہوں تو کسی کو خبر نہ ہو

جانا ہے دُور شب کو جو آنا نہ ہو ادھر ۲۸ ضد کر کے رویئو نہ، ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر سو رہیو ماں کی چھاتی پہ غربت سے رکھ کے سر
راحت کے دن گذر گئے[ح] یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام ۲۹ بتلائیے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام کُھل جائے گا یہ درد و الم، تم پہ تا بہ شام
بی بی نہ پوچھو کچھ، یہ مصیبت عظیم ہے
مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

بُندے اُتارو طوق بڑھاؤ پدر نثار ۳۰ چھپنا کہیں، جو لُوٹنے آئیں ستم شعار
چلّائیو نہ اینَ ابی کہہ کے بار بار دشمن ہمارے نام کا ہے شمرِ نابکار

لو الوداع جاتے ہیں اب قتل گاہ میں
سونپا تمہیں خدا و نبیؐ کی پناہ میں

یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے (ط) دیکھا اِدھر اُدھر ۳۱ پوچھا کدھر ہیں بانوؑ ناشاد و نوحہ گر
فضہ نے عرض کی کہ اُدھر پیٹتی ہیں سر رخصت کی بھی حضورؑ کی اُن کو نہیں خبر

لب پر گھڑی گھڑی علی اکبرؑ کا نام ہے
چلیے ذرا کہ کام اب اُن کا تمام ہے

رکھی تھی لا کے لاش پسر آپ نے جہاں ۳۲ منہ اس زمیں پہ ملتی ہیں اور ہے لبوں پہ جاں
کرتی ہیں اُٹھ کے آہ تو ہلتا ہے آسماں نعرہ یہ ہے کہ ہائے علی اکبرِ جواں

واری گئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے
جنگل بسا دیا مری بستی اُجاڑ کے

روتے ہوئے گئے جو وہاں شاہِ خوش خصال ۳۳ دیکھا کہ غش ہیں خاک پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
شبیرؑ بیٹھ کر یہ پکارے بصد ملال اے شہر بانو ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال؟

سچ ہے فلک نے تم کو بڑے دکھ دکھائے ہیں
صاحب اُٹھو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں

سُن کر صدا حسینؑ کی چونکی وہ نوحہ گر ۳۴ کی عرض سر جھکا کے قدم پر بہ چشمِ تر
تنہا حضور آئے ہیں باندھے ہوئے کمر صاحب کہاں ہے منّتوں والا مرا پسر

ایسے نہیں جو دُکھ میں جُدا ہوں وہ باپ سے
اپنے مرادوں والے کو لوں گی میں آپ سے

اے جانِ فاطمہؑ مرا پیارا کدھر گیا؟ ۳۵ اماں کی زندگی کا سہارا، کدھر گیا؟
وہ تین دن کی پیاس کا مارا کدھر گیا؟ سیدانیوں کی آنکھ کا تارا، کدھر گیا؟

مرتی ہوں اپنے سروِ سہی قد کو دیکھ لوں
ایک بار پھر شبیہِ محمدؐ کو دیکھ لوں

وہ گورا گورا چاند سا مُکھڑا دکھائیں پھر ۳۶ لے لوں میں گیسوؤں کی بلائیں تو جائیں پھر
مجھکو تو خیریت سے غرض ہے نہ آئیں پھر خوشبو میں تن کی سونگھ لوں جنگل بسائیں پھر
تڑپے گا دل تو لے کے اجازت حضور سے
مَیں دیکھ لوں گی در پہ کھڑی ہو کے دُور سے

بیخودی تھی میں جب آئے تھے میداں سے وہ ادھر ۳۷ کیا دیکھتی مجھے تو کچھ آتا نہ تھا نظر
سنبھلا جو دل ذرا تو پھڑکنے لگا جگر کب آئے کب گئے، مجھے مطلق نہیں خبر
آئے تو چھپ کے آئے گئے بے ملے ہوئے
باتیں نہ پیار کی ہوئیں نہ کچھ گلے ہوئے

گر ہیں خفا تو آئیں میں اٹھ کر نثار ہوں ۳۸ اُن کی خطا نہیں ہے، مَیں تقصیر وار ہوں
دائی ہوں اُن کی آپ کی خدمت گزار ہوں اب رحم کیجیے کہ بہت شرم سار ہوں
تکلیف گرچہ ہوگی شہِ مشرقین کو
لے آیئے منا کے مرے نورِ عین کو

باتیں یہ سُن کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر ۳۹ یارب جُدا نہ ہو کسی ماں سے جواں پسر
بانوؔ کسے بُلاؤں کہاں ہے وہ سیم بر ہم شکلِ مصطفےٰ تو گئے فاطمہؑ کے گھر
ہر دُکھ میں صبر کرتے ہیں جو حق شناس ہیں
جس نے تمھیں دیا تھا، وہ اب اس کے پاس ہیں

جاگے ہوئے تھے رات کے نیند آ گئی انھیں ۴۰ ہے ہے منافقوں کی نظر کھا گئی انھیں
مخفی بہت۔ کیا یہ اجل پا گئی انھیں صحرائے کربلا کی فضا بھا گئی انھیں
زندہ نہ ہوگا لال اگر مر بھی جاؤ گی
بانو کوئی گھڑی میں ہمیں بھی نہ پاؤ گی

جاتے ہیں ہم وہیں کہ جہاں ہیں وہ لالہ فام ۴۱ دیدو، جو اپنے لال کو دینا ہو کچھ پیام
سُن کر یہ ذکر ہوش میں آئی وہ تشنہ کام سمجھی کہ گھر تمام ہُوا اب چلے امام
خنجر سے حلقِ شاہ کے کٹنے کا طور ہے
بستی اُجڑ کے تختِ اُجڑنے کا طور ہے

دامن پکڑ کے شاہ کا بولی وہ دل فگار ۴۲ اے ابنِ فاطمہؑ یہ کنیز آپ کے نثار
بعد آپ کے جو ٹوٹنے آئیں ستم شعار بیٹھے کہاں یہ بے کس و غمگین و سوگوار
کچھ حق میں اس کنیز کے فرما کے جایئے
صاحب کسی جگہ مجھے بھٹلا کے جایئے

فرمایا شہ نے حافظ و حامی ہے ذوالجلال ۴۳ زہرؑا کی بیٹیوں کی رہو تم شریکِ حال
زینبؑ کو دیکھو سر پہ نہ بھائی نہ دونو لال صاحب تمھارے ساتھ ہے عابدؑ سا خوش خصال
بے وارثوں کا وارث و والی الٰہ ہے
دیکھو ڈگیں نہ پاؤں کہ مشکل کی راہ ہے

لو الوداع لاش پہ اب آ کے روئیو ۴۴ لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلّا کے روئیو
زانو پہ سر کو شرم سے نہوڑا کے روئیو قبرِ رسولؐ پاک پہ ہاں جا کے روئیو
لٹنے میں صبر شکر تباہی میں چاہیے
رونا بشر کو خوفِ الٰہی میں چاہیے

یہ سن کے حشر ہو گیا فریاد آہ سے ۴۵ سیدانیاں لپٹ گئیں زہرؑا کے ماہ سے
ٹھہرا گیا نہ پھر شہِ عالم پناہ سے نکلے حسینؑ روتے ہوئے خیمہ گاہ سے
چوتھا فلک ضیا سے جلو خانہ بن گیا
خورشید شمعِ حسن کا پروانہ بن گیا

مل کر حرم سے در پہ جو شاہِ غیور آئے ۴۶ اک غل ہوا حضورِ کرامت ظہور آئے
لاؤ فرس کو ڈیوڑھی پہ جلدی حضور آئے اعمیٰ بھی ہو تو آنکھ کی پتلی میں نور آئے
پھرتا تھا سر پہ چتر سلیماں جناب کے
سایہ تھا ایک بیچ میں دو آفتاب کے

نصرت کی تھی صدا کہ زہے حشمت و جلال ۴۷ تاباں رہے یہ نیّرِ اقبال بے زوال
شوکت کی یہ دعا ہے کہ اے فاطمہؑ کے لال سرسبز تیرے دوست عدو تیرے پائمال
یارب فسادِ خلق سے امن و اماں رہے
جب تک زمیں رہے یہ امامِ زماں رہے

بیٹھا نہ تھا نہ کوئی برادر اِدھر اُدھر ۴۸ پر قدسیوں کی صف تھی برابر اِدھر اُدھر
مڑ مڑ کے دیکھتے تھے جو سرور اِدھر اُدھر گرتی تھی برق گویا چمک کر اِدھر اُدھر
جلوے دکھا رہی تھی ضیا ہاتھ پاؤں کی
اک چاندنی بچھی ہوئی تھی دھوپ چھاؤں کی

غُل تھا فلک کا رنگ بدلتا ہے دیکھ لو ۴۹ ذرّوں سے آفتاب بھی جلتا ہے دیکھ لو
لو جوبن آج دن کا بھی ڈھلتا ہے دیکھ لو قدموں پہ نور آنکھوں کو ملتا ہے دیکھ لو
نقش اس قدم کے چاند سے روشن دو چند ہیں
مجمر ہے آفتاب تو تارے سپند ہیں

آمد فرس کی تھی، دُلہن آتی ہے جس طرح ۵۰ تھم تھم کے نکہتِ چمن آتی ہے جس طرح
تصویرِ آہوئے ختن[۱۴] آتی ہے جس طرح یا شمع سُوئے انجمن آتی ہے جس طرح
باہم طیور کہتے تھے کبکِ دری ہے یہ
گھوڑے پہ راغ پا تھے کہ بیشک پری ہے یہ

آیا عجب[۱۵] شکوہ سے اسپِ قمر رکاب ۵۱ تھامے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب حلقہ تھا نورِ مہر کا یا جلوہ گر رکاب
فتراک[۱۶] تھی کہ کھولے ہوئے تھا عقاب پر
زیں پر تھا گردپوش کہ ابر آفتاب پر

اختر خجل ہیں زیں جو اہر نگار سے ۵۲ ذرّوں نے چن لیے ستارے غبار سے
تھمتا تھا کب سوارِ فراست شعار سے گردن میں ہاتھ باگ نے ڈالے ہیں پیار سے
نازاں ہے خود رکاب کے پائے کو دیکھ کر
بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

قرباں اُس تگاور[۱۷] ضیغم شکار کے ۵۳ پامال کر دے شیر کو ٹاپوں سے مار کے
شائستگی کو پوچھیو دل سے سوار کے چاہے تو ایک طفل چڑھے باگ اتار کے
رکھ دے قدم تو رنگ نہ میلا ہو پھول کا
پیارا فرس ہے راکبِ دوشِ رسُول کا

چاروں سموں سے بدر خجل نعل سے ہلال ۵۴ کھیلیں شکارِ شیر، یہ آنکھیں ہیں وہ غزال
کہیے نہ یال، حور نے بکھرا دیے ہیں بال پھرنے پہ جھوم جھوم کے صدقے پری کی چال
رستے ہیں یاد گنبدِ[19] نیلی رواق کے
دلدل کی تیزیاں ہیں طرارے براق کے

سینہ گشادہ، تنگ کمر، چست جوڑ بند ۵۵ گردن میں خم ہلال کا اور اس پہ سر بلند
جاندار بردبار عدو کُش ظفر پسند بجلی کسی جگہ، کہیں آہو کہیں پرند
سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے
اتنے ہنر فرس میں یہ قدرت خدا کی ہے

نواب سوار ہوتا ہے زہرًا کا یادگار ۵۶ تھامے رکاب کون، نہ یاور نہ غمگسار
رو کر فرس سے کہتے ہیں[ص] شبیرِ نامدار اے ذوالجناح، دیکھ یہ نیرنگِ روزگار
سب دوپہر میں ابنِ علیؑ سے جدا ہوئے
جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

سب دوست بے مثال تھے روؤں کِسے کِسے ۵۷ خوش رو تھے باکمال تھے روؤں کِسے کِسے
حیدر کے پانچ لال تھے روؤں کِسے کِسے سات آٹھ خرد سال تھے روؤں کِسے کِسے
جب[ف] ذکرِ خیر پیاس میں مرنے کے ہوئیں گے
سب میرے دوست میرے عوض ان کو روئیں گے

مرتا ہے ایک دوست کسی شخص کا اگر ۵۸ وہ شخص اس کے ہجر میں روتا ہے عمر بھر
اک دن میں صاف ہو گیا میرا تو گھر کا گھر کیا دور ہے جو مر کے بھی سیدھی نہ ہو کمر
اس گھر میں جتنے گھر ہیں وہ سب بے چراغ ہیں
میرے تو اک کلیجے پہ اٹھارہ داغ ہیں

پیاسے ہیں میرے ساتھ جو میرے یہ تشنہ[ع] کام ۵۹ گھر گھر میں ان کی نذر کے ہوویں گے اہتمام
جاری سبیلیں رکھیں گے رستہ پہ خاص و عام چلائیں گے یہ پانی کے بھر بھر کے سرد جام
بھولو نہ تشنگی کو شۂ تشنہ کام کی
پیاسو[ص] سبیل ہے یہ شہیدوں کے نام کی

ایسے کسے ملے ہیں رفیقانِ باوفا ۶۰ پیشِ خدا جلیل ہے ان سب کا مرتبا
ہوتے جہاں میں آج جو پیغمبرِ خدا کرتے ہر اک شہید کا ماتم جدا جدا
شانہ بتول بالوں میں کرتی نہ عمر بھر
چادر سیاہ سر سے اُترتی نہ عمر بھر

یہ سن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار ۶۱ چلاتی تھی یہ زوجۂ عباسؑ نامدار
صاحب اُٹھو ترائی سے میں آپ کے نثار (ق) آقا سوار ہوتے ہیں، آیا ہے راہوار
یاں آ کے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے
سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

بانو پکارتی تھی کہ اکبر کدھر ہو تم ؛ ۶۲ بیٹا پدر کے کوچ کے دن بے خبر ہو تم
تھامو رکاب باپ کی پیارے پسر ہو تم اماں کا گھر اُجڑتا ہے دادی کے گھر ہو تم
بازو کو تھامو ہاتھ میں، حضرت کے ہاتھ دو
بیٹا ضعیفی وقت میں حضرت کا ساتھ دو

لکھا ہے یاں لجامِ فرس پر تھا دستِ شاہ ۶۳ فریاد یا حسینؑ سے ہلتی تھی قتل گاہ
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ رخ پر نقاب، پاؤں میں موزے، عبا سیاہ
حسنِ بتول (ش) وشانِ علیؑ کا ظہور تھا
گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا

پردہ ہے پر جھکی ہوئی آئی وہ دل کباب ۶۴ تھامی لرزتے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے، شاہِ فلک جناب بیت الشرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب
جس کا یہ ذکر ہے وہ نواسی نبیؐ کی تھی
زینبؑ بہن حسینؑ کی بیٹی علیؑ کی تھی

رن کو سواریِ شہِ جن و بشر چلی ۶۵ پیچھے تمام فوجِ ملک ننگے سر چلی
گھوڑے کے ساتھ فاطمہؑ تھامے جگر چلی شبدیز کیا چلا کہ نسیمِ سحر چلی
طبقہ تمام، نورِ سواری سے عرش تھا
سونے کی تھی زمیں تو ستاروں کا فرش تھا

ذرّوں سے آفتاب کی ضَو آشکار تھی ۶۶ سر سبز تھے درخت، زمیں لالہ زار تھی
ماتم میں ایک سماں تھا، خزاں میں بہار تھی جنگل تھا مُشک[25] بیز ہوا عطر بار تھی
غُل تھا نہ دُور دُور چلو، نہ بہم چلو
ہاں خادمو ادب سے قدم باقدم چلو

وہ شان وہ شکوہ وشوکت جناب کی ۶۷ اللہ ری ضَو جھپکتی ہے آنکھ آفتاب کی
تصویر ہے جنابِ رسالت مآب کی پیری دکھا رہی ہے لطافت شباب کی
بر میں نبیؐ کا جامۂ عنبر شمامہ ہے
رنگت تو پھول سی ہے گلابی عمامہ ہے

غُل تھا فرس پہ سیّدِ والا کو دیکھ لو ۶۸ ہاں برق[26] وشرقِ طورِ تجلّی کو دیکھ لو
پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو بالائے رحل مصحفِ زہراؑ کو دیکھ لو
پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں؟
قرآں انھیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

حوریں ہیں گرد ساغرِ کوثر لیے ہوئے ۶۹ قدسی[ت] جلوس میں طبقِ زر لیے ہوئے
جبریلؑ ہیں نجات کا دفتر لیے ہوئے جھولی میں ہے نسیم گُلِ تر لیے ہوئے
لپٹے ہیں پھول وادیِ عنبر سرشت میں
دُولھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں

وہ رُوئے دل فروز وہ زلفوں کا پیچ و تاب ۷۰ گویا کہ نصف شب میں نمایاں ہے آفتاب
ابرو کی ذوالفقار سے زہراعدو کا آب آنکھیں وہ جن سے نرگسِ فردوس بے حجاب
پُتلی کا رعب سب پہ عیاں ہے خدائی میں
بیٹھا ہے شیر[ث] پنجوں کو ٹیکے ترائی میں

پہونچا جو اس شکوہ سے خیرالورا[27] کا لال ۷۱ کانپے جبل لرزنے لگا عرصۂ قتال
ٹوٹے جو مورچے تو پکارے یہ بدخصال بھاگو کہ آئے شیرِ[ذ] الٰہی پئے جدال
دیکھا جو رعب قبلۂ عالی مقام کو
عَلموں نے جھک کے ہاتھ بڑھائے سلام کو

بڑھ کر صدا نہیب (ص) نے دی رُو بروئے شاہ ۷۲ دشمن ترے ذلیل معاند ترے تباہ
آواز دی ظفر نے کہ اے معدلت[28] پناہ تاباں رہے ستارۂ اقبال عزّ و جاہ
زہرہ عدو کا آب، کلیجہ لہو رہے
ہر معرکہ میں تیغِ علیؑ سُرخرو رہے

نیزہ زمیں پہ آپ نے گاڑا جو یک بیک ۷۳ ماہی نے دب کے گاؤ زمیں سے کہا سرک
شاید قیامت آئی زمیں پر گرا فلک بس یا حفیظ کہہ کے لرزنے لگی سمک
غُل تھا اُلٹ چکے ہیں حُسینؑ آستین کو
یا بوتراب[29] آکے بچالو زمین کو

دب دب کے مورچوں سے اُدھر پہلواں ہٹے ۷۴ لشکر ہٹا، نشانِ ضلالت نشاں، ہٹے
سرکی زمیں، مگر نہ امامِ زماں ہٹے سچ ہے کہ قطب[30] دائرۂ دیں کہاں ہٹے
سر بھی کٹے اگر تو، نہ پیچھے قدم ہٹیں
کعبہ کہیں ہٹا ہو تو شاہِ امم ہٹیں

لو گونجتا ہے شیر رجز خواں ہیں شاہِ دیں ۷۵ نعرہ یہ ہے کہ ہیں ہمیں پشت پناہِ دیں
روشن ہمارے نُور سے ہے شاہراہِ دیں دنیا میں ہم ہیں تاجِ سرِ عزّ و جاہِ دیں
سجدے بتوں کو کرتے تھے ساکن[31] کنشت کے
ہم نے تمہیں بتادیے رستے بہشت کے

خالی کیا علیؑ نے بتوں سے خدا کا گھر ۷۶ عزیٰ[32] کہاں ہیں لات و ہبل آج ہیں کدھر؟
غُل تھا علیؑ ہیں دوشِ محمدؐ پہ جلوہ گر مصحف پہ مصحف آج ہے اور نُور نُور پر
سب سے علیؑ کا مرتبہ اعلیٰ ہے دیکھ لو
شیرِ خدا کی شان دو بالا ہے دیکھ لو

زنّار گردنوں پہ تمہارے سوار تھی ۷۷ شرکِ جلی یہ تھا کہ پرستش میں نار تھی
اسلام کے چمن میں کبھی یہ بہار تھی حق حق کی مسجدوں میں یہ کس دن پکار تھی
چرچا تھا کفر و فسق[33] و فجور و گناہ کا
یہ شور کب تھا اشہد ان لا الٰہ کا

۷۸
کعبے میں ہم نے پہلے اذاں دی بہ شدّ و مد — دریائے رحمتِ صمدی ہیں ہمارے جد
ہم پر ازل سے ہیں کرمِ مفضل احد — سب ہم پہ منکشف ہے جو کچھ ہوگا تا ابد
تم لوگ جس طریق سے پھرتے ہو فرش پر
ہم یوں پلک جھپکنے میں جاتے ہیں عرش پر

۷۹
گھر میں ہمارے وحیِ خدا لائے جبرئیل — جب آئے خادموں کی طرح آئے جبرئیل
مشہور ہم ہیں خلق میں آقائے جبرئیل — اس گھر کی خادمی ہے، تمنائے جبرئیل
شاگردیِ علیؑ سے سرافراز جب ہوئے
جبرئیلؑ تب مقربِ درگاہ رب ہوئے

۸۰
کیوں ظالمو! رسولؐ کا پیارا نہیں ہوں میں؟ — کیوں عرشِ کبریا کا ستارہ نہیں ہوں میں؟
کیوں مستحقِ لطف و مدارا نہیں ہوں میں؟ — کیوں جاہلو! امام تمہارا نہیں ہوں میں؟
سیّد پہ ظلم، کون سی یہ رسم و راہ ہے؟
کیا میہماں کو پانی کا دینا گناہ ہے؟

۸۱
وہ نہر جس کو خلق میں جاری کرے الٰہ — روکی ہے تم نے ظلم کی تیغوں سے اس کی راہ
پانی پہ جنگ پیاسوں سے، دریا پہ بغض آہ — یہ کس ولی کا گھر تھا جسے کر دیا تباہ
سیراب گرگ و شیر ہوں اور اسپ و خر پئیں
اولادِ فاطمہؑ نہ پیے جانور پئیں

۸۲
کھنچ کھنچ کے جائے ساری زراعت میں آبِ نہر — محروم ابنِ ساقیِ کوثر یہ کیا ہے قہر
اس میں یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہؑ کا مہر — شہرہ ہے تازیوں[۳۵] کی تواضع کا شہر شہر
امتِ نبیؐ کی آہ یہ سفاک ہو گئی
بس آج آبروئے عرب خاک ہو گئی

۸۳
کرتا ہے پاسدارِ مہماں ہر اک بشر — ملتے ہیں اس سے جھک کے جو آتا ہے اپنے گھر
عاجز بھی لا کے سامنے رکھتا ہے ماحضر[۳۶] — فاقہ ہے تیسرا ہمیں اور تم ہو بے خبر
بستانِ کربلا میں ہوا یہ بری چلی
پانی طلب کیا تو گلے پر چھری چلی

سن کر بیانِ شاہ لعینوں نے سر جھکائے ۸۴ کتنوں نے پھیر پھیر کے منہ اشک بھی بہائے
اکثر صفوں میں شور یہ اٹھا کہ ہائے ہائے کیوں ہم رسولِ حق کے نواسے سے لڑنے آئے
خم کر کے گردنیں عمرو و شمر ٹل گئے
فولاد نرم (ظ) ہوگیا پتھر پگھل گئے

نوفل سے بڑھ کے یہ پسرِ سعد نے کہا ۸۵ ہاں جلدی حکم دے کہ بجیں طبل جابجا
ہو سب صفوں میں نالۂ شہنا کا غُل بپا تا فوج میں سُنے نہ کوئی شاہ کی صدا
مظلومیِ حسینؑ پہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
انساں کا ذکر کیا ہے کہ حیواں (ع) بھی روتے ہیں

ناگہ بجے جلاجل (۳۸) و قرنا و طبل و دف ۸۶ خاموش ہو گئے شہِ مظلوم اس طرف
چلّوں میں تیر جوڑ کے بڑھنے لگی جو صف اُگلی اُدھر نیام سے تیغِ شہِ نجف
بھاگو، ہٹو، بچو یہ صدا دی سپاہ نے
بانبی سے منہ نکالا ہے مارِ سیاہ نے

تیغِ دوسر کو روک کے حضرت نے یہ کہا ۸۷ بے کس سے کس طرح تمھیں منظور ہے دغا؟
آؤ عرب کی طرح، جو ہے قصد جنگ کا سب مل کے گر لڑو گے تو پھر اس میں دیر کیا
دنیا سے وقتِ عصر گذرنا ہے ہر طرح
حاضر ہوں ہر طرح میں، کہ مرنا ہے ہر طرح

سر کو نہ سر، نہ جان کو ہم جاں سمجھتے ہیں ۸۸ ہاں حکمِ کردگار کو ایماں سمجھتے ہیں
مشکل ہزار ہو اُسے آساں سمجھتے ہیں ہم ایک اور لاکھ کو یکساں سمجھتے ہیں
اس معرکے میں کھیت پڑے ہیں اسی طرح
بچّے ہمارے تم سے لڑے ہیں اسی طرح

لڑتا نکل کے ایک سے، گر ایک، نامدار ۸۹ برسوں بھی تم سے ختم نہ ہوتی یہ کارزار
نکلا اِدھر سے ایک اُدھر سے بڑھے ہزار اس پر بھی الاماں کا غُل اٹھتا تھا بار بار
بے دیں کا ساتھ دے کے حمیت کو کھو دیا
تم نے تو آج ' نام عرب کا ' ڈبو دیا

یہ ذکر تھا کہ تیر چلے اس سپاہ سے ۹۰ گیتی کو زلزلہ ہوا، زہرا کی آہ سے
پھر ضبط ہو سکا، نہ شہِ دیں پناہ سے بجلی گری صفوں پہ، غضب کی نگاہ سے
چمکی علیؑ کی تیغ جو دشتِ مصاف میں
پریاں چھپیں جزیرے میں سیمرغ[39] قاف میں

کاٹھی سے اس طرح ہوئی تیغِ دو سر جدا ۹۱ جیسے سوادِ شب سے، بیاضِ سحر جدا
نصرت کا آئینہ تھا جدا اور گہر جدا محمل جدا تھا، لیلیٔ فتح و ظفر جدا
تیغ کشیدہ دستِ شہِ بحر و بر میں ہے
طومار ہاتھ میں ہے لفافہ کمر میں ہے

(الف-۱۰)
سیفی چلی کہ تیغِ شہِ لافتیٰ چلی ۹۲ گویا صفوں پہ کھولے ہوئے منہ بلا چلی
بن میں سمومِ قہر و عتابِ خدا چلی جھونکوں سے جس کے اڑتے ہیں سر، وہ ہوا چلی
آواز الاماں کی سپہرِ بریں پہ تھی
بڑھ کر جو یوں پھرے صفِ اوّل زمیں پہ تھی

پہنچے جو مثلِ شیر جھپٹ کر اِدھر اُدھر ۹۳ سر گر پڑے حسام (ب-۱۰) سے کٹ کر اِدھر اُدھر
آیا گیا فرس جو سمٹ کر اِدھر اُدھر ڈھالوں کا ابر رہ گیا پھٹ کر اِدھر اُدھر
جاروب تھی کہ سیف میانِ مصاف تھی
دریا کی راہ حملۂ اوّل میں صاف تھی

ملتی تھی جائے امن نہ زیرِ فلک کہیں ۹۴ غل تھا کہ مل نہ جائیں سما و سمک کہیں
جنات بے حواس کہیں تھے مَلک کہیں سایہ کہیں تھا، تیغ کہیں تھی چمک کہیں
پانی سے جل بجھا تھا کوئی، کوئی نار سے
گرتی تھیں تین بجلیاں اک ذوالفقار سے

غل شش جہت میں تھا کہ نہ اس سے دوچار ہو ۹۵ بھاگو کہیں یہ برق نہ پھر شعلہ بار ہو
کون اس کے منہ پہ جا کے اجل کا شکار ہو جو ایک ہے وہ دو ہو، جو دو ہے وہ چار ہو
بھاگیں کہ ان صفوں کو ہم آراستہ کریں
مہلت جو تیغ دے تو دم آراستہ کریں

جب سن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو[1-20] چلی ۹۶ بس سر کے بَل سفر میں سپاہِ عدو چلی
ٹھہری، بڑھی، چمکتی ہوئی، چار سو چلی آئی کس آب و تاب سے کیا سُرخ رو چلی

تیزی یوں ہی زبانِ سخنور کو چاہیے
پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

اب دم نہ لیجیو یہ اجل اس سے کہہ گئی ۹۷ ندی لہو کی دشت پہ آفت میں بہہ گئی
کاٹی زرہ، کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی

غصّے میں مثلِ برق قرار اس نے کم لیا
لاکھوں میں ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم[10] لیا

پھل اس کا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا ۹۸ جس پر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا خوں بھی اجل گرفت کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خودسری رہی
مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

یکتا برش میں جوہرِ ذاتی میں قدر میں ۹۹ چمکی اُحد میں خیبر و خندق میں بدر میں
تیزی وہی تھی منھ کی اس آشوب غدر میں چل کر سپر[2-1] سے سر میں گئی سر سے صدر میں

کھنچتے ہوئے سپر سے نیا رنگ ڈھنگ تھا
راکب تھا نہ فرس تھا نہ زیں تھا نہ تنگ تھا

مانندِ برق تیغ کا سایہ، جدھر گرا ۱۰۰ بیٹے پہ باپ، باپ پہ بیٹے کا سر گرا
یہ ہاتھ اس طرف تو وہ بازو ادھر گرا پر کاٹ لے[20] اڑ گئے وہ سپر کے وہ سر گرا

قبضے میں اب ہے تیغ نہ دستانے ہاتھ میں
کیوں دے دیا ہے ہاتھ کو بیگانے ہاتھ میں

سرکش ہوا پہ جو تھے، وہ سب گرد ہو گئے ۱۰۱ سُرخی رخوں سے اُڑ گئی منھ زرد ہو گئے
دعویِٰ مردمی تھا، پہ نامرد ہو گئے ہنگامہ جن سے گرم تھا، وہ سرد ہو گئے

مرنے پہ بھی نصیب کی سوزش نہ جائے گی
اب ناریوں کو آتشِ دوزخ جلائے گی

۱۰۲
عاری تھے تیغِ شاہِ حجازی سے نیزہ باز
پیہم اُلٹ گئے گرتے تھے تازی سے نیزہ باز
روکے تھے ہاتھ، دستِ درازی سے نیزہ باز
باز آئے تھے نہ شعبدہ بازی سے نیزہ باز
یوں چُٹ[ز-۱] سے کھول دیتے تھے نیزے سے بند کو
آتش پہ ڈال دے کوئی جیسے سپند کو

۱۰۳
غُل تھا کہ وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری
برچھی سی اُڑ گئی وہ سناں یہ گرہ گری
ترکش کٹا کمان کیانی سے زہ گری
یہ سر[ح-۱۰] گرا وہ خود اُڑا یہ زرہ گری
آتی ہے لشکروں پہ تباہی اسی طرح
گرتی ہے برقِ قہرِ الٰہی اسی طرح

۱۰۴
وہ شام و روم کے قدر انداز بے نظیر
سہواً نہ چُوکتا تھا نشانوں سے جن کا تیر
ہر صف میں سہم سہم کے ہوتے تھے گوشہ گیر
چلّاتے تھے کہ موت کے حلقے میں ہیں اسیر
بیجے قسم اگر[ق-۱] کبھی لشکر کشی کریں
سر کاٹ ڈالے گا جو اَب سرکشی کریں

۱۰۵
مشّاق ساٹھ ساٹھ برس کے وہ تیز دست
چلّہ نہ سوجھتا تھا انھیں آنکھ سے نہ شست
بے سر تھے وہ بھی بادۂ نخوت سے جو تھے مست
غارت تھے مثلِ تیر ہوائی ہوا پرست
ترکش دو نیم ہو گئے زہ گیر[۴] کیا کرے
چلہ نہ ہو کمانوں پہ تو تیر کیا کرے

۱۰۶
وہ شہسوارِ دوشِ محمدؐ کی راں باگ
کیا ٹھہرے دھوپ میں کہ وہ سیماب ہے یہ آگ
تلوار کیا، فرس کو بھی تھی شامیوں سے لاگ
ایک ایک کو پکار رہا تھا کہ بھاگ بھاگ
زور اس سے چل سکے گا نہ رستم[۴۲] نہ گیو کا
اس پیلتن کی ٹاپ طمانچہ ہے دیو کا

۱۰۷
پھرتا ہے کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے
سرعت بلائیں لیتی تھی منھ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہِ شام و روم کے
غُل تھا یہ غول میں پسرِ سعدِ شوم کے
رخش ایسا روم و رَے میں نہیں شام میں نہیں
یہ شوخیاں تو اَبلقِ[ی-۱] ایام میں نہیں

چار آئینہ سے یوں نکل آتی تھی ذوالفقار ۱۰۸ عینک کے پار ہوتا ہے جیسے نگہ کا تار[ک-۱]
چار آئینے تو کیا تھے کہ ہوتے بھلا دوچار[ک-۱۰] ہر دم تھا امتزاج عناصر کو انتشار
اُلٹے جہاں رن ایسا اگر اک گھڑی پڑے
کیا ہو زرہ سے ضرب جب ایسی کڑی پڑے

خود و زرہ وہ دام سے آزاد، یہ اسیر ۱۰۹ تیر و کمان سخت، وہ بے پر یہ گوشہ گیر
شمشیر جاں ستان و کمند و سنان و تیر بے آب و سر بریدہ و ژولیدہ و حقیر
بے برگ و بار دشمنِ آلِ رسولؐ ہیں
اب برچھیوں میں پھل ہیں نہ ڈھالوں میں پھول ہیں

اس تیغ کے وقار سے کوہِ گراں سبک ۱۱۰ ڈھالوں کی شامیوں کی گھٹا ابر سے تنک
یہ آگ اور[ل-۱۰] ناریوں کے دست و پا خنک چلنے میں بس یہی دم و دعویٰ کہ اب نہ رک
مقتل کے ہر نشیب کو لاشوں سے پاٹ دے
پر جبرئیلؑ کے بھی سپر ہوں تو کاٹ دے

جب اُٹھ کے تیغِ صفدرِ قدسی شرف گری ۱۱۱ گویا کہ برقِ سطوتِ شاہِ نجف گری
آیا اُدھر خدا کا غضب جس طرف گری کٹ کر گرا پرے پہ پرا صف پہ صف گری
سیفی چلی کہ سیف صفِ کارزار پر
گھوڑے گرے پیادوں پہ پیدل سوار پر

اللہ ری شان واہ رے حملے جناب کے ۱۱۲ خاک اڑ گئی جدھر گئے گھوڑے کو داب کے
دکھلا دیے وغا میں چلن بوترابؑ کے فتراک تھی کہ پر فرسِ لاجواب کے
پُتلی جدھر سوار نے پھیری، یہ مُڑ گیا
اُترا براق بن کے، پری ہو کے اڑ گیا

جم کر صفوں سے یوں فرسِ تند خو اُڑا ۱۱۳ گویا ہمائے اوجِ شرف، چار سُو اُڑا
تلوار جب چلی، سرِ نحسِ عدو اُڑا نکلا دم اور نہ زخم سے مطلق لہو اُڑا
ہر دم برش بڑھی رہی، گھاٹ اس کا نام ہے
اس کو صفائی کہتے ہیں کاٹ اس کا نام ہے

باطل کو حق سے خیر سے شر کو، جُدا کیا ۔ ۱۱۴ ۔ ظلمت کو دن سے، شب کو سحر سے جُدا کیا
یوں کفر و دیں کو، تیغِ دو سر سے جُدا کیا ۔ گویا کلف کو رُوئے قمر سے جُدا کیا
ٹکڑے اڑائے دم میں سپاہِ شریر کے
قربان، ذوالفقارِ جنابِ امیرؑ[48] کے

بخشا ہے کبریا نے اصالت[49] کو کیا وقار ۔ ۱۱۵ ۔ تھی سرنگوں، اس اوج پہ وہ تیغ آبدار
باآبرو کا، جوہرِ ذاتی ہے، انکسار ۔ واں مدحِ ذوالفقار کی تھی عرش پر پکار
اس عزّ[50] و اعتلا پہ زباں بھی رُکی رہی
یہ کیا فروتنی ہے کہ گردن جھکی رہی

خالص اگر ہے مُشک تو بو آشکار ہے ۔ ۱۱۶ ۔ چمکے گا آپ، وہ جو دُرِ شاہوار ہے
زرگر کی، مدح و قدح کا کیا اعتبار ہے ۔ کہہ دے گی خود[51] محک کہ طلا خوش عیار ہے
بدمغز کو کمال کی دولت خدا نہ دے
خالی ہو جو کہ ظرف وہ کیونکر صدا نہ دے

اک ذوالفقار خلق میں دو ہاتھ سے چلی ۔ ۱۱۷ ۔ دستِ حسینؑ و پنجۂ مُشکل کُشا علیؑ
یہ مصطفٰےؐ کی جان، وہ اللہ کا ولی ۔ دونوں کا مرتبہ بھی دو عالم پہ ہے جلی
فخرِ مجاہدیں، پسرِ فاطمہؑ ہوا
حیدر سے ابتدا ہوئی، یاں خاتمہ ہوا

ظلمت سے نور، نور سے ظلمت جُدا ہوئی ۔ ۱۱۸ ۔ وحدت سے ایک ضرب میں کثرت جُدا ہوئی
دینِ مبیں سے کفر کی بدعت جُدا ہوئی ۔ ایماں کے راستے سے ضلالت جُدا ہوئی
اس دبدبہ سے زیر کیا روم و شام کو
حکمِ جہاد پھر نہ ہُوا نو امام کو

خود سر عُدو تھے، مثلِ حباب اس کے سامنے ۔ ۱۱۹ ۔ موجِ زرہ تھی، نقش برآب اس کے سامنے
کیا منہ تھا، دے جو تیغ جواب اس کے سامنے ۔ بڑھنے کی تھی سپر کو نہ تاب اس کے سامنے
اللہ کا غضب ہے یہ جلتے ہوئے تھے سب
لوہے کو ذوالفقار کی مانے ہوئے تھے سب

اللہ رے تلاطمِ افواجِ رُوسیاہ ۱۲۰ ٹکراتے تھے پہ ملتی نہ تھی بھاگنے کی راہ
غُل تھا، پناہ دے ہمیں اے آسماں پناہ اُمّت رسُولِ پاک کی ہوتی ہے اب تباہ
بخشو خطا یہ کام ہے مولا ثواب کا
صدقہ محمدِ عربی کی جناب کا

اس شور میں سُنا جو رسولِ خدا کا نام ۱۲۱ پڑھ کر دُرود آپ نے بس روک لی حسام
فرمایا خیر لے گا خدا تم سے انتقام عاجز نہیں یہ بے کس و مظلوم تشنہ کام
کیا چیز سر ہے بات پہ جرّار مرتے ہیں
دیکھو اس اختیار پہ یوں جبر کرتے ہیں

چرخ و نجوم و شمس و قمر شہر و دشت و در ۱۲۲ سنگ و معاون و صدف و قطرہ و گہر
اشجار و شاخ و برگ گل و غنچہ و ثمر رکن و مقام و باب و منا زمزم و حجر
جن و ملک ہیں انس ہیں غلمان و حور ہیں
کہہ دیں گے سب کہ ابنِ علیؑ بے قصور ہیں

میں کیا لڑوں گا غم سے ہوا ہے مرا جگر ۱۲۳ آنکھوں کے آگے خاک پہ ہے لاشۂ پسر
بازو کے غم میں ٹوٹ گئی ہے مری کمر سر ہو یہ مرحلہ، جو کٹے تن سے جلد سر
حسرت ہے یہ کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
جب ذبح ہوں تو پہلوئے اکبر میں لاش ہو

بھاگو نہ لو نیام میں رکھتا ہوں میں حسام ۱۲۴ مشتاقِ قربِ حق ہے یہ مظلوم و تشنہ کام
دنیا سے اب غرض ہے نہ کچھ زندگی سے کام حاضر ہے سر فقیر کا کیا کوچ کیا مقام
بیٹھے نہیں زمیں پہ خزانے کو گاڑ کے
موت آئی اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

پلٹے یہ سن کے بھاگے ہوئے رُوسیاہ آہ ۱۲۵ ابرِ ستم میں گھر گیا زہراؑ کا ماہ آہ
اک تشنہ لب پہ ٹوٹ پڑی سب سپاہ آہ دو لاکھ حربے، ایک تنِ زار آہ آہ
سب کچھ تھا اختیار پہ مجبور ہو گئے
شبیر سر سے تا بہ قدم چُور ہو گئے

۱۲۶
باندھے تھے چار غول، جفاکارِ بہرِ جنگ — اک صف سے تیغیں چلتی تھیں اور ایک سے خدنگ
نیزوں کے وار ہوتے تھے اک صف سے بے درنگ — چلتے تھے ایک صف سے پیا پے کلوخ[53] و سنگ

زہرا تڑپ رہی تھیں علیؑ (ع۔ا) ہاتھ ملتے تھے
یہ وار سب نبیؐ کے کلیجے پہ چلتے تھے

۱۲۷
وہ یوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ بن — جھیلوں میں شیر ہانپتے تھے دشت میں ہرن
رونے کی چار سو تھی صدا، بولتا تھا رن — غُل تھا خدا پرستوں کے لاشے ہیں بے کفن

آندھی میں خاک اُڑتی تھی گھوڑوں کی گشت سے
آواز ہائے ہائے کی آتی تھی دشت سے

۱۲۸
بی بی کوئی پکارتی تھی ہائے میرے لال — حیدرؑ کا باغ ہوتا ہے، جنگل میں پائمال
زہرا کی دونوں بیٹیاں کھولے ہوئے تھیں بال — ڈیوڑھی سے نکلے پڑتے تھے، بچوں کا تھا یہ حال

جھکتے تھے زیں سے، جب شہِ ذیشاں زمین پر
غُل تھا کہ ہائے گرتا ہے قرآں زمین پر

۱۲۹
جس روز تھا یہ حشر، یہ ماتم، یہ شور و شر — آپہونچا۔ اک مسافرِ غربت زدہ اُدھر
نکلا تھا گھر سے شوقِ نجف[54] میں وہ خوش سیر — چھوڑے ہوئے وطن، اُسے گذرا تھا سال بھر

بے خانماں کو، عشق خدا کے ولی کا تھا
مشتاق وہ زیارتِ قبرِ علیؑ کا تھا

۱۳۰
رخ زرد، پاؤں سوجے ہوئے، جسم پر غبار — ایمان و اعتقاد قوی، پر بدن نزار
طاعت گزار، نیک عقیدت، وفا شعار — نہ راحلہ[56]، نہ زاد، نہ ہمدم نہ غم گسار

یہ آرزو کہ گوہرِ بحرِ شرف ملے
چھانوں جہان کی خاک پہ دُرِّ نجف ملے

۱۳۱
سر کو قدم کیے وہ سعیدِ خجستہ[57] پے — دو دن کی راہ کرتا تھا ایک ایک دن میں طے
پیاری نہ تھی، جو قطع مسافت سے کوئی شے — آساں تھی اس کو دوریِ شام و عراق و رے

ان جنگلوں میں بادیہ پیما تھا دین کا
گز بن گیا تھا راہِ خدا کی زمین کا

۱۳۲
دیتی تھی اس کو طاقتِ رفتار جب جواب — جھک جھک کے دونوں پاؤں سے کرتا تھا یہ خطاب
لازم ہے تم کو سعی کہ یہ ہے رہِ ثواب — احسان میرے سر پہ تمھارا، چلو شتاب
کیا کیا شرف تمھاری بدولت ملے نہیں
گنجِ گہر ہیں زیرِ قدم آبلے نہیں

۱۳۳
کرتا تھا ہر قدم پہ دعا، وہ بہ اشک و آہ — پہونچا دے مجھ کو منزلِ مقصد پہ یا الٰہ
سمجھاتے تھے اسے جو مسافر، میانِ راہ — اک دن مقام کر، کہ ترا حال ہے تباہ
یاری نہ دیں قدم تو ٹھہرنا ضرور ہے
کہتا تھا رو کے وہ کہ نجف کتنی دور ہے

۱۳۴
پہونچا جو کربلا میں تو دیکھا یہ اس نے حال — تنہا کھڑا ہے ایک مسافر لہو میں لال
فوجیں ستم کی گرد ہیں آمادۂ قتال — چلتے ہیں تیر، پانی کا کرتا ہے جب سوال
ازبسکہ اہلِ درد تھا بیتاب ہوگیا
پانی کے مانگنے پر جگر آب ہوگیا

۱۳۵
تھم کر جو اس نے غور سے لاشوں پہ کی نظر — دیکھا ہے کوئی شمس، کوئی غیرتِ قمر
بچہ پڑا ہے ایک ستارہ سا خاک پر — کرتا بھی، ہنسلیاں بھی، شلوکا بھی خوں میں تر
سرخی لہو سے حلق کے، سیبِ ذقن میں ہے
باچھوں میں سب ہے دودھ انگوٹھا دہن میں ہے

۱۳۶
برپا ہے ایک سمت جو خیمہ فلک وقار — آتی ہے پیٹنے کی صدا اس سے بار بار
چلّا رہی ہے ڈیوڑھی پہ یوں کوئی غم گسار — صدقے میں تیرے اے مرے بابا کی یادگار
کانپا کلیجہ تھم کے سنا جب دہائی کو
سمجھا کہ رو رہی ہے بہن اپنے بھائی کو

۱۳۷
بولا وہ مل کے ہاتھ کہ یہ ماجرا ہے کیا — لائے کہاں نصیب مجھے وا مصیبتا
بے کس پہ یہ ستم، یہ تعدی ہے، یہ جفا — یارب ہوئی ہے اس ترے بندے سے کیا خطا
نیزوں سے صدر، تیغوں سے تن چور چور ہے
آئی ندائے غیب کہ یہ بے قصور ہے

۱۳۸
کہنے لگا لرز کے، وہ ذی قدر و نیک نام
اللہ کس قدر ہے پُر آشوب یہ مقام
دیا خدا نے خلق کیے بہرِ فیضِ عام
مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ[60] کام
اُن سے بشر ڈرے جنھیں خوفِ خدا نہیں
جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

۱۳۹
دو چار گام بڑھ کے یہ سوچا وہ نام ور
مظلوم کی دعا میں ہے سب طرح کا اثر
واللہ برگزیدۂ حق ہے یہ خوش سیَر
کر لیجے التماسِ دعا، ہاتھ باندھ کر
تیغوں میں اس کے پاس چلو، جو خدا کرے
آساں ہوں مشکلیں، جو یہ بے کس دعا کرے

۱۴۰
باتیں یہ کر کے دل سے بڑھا وہ اسیرِ غم
لاشوں کو دیکھ دیکھ کے روتا تھا دم بہ دم
ہاتف نے دی ندا کہ سمجھ کر اُٹھا قدم
رتبہ میں یہ زمیں بھی نہیں کچھ نجف سے کم
آنکھیں مَلک بچھاتے ہیں اس ارضِ پاک پر
یہ سب ورق ہیں مصحفِ[61] ناطق کے خاک پر

۱۴۱
آیا جو کانپتا ہُوا وہ شاہِ دیں کے پاس
کی عرض السلام علیک اے فلک اساس
مولا جواب دے کے یہ بولے بہ درد و یاس
آنا ہُوا کدھر سے ترا اے خدا شناس
عرض اس نے کی غلامِ شہِ ذوالفقار ہوں
بے کس ہوں، بے نوا ہوں، غریب الدیار ہوں

۱۴۲
طے کی ہے سال بھر میں پہاڑوں کی میں نے راہ
بچے کہیں تباہ ہیں، خادم کہیں تباہ
اب تک ہے مجھ سے دور، درِ ضیغمِ[62] اِلٰہ
مال و متاع لے کے چلا تھا یہ پُر گناہ
غارت نہیں ہوئی ہے بضاعت[63] غلام کی
لُوٹا ہے راہ میں مجھے فوجوں نے شام کی

۱۴۳
میں دو مہینے فوجِ ستم میں رہا اسیر
مولا علیؑ کے نام کے دشمن ہیں یہ شریر
ہتھیار لے کے، آ نہیں سکتا ہے راہ گیر
تب قید سے چھٹا ہوں کہ جب ہو گیا فقیر
سر پر یہی کلاہ، یہی اک لباس ہے
پُر ہوں غنی کہ دولتِ دیں میرے پاس ہے

۱۴۴ دو صاحبوں کے شوق میں چھوڑا ہے میں نے گھر ۔ حسرت یہ ہے نصیب کرے یاوری اگر
پہلے تو ہوں نجف کی زیارت سے بہرہ ور ۔ منظور پھر وہاں سے مدینے کا ہے سفر
جاؤں گا، دولتیں ہیں اگر سرنوشت[64] میں
رستے میں موت آئی تو پہونچا بہشت میں

۱۴۵ فرمایا آپ نے کہ مدینے میں کیا ہے کام ۔ عرض اُس نے کی وہی تو ہے دنیا میں اک مقام
اُس سرزمیں میں یہ ہے، مرا آقا، مرا امام ۔ برسوں سے جس کے عشق میں روتا ہوں صبح و شام
حیدر کے جان و دل ہیں، شہِ مشرقین ہیں
صدقے میں اس جگہ کے وہیں تو حسینؑ ہیں

۱۴۶ کیا دن سعید ہوگا میں اُس روز کے نثار ۔ جس روز اُن کے گرد پھروں گا میں سات بار
چوموں گا دونوں ہاتھ بصد عجز و افتخار ۔ آنکھیں قدم پہ جھک کے ملوں گا بہ انکسار
دُنیا ہو اور فاطمہؑ کا نورِ عین ہو
دیکھوں انھیں صحیح و سلامت تو چین ہو

۱۴۷ دشمن بہت امام کے ہیں اور دوست کم ۔ امت دغا کرے نہ کہیں، مجھ کو ہے یہ غم
اب پنجتنؑ میں ہے تو انھیں کا ہے ایک دم ۔ عزلت[65] گزیں ہے قبرِ نبیؐ پر وہ ذی حشم
زندہ ہیں گر حسینؑ تو زندہ ہیں چار دم
یارب اس ایک دم کو عطا کر ہزار دم

۱۴۸ اک میرا شاہزادہ ہے ہم شکلِ مصطفےٰ ۔ شہرہ[66] ہے جس کی شکل و شمائل کا جابجا
ماں کا مرادوں والا پسر ہے وہ مہ لقا ۔ سایے میں شہ کے اس کو سلامت رکھے خدا
اُس رشکِ گل سے دُور خزاں کی بلا رہے
یارب چمن حسینؑ کا پھولا پھلا رہے

۱۴۹ یہ سن کے آپ آئے مسافر کے متصل ۔ پھیلا کے دونوں ہاتھ کہا آ گلے تو مل
ہاں بھائی سچ ہے، صدمۂ فرقت ہے جاں گسل[67] ۔ اس دم بہل گیا، ترے آنے سے میرا دل
طاقت کلام کی نہیں، پاتا یہ ضعف ہے
چہرا ترا نظر نہیں آتا یہ ضعف ہے

ہاں مدتوں سے ہے یہی نیرنگِ روزگار ۱۵۰ ہر گُل پہ ایک دن ہے خزاں ایک دن بہار
ہمدرد ہم بھی ہیں ترے اے یارِ غم گُسار تیری طرح لُٹے ہیں یہیں، چھوڑ کر دیار
شکرِ خدا مسافرِ راہِ ثواب ہیں
اب دیر کوچ میں نہیں، پا در رکاب ہیں

کس سے کہیں کہ ہم پہ جو صدمہ گذر گیا ۱۵۱ خالی ہُوا عزیزوں سے گھر دشت بھر گیا
دنیا سے دوپہر میں، مرا گھر کا گھر گیا بیٹا جوان قتل ہُوا ، بھائی مر گیا
بنتی نہیں جب آتی ہے قسمت بگاڑ پر
ٹکڑے ہو، گر پڑے یہ مصیبت پہاڑ پر

میرا ہے اب یہ حال کہ زخموں سے چُور ہوں ۱۵۲ جنگل میں موت آئی ہے بستی سے دُور ہوں
اک خاکسار بندۂ ربِّ غفور ہوں عالم ہے اس کی ذات کہ میں بے قصور ہوں
کہنے میں بات آتی ہے، یہ کچھ گلا نہیں
دن تیسرا ہے آج، کہ پانی ملا نہیں

مولا سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ دل کباب ۱۵۳ لے آؤں دوڑ کر مرے شربے میں ہے کچھ آب
کیجیے زبانِ خشک کو تر بہرِ بوتراب بولے ہلا کے سر کو شہِ آسماں جناب
اب انتظار موت کا ہے، کیا جیوں گا میں
سب پیاسے مر گئے ہیں نہ پانی پیوں گا میں

زر کار جو تجھے ہو، وہ لے بہرِ کردگار ۱۵۴ پیدل اگر ہے تُو، تو یہ حاضر ہے راہوار
ناشتہ بھی لے ترا تو ہے آقا وہ نامدار سائل کو جس نے روٹی کے اُونٹوں کی دی قطار
حاضر ہے جان و مال کہ ہے میہمان تُو
بھائی ہمارے گھر کو بھی گھر اپنا جان تُو

اسباب بھی ہے مال بھی ہے سیم و زر بھی ہے ۱۵۵ موجود راحلہ بھی ہے زادِ سفر بھی ہے
مغفر بھی ہے، زرہ بھی ہے، تیغ و سپر بھی ہے گر تیرے کام آئے تو، حاضر یہ سر بھی ہے
بے کس ہوں گو کہ آج پہ عالی مقام ہوں
شرما نہ تُو کہ میں بھی علیؑ کا غلام ہوں

آقا ترا جو ہے وہی آقا مرا بھی ہے ۱۵۶ تیرا طبیب جو، وہ مسیحا مرا بھی ہے
جو ہے ولی حق، وہی مولا مرا بھی ہے بھائی علیؑ کے حصے میں حصہ مرا بھی ہے
ہاں مالِ غیر کفو میں تصرف نہ چاہیے
آپس میں دوستوں کو تکلف نہ چاہیے

دیکھی جو یہ عنایتِ سلطانِ بحر و بر ۱۵۷ رونے لگا وہ مردِ مسافر جھکا کے سر
دل سے کہا خدا کا ولی ہے یہ خوش سیر اس حال میں غریب نوازی ہے کس قدر
دیکھی نہ باپ میں یہ محبت نہ بھائی میں
اب تک ہیں اس طرح کے بھی بندے خدائی میں

عرض اُس نے کی حضور سے بس ہے یہ التجا ۱۵۸ کیجے اٹھا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دعا
پہونچا دے مجھکو قبرِ علیؑ پر مرا خدا مولا نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا
جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یارب اسے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم اُس نے کی تو یہ بولے شہِ انام ۱۵۹ قبرِ علیؑ پہ جا کے یہ کہنا مرا پیام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں، سب کے کام میں بے کس و غریب بھی ہوں آپ کا غلام
تنہا ہوں دشمنوں میں، خبر آ کے لیجیے
ہنگامِ ذبح گود میں سر آ کے لیجیے

سُن کر بیانِ شاہ رہی ضبط کی نہ تاب ۱۶۰ آنسو بہا کے، سر کو جھکایا، بصد حجاب
دل سے کہا کہ اب ہے لبِ بام آفتاب بے کس کے کام آؤ کہ اس میں بھی ہے ثواب
احساں کا یہ عوض ہے کہ احسان کیجیے
اب سر علیؑ کے نام پہ قربان کیجیے

حضرت سے عرض کی کہ نہ جائے گا اب غلام ۱۶۱ بس جی چکے بہت یہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجیے رضا، کہ بڑھوں کھینچ کر حسام وہ کام چاہیے، کہ رہے تا بہ حشر نام
دیندار ہوں، نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں
اب مر کے شبّرِ حق کی زیارت کروں گا میں

۱۶۲
زوّار جن کا ہوں میں اُنھیں کی مجھے قسم — سر بھی کٹے گا اب تو نہ چھوڑوں گا یہ قدم
جلوے دکھا رہا ہے مجھے گلشنِ ارم — حوریں پکارتی ہیں کہ آ منتظر ہیں ہم
پردے اُٹھے ہوئے ہیں نظر دُور جاتی ہے
گردوں سے مرحبا کی صدا مجھکو آتی ہے

۱۶۳
گھبرا کے بولے شاہ کہ ہاں ہاں! قسم نہ کھا — رستہ ہے یاں سے رات بسے کا، نجف کو جا
بچنا ترا محال ہے، گر جان دی تو کیا — اے بھائی تو ہے صاحبِ دختر، نہ لے رضا
دامن کو آنسوؤں سے بھگوتی ہے رات دن
بیٹی تری ترے لیے روتی ہے رات دن

۱۶۴
رخصت کے وقت وہ جو بلکتی تھی دم بہ دم — وعدہ کیا تھا تُو نے کہ آئیں گے جلد ہم
مرتی ہے انتظار میں وہ صاحبِ الم — آلودہ اس اَلم میں ہوں، میں بھی اسیرِ غم
ہجراں کشیدہ رنج بلا و محن میں ہے
بیمار ایک میری بھی بیٹی وطن میں ہے

۱۶۵
بیٹی کا ذکر سن کے یہ بولا وہ خوش خصال — فرمائیے جناب سے کس نے کہا یہ حال؟
آگاہ اس سے کوئی نہیں غیرِ ذوالجلال — شاید ہے، علمِ غیب میں بھی آپ کو کمال
ہر شے کا علم آپ کو اس بے کسی میں ہے
یہ تو صفت امام میں ہے یا نبیؐ میں ہے

۱۶۶
بتلائیے برائے خدا مجھ کو اپنا نام — فرمایا بے نوا، وطن آوارہ، تشنہ کام
بے کس، عزیز مردہ، اسیرِ سپاہِ شام — عاجز، بلا رسیدہ، ستم دیدۂ ستم
درد و غم و الم مرے حصّے میں آئے ہیں
یہ سب خطاب میں نے یہاں آکے پائے ہیں

۱۶۷
قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک — اظہارِ اسمِ اقدسِ اعلیٰ میں کیا ہے باک
بتلائیے کہ غم سے مرا دل ہے چاک چاک — چپ ہو گئے تڑپنے پہ اس کے امامِ پاک
یہ تو نہیں کہا کہ شہِ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسینؑ ہوں

سر اپنا پیٹ کر وہ پکارا بہ شور و شین ۱۶۸ ہے ہے یہ کیا زباں سے کہا کون سا حسینؑ
آئی ندا فلک سے کہ زہراؑ کا نورِ عین بیٹا علیؑ کا، سبطِ شہنشاہِ مشرقین

گھر فاطمہؑ کا لُٹ گیا اب اس لڑائی میں
بس اک یہی حسینؑ ہے ساری خدائی میں

کھینچی ہے تو نے جس کے لیے زحمتِ سفر ۱۶۹ اے بے خبر یہی ہے وہ سلطانِ بحر و بر
ویران ہے یثرب و نجف اے مردِ خوش سیر شب سے یہاں نبیؑ و علیؑ ہیں برہنہ سر

زینبؑ ہے یہ جو ڈیوڑھی پہ جاں اپنی کھوتی ہے
زہراؑ تو ساتویں سے اسی بن میں روتی ہے

اُس بے وطن نے جبکہ مفصل سنا یہ حال ۱۷۰ غش کھا کے پائے شہ پہ گرا وہ نکو خصال
اُٹھا تڑپ کے جب، تو پکارا بصد ملال یہ کیا قیامت آگئی، اے فاطمہؑ کے لال

کیا تھی خبر کہ آپ اِس آفت کے بَن میں ہیں
میں تو یہ جانتا تھا کہ حضرت وطن میں ہیں

مدت سے تھی مجھے تو زیارت کی آرزو ۱۷۱ خوبی مرے نصیب کی یا شاہِ نیک خُو
اب دیجیے رضا کہ جگر غم سے ہے لہو مر جاؤں لڑ کے فوج سے حضرت کے روبرو

للہ چشمِ پاک کو اب نم نہ کیجیے
اب اس غلام زادے کا کچھ غم نہ کیجیے

شہزادیاں (د-۱) غُلام کی ہوتی ہیں بے پدر ۱۷۲ کچھ غم نہیں، یتیم وہ لونڈی ہوئی اگر
میں کیا مکان کیا مرا یا شاہِ بحر و بر جب بے سبب جہاں میں لٹے فاطمہؑ کا گھر

گیتی ہو آج دَرہم و برہم تو خُوب ہے
لُٹے تمام دفترِ عالم تو خُوب ہے

روکا بہت مگر کہیں رُکتا تھا وہ دلیر ۱۷۳ تلوار لے کے فوج پہ جھپٹا مثالِ شیر
سیرِ جناں کے شوق میں تھا زندگی سے سیر ایسا لڑا کہ رن میں ہوئے زخمیوں کے ڈھیر

دم بھر رہا تھا، عشقِ شہِ مشرقین کے
نعرہ تھا دَم بہ دَم کہ تصدق حسینؑ کے

لگتا تھا زخم جب تو وہ کہتا تھا یا علیؑ ۱۷۴ بدر الدجےٰ حسینؑ و شمس الضحیٰ علیؑ
مرشد علیؑ، امام علیؑ، رہنما علیؑ کشتی علیؑ، جہاز علیؑ، ناخدا علیؑ
عازم ہوں سیرِ گلشنِ دارالسلام کا
دریائے غم سے پار ہے بیڑا غلام کا

اُس بے وطن پہ ٹوٹ پڑی جب سپاہِ شام ۱۷۵ ریتی پہ ٹکڑے ہو کے گرا، وہ فلک مقام
زخمی تھے خود، پہ اُس کے سرہانے گئے امام گودی میں لے کے زانو پہ رکھا سرِ غلام
رو کر پکارتے تھے یہ اُس خوش نصیب کو
اے بھائی جان چھوڑ چلے اس غریب کو

اے میری بے کسی کے مددگار الوداع ۱۷۶ اے تشنہ لب حسینؑ کے غمخوار الوداع
اے بے وطن کے یارِ وفادار الوداع اے شیرِ ذوالجلال کے زوّار الوداع
جو خوش نصیب ہیں یوں ہی جنت میں جاتے ہیں
گھبرائیو نہ ہم بھی ترے بعد آتے ہیں

فرما کے یہ حسینؑ تو روتے تھے زار زار ۱۷۷ ہنستا تھا، دونوں آنکھوں کو کھولے وہ ذی وقار
پوچھا سبب خوشی کا، تو بولا وہ دل فگار اے نورِ چشمِ احمدِ مرسلؐ ترے نثار
جلوہ خدا کے نور کا ہے میرے سامنے
مشتاق جن کا تھا، انھیں دیکھا غلام نے

بالائے سر کھڑے ہیں رسولِ فلک مقام ۱۷۸ فرزند کہہ کے لیتے ہیں شفقت سے میرا نام
دستِ علیؑ میں چشمۂ کوثر کے دو ہیں جام فرماتے ہیں کہ پی اسے گر تو ہے تشنہ کام
ناجیؔ ہے دوست دار مرے نورِ عین کا
حصہ ترا یہ ہے تو وہ حصہ حسینؑ کا

حقا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا ۱۷۹ نامِ نکو قلم نے لکھا عرش پر ترا
اب جنت النعیم میں ہو گا گذر ترا ہمسایۂ رسولِ خدا میں ہے گھر ترا
حوریں ہیں باغِ خلد میں خدمت کے واسطے
آیا ہوں خود میں تیری زیارت کے واسطے

رونے لگا یہ شاہ سے کہہ کر وہ تشنہ لب ۱۸۰ فرمایا آپ نے کہ یہ رونے کا کیا سبب
کی عرض اُس نے اے خلفِ سیّدُ العرب تنہائیِ حضور کا صدمہ ہے دل پہ اب
رخصت جو تن سے روح کی ہے بے قرار ہوں
مہلت جو دے اجل تو پھر اُٹھ کر نثار ہوں

مجھ کو ہے غم حضور کا، حضرت کو غم مرا ۱۸۱ اب کوچ جلد ہے، سوئے ملکِ عدم مرا
منھ ڈھانپ دیجیے، شہِ عالی ہمم مرا پڑھیے کوئی دعا کہ نکلتا ہے دم مرا
کیا وقتِ بے کسی ہے ہمارے حضور پر
کس سے کہوں کہ لاش کو وارے حضور پر

یہ کہتے کہتے آہ، وہ زُوّار، مرگیا ۱۸۲ بے کس کا، بے وطن کا مددگار، مرگیا
شیدائے نامِ حیدرِ کرّار، مرگیا شبیرؑ روتے رہ گئے، غم خوار، مرگیا
لاشے سے اُٹھ کے جا نہ سکے خیمہ گاہ میں
پھر گھر گئے حسینؑ عدو کی سپاہ میں

(غ-۱)
اب کیا کہوں انیسؔ کہ سیّد پہ کیا ہُوا ۱۸۳ تڑپے حسینؑ شورِ قیامت بپا ہُوا
برباد خاندانِ رسولِ خُدا ہُوا سجدے میں تن سے، فرقِ مبارک جدا ہُوا
پُر خوں قبائے سیّدِ لولاک لُٹ گئی
عُریاں حسینؑ رہ گئے پوشاک لُٹ گئی

۱۱

جب خیمے میں رخصت کو شۂ بحر و بر آئے ۱ چلّائی سکینہؑ مرے بے کس پدر آئے
حضرت کو جو ناموسِ پیمبرؐ نظر آئے رو کر کہا ہم قبر میں اصغرؑ کو دھر آئے
لو بیبیو شبیرؑ جہاں سے سفری ہے
اب فاطمہؑ کا لال چراغِ سحری ہے

تنہا ہوئے کس طرح نہ ہم مرنے کو جائیں ۲ قاسمؑ ہیں کہ عمو کے عوض خوں میں نہائیں
عباسؑ ہیں جو نہر پہ ہاتھ اپنا کٹائیں اکبرؑ ہیں جو بابا کی عوض برچھیاں کھائیں
یاور کوئی جز بے کسی و یاس نہیں ہے
اصغرؑ بھی موئے اب تو کوئی پاس نہیں ہے

تقدیر میں جو داغ اٹھانے تھے اُٹھائے ۳ اِن آنکھوں سے فرزندوں کے لاشے نظر آئے
اکبرؑ سا پسر مر گیا، ہم مرنے نہ پائے خالق مجھے اس قافلے سے جلد ملائے
کس سے کہوں جو ہجرِ عزیزاں کا قلق ہے
دل ٹکڑے ہے سینے میں کلیجہ مرا شق ہے

تم سب کو کیا خالقِ اکبرؑ کے حوالے ۴ زہراؑ کے حوالے کیا، حیدرؑ کے حوالے
سب گھر ہے مرا عابدِ مضطر کے حوالے ہے میری سکینہؑ مری خواہر کے حوالے
ماتم میں مرے نالہ و فریاد کرے گی
بہلائیو جس دم وہ مجھے یاد کرے گی

اصغرؑ کو لیے گود میں پھرتی تھی وہ دن بھر ۵ بہلائے گی دل کس سے کہ مارے گئے اصغرؑ
اب اور یتیمی کی بلا آتی ہے سر پر غم ہے کہ یہ کس طرح جیے گی مری دُختر
کون اُس کے بھلا ناز اٹھائے گا مرے بعد
چھاتی پہ اُسے کون سُلائے گا؟ مرے بعد

افسوس مری پیاری یہ اب ہوئے گی بیداد ۶ دُر کے لیے مارین گے طمانچے ستم ایجاد
چلّائے گی لے لے کے مرا نام وہ ناشاد | مر کر بھی غم و رنج سے ہم ہوں گے نہ آزاد
ہیہات گلا باندھے گا جب شمر رسن میں
لاشہ مرا صدمے سے تڑپ جائے گا رن میں

کہہ کر یہ سخن رونے لگے سیدِ اکرم ۷ ناموسِ محمدؐ میں، بپا ہو گیا ماتم
سر پیٹ کے زینبؑ نے کہا اے شہِ عالم | کس سے سخنِ یاس، یہ فرماتے ہو اس دم
کچھ میری بھی ہے فکر جو سر دیتے ہو بھائی
ہے ہے مجھے مرنے کی خبر دیتے ہو بھائی

جاتے ہو تو ہمراہ بہن کو لیے جاؤ ۸ میں تیرِ ستم کھاؤں گی، تم برچھیاں کھاؤ
جب غش میں سرِ پاک کو ہرنے پہ جھکاؤ | میں تھام لوں تا خاک پہ تم گرنے نہ پاؤ
تنہا تمھیں شمشیر و تبر کھانے نہ دوں گی
مر جاؤں گی پر آپ کو میں جانے نہ دوں گی

بابا نہیں امّاں نہیں بیٹے بھی نہیں پاس ۹ پردیس میں ہے کون بجز بےکسی و یاس
اس خواہرِ غمگیں کو فقط آپ کی ہے آس | بعد آپ کے کرنے کا نہیں کوئی مرا پاس
ہر شہر میں سر ننگے میں دل خستہ پھروں گی
صدقے گئی در در میں رسن بستہ پھروں گی

رونے لگے زینبؑ سے یہ سُن کر شہِ ابرار ۱۰ چھاتی سے لگایا اسے بادیدۂ خوں بار
فرمایا کہ دے صبر تجھے، ایزدِ غفّار | واللہ بہن بھائی ہے اس امر میں ناچار
کس طرح نہ مرنے کا ارادہ کرے زینبؑ
ہے مرضیِ خالق تو یہی کیا کرے زینبؑ

جانے دو بہن خالقِ اکبر کی قسم ہے ۱۱ روکو نہ ہمیں، تم کو پیمبرؐ کی قسم ہے
زہراؑ کی تمھیں روحِ مطہر کی قسم ہے | بس صبر کرو! تم کو مرے سر کی قسم ہے
تنہائی سے دم سینے میں گھبراتا ہے بھینا
اب ٹھہروں تو وعدے میں خلل آتا ہے بھینا

یہ سن کے گری زینبؑ دلگیر زمیں پر ۱۲ چلائی کہ دنیا سے چلے ہائے برادر
پھر شہ نے کہا دیکھ کے بانو کو کھلے سر صاحب کہو کیا حال ہے کیوں پھینک دی چادر؟
لب پر کبھی نالہ ہے، کبھی سینہ زنی ہے
ہم تو ابھی جیتے ہیں، یہ کیا شکل بنی ہے

رو کر کہا بانوؑ نے کہ یا سبطِ پیمبرؐ ۱۳ کچھ ہوش نہیں، جب سے موئے ہیں علی اکبرؑ
کس طرح میں چھاتی کو نہ پیٹوں مرے سرورؑ اکبرؑ ہی کو روتی تھی، کہ مارے گئے اصغرؑ
جینے کی نہیں، دل پہ بڑا رنج و تعب ہے
آقا نے بھی لونڈی کو جو چھوڑا تو غضب ہے

شہ نے کہا بانو یہی قسمت میں لکھا ہے ۱۴ تقدیر سے کچھ زور نہیں، صبر کی جا ہے
آیا ہے جو دنیا میں، وہ اک روز فنا ہے گھبراؤ نہ ہر دکھ میں، مددگار خدا ہے
دو بیٹے فدا کر چکی ہو راہِ خدا میں
شوہر کو بھی قربان کرو راہِ خدا میں

پیغام رنڈاپے کا سنا شاہ سے جس دم ۱۵ یہ روئی کہ بے ہوش ہوئی بانوئے پُرغم
عابدؑ کے سرہانے گئے روتے شہِ عالم بازو کو ہلا کر کہا با دیدۂ پُرنم
کیا غش میں ہو رخصت کو پدر آیا ہے بیٹا
اٹھو کہ وصیت کو پدر آیا ہے بیٹا

بابا کی صدا سن کے اسے ہوش جو آیا ۱۶ اٹھا نہ گیا، سر قدمِ شہ پہ جھکایا
شہ بیٹھ گئے اور اسے آہستہ اٹھایا منھ دیکھ کے عابدؑ نے یہ حضرت کو سنایا
روشن ہوئیں آنکھیں شہِ والا نظر آئے
بس اب ہوئی صحت کہ مسیحا نظر آئے

شہ نے کہا دے تجھ کو شفا ایزدِ غفار ۱۷ جاتا ہے پدر مرنے کو اے عابدِ بیمار
خیمے کے جلانے کو اب آئیں گے جفاکار رہنا حرمِ پاک سے بلوے میں خبردار
اس گھر کے بس اب مالک و مختار تمھیں ہو
بے وارث رانڈوں کے مددگار تمھیں ہو

سمجھتا ہوں جو کچھ وہی کرنا مرے دلدار ۱۸ رسی بندھے گردن میں تو مت کیجیو تکرار
نہ توڑائیو سر دیکھتے ہی طوقِ گراں بار رکھ دیجیو قدم، بیڑیاں لائیں جو ستمگار
فرزند ہو تم ابنِ شہِ عقدہ کشا کے
پابند رہو سلسلۂ صبر و رضا کے

اور اک یہ وصیت رہے یاد اے مرے جانی ۱۹ کیجیو نہ فراموش، مری تشنہ دہانی
چوبیس پہر گذرے ہیں، پایا نہیں پانی دیں پانی اگر بعد مرے ظلم کے بانی
تم فاتحہ بابا کی دلا دیجیو، بیٹا
اور پیاسی سکینہ کو پلا دیجیو، بیٹا

اور سوئے وطن جائیو جب قید سے چھٹ کر ۲۰ صغرا سے یہ کہیو مری جانب سے مقرر
بی بی تجھے بھولا نہیں میں بے کس و مضطر تھی یاد تری دل میں، گلا تھا تہِ خنجر
تقدیر نے زندہ ہمیں پھیرا نہ سفر سے
اب حشر میں ہووے گی ملاقات، پدر سے

سجادؑ نے حضرت سے کہا تھام کے رقت ۲۱ کیا بندے کو مرنے کی نہ دیجے گا اجازت
اس قیدِ مصیبت سے تو بہتر ہے شہادت بن آپ کے ہے زیست مرے حق میں قیامت
یہ شدتِ تپ اور یہ تنہائی ہماری
گر آپ نے چھوڑا تو اجل آئی ہماری

شہ نے کہا صدقے ترے مظلومی کے شبیرؑ ۲۲ اے عابدِ بے کس! ہے یہی خواہشِ تقدیر
کس طرح سے تو حلق دھرے گا تہِ شمشیر پیارے ترے حصے میں تو ہے طوقِ گلوگیر
تا زیست، تجھے باپ کے ماتم میں ہے رونا
چالیس برس تجھ کو مرے غم میں ہے رونا

ہر چند کہ ہے تم پہ فراقِ پدری جبر ۲۳ جب تم نہ ہوئے کون بناوے گا مری قبر
آجائے گا غش روؤ نہ بیٹا صفتِ ابر اب گھر میں نہ ہم آئیں گے، بابا کو کرو صبر
ناموسِ رسولِ دوسرا کو تمہیں سونپا
سونپا تمہیں گھر، اور خدا کو تمہیں سونپا

غش ہو گئے سجّادِ حزیں سُن کے یہ تقریر ۲۴ روتے ہوئے میداں کو چلے حضرتِ شبّیرؑ
صدمے سے ہوا زرد رخِ زینبؑ دل گیر چلّا کے کہا بانوؑ نے ’ ہے ہے مری تقدیر
اٹھتا ہے مرے شاہ کا سایا، مرے سر سے
لوگو! میں چھٹی جاتی ہوں زہراؑ کے پسر سے

سمجھاتے تھے ایک ایک کو شہ بادلِ ناشاد ۲۵ اے بیبیو! بے فائدہ ہے نالہ و فریاد
بھولو ہمیں اب خالقِ اکبر کو کرو یاد شاکر رہو ہر دکھ میں کہ حق کا ہے یہ ارشاد
یہ سن کے ہر اک تکتی تھی شبّیرؑ کی صورت
شہ دیکھتے تھے رو رو کے ہمشیر کی صورت

خیمے سے برآمد ہوئے آخر شہِ صفدر ۲۶ سب بیبیاں ڈیوڑھی پہ رہیں کھولے ہوئے سر
کیا کیجئے بیاں بے کسیِ سبطِ پیمبرؐ بیٹا، نہ بھتیجا، نہ علمدار، نہ لشکر
تھامے جو رکاب، آپ کی اتنا نہ کوئی تھا
رہوار تھا، یا راکبِ دوشِ نبوی تھا

کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور ۲۷ دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور
رو کر کبھی چلّاتے تھے آؤ علیؑ اکبرؑ دل تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر
لو جلد خبر بے کس و بے یار ہیں عباسؑ
تم تھامو رکاب آ کے، تو اسوار ہوں عباسؑ

رو رو کے یہ کہتے تھے شہنشاہِ دو عالم ۲۸ مظلومیِ شبّیرؑ پہ تھا خیمے میں ماتم
ہرگز دلِ زینبؑ کو قرار آیا نہ اُس دم چلّاتی ہوئی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بصد غم
اے بھائی دکھاؤں کسے تنہائی تمھاری
تھامے گی رکاب آج یہ ماں جائی تمھاری

شہ نے کہا زینبؑ تری الفت کے میں قرباں ۲۹ بھائی کے لیے پردے کا! تُم کو نہ رہا دھیان
پھر گھوڑے کے نزدیک گئے سرورِ ذیشاں رو رو کے کہا، لو بہن! اللہ نگہباں
زینبؑ نے رکھا ہاتھ رکابِ شہِ دیں پر
شبّیرؑ ہوئے جلوہ نما خانۂ زیں پر

میداں کو چلی سیّدِ بے کس کی سواری ۳۰ زینبؑ گئی خیمے میں بصد گریہ وزاری
جنگاہ میں پہونچا، اسدِ ایزدِ باری اس غیظ سے دیکھا کہ لگے کانپنے ناری

کیا رعب تھا کیا دبدبہ تھا ابنِ علیؑ کا
قبضے کی طرف ہاتھ نہ بڑھتا تھا کسی کا

بچپن کا تھا مرکب تہہ ران، برق کی تمثال ۳۱ ہر مرتبہ چمکارتا تھا، فاطمہؑ کا لال
کہتے تھے ستمگار زہے حشمت واجلال دیکھو تو ذرا شوکتِ شپیرِ خوش اقبال

لب تشنہ کئی دن سے مظلوم رہے ہیں
پر شیر سے میداں میں کھڑے جھوم رہے ہیں

دن ہوگیا جلوے سے رخِ تاب کے مہتاب ۳۲ ابرو ہیں حریمِ حرمِ پاک کے محراب
ہیں نرگسی آنکھیں تو ہے چہرہ گلِ شاداب لب غیرتِ یاقوت ہیں، دنداں دُرِ خوش آب

آئینہ ہے گردن تو صراحی سا گلا ہے
حضرت کا بدن نور کے سانچے میں ڈھلا ہے

اتنے میں ہوئے بڑھ کے رجز خواں شہ صفدر ۳۳ پہچانو مرے رتبے کو، اے قومِ ستمگر
نانا ہے پیمبر، مری ماں بنتِ پیمبر بھائی حسنِ سبز قبا، عاشقِ داور

میں سروِ روانِ چمنِ شیرِ خدا ہوں
واللہ ڈرو! مجھ سے میں شمشیرِ خدا ہوں

تم وہ ہو کہ لکھ لکھ کے خطِ شوق بلایا ۳۴ میں وہ ہوں کہ گھر چھوڑ کے اس گرمی میں آیا
تم وہ ہو کہ، بے جرم وخطا مجھ کو ستایا میں وہ ہوں کہ شکوے کا سخن لب پہ نہ لایا

تم وہ ہو کہ تصویرِ پیمبر کی مٹادی
میں وہ ہوں کہ جس نے تمھیں بخشش کی دعا دی

بے جاں کیے تم نے مرے یاور مرے پیارے ۳۵ میں رہ گیا سب جانبِ فردوس سدھارے
تم صبح ڈمسار رہتے ہو دریا کے کنارے بچّے موئے جاتے ہیں مرے پیاس کے مارے

مہماں کو بھی ایذا کہیں دنیا میں ملی ہے؟
پانی نہیں دیتے ہو یہ کیا بے ادبی ہے؟

۳۶
کچھ بولے نہ حضرت کے سخن سُن کے ستمگار
اک بار بجے طبل، ہوئی تیروں کی بوچھار
کی سبطِ پیمبرؐ نے عَلم تیغ شرر بار
بجلی کی طرح، جا ہی پڑا فوج میں رہوار
دم بند ہوئے تیغ سے بیدادگروں کے
ہر چار طرف چھا گئے بادل سپروں کے

۳۷
کس سے ہو بیاں تیزیِ تیغِ شہِ عالم
ہنگامِ رقم حرف کٹے جاتے ہیں باہم
کہیے اسے برقِ غضبِ خالقِ اکرم
خونریز، وجفاکار، وسرانداز، شرر دم
جس غول پہ بجلی سی وہ جا پڑتی تھی تھم کے
سر گرتے تھے مانندِ تگرگ اہلِ ستم کے

۳۸
میداں میں زبس خون کے دریا کا ہُوا جوش
مچھلی کی طرح لوٹتے پھرتے تھے زرہ پوش
نامی جو بہادر تھے، نہ تھا ان میں ذرا ہوش
تھا شور کہ بس شمعِ حیات اب ہوئی خاموش
کیا جاتے بھلا سبطِ پیمبرؐ کے برابر
اک برق نکل جاتی ہے دو کر کے برابر

۳۹
کیا تیغ تھی کیا ضرب تھی العظمۃ للہ
یاں کوہ جو ہووے تو کٹے مثلِ پرِ کاہ
دم لینے نہ دیتے تھے کسی کو شہِ ذی جاہ
دوزخ کی طرف رَن سے چلے جاتے تھے گمراہ
سو جان سے فدا ضربتِ دستِ شہِ دیں پر
کتنے ہی تڑپتے نظر آتے تھے زمیں پر

۴۰
کرتا ہے علم سیفِ زباں راویِ پُر غم
لڑتے ہوئے دریا پہ جو پہونچے شہِ عالم
تھے گھاٹ جو روکے ہوئے واں سیکڑوں ظالم
اک حملے میں ان سب کو کیا درہم و برہم
آئی جو ہوا، اسپ شہِ تشنہ دہاں کو
لٹکا دیا پانی پہ نظر کر کے زباں کو

۴۱
حضرت نے جو دیکھا کہ بہت تشنہ ہے رہوار
ٹھکرا کے اسے ڈال دیا نہر میں اک بار
فرمایا کہ سیراب ہو اے اسپ وفادار
پُر چھا ہے ابھی گھیر نہ لیں پھر کہیں کفّار
اور میں تو کبھی پانی سے لب تر نہ کروں گا
پیاسے موئے عباسؑ میں پیاسا ہی مروں گا

بے جاں ہوئے بن پانی تڑپ کر علی اکبرؑ ۴۲ ہاتھوں پہ مرے تشنہ دہن مر گئے اصغرؑ
دم توڑتی ہے خیمے میں پیاسی مری دختر اے گھوڑے تو منصف ہو میں پانی پیوں کیونکر

اب دل کو مرے ساغرِ کوثر کی ہوس ہے
اور حلق کو آبِ دمِ خنجر کی ہوس ہے

راکب کی جو تقریر سُنی گھوڑے نے ساری ۴۳ اک ندی ہوئی آنسوؤں کی چشموں سے جاری
رو رو کے یہ کی عرض کہ اے عاشقِ باری سیراب ہوں میں اور نہ بجھے پیاس تمہاری

حضرت کی طرح پانی سے بیزار ہوں آقا
میں بھی نہ پیوں گا کہ وفادار ہوں آقا

رونے لگے یہ سُن کے شہ بے کس وبے پر ۴۴ پھر سوچ کے کچھ پانی بھرا چلو کے اوپر
چاہا جو ہیں شہ نے کہ لبِ خشک کریں تر چلّا کے یہ تب کہنے لگا ایک ستم گر

پانی سے ابھی حلق نہ تر کیجیے حضرت
گھر لٹتا ہے ہاں جلد خبر لیجیے حضرت

تاراج ہُوا اہلِ حرم کا زر و زیور ۴۵ سیدانیاں خیمے سے نکل آئی ہیں باہر
یہ سنتے ہی شاہِ دوجہاں ہو گئے مضطر اس پانی کو بس پھینک دیا نہر کے اندر

لے تیغِ دو دم ہاتھ میں گھوڑے پہ سنبھل کر
خیمے کو لگے دیکھنے دریا سے نکل کر

گھر سیدِ مظلوم کو سالم نظر آیا ۴۶ مطلق اثر اس شامی کی باتوں کا نہ پایا
عباسؑ کے لاشے کو جو دیکھا تو سُنایا اے بھائی خبر لو! ہمیں اعدا نے ستایا

گھر ہو گیا ویراں علی اکبرؑ گئے مارے
اُٹھ کر ہمیں پُرسا دو کہ اصغرؑ گئے مارے

رُو رُو کے ابھی کہتے تھے یہ سبطِ پیمبرؐ ۴۷ جو گھیر لیا فوجِ ستمگار نے آ کر
تیر ایسے پڑے چھن گیا سارا تنِ انور سینے پہ پڑیں برچھیاں اور پہلو پہ خنجر

ٹکڑے ہُوا تیغوں سے عمامہ شہِ دیں کا
آلودۂ خوں ہو گیا جامہ شہِ دیں کا

زخمی جو بہ شدت ہوا زہرا کا وہ جانی ۴۸ طاقت تو گھٹی اور بڑھی تشنہ دہانی
تلواریں لگاتے تھے کھڑے ظلم کے بانی ہونٹوں پہ زباں پھیر کے شہ کہتے تھے پانی
کرتا تھا کوئی رحم نہ اس تشنہ دہن پر
پانی کے عوض تیر برستے تھے بدن پر

فرماتے تھے افسوس نہ رتبہ مرا جانا ۴۹ اے ظالمو! اچھا نہیں زہرا کا ستانا
سمجھے ہو گناہ پیاسے کو پانی کا پلانا ملبوسِ نبیؐ کرتے ہو تیروں کا نشانا
تلواریں یہ سب چلتی ہیں حیدر کے جگر پر
پڑتے ہیں یہ سب تیر پیمبر کے جگر پر

سنتے تھے نہ مظلوم کی فریاد ستمگر ۵۰ اک پیاسے پہ ٹوٹا ہوا تھا شام کا لشکر
بہہ بہہ کے لہو زخموں سے گرتا تھا زمیں پر رہوار بھی مجروح تھا، تیغوں سے برابر
لگتے تھے جو پیکانِ ستم چہرے پہ آکر
ہر مرتبہ خوں جھاڑتا تھا، سر کو پھرا کر

اتنے میں چھدا تیر سے حلقِ شہِ ابرار ۵۱ پیکانِ ستم گردنِ انور سے، ہُوا پار
حلقوم سے کھینچا جو ہیں، وہ ناوک خونخوار فوارے کے مانند چُھٹی خون کی اِک دھار
صدمہ تھا عجب دوشِ محمدؐ کے مکیں پر
گرتا تھا گریبان سے لہو دامن زیں پر

پیشانی پہ اک تیر لگا اور بھی کاری ۵۲ آلودۂ خوں ریشِ مبارک ہوئی ساری
مل مل کے لہو چہرے پہ وہ عاشقِ باری کہتا تھا کچھ امت نے نہ کی قدر ہماری
فردوس میں جا کر یونہی بابا سے ملوں گا
جنت میں اسی طرح میں ماں سے ملوں گا

ناگاہ بن وہب نے اک برچھی لگائی ۵۳ تھی زہر میں ظالم نے سناں اس کی بجھائی
وہ دلبرِ زہراؑ کے کلیجے میں در آئی گردن شہِ مظلوم نے بھرنے پہ جھکائی
سنبھلا نہ گیا دوشِ محمدؐ کے مکیں سے
یا شیرِ خدا کہہ کے گرے خانۂ زیں سے

سب زخمِ بدن پھٹ گئے گرتے ہی زمیں پر ۵۴ بسمل کی طرح خوں میں تڑپنے لگے سرور
آلودہ ہوئے خاک سے گیسوئے معنبر تلواریں لگانے لگے گرد آکے ستمگر
تھی خشک زباں بول نہ کچھ سکتے تھے حضرت
مظلومی سے ایک ایک کا منھ تکتے تھے حضرت

چلّاتی تھی ڈیوڑھی پہ کھڑی خواہرِ شبیرؑ ۵۵ اس بے کسی مظلومی کے صدقے ہو یہ ہمشیر
دم توڑتے ہو پانی پلاتے نہیں بے پیر اب رن میں نکل آتی ہوں میں بے کس و دلگیر
تلواریں پڑیں گی، تو نہ گھبراؤں گی بھائی
میں آپ کو خیمے میں اُٹھا لاؤں گی بھائی

ریتی پہ تڑپتے ہو تمھیں کون اُٹھائے ۵۶ ہے ہے کسے بھیجوں جو لعینوں سے بچائے
ہے ہے کہوں کس سے کہ تمھیں پانی پلائے ہے ہے کسے ماں جائی ترا حال دکھائے
یا حیدر و صفدر تمھیں امداد کو پہونچو
بھائی کا گلا کٹتا ہے فریاد کو پہونچو

فریاد سُنی زینبِؑ ناشاد کی جس دم ۵۷ خیمے کی طرف تکنے لگے سیدِ اکرم
دیکھا کہ یہ ہے خواہرِ غم دیدہ کا عالم سر پیٹتی ہے ہاتھوں سے اور کرتی ہے ماتم
تھامے ہیں کئی بیبیاں اُس خستہ جگر کو
اس صدمے سے غش آ گیا زہراؑ کے پسر کو

لشکر سے بڑھا شمرِ لعیں کھینچ کے خنجر ۵۸ فریاد ہے چھاتی پہ چڑھا شہ کی ستمگر
زانو سے دبا، سینۂ زخمی جو شمرِ اَبتر اُس وقت لہو منھ سے اگلنے لگے سرور
خنجر کو رکھا شہ کے گلے پر جو لعیں نے
تکبیر کہی کھول کے آنکھیں شہِ دیں نے

ظالم کو زباں سوکھی دکھائی کئی باری ۵۹ پانی نہ دیا ذبح لگا کرنے وہ ناری
جب تک کہ نہ گردن کی رگیں کٹ چکیں ساری تکبیر رہی شہ کے لبِ خشک پہ جاری
جس وقت جدا ہو گیا سر تیغ سے کٹ کر
خم ہو گیا قبلے کی طرف جسم اُلٹ کر

غُل پڑ گیا بے سر ہُوا سردارِ دو عالم ۶۰ خنجر سے دل و جانِ نبیؐ ہو گیا بے دم
خاموش انیسؔ اب کہ پڑا بزم میں ماتم اب خالقِ اکبر سے دعا مانگ یہ اس دم
غیر از غم شبیرؑ کوئی غم نہ ذرا دے
یارب مجھے تو قیدِ تفکّر سے چھڑا دے

۱۲

نکلی جو رن میں تیغِ حسینی غلاف سے ۱ اُڑنے لگے شرر دمِ خارا شگاف سے
بجلی بڑھی چمک کے جو دشتِ مصاف سے صاف آئی الاماں کی صدا کوہِ قاف سے
طبقے فلک کے، صورتِ گہوارہ ہل گئے
دب کر پہاڑ خاک کے دامن سے مل گئے

لرزہ تھا تحت و فوق و جنوب و شمال میں ۲ سُکّانِ غرب و شرق تھے، بیم و زوال میں
مضطر تھے شش جہت کے مکیں ایک حال میں غُل تھا کہ گھر گئے غضبِ ذوالجلال میں
شہ کا غضب نمونۂ قہرِ الٰہ تھا
تلوار کیا علم تھی، کہ عالم تباہ تھا

راحت میں جن و انس و مَلک کی خلل پڑے ۳ قُلزم میں ڈر کے مردمِ آبی اُچھل پڑے
کھا کھا کے جوش خاک سے چشمے اُبل پڑے بیرُ الالم سے غولِ جنوں کے نکل پڑے
اُلٹی زمیں سبھوں کے دلوں پر یہ ٹھن گئی
پریوں کے ہوش اُڑ گئے جانوں پہ بن گئی

اٹھا جو الحفیظ کا روحانیوں میں شور ۴ مُردے دہل کے چونک پڑے سب میانِ گور
چلّائے گرگ و شیر و غزالاں و مار و مور ہے بازوئے حسینؑ میں، دستِ خدا کا زور
اُلٹے ہیں مثلِ شیرِ خدا آستین کو
اے کردگارِ عرش! بچا لے زمین کو

جنگل میں تھی علم، جو وہ تیغِ شرر فشاں ۵ تھرا کے آسمان میں، چھپتا تھا آسماں
غار اژدروں سے چھٹ گئے شیروں سے نیستاں برپا تھا برّ و بحر میں، اک شورِ الاماں
مانندِ موج، مچھلیوں میں اضطراب تھا
زہرا ہر ایک سنگ کا، پانی میں آب تھا

۶
تاریک تھا چکاروں کی آنکھوں میں سب جہاں ۔ مضطر تھے شیر و گرگ نکالے ہوئے زباں
بن سے سیاہ گوش بھی بھاگے دبا کے کاں ۔ غل تھا یہ دام و دد میں کہ کیونکر بچے گی جاں
تیغِ علیؑ عَلم تھی، جو دشتِ قتال میں
چیتوں نے منھ چھپائے تھے گینڈوں کی ڈھال میں

۷
گھڑیال زیرِ آب تھے مضطر اِدھر اُدھر ۔ جا گہ پناہ کی کہیں ملتی نہ تھی مگر
تھی مچھلیوں کے چہروں پہ گرداب کی سپر ۔ بری میاں بحر تھے بحری میاں بر
گھر چھُٹ گئے تھے، جانوروں کے یہ رنگ تھے
خشکی میں تھے نہنگ، تری میں پلنگ تھے

۸
غل تھا کہ ضربِ تیغِ علیؑ سے خدا بچائے ۔ یہ برق دیکھیے کسے پھونکے، کسے جلائے
قہرِ خدا سے بچ کے کوئی کس طرف کو جائے ۔ بچ جائے آج جو وہ دوبارہ حیات پائے
فولاد ہو کہ سنگ، یہ منھ موڑتی نہیں
بے دو کیے کسی کو کبھی چھوڑتی نہیں

۹
اعدا پہ جبکہ تیغِ شہِ لافتا چلی ۔ بجتی ہوئی بُرِش سے جلو میں قضا چلی
غُل پڑ گیا کہ صرصرِ قہرِ خدا چلی ۔ اک دم میں سر تنوں سے اُڑے یہ ہَوا چلی
غُل تھا غضب حُسینؑ کا قہرِ الٰہ ہے
بادِ فنا سے گلشنِ ہستی تباہ ہے

۱۰
تھرّا رہے تھے شیرِ نر ہیبتِ حُسینؑ ۔ گیتی کو زلزلہ تھا زہے شوکتِ حُسینؑ
فاقوں میں کم ہوئی تھی نہ کچھ طاقتِ حُسینؑ ۔ اِک قدرتِ خدا تھی خوشا قدرتِ حُسینؑ
سوکھی ہوئی زباں پہ کسی کا گِلا نہ تھا
سولہ پہر ہوئے تھے کہ پانی مِلا نہ تھا

۱۱
فاقوں سے رنگ زرد تو لب پیاس سے کبود ۔ چہرے سے تھا جلالِ جہاں آفریں نُمود
کرتا تھا نورِ حق جو سوئے آسماں صعُود ۔ تسبیح پڑھ رہے تھے ملک، اور بشر درُود
تھم جاتے تھے حسینؑ جو تلوار تول کر
حوریں بلائیں لیتی تھیں غرفوں کو کھول کر

وہ ماہ رخ پہ ہالۂ گیسوئے تاب دار ۱۲ خوشبو پہ جس کی عنبرِ سارا بھی تھا نثار
تھا فاطمہؑ کا رشتۂ جاں، اُن کا تار تار قرباں ہر ایک تار پہ سو نافۂ تتار
گیسو نہ تھے رُخِ خلفِ بوتراب پر
تھی جدولِ سیاہ، ورق آفتاب پر

سر لوحِ مصحفِ رُخ، پُرنور ہے جبیں ۱۳ آئینہ کی طرح سے نہ جس میں شکن نہ چیں
مرآتِ نورِ حق، قمرِ آسمانِ دیں قطرے عرق کے رشکِ دُرِ گوہرِ ثمیں
چھڑکاؤ تھا گلاب کا اس سرزمین پر
گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے اختر زمین پر

وہ اوجِ ذوالفقار، وہ جُفتی بھووں کا بل ۱۴ اک نخلِ قد دکھاتا تھا تیغوں کے تین پھل
ہلتے تھے غیظ سے، جو وہ ابروئے بے بدل گویا پروں کو تولتا تھا طائرِ اجل
پلکوں کے تیر سب کے کلیجوں کے پار تھے
کھنچی تھی یاں کماں اُدھر اعدا فگار تھے

آنکھیں وہ نرگسی کہ غزال آنکھ کو چرائے ۱۵ ہنگامِ غیظ، شیر پہ چتوَن کہاں سے لائے
پنجے سے اس مژہ کے، وِغا میں خلا بچائے زہرہ ہے آب آب جگر کیوں نہ تھرتھرائے
سمجھو نہ دُور آنکھ ملانے کی دیر ہے
پتلی ہے چشم میں کہ ترائی میں شیر ہے

ابرو ہیں نونِ حسن تو چشمِ حسیں، ہے صاد ۱۶ محرابِ کعبہ وہ ہے، تو یہ قبلۂ مراد
گو یہ جُدا جُدا ہیں، یہ ہے عینِ اتحاد دیکھے عدو، جو کور نہ ہو چشمِ اعتقاد
لاریب نورِ چشمِ نبیؐ و علیؑ یہ ہے
نصِّ جلی ہوا کہ خدا کا ولی یہ ہے

رخسار ہیں وہ گل، جنھیں خوفِ خزاں نہیں ۱۷ ٹکڑے ہیں لعل کے، لبِ شیریں بیاں نہیں
ہے ماہیِ محیط، فصاحت زباں نہیں یہ فرطِ نازکی ہے کہ، گویا دہاں نہیں
باتوں میں بند ہیں فصحا کائنات کے
صدقے ہیں بات بات پہ کوزے نبات کے

سوکھے لبوں پہ لعلِ بدخشاں، نثار ہیں ۱۸ دانتوں کے نور پر دُرِ غلطاں نثار ہیں
تابندگی پہ اخترِ تاباں نثار ہیں یہ آب ہے کہ، قطرۂ نیساں نثار ہیں
ایسے گہر نہیں کہیں بحرِ عمیق میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے عقیق میں

وہ لعلِ لب، وہ روئے مطہر، وہ ریشِ شاہ ۱۹ ہیں ایک جا، ہلال و شبِ قدر و نورِ ماہ
کیا خوشنما ہے، گردِ قمر ہالۂ سیاہ ہے صبح و شام ایک جگہ کیجیے نگاہ
ہے زیبِ رخِ شہِ ذیشاں، کھلا ہوا
دیکھو دھرا ہے رحل پہ قرآں، کھلا ہوا

مدحِ گلوئے پاک کوئی کیا کرے بھلا ۲۰ محبوبِ کبریا نے سدا جس پہ منہ ملا
حیرت ہے کیوں الٹ نہ گیا دشتِ کربلا خنجر سے کٹ گئیں وہ رگیں اور وہ گلا
بخشا فروغ جس نے یہ ایماں کے طُور کو
سر کاٹ کر بجھا دیا اُس شمعِ نُور کو

وہ دوشِ پاکِ بادشۂ آسماں وقار ۲۱ ہے کُل کی عاصیوں کی شفاعت کا جس پہ بار
بازو وہ ہیں کہ بازوئے دیں جن سے اُستوار ساعد سے زورِ دستِ یداللہ، آشکار
سب پر کُھلی ہے عقدہ کُشائی حضور کی
روشن ہے انگلیوں سے کہ ہیں شمع نور کی

ہر دم اُٹھا کے ہاتھ یہ فرماتے ہیں سخُن ۲۲ عالم میں خمسۂ نجبا ہیں شہِ زمن
کیوں جانتے ہو کون ہیں دنیا میں پنجتن میں اور نبیؐ و فاطمہؑ و حیدرؑ و حسنؑ
وہ رکن جب سے اُٹھ گئے، رنج و بلا میں ہوں
اب میں فقط، مخمّسِ آلِ عبا میں ہوں

اعضا میں کیوں نہ ہاتھ کا ہو مرتبہ بلند ۲۳ دستِ کرم وہ ہے کہ خدا کو بھی ہے پسند
ہے پنجتن کی ذات سے سب خلق بہرہ مند پانچ انگلیوں میں ہاتھ کے ہیں چار دہ جو بند
عقدے یہ ان سے کھلتے ہیں جو ذی شعور ہیں
چودہ بزرگ، خلق میں خالق کے نور ہیں

۲۴

ہے طُورِ نُورِ ذاتِ خدا سینۂ حُسینؑ
صاف آئینہ ہے، اِک دلِ بے کینۂ حُسینؑ
اسرارِ حق ہے، گوہرِ گنجینۂ حُسینؑ
روح الامیں ہے، خادمِ دیرینۂ حُسینؑ
سینہ نہیں سفینۂ طوفانِ نوحؑ ہے
ایماں کی سجدہ گاہ ہے قرآں کی روح ہے

۲۵

آئینۂ حَلَب سے فزوں تر صفا میں ہے
یہ ضَو نہ بدر میں ہے، نہ شمس الضحٰی میں ہے
یاں دل میں ہے وہ ضَو جو کلامِ خدا میں ہے
قرآں غلاف میں ہے کہ سینہ قبا میں ہے
کیا قہر ہے کسی نے نہ پاسِ ادب کیا
زانو اسی پہ شمر نے رکھا غضب کیا

۲۶

سینے پہ وہ پسینے کے قطروں کی آب و تاب
غرقِ عرق تھا شرم کے مارے جہاں گلاب
ہے گو کہ تین روز کے فاقے سے وہ جناب
پُرنور ہے شکم، صفتِ قُرصِ آفتاب
پھولوں کی بوئے خوش سے ہیں کپڑے بسے ہوئے
اُمّت کی مغفرت پہ کمر ہیں کسے ہوئے

۲۷

بازو ہے تیرِ ظلم سے زخمی، کمر ہے خم
طاقت جواب دیتی ہے مولا کو دم بدم
پروا رہے ثبات کہ اُٹھتے نہیں قدم
تیغِ شہِ نجف ہے، اسی ہاتھ میں عَلَم
آنکھیں ہیں سُرخ، بحرِ شجاعت سے جوش پر
شملہ چُھٹا ہُوا ہے عمامے کا دوش پر

۲۸

اللہ رے نبیؐ کی عبا و قبا کا نُور
پردے میں جس کے جلوہ نما ہے خدا کا نُور
زہرا و حیدر و حسنِ مجتبیٰ کا نُور
ہے شش جہت میں، خامسِ آلِ عبا کا نُور
حیراں لباسِ نُور پہ سب حلّہ پوش ہیں
ادریسؑ ہیں حواس نہ موسیٰؑ میں ہوش ہیں

۲۹

بالائے دوش حضرتِ حمزہ کی ہے وہ ڈھال
زیبا ہے کہیے گر رُخِ فتح و ظفر کا خال
پھول اُس کے وہ کہ تیغ کا پھل جس سے پائمال
شب میں عیاں ہیں چاند ستارے تو اک ہلال
اُس کو عروج کیوں نہ ملے قتل گاہ میں
پشتِ پناہِ خلق ہے جس کی پناہ میں

وہ آہنی کلہ، وہ زرہ جامۂ حضور ۲۰ جس کی ہر اک کڑی سے نکلتا تھا چھن کے نور
حلقے وہ جن کو دیکھ کے شرمائے چشمِ حور قندیل آہنی میں فروزاں ہے شمعِ طور
جوشن نہ تھا تنِ شہِ گردوں وقار میں
تارے چمکتے تھے شبِ تاریک و تار میں

شانے پہ کس شکوہ سے ہے حلقۂ کماں ۲۱ ہے جس کے ڈر سے قوسِ قزح چرخ پر تپاں
ہر دم صدا یہ ہے ہر اک تیرِ جاں ستاں پیغام موت کا ہے، لبِ سوفار سے کہ ہاں
سرکش کہاں ہیں، لشکرِ کج، عقل و فہم کے
گوشوں میں چھپتے پھرتے ہیں کیوں سہم سہم کے

دستانہ ہے کہ قبضۂ سیفِ قضا ہے یہ ۲۲ شمشیر ہے زبانِ دہن اژدہا ہے یہ
ہم دستِ آستینِ شہِ لافتا ہے یہ ثابت ہوا کہ پنجۂ شیرِ خدا ہے یہ
دستِ خدا کے لال جری ہیں، دلیر ہیں
اس ہاتھ سے جہاں کے زبردست زیر ہیں

نیزہ ہے رشکِ افعیِ گیسوے دلستاں ۲۳ سینے کو جس کے ڈر سے چراتا تھا آسماں
کالی وہ ڈانڈ اور وہ چمکتی ہوئی سناں غل تھا کہ اژدہا ہے نکالے ہوئے زباں
لشکر جو دیو کا ہو تو دم میں ہلاک ہو
اس کی ہوا لگے تو بدن جل کے خاک ہو

اس شان سے ہیں رن میں اکیلے امامِ دیں ۲۴ اور واں پرے جمائے ہیں میداں میں اہلِ کیں
خنجر کہیں ہیں، تیر کہیں، برچھیاں کہیں اللہ ری کشمکش، نظر آتی نہیں زمیں
لشکر بڑھے ہیں شاہ پہ یوں شام و روم کے
آتی ہے جس طرح سے گھٹا جھوم جھوم کے

تیغوں کی اس گھٹا میں چمکتی ہیں بجلیاں ۲۵ باجوں کے زور شور میں ہے رعد کی فغاں
چھائے ہوئے ہیں شہ پہ زرہ پوش سب جواں لوہے کی ہے زمین، تو ڈھالوں کا آسماں
چاروں طرف سے نرغۂ فوجِ کثیر ہے
ابرِ کرم پہ بارشِ بارانِ تیر ہے

ٹھہری ہے صفِ جمائے ہوئے اس طرح سے فوج ۳۶ طوفاں میں جوش کھا کے اٹھے جس طرح سے موج
ہر مرد کی کمر میں ہیں تلواریں زوج زوج ڈھالوں کا دَور دَور ہے نیزوں کا اوج اوج
آفت جنابِ فاطمہؑ کے گھر پہ آتی ہے
ٹاپوں سے مرکبوں کی زمیں تھرتھراتی ہے

ہر صف میں برچھیاں بھی ہزاروں لچکتی ہیں ۳۷ نوکیں وہ تیز ہیں کہ دلوں میں کھٹکتی ہیں
نیزے تُلے ہوئے ہیں، سنانیں چمکتی ہیں ترکش کھلے ہوئے ہیں کمانیں کڑکتی ہیں
سنگیں دلوں نے ہاتھوں میں پتھر اٹھائے ہیں
تیغوں کے ساتھ، گرزِ گراں سر اٹھائے ہیں

گھوڑوں سے گونجتا ہے وہ سب وادیِ نبرد ۳۸ گردوں میں مثلِ شیشۂ ساعت بھری ہے گرد
ہے چرخ چار میں پہ رخِ آفتاب زرد ڈر ہے گرے زمیں پہ نہ مینائے لاجورد
گرمی ہجومِ فوج سے دوچند ہوگئی
خاک اس قدر اُڑی کہ ہُوا بند ہوگئی

دستے وہ مصر زنگ کے، وہ فوج روم و شام ۳۹ دن دوپہر، وہ دشت کی گرمی وہ اژدہام
تیغیں برہنہ ہوگئی تھیں چھوڑ کر نیام مانندِ شمع جل رہی تھیں، برچھیاں تمام
تلواریں منہ چھپائے تھیں سائے میں ڈھال کے
خنجر بھی رہ گئے تھے زبانیں نکال کے

لو چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ ۴۰ ڈھالوں کے رنگ ہوگئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا، شعلے کا اشتباہ گلشن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوسِ سبز تھا گذر آفتاب کا
عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

سر پر لگائے تھا پسرِ سعد، چترِ زر ۴۱ تھے دو غلام مروحہ جنبان اِدھر اُدھر
تنہا تھا دھوپ میں اسداللہ کا پسر نے سایۂ علم تھا نہ عباسؑ نامور
لگتی تھی کچھ بدن کو ہُوا آہِ سرد سے
گیسو اٹے ہوئے تھے، بیاباں کی گرد سے

۴۲ جنگل سے آرہی تھی یہ آواز بار بار
کیا آج تجھ پہ بن گئی اے میرے گل عذار
تو دھوپ میں کھڑا ہے مرا دل ہے بے قرار
سایہ تو کر لے رخ پہ عبا کا یہ ماں نثار
عالم سیاہ ہے، میری چشم پُر آب میں
سونلا گیا ہے چاند مرا، آفتاب میں

۴۳ مادر سے رو کے کہتے ہیں، سلطانِ کربلا
کافی ہے آج سر پر مرے، سایۂ خدا
منصف ہوں آپ، فرق پہ سایہ کروں میں کیا
سوتے ہیں آفتاب میں، سب میرے مہ لقا
پڑتی ہے خاک اُڑ کے، تنِ پاش پاش پر
اماں! ردا نہیں علیؑ اکبر کی لاش پر

۴۴ کرتے ہیں ماں کی روح سے حضرت تو یہ کلام
ہر سمت سے بڑھی چلی آتی ہے فوجِ شام
کہتے ہیں مسکرا کے، امامِ فلک مقام
کس سے لڑیں گے کیوں ہے یہ کوشش یہ اژدہام؟
فاقوں سے حال غیر ہے، محتاجِ آب ہوں
میں آپ ہی مسافرِ پا در رکاب ہوں

۴۵ اللہ کیا ہجوم ہے کیا شورِ گیر و دار
اک جسم زار اور یہ نیزے کئی ہزار
اک سینہ اور یہ ناوکِ بے دار و بے شمار
میرے لیے تو پیاس ہے، خود تیغِ آبدار
ان برچھیوں سے کس کو زمیں پر گرائیں گے
سو خنجر اک گلے پہ، یہ کیونکر پھرائیں گے؟

۴۶ لشکر یہ ہے کہ قہر کا دریا ہے موجزن
میں اک ضعیف و تشنہ و مظلوم و بے وطن
اکبرؑ نہ ہیں جلو میں، نہ لختِ دلِ حسنؑ
واحسرتا کہ مر گئے، عباسؑ صف شکن
دیکھیں پسر پہ نرغۂ فوجِ کثیر کو
لاؤں کہاں سے آج جنابِ امیرؑ کو

۴۷ آئی قریب سے یہ صدائے شہِ نجف
تجھ سا پسر دیا مجھے حق نے، زہے شرف
مصروف ہے ثنا میں تری قدسیوں کی صف
لاکھوں ہیں گو اُدھر، پہ خدا ہے تری طرف
دیں ہے بلند، کفر کی بنیاد پست ہے
ہر طرح تیری فتح ہے اُن کی شکست ہے

پیاسا جو تین روز رہا تو کنار جو ۴۸ دینِ نبیؐ کی رہ گئی دنیا میں آبرو
مقبولِ کردگار ہے، نورِ خدا ہے تو ناجی ہیں تیرے دوست تو ناری ترے عدو
جائیں گے یہ کہاں جو ہیں تجھ سے پھرے ہوئے
ہیں سب کے سب خدا کے غضب میں گھرے ہوئے

ایوبؑ تیرے صبر کے ہیں آج مدح خواں ۴۹ لب پر خلیلؑ کے ہے ترے حلم کا بیاں
یعقوبؑ و نوحؑ آدمؑ و یحییٰؑ ہیں اک زباں ہے کُل کا فخر دلبرِ پیغمبرِ زماں
عیسیٰ پکارتے ہیں کہ حق کا ظہور ہے
موسیٰ کا ہے یہ قول کہ خالق کا نور ہے

عباسؑ جب سے قتل ہوا ہے فرات پر ۵۰ حاضر ہے کربلا میں اسی وقت سے پدر
نانا ہیں بے حواس، حسنؑ ہیں برہنہ سر ماں بے قرار پھرتی ہے تھامے ہوئے جگر
تجھ پر نثار ہونے کی کس کو ہوس نہیں
تقدیر سے کسی کا مری جان بس نہیں

کی عرض شاہِ دیں نے پدر سے بہ انکسار ۵۱ مولا میں اس عنایت و اشفاق کے نثار
یہ پرورش، یہ غور، زہے عزّ و افتخار کیا سرفراز ہو گیا اس دم یہ خاکسار
بیٹے پہ چاہئیں، یوں ہی اشفاق باپ کے
جان آ گئی غلام میں آنے سے آپ کے

بندہ تو قابل اس کے نہیں، یا شہِ زماں ۵۲ جو ہوں مقربانِ خدا، میرے مدح خواں
کیا میرا صبر اور مری ہمت کا کیا بیاں اک بندۂ حقیر و گنہگار و ناتواں
لب پر جو وہ بزرگ مرا ذکر لائے ہیں
یہ سب شرف حضور کے صدقے میں پائے ہیں

اب کچھ نہیں ہراس، اگر لاکھ ہوں ستم ۵۳ ہاں ایک ہے تباہیٔ زینبؑ کا مجھ کو غم
جب ذبح ہو حسینؑ، تہِ خنجرِ دو دم اس کی ردا بچائے گا کون اے شہِ امم؟
سب گھر لُٹے مگر وہ اسیرِ بلا نہ ہو
میں بے کفن رہوں، پہ بہن بے ردا نہ ہو

فرما کے یہ فرس سے اشارہ کیا کہ ہاں ۵۴ کوندا مثالِ برق، کُمیتِ سبک عناں
وہ غیظ وہ رجز وہ جلال و شکوہ و شاں تھی دم بدم وہ سیفِ زبانی کہ الاماں
دونوں زبانیں تیغ کی بھی شعلہ ریز تھیں
بیتیں رجز کی تیغِ دو دم سے بھی تیز تھیں

نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کُشا ہوں میں ۵۵ جوہر کشائے تیغ شہِ لافتا ہوں میں
شمس الضحیٰ علی ہیں تو بدر الدجیٰ ہوں میں قرآن گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہوں میں
کس آیۂ کریم میں ذکرِ علی نہیں
قرآں میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

ہم تو ہیں اس کلام میں، اور ہم میں وہ کلام ۵۶ جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام
لاریب فیہ گر ہے وہ ہادی، تو ہم امام امّت کو فرضِ عین ہے، دونوں کا احترام
جو منحرف ہُوا، وہ مطیعِ خدا نہیں
قرآن و اہلبیت ازل سے جُدا نہیں

کچھ یاد ہے وصیتِ محبوبِ ذوالجلال ۵۷ فرما گئے تھے خلق سے کیا وقتِ انتقال
بھولے کلامِ حق کو بھی اے قومِ بدخصال ہم اہلِ بیت ہیں سُو، ہمارا کِیا یہ حال
کیوں منھ پھیر لیا ہے حدیث و کتاب سے
محشر میں کیا کہو گے، رسالت مآب سے

تم یہ نہ جانیو کہ مجھے کچھ ہے خوفِ جاں ۵۸ لازم ہے یہ سخن کہ میں ہوں ہادیِ جہاں
قبضے میں ہے حسینؑ کے، تیغِ شرر فشاں دشمن کو جس کی ضرب سے ملتی نہیں اماں
لاکھوں سے منہ پھرے نہ کبھی وہ دلیر ہوں
میں بیشۂ شجاعت و ہمت کا شیر ہوں

بخشا ہے مجھ کو حق نے شہِ لافتا کا زور ۵۹ اس دستِ مرتعش میں ہے دستِ خدا کا زور
ہے انگلیوں کے بند میں، خیبر کشا کا زور پانی ہے میرے زور کے، آگے ہوا کا زور
اُلٹوں فلک کو یوں جو ہو قصد انقلاب کا
جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

آگے بڑھوں جو تیر کو چلّے میں جوڑ کے ۶۰ بھاگیں خطا شعار، کمانوں کو چھوڑ کے
بیکار کر دوں شیر کا پنجہ مروڑ کے پٹکوں زمین پر، درِ خیبر کو توڑ کے
اُلٹوں طبق زمین کے یوں جھک کے زین سے
جس طرح جھاڑ دیتے ہیں گرد آستین سے

اعلیٰ ہے عرش سے بھی مری ہمت بلند ۶۱ بجلی ابھی گرے، جو بڑھوں چھیڑ کر سمند
رستم ہے ذوالفقار کی دہشت سے دردمند کھُلتا نہیں ہے دیو سے نیزے کا میرے بند
یہ جس شقی کے سینے سے گذرا وہ فوت ہے
اس کی سنانِ تیز سرا نگشتِ موت ہے

دنیا ہو اک طرف تو لڑائی کو سر کروں ۶۲ آئے غضب خدا کا اُدھر رُخ جدھر کروں
بے جبرئیل، کارِ قضا و قدر کروں اُنگلی کے اِک اشارے میں شق القمر کروں
طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآب کی
رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

یہ تیغ سر پہ گر کے ٹھہرتی ہے زین پر ۶۳ جب ہاتھ اُٹھائے برق گری ہے زمین پر
خیبر میں کیا گذر گئی روح الامین پر کاٹے ہیں کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر
جس وقت ضربِ شیرِ خدا یاد آتی ہے
ماہی سمیت گاؤ زمیں تھرتھراتی ہے

میں شیر ہوں چھ لاکھ اگر ہو تو کیا ہو تم ۶۴ اُٹھا جو میرا ہاتھ تو دم میں فنا ہو تم
واللہ میرے سامنے، بے دست و پا ہو تم پر کیا کروں کہ اُمتِ خیر الوریٰ ہو تم
لو واسطہ رسولِ خدا کا، پناہ دو
اب بھی کسی طرح مجھے جانے کی راہ دو

یہ کہہ کے چپ ہوئے جو امامِ فلک سریر ۶۵ اُس فوجِ قاہرہ سے اُٹھا شورِ دار و گیر
کھولے ہوئے نشانوں کو آگے بڑھے شریر فرزندِ فاطمہ پہ چلے دس ہزار تیر
دہشت سے عافیت نے منہ اپنا چھپا لیا
کالی گھٹا نے ڈھالوں کی جنگل کو چھا لیا

وہ شور کوسِ حرب کا وہ بوق کا غریو ٦٦ شرمندہ برچھیوں کی چمک سے سنانِ گیو
تیرِ دراز، صورتِ خنجر زبانِ ریو — وہ صورتیں کہ دیکھ کے ڈر جائے جن کو دیو
سب فوج یوں بڑھی تھی وغا کو امام سے
آندھی سیاہ آتی ہے جس دھوم دھام سے

برسے اُدھر سے تیر، تو کوندی اِدھر سے برق ٦٧ وہ برق چھپتی پھرتی تھی خود جس کے ڈر سے برق
چمکی وہ یوں کہ گر گئی سب کی نظر سے برق — روکیں کسے، رکی ہے کسی کی سپر سے برق
جل تھل بھرے لہو کے نہ دیر اک گھڑی لگی
کیا ابرِ تیغ تھا کہ سروں کی جھڑی لگی

معجز نما تھی شاہ کی شمشیرِ آبدار ٦٨ دکھلائی ماہِ صیف میں برسات کی بہار
یاں برق، واں ہوا تو اِدھر ابرِ زود بار — بہتا کہیں لہو کی کہیں خوں کی آبشار
یوں سر برس گئے یہ روانی تھی باڑھ میں
پڑتا ہے ڈونگڑا کبھی جیسے اساڑھ میں

بہتے تھے خون میں چار طرف سر کٹے ہوئے ٦٩ بڑھتے تھے جو بہت وہ کھڑے تھے ہٹے ہوئے
جو گھاٹ پر تھے زور تھے اُن کے گھٹے ہوئے — تھے جا بجا سے ڈھالوں کے بادل پھٹے ہوئے
لڑنے میں اوج، تیغ کا وہ چند ہو گیا
نکلی کمان، تیروں کا منھ بند ہو گیا

بازو ہر اک کمان کا کمزور ہو گیا ٧٠ تیروں کے مینھ برسنے کا اک شور ہو گیا
ڈھالوں کا ابر، خوں میں شرابور ہو گیا — جو تھا کنارِ نہر، لبِ گور ہو گیا
مشق شناوری تھی قیامت بڑھی ہوئی
اُتری وہ تیغ خون کی ندی چڑھی ہوئی

کیا کیا چمک دکھاتی تھی، سر کاٹ کاٹ کے ٧١ تنتی تھی کیا تنوں سے زمیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے — دم اور بڑھ گیا تھا لہو، چاٹ چاٹ کے
کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

۲۔ کوندی، گری، زمیں میں سمائی، نکل گئی
ہر ہاتھ میں اُڑا کے کلائی نکل گئی
مچھلی تھی اک کہ دام میں آئی نکل گئی
کاٹی زرہ دکھا کے صفائی نکل گئی
چار آئینے کے پار تھی، اس آب وتاب سے
جس طرح برق گر کے نکل جائے آب سے

۳۔ پہونچوں سے ہاتھ، شانوں سے بازو، تنوں سے سر
کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر
برچھی سے پھل، کماں سے زرہ، زین سے تبر
قبضے سے تیغ، بر سے زرہ، ہاتھ سے سپر
ترکش کہیں پڑے تھے، نشانِ زری کہیں
پیکاں کہیں تھے، شست کہیں تھی، سری کہیں

۴۔ ٹکڑے ہر ایک کے، تن و سر کے اُڑا دیے
مقتل میں ہوش فوجِ عمر کے اُڑا دیے
پرکالے ایک دم میں، سپر کے اُڑا دیے
پرزے ستمگروں کے جگر کے اُڑا دیے
جب ڈھال پر چمک کے در آتی تھی خود میں
سر کٹ کے آن پڑتا تھا سرکش کی گود میں

۵۔ تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
وقتِ وغا، عصا تھی کبھی، اژدھا کبھی
بنتی تھی نفی کفر کی خاطر بلا کبھی
بجلی کبھی تھی، ابر کبھی اور ہوا کبھی
پھرتے تھے جب حسینؑ پیادوں کو رُول کر
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

۶۔ دریائے قہرِ حق کی روانی دکھا گئی
اللہ کے غضب کی نشانی دکھا گئی
کٹ کٹ گئے وہ سیف زبانی دکھا گئی
جل جل گئے، وہ شعلہ فشانی دکھا گئی
لب صورتِ شگاف، قلم بند کر دیے
فقروں نے ذوالفقار کے دم بند کر دیے

۷۔ چمکی اِدھر زمیں سے نکل کر اُدھر گری
پہونچی سمِ فرس پہ جو بالائے سر گری
جس صف سے لگ چلی یہ، وہ صف خاک پر گری
ناری جلے اُدھر، وہ جدھر کوند کر گری
دکھلا کے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر
جنگل میں باز گرتا ہے جیسے شکار پر

دم میں گئی فلک پر اور آئی ہزار بار ۷۸ معراج دستِ شاہ میں پائی ہزار بار
دکھلا گئی صفوں کو صفائی ہزار بار گرمی یہ تھی کہ خوں میں نہائی ہزار بار
جب تک چلی وہ زرد سپاہ عدو رہی
اس دن کے معرکے میں وہی سرخرو رہی

غُل تھا خطِ سیاہ نہ سمجھو یہ ناگ ہے ۷۹ جو دشمنِ علی ہیں اسے اُن سے لاگ ہے
جلتا ہے دشت چار طرف بھاگ بھاگ ہے جانیں بچاؤ تیغ کے پانی میں آگ ہے
پھونکے نہ یہ دم اس سے ہمارے نکلتے ہیں
اژدر کی طرح منہ سے شرارے نکلتے ہیں

ہل چل وہ ان صفوں کی وہ گھوڑے کی جست و خیز ۸۰ تھا ترک و تاز میں کہیں صرصر سے تند و تیز
صدقے تھی گندھی ایال پہ گیسوئے مشک بیز گرداوری میں ابر تو بجلی دمِ ستیز
ذرّے قدم کے فیض سے سارے چمک گئے
جب پتلیاں اٹھیں تو ستارے چمک گئے

جرأت میں رشکِ شیر تو ہیکل میں پیل تن ۸۱ پوئی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابر قطرہ زن بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

آنکھیں وہ جن کو دیکھ کے حیران ہے غزال ۸۲ گردن وہ جس کی شرم سے ہے سرنگوں ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال دل اس کے دست و پائے حنائی سے پائمال
ہر فعلِ پا کا حسن یہ تھا اس جلوس میں
آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس میں

کیوں اعتقاد میں حکما کے نہ آئے فرق ۸۳ اشراقی اس سے بحرِ تفکّر میں سب ہیں غرق
اک گر اس کو غرب سے دوڑائے سوئے شرق اور آسماں سے ساتھ ہی چمکے نکل کے برق
بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو
یاں کب سے غرب میں فرس تیز گام ہو

دیکھی نہیں کسی نے یہ نرمی شتاب میں ۸۴ ہے جس کے زینِ صاف پہ مخمل بھی خواب میں
سُرعت کا اس کی وصف لکھیں گر کتاب میں سطریں رہیں بہ صورتِ موجِ اضطراب میں
اس کی ثنا اگر کوئی لائے زبان پر
ساکن جو حرف ہو، وہ نہ آئے زبان پر

روئیں سوار ہاتھ سے قمچی اگر گرائے ۸۵ اور یہ فرس جنوب سے سُوئے شمال جائے
وہ تازیانہ یاں نہ زمیں تک پہونچنے پائے اس حد سے ایک دم میں وہ حد دیکھ کر پھر آئے
تنگی سے آسماں کی خفا یہ سمند ہے
کیونکر اُڑے پری ہے کہ شیشے میں بند ہے

گل کی طرح اشارے میں سو بار پھیر لو ۸۶ بجلی ہے جس طرف دمِ پیکار پھیر لو
کاوے میں شکل گنبدِ دوّار پھیر لو نقطے کے گرد صورتِ پرکار پھیر لو
دوڑے بروئے آب تو پتلی بھی تر نہ ہو
آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو

طاؤس سا جدھر گیا دُم کو چنور کیے ۸۷ دَم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کیے
کچلے کبھی بدن کبھی پامال سر کیے کُشتوں کو روند روند کے سُم خوں میں تر کیے
میداں میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا
عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغِ تیز کا

زیبا ہے گر کہیں شعرا باد پا اُسے ۸۸ آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہُوا اُسے
طائر جہاں کے جانتے ہیں، سب ہُما اُسے مہمیز و تازیانے کی حاجت ہے کیا اُسے
فتراک گر ہوا سے کبھی اک ذری اُڑی
یوں اڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اُڑی

مصروفِ جنگِ تیغ سے تھے سرورِ حجاز ۸۹ چمکا کے اسپ واں سے بڑھا اک نیزہ باز
نامرد نے کیا جونہی دستِ ستم دراز نیزہ اٹھا کے کہنے لگے شاہِ سرفراز
ہاں اے اجل گرفتہ کمر استوار کر
نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

کس طنطنے سے شاہ پہ آیا وہ خود پسند ۹۰ کل کی طرح سے پھرنے لگا ہر طرف سمند
نیزے سے اس کے آپ کو پہونچی نہ کچھ گزند مُشکل کُشا کے لال نے کھولے تمام بند
تھا گو کہ نیزہ بازی پہ ظالم تُلا ہُوا
یاں تھا سب اس کے عزم کا عقدہ کُھلا ہُوا

نیزے کی اس لعیں سے لڑائی جو آپڑی ۹۱ دونوں طرف سے جنگ میں کوشش ہوئی بڑی
اَنیوں سے اڑ رہے تھے شرارے گھڑی گھڑی تھی چوب سے تو چوب، سناں سے سناں لڑی
اک معرکہ تھا بیچ میں دشتِ قتال کے
دو مار گُتھ گئے تھے زبانیں نکال کے

پیہم ہوئیں تکاں پہ تکائیں جو یک دگر ۹۲ ظالم کبھی اِدھر تھا تو حضرت کبھی اُدھر
کس نوک جھوک سے وہیں نیزے کو پھیر کر فرزند شیرِ حق نے دکھایا عجب ہنر
ظالم پہ آسماں سے بَلا ناگہاں گری
دو تین نیزے اُڑ کے زمیں پر سناں گری

تھرّا گیا بدن نہ رہی طاقتِ قرار ۹۳ گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار
بچ کر نکل چلا تھا کہ چمکا کے راہوار نیزے کا اک کمر پہ کیا شاہِ دیں نے وار
موذی تھا وہ لعین، پہ اَنی فتنہ کوب تھی
سر میں سناں تھی، پشت کے مہروں میں چوب تھی

قربان زورِ بازوئے سلطانِ ارجمند ۹۴ زیں سے اٹھاتے اس کو، سناں پر کیا بلند
پہونچا سقر میں دارِ جہاں سے وہ خود پسند پٹکا زمیں پہ جب تو ہُوا جوڑ بند بند
اپنے ہنر پہ ناز تھا اس نیزہ باز کو
دکھلا دیا جہاں کے نشیب و فراز کو

کام اس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر ۹۵ نکلا پرے سے اک قدر انداز بے نظیر
بدکیش و کج نہاد و خطا پیشہ و شریر تلّے سے توڑ جاتا تھا، جوشن کو جس کا تیر
کیا کوئی اس کے آگے بھلا سر اٹھا سکے
رستم بھی جس کماں کی نہ سیسر اٹھا سکے

قبضے میں تیغ لے کے پکارے شہِ زماں ۹۶ ہاں ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جواں
ہاں نکلی منھ سے یاں کہ کھنچی اس طرف کماں کھنچنا کمان کا تھا کہ چلا تیرِ بے اماں
حلقہ اُدھر کمان کا خم ہو کے رہ گیا
یاں تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا

خالی اسی روش سے ہوا، ترکشِ شریر ۹۷ تودے لگائے کاٹ کے حضرت نے سارے تیر
چاہا تھا کشمکش میں کہ ہو جائے گوشہ گیر چلائے شہ کہ بھاگ نہ اُو سرکشوں کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہے یہ جنگ کا
تو بھی تو توڑ دیکھ لے میرے خدنگ کا

یاں دوش سے کماں کو اتارا جناب نے ۹۸ قبضے میں ماہِ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کے ہاتھ چوم لیے بوتراب نے تاکا خطا کو تیرِ نگہ سے صواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا
نکلا عقابِ تیر تو پر تولنے لگا

چلّے میں رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم ۹۹ ایک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ میں چلا تیرِ تیز دم آواز دی کماں نے زہے شاہ باکرم
چلّہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا
واں تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے ۱۰۰ نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کماں کشوں کے جگر کانپنے لگے گو ترکشوں میں تیر تھے، پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے
گوشوں سے خود اُتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

اللہ ری زد، گزرتا تھا ہنگامِ دار و گیر ۱۰۱ سو دل سے مثلِ رشتۂ تسبیح ایک تیر
کرتے تھے واہ واہ صفوں میں جوان و پیر بازو کو چومتے تھے رسولِ فلک سریر
روحِ علیؑ یہ کہتی تھی پاس آن کے
صدقے ہر ایک تیر کے قرباں کمان کے

شہ کے غضب سے چاہتی تھی ہر کماں اماں ۱۰۲ مضطر زمیں تھی مانگتا تھا آسماں، اماں
دیتے نہ تھے کسی کو امامِ زماں اماں ہر صف میں تھا یہ شور کہ مولا اماں، اماں
جب شاہ حملہ کرتے تھے شیر خدا کی طرح
دانتوں میں خس پکڑتے تھے سب کہربا کی طرح

کہتا تھا ہاتھ جوڑ کے یوں کوئی پُرغرور ۱۰۳ اس وقت رحم اپنے غلاموں پہ ہے ضرور
موقوف کر جلال کو اے کبریا کے نور صدقہ علیؑ کی روح کا اب بخشیے قصور
آنکھیں ہم اپنی دور سے قدموں پہ ملتے ہیں
تلوار روکیے کہ بس اب دم نکلتے ہیں

اے نورِ چشم احمد مختار رحم کر! ۱۰۴ اے یادگارِ حیدرِ کرار، رحم کر!
اے امتِ نبیؐ کے مددگار رحم کر! اے بحرِ غیظِ حضرتِ قہار، رحم کر!
اے نوحِ عصر ہم سے نہ تو انتقام لے
امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو تھام لے

اے افتخار حضرت آدمؑ، پناہ دے ۱۰۵ اے زیبِ بخشِ عرشِ معظم پناہ دے
اے فخر نوح و عیسیٰ مریم پناہ دے اے باعث پناہ دو عالم پناہ دے
مولا تجھے قسم ہے رسولِؐ کبیر کی
چمکا نہ ذوالفقار، جنابِ امیر کی

اس غیظ میں سنا جو بزرگوں کا شہ نے نام ۱۰۶ صدمہ ہوا یہ دل کو کہ رونے لگے امام
گردن پھرا کے یاس سے دیکھا سوئے خیام تھاما جگر کو ہاتھوں سے اور چھوڑ دی لگام
آنکھوں کو بند کر کے، فرس ہانپنے لگا
روکی جو ذوالفقار، بدن کانپنے لگا

لڑنے میں تھا نہ آپ کو کچھ پیاس کا خیال ۱۰۷ رکھ دی جو تیغ ہاتھ سے، جی ہو گیا نڈھال
آئی صدائے حضرتِ محبوبِ ذوالجلال تو صابروں کا فخر ہے، اے فاطمہؑ کے لال
سمجھا تھا میں کہ اب مری امت تمام ہے
یہ صبر اختیار پہ، تیرا ہی کام ہے

صبر و رضا و حلم کا رتبہ دکھا دیا ۱۰۸ دم میں ہزار طرح کا جلوہ دکھا دیا
نانا کا خُلق، زور پدر کا دکھا دیا خالق کے رحم و قہر کا نقشہ دکھا دیا
باطل شقاوت و حسد و کینہ ہو گیا
ایسی جلا ہوئی کہ حق آئینہ ہو گیا

شمشیر واہ کیوں نہ ہو کس کا پسر ہے تُو ۱۰۹ حقا کہ آسمانِ شرف کا قمر ہے تُو
کھولا ہے جس کو حق نے وہ رحمت کا دَر ہے تُو میں اصل جس شجر کی ہوں، اس کا ثمر ہے تُو
امّت کے ظلم سہتے ہو نانا سے چھوٹ کر
کیا اُن کو پھل ملے گا مرا باغ لوٹ کر

کیسی ہوا جہان کی بے اعتدال ہے ۱۱۰ سرسبز سب ہیں، باغ مرا پائمال ہے
سایے سے جس نہال کے طوبیٰ نہال ہے مرجھا گیا ہے دھوپ سے اس کا یہ حال ہے
میں جن کی فکر میں کبھی سویا نہ چین سے
پانی اُنھیں عزیز ہے میرے حُسینؑ سے

فاقوں میں جن کے واسطے باندھا شکم پہ سنگ ۱۱۱ ان دشمنوں نے لال کا میرے کیا یہ رنگ
کیونکر نہ ہو یہ غنچہ دہن زیست سے بہ تنگ اک فاقہ کش نحیف سے یہ صف کشی یہ جنگ
بچپن سے میں نثار ہوں اس نورِ عین کے
میرا گلا بھی ساتھ کٹے گا حُسینؑ کے

رو کر کہا حُسینؑ نے یا سیدِ عرب ۱۱۲ لڑتا کبھی نہ اِن سے یہ مظلوم و تشنہ لب
فریاد ہے کہ مجھ کو ستایا ہے بے سبب للہ لیتے چلیے مجھے ساتھ اپنے اب
دشمن ہُوا ہے سارا زمانا غلام کا
اُمّت میں اب نہیں ہے ٹھکانا غلام کا

جس دن سے آپ اُٹھ گئے پایا نہ میں نے چین ۱۱۳ سب گھر تباہ ہو گیا یا شاہِ مشرقین
پیری میں چھٹ گیا علی اکبرؑ سا نورِ عین کب تک جہاں میں ٹھوکریں کھایا کرے حُسینؑ
پھیلا کے پاؤں خاک پہ سونا نصیب ہو
راحت ملے، جو قبر کا کونا نصیب ہو

۱۱۴

یہ کہتے تھے کہ فوجِ ستم گر بپھر آگئی — خیر النسا کے چاند پہ بدلی سی چھا گئی
بھائی جو گھِر گیا تو بہن بلبلا گئی — فریادِ فاطمہؑ کی فلک تک صدا گئی
یاں گھر نبیؐ کی آل کا بے نور ہو گیا
زخموں سے واں تنِ شہِ دیں چور ہو گیا

۱۱۵

یاں ایک تن ضعیف، اُدھر لاکھ نابکار — تیروں کے زخم تیغوں کے پھل برچھیوں کے وار
سینہ شکستہ، پسلیاں مجروح، سر فگار — کیا درد کا حساب، جراحت کا کیا شمار
یوں تو دل و جگر کے بھی جانکاہ زخم تھے
تن پر ہزار و نو صد و پنجاہ زخم تھے

۱۱۶

حربے ہزار ہا، کسے رو کے کسے بچائے — بے یار و آشنا کسے ڈھونڈھے کسے بُلائے
دُکھ میں سپر ہو کون، حمایت کو کون آئے — کیا وقت ہے نبیؐ کے نواسے پہ ہائے ہائے
جھکتے ہیں زیں پہ منھ سے لہو ڈال ڈال کے
گھوڑے سے غش میں کون اُتارے سنبھال کے

۱۱۷

گھوڑے سے گاہ غش میں اِدھر گہ اُدھر جھکے — تیغیں چلیں جدھر کو شہِ بحر و بر جھکے
سیدھے کبھی ہوئے کبھی پکڑے جگر جھکے — تھامی کبھی ایال، کبھی زین پر جھکے
صدمہ جو تھا بہن کے نکلنے کا شاہ کو
گردن پھرا کے دیکھتے تھے خیمہ گاہ کو

۱۱۸

ہنگامِ عصر تھا کہ شہِ نیک خُو گرے — زخموں سے اُڑ کے قطرۂ خوں چار سُو گرے
کیا سنبھلے جس کے زخموں سے سیروں لہو گرے — سجدے کا اشتیاق جو تھا، قبلہ رُو گرے
آنکھیں تھیں بند جلوۂ حق تھا نگاہ میں
گرتے ہی محو ہو گئے یادِ الٰہ میں

۱۱۹

اعدا میں غُل ہُوا کہ ہماری ظفر ہوئی — گھوڑے سے تو حسینؑ گرے جنگ سر ہوئی
زینبؑ ردا کو پھینک کے عریان سر ہوئی — چلّائی یوں سکینہؑ کہ میں بے پدر ہوئی
ہے ہے کوئی نہیں شہِ والا کی لاش پر
امّاں بس اب چلو مرے بابا کی لاش پر

مسند پہ شہ کے لُوٹتی تھی کوئی سوگوار ۱۲۰ ہے ہے کا شور تھا کہ قیامت تھی آشکار
چلّاتی تھی کوئی مرے سیّد ترے نثار ڈیوڑھی پہ آ کے گر پڑے سجّادِ دل فگار
غُل تھا فلک نے دفترِ دنیا اُلٹ دیا
فضّہ نے خیمہ گاہ کا پردا اُلٹ دیا

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال ۱۲۱ خالی ہے زین، اور ہے ماتھا لہو سے لال
گردن پہ اس طرح سے ہے بکھری ہوئی ایال جس طرح کھولتی ہے زنِ سوگوار بال
روتا ہے یوں وہ غم میں شہ نامدار کے
جیسے پسر کو روتی ہے ماں داڑھیں مار کے

دنیا نظر میں بیبیوں کے ہوگئی سیاہ ۱۲۲ سمجھے یہ سب کہ قتل ہوا فاطمہ کا ماہ
عابد پکارے ہائے غضب، گھر ہوا تباہ چلّائی بنت فاطمہ اے ذوالجناحِ شاہ
بتلا سوارِ دوشِ پیمبر کو کیا کیا
ہے ہے مرے غریب برادر کو کیا کیا

زیں سے ترے رسول کا پیارا کہاں گرا؟ ۱۲۳ دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا؟
وہ عرشِ کبریا کا ستارا کہاں گرا؟ آقا ترا، امام ہمارا، کہاں گرا؟
سایہ ہے کچھ، کہ لاش ہے جلتی زمین پر
لختے یہ کس کے خون کے ہیں تیرے زین پر

سر خاک پر پٹک کے پکارا وہ راہوار ۱۲۴ سیدانیو! بچھڑ گیا مجھ سے مرا سوار
جلدی اتار لو یہ تبرّک، یہ ذوالفقار کٹتا ہے واں گلوئے شہنشاہِ نامدار
زہرا قریبِ لاشِ پسر خاک اڑاتی ہے
خیمے میں جاؤ، لوٹنے کو فوج آتی ہے

راوی رقم یہ کرتا ہے، احوالِ رزم گاہ ۱۲۵ دن ہوگا تین چار گھڑی، وقتِ قتلِ شاہ
خنجر ادھر تو شمر نے رکھا گلے پہ آہ آندھی اُٹھی کہ سارا جہاں ہوگیا تباہ
زانو دھرا جو سینے پہ ایذا سوا ہوئی
غُل تھا کہ لو قیامتِ کبرا بپا ہوئی

تھا غش میں قبلہ رُو وہ دو عالم کا مقتدا ۱۲۶ سجدہ بھی اس ولی کو نہ کرنے دیا ادا
گردن پہ تیغ اور لبوں پر یہ تھی دعا واجعفرا ، وابتا ، وا محمدا
صدمے ہوئے رگوں پہ جو خنجر کی دھار کے
چُپ ہو گئے نبیؐ و علیؑ کو پُکار کے

اُس حشر میں خیام کی جانب جو کی نظر ۱۲۷ دیکھا وہ سانحہ کہ نہ دیکھے کوئی بشر
نکلی حرم سے ایک ضعیفہ برہنہ سر چہرہ تو آفتاب سا اور کان میں گہر
چادر نہ اضطراب میں تھی جسمِ پاک پر
تھا اِک سِرا تو دوش پہ اور ایک خاک پر

چلّاتی تھی ارے کوئی رستہ مجھے بتائے ۱۲۸ کچھ سوجھتا نہیں یہ ضعیفہ کدھر کو جائے
اکبرؑ کہاں ہے ہاتھ مرا تھامنے کو آئے بھائی سے چھوٹتی ہے بہنؑ ہائے ہائے ہائے
مہماں کیا تھا، بادشہِ مشرقین کو
اے کربلا، تجھی سے میں لوں گی حُسینؑ کو

اے نہرِ پیاس سے مرا بھائی ہے بے قرار ۱۲۹ اے دشت گرد میں نہ بھرے شہ کا جسمِ زار
اے نینوا! حسینؑ کے لاشے سے ہوشیار اے[23] خاکِ پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار
اے طائرو نہ دھوپ ہو بھائی کی لاش پر
سایہ کرو پروں کا تنِ پاش پاش پر

طے کر چکی تھی نصف مسافت وہ سوگوار ۱۳۰ آئی صدائے حضرتِ خاتونِ[24] روزگار
بیٹی ملے گا اب نہ محمدؐ کا یادگار پھر جا خدا کے واسطے پھر جا ترے نثار
تن سے جدا سرِ پسرِ فاطمہؑ ہُوا
اب آکے کیا کرے گی یہاں خاتمہ ہُوا

گھبرا کے اُس نے جانبِ مقتل جو کی نظر ۱۳۱ دیکھا اک آفتاب کو، نیزے پہ جلوہ گر
لڑکی جو ساتھ تھی وہ پکاری یہ پیٹ کر میں لُٹ گئی پھوپھی! مرے بابا کا ہے یہ سر
زلفیں لہو بھری ہوئی رخ پر لٹکتی ہیں
ہے ہے رگوں سے، خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں

خاموش اے انیس جگر ہو گیا دو نیم ۱۳۲ کام آئے گی یہ مدح، بروزِ امید و بیم

عُسرت کا غم نہ کھا کہ ہے آقا ترا کریم اب جا یہاں سے روضۂ سرور پہ ہو مقیم

حاصل حضوریٔ شہ گردوں اساس ہو

ہے وہ غلام خاص جو آقا کے پاس ہو

۱۳
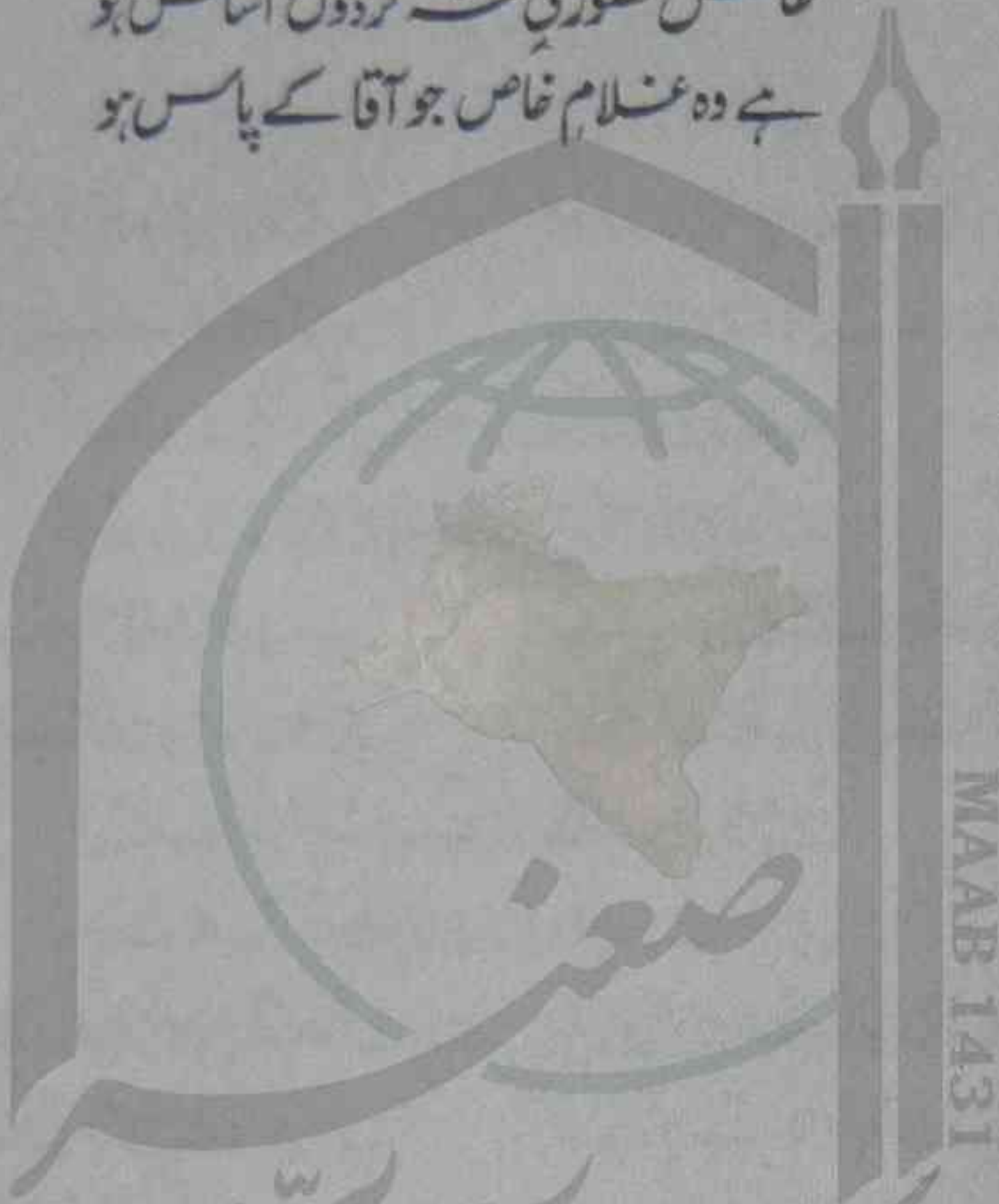
۱
جب تیغِ یداللہ کھنچی دشتِ وغا میں ۔ اک برقِ غضب کوند گئی، ارض و سما میں
چمکے جو شرر چار طرف اُڑ کے ہوا میں ۔ اعدا میں ہُوا غُل، کہ گھرے قہرِ خدا میں
سایہ جو پڑا تیغِ دو پیکر کا زمیں پر
جبریلِ امیں کانپ گئے عرشِ بریں پر

۲
خورشید کو رعشہ ہُوا کانپا فلکِ پیر ۔ رنگِ رُخِ جلّاد فلک ہو گیا تغیر
آنکھوں کے تلے پھرنے لگی موت کی تصویر ۔ تھرّا کے عطارد نے صدا دی کہ چلا تیر
غُل تھا کہ اُلٹتا ہے زمانہ کوئی دم میں
چھپتا تھا قلم لوح میں اور لوح قلم میں

۳
جبریل کو چلّانے لگے عرش کے حامل ۔ کرسی کو سنبھالو کہ قیامت ہوئی نازل
کہتے تھے سرافیل کہ قابو میں نہیں دل ۔ ہے قہرِ الٰہی غضبِ سرورِ عادل
کونین سے ضربِ شہِ عالم نہ رُکے گی
یہ تیغ وہ بجلی ہے کہ اک دم نہ رُکے گی

۴
برہم ہے جو طبع پسرِ سیّدِ لولاک ۔ سیّاروں پہ ثابت تھا کہ اب گرتے ہیں افلاک
گھبرا کے نظر کرتے تھے، عیسیٰ طرفِ خاک ۔ ڈر تھا سپرِ مہر نہ ہو جائے کہیں چاک
سر چرخ پہ آ کھینچا ہے، شمشیرِ دو سر کا
شق ہوئے نہ سینہ کہیں پھر آج قمر کا

۵
سکّانِ سموٰت میں برپا تھا اُدھر غُل ۔ رو رو کے اِدھر ہوتا تھا، گیتی کو تزلزل
معشوق کو تھا صبر، نہ عاشق کو تحمّل ۔ گلشن پہ اداسی تھی، جُدا تھے گُل و بُلبل
تاریک تھا دل، تاب کسی دل کو نہیں تھی
پروانہ کہیں جلتا تھا، اور شمع کہیں تھی

۶
تھا خوف کے عالم میں ہر اک بندۂ آزاد — شمشاد کی قمری کو فراموش ہوئی یاد
غنچوں کے چٹکنے میں نکلتی تھی یہ فریاد — ہے ہے چمنِ کُن فیکوں ہوتا ہے برباد
ناحق گلِ زہرا پہ جفا ہوتی ہے کل سے
باغی نہیں بر آنے کے اس تیغ کے پھل سے

۷
اڑنے سے پرندوں کے جہاں ہوگیا اندھیر — تھا عالمِ وحشت، یہ ہرن ہو گئے تھے شیر
چیتوں میں یہ غُل تھا کہ قیامت میں نہیں دیر — بھاگو کہ چمکتی ہے ید اللہ کی شمشیر
پھر جان کہاں آ گئے سایے میں گر اس کے
ہستی کو جلا دیویں گے دم میں شرر اس کے

۸
لرزاں تھا ہر اک خوفِ شہ جنّ و بشر سے — فریاد کی آتی تھی صدا سنگ و شجر سے
ہیبت تھی کہ اژدر بھی نکل آئے تھے ڈر سے — جنات کی جانوں پہ بنی، جان کے ڈر سے
شمشیرِ شرر بار سے منھ سب کے مُڑے تھے
اڑ سکتی نہ تھیں ہوش، یہ پریوں کے اڑے تھے

۹
ہر بحر میں طوفاں تھا تو ہر بر میں تلاطم — تھا شور جزیروں میں، سمندر میں تلاطم
جنت میں تزلزل تھا، تو کوثر میں تلاطم — برپا تھا بنی جان کے لشکر میں تلاطم
جو خاک نشین تھا وہ ہراساں اٹھا تھا
آبِ دمِ شمشیر سے طوفان اٹھا تھا

۱۰
سب ساکنِ افلاک و زمیں کانپ رہے تھے — لرزہ تھا، مکانوں کو مکیں کانپ رہے تھے
ہلتا تھا نجف، کشورِ کیں کانپ رہے تھے — تھے امن میں، پر روحِ امیں کانپ رہے تھے
اللہ رے ڈر، ضربتِ اولادِ علیؑ کا
غُل فرش سے تھا عرش تلک نادِ علی کا

۱۱
کس شان سے تولے ہوئے شمشیرِ شرر بار — میدانِ شہادت میں کھڑے ہیں شۂ ابرار
ہے چہرۂ نورانیِ مولا سے نمودار — اجلالِ محمد، غضبِ حیدرِ کرار
عالم شبِ معراج کا دکھلاتی ہیں زلفیں
غیظ آتا ہے سرور کو تو بل کھاتی ہیں زلفیں

شمشیر کی تابیں ہیں کہ ماتھے پہ شکن ہے ۱۲ ابرو جو کماں ہے تو مژہ تیر فگن ہے
وہ چشمِ سیہ آہوئے صحرائے ختن ہے غصّے سے جو ہو سرخ تو پھر شیر ہرن ہے
گر شامِ مصیبت ہے گہے صبحِ طرب ہے
رحمت ہے سپیدی میں، سیاہی میں غضب ہے

کچھ دھوپ سے کچھ غیظ سے تھے سرخ جو رخسار ۱۳ تھا صاف شفق سے گلِ خورشید نمودار
دیتے تھے جو دانتوں کے تلے لعل گہر بار تھے پرچۂ یاقوت میں گویا دُرِ شہوار
مختارِ دو عالم کے، جہاں زیرِ نگیں تھا
یہ نقش سلیماں کی بھی خاتم پہ نہیں تھا

وہ ریشِ مطہر کی سپیدی، وہ سیاہی ۱۴ دیتی تھی زمانے کی دورنگی پہ گواہی
یہ آئینۂ جسم پہ تھی گردِ تباہی تھیں بازوؤں میں مچھلیاں، یا ریگ میں ماہی
مانند یداللہ لڑائی پہ تلے تھے
سو عقدۂ مشکل انھیں ہاتھوں سے کھلے تھے

لو قبضے پہ ہے دستِ زبردستِ شہنشاہ ۱۵ جن کی رگ و پے میں ہے بھرا زورِ یداللہ
غیر از یدِ قدرت کوئی اس سے نہیں آگاہ گر کوہِ گراں ہو، تو اکھاڑیں صفتِ کاہ
بھاری ہو یہ گر، سارا جہاں جنگ پہ تُل جائے
زور اس کا ہو گر، قلعۂ خیبر یہ تو کھل جائے

اعدا ابھی ہیں چپ، شمعِ رسالت بھی ہے خاموش ۱۶ سینے میں تلاطم ہے، شجاعت کا ہے یہ جوش
تیرِ نگہِ شہ سے جوانوں میں نہیں ہوش چھپ جاتے ہیں ڈھالوں کی سیاہی میں زرہ پوش
جوہر نظر آتے ہیں جو اس تیغِ دو دم کے
پانی ہوئے جاتے ہیں جگر اہلِ ستم کے

تولے ہوئے شمشیر کو پڑھتے ہیں یہ اشعار ۱۷ دنیا بھی ہے بے مہر زمانہ بھی ہے غدّار
تف تجھ پہ ہے اے دہرِ ستمگار و جفاکار بد دل تری اس "سفلہ پرستی" سے ہیں دیں دار
زہرا سے محمد سے علی سے نہ وفا کی
شاکی رہے سب تو نے کسی سے نہ وفا کی

تو نے غمِ فرزند میں آدمؑ کو رُلایا ۱۸ عیسیٰؑ نے جہاں میں کوئی دم چین نہ پایا
خنجر سے لہو حضرت یحییٰؑ کا بہایا کس چاہ میں یعقوبؑ سے یوسفؑ کو چھڑایا
وہ کون سے دُکھ تھے جو دکھائے نہیں تو نے
کیا کیا کنوئیں پیری میں جھنکائے نہیں تو نے

توڑے دُرِ دندانِ نبیؐ سنگِ جفا سے ۱۹ مسجد ہوئی تر خونِ سرِ شیرِ خدا سے
فرصت نہ ملی فاطمہؑ کو رنج و بلا سے ٹکڑے ہوا شبّرؑ کا جگر زہرِ دغا سے
باقی تھا فقط میں، سو عزیزوں سے چھٹا ہوں
پانی کو ترستا ہوں غریبی میں لُٹا ہوں

فرما کے یہ اعدا کو پکارے شہِ ذی جاہ ۲۰ اب جنگ میں کیا دیر ہے، اے فرقۂ گمراہ
شاید مری قوّت سے ابھی تم نہیں آگاہ رستم تو یہاں زال ہے اور شیر ہے رُوباہ
تلوار کا مالک ہوں ولی ابنِ ولی ہوں
جرأت مرا حصّہ ہے کہ فرزند علیؑ ہوں

عاقل ہو تو مکّار کی باتوں پہ نہ جاؤ ۲۱ صابر ہوں میں صابر کو نہ تم غیظ میں لاؤ
دم میں غضب آجائے گا دیکھو نہ ستاؤ جینا ہو تو ہٹ جاؤ جو مرنا ہو تو آؤ
خیر اپنے سروں کی جو ہو منظور، تو سَر کو
دیکھو ابھی روکے ہوئے ہوں، تیغِ دُو سر کو

مجھ سا کوئی گر اور ہو تم لوگوں کا رہبر ۲۲ بہتر ہے پھرا دو، مرے اس حلق پہ خنجر
اُمّت کے جو کام آئے تو حاضر ہے مرا سَر پر میرے سوا کوئی نہیں، سبطِ پیمبر
کھو کر مجھے ڈھونڈو گے تو فریاد کرو گے
جب میں نہ ملوں گا تو بہت یاد کرو گے

جو زندہ ہے قدر اس کی کسی کو نہیں زنہار ۲۳ زندوں سے کچھ ان مُردہ پسندوں کو نہیں کار
عبرت کی ہے جا، فاعتبروا یا اولی الابصار سو جاتا ہے جب وہ تو یہ سب ہوتے ہیں بیدار
روئے تو اُسے کیا جو ثنا کی تو اُسے کیا
تعریف اگر بعدِ فنا کی تو اُسے کیا

۲۴ گر زیست میں فاقہ ہو تو غم کوئی نہ کھائے | اور وقت مصیبت کے کوئی پاس نہ آئے
یوں پیاس میں لاکر کوئی پانی نہ پلائے | اور بعدِ فنا فاتحہ شربت پہ دلائے
پروا نہیں پیوند ہو گر رختِ بدن میں
مرتے ہیں بس اس پر کہ تکلف ہو کفن میں

۲۵ یوں ہاتھ نہ تھامیں جو گرے بندۂ معبود | تابوت کو دینا ہو جو کاندھا، تو ہیں موجود
یوں جانتے ہیں قرضِ حسن دینے کو بے سُود | زر صرف ہو میت کے جو ماتم میں تو خوشنود
یوں بھول کے بھی ذکر نہیں کرتے ہیں اس کا
مرجاتا ہے جب کوئی تو دم بھرتے ہیں اس کا

۲۶ ہوشیار ہو اے قوم کہ دنیا ہے گذرگاہ | رہتا ہے گدا اس میں، ہمیشہ نہ شہنشاہ
کیا مرحلۂ صعب ہے العظمۃ للہ | تھراتے ہیں رہبر بھی، وہ پُر خوف ہے یہ راہ
بے خوف ہیں وہ جن کو تولّائے علیؑ ہے
ہاں زادِ سفر دوستی آلِ نبیؐ ہے

۲۷ کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا میں ہے مہماں | دستِ ملک الموت میں ہے سب کا گریباں
زندوں میں ہے گر آج تو کل ہوویں گے بیجاں | پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا ساماں
اعمال و عقائد میں نہ ہرگز خلل آئے
کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

۲۸ کچھ وقت معیّن نہیں انساں کی اجل کا | آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا
بندہ وہ ہے پابند رہے نیک عمل کا | پلّہ وہی بھاری ہے جو ہو جُرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اس کے لیے قبر میں کم ہے
ہو اور گناہوں کی گرانی تو ستم ہے

۲۹ لو پند بھی آخر ہے نصیحت بھی ہوئی ختم | حجّت مجھے منظور تھی حجّت بھی ہوئی ختم
الفت بھی، مروّت بھی، محبّت بھی ہوئی ختم | لو باب ترحّم کی، عبارت بھی ہوئی ختم
دل رکھتے ہو فولاد، یہ جوہر ہیں تمہارے
اب تیغ یدُ اللہ ہے اور سر ہیں تمہارے

بے قتل مجھے چین کب آتا ہے خبردار ۳۰ سب فوج پہ ادبار، اب آتا ہے خبردار
فرزندِ امیرِ عرب آتا ہے خبردار لشکر پہ خدا کا غضب آتا ہے خبردار
فوجوں کی صفیں دم میں اُلٹ دیتا ہوں آ کے
دیکھوں تو کہاں جاتے ہو؟ پنجے سے قضا کے

خالق نے مرے قوتِ حیدرؑ مجھے دی ہے ۳۱ فیّاض نے توقیرِ پیمبرؐ مجھے دی ہے
مختار نے مختاریٔ کوثر مجھے دی ہے کرّار نے شمشیرِ دو پیکر مجھے دی ہے
کُھل جائے گی، دم میں بُرِش اس تیغِ دوسر کی
کُنجی تو مرے ہاتھ میں ہے فتح و ظفر کی

غصے میں مرے طور ہیں سب قہرِ خدا کے ۳۲ غارت ہو نظر جس پہ کروں غیظ میں آ کے
بچتا نہیں تلوار ہماری کوئی کھا کے ناخُن میں ہمارے ہیں ہُنر عقدہ کُشا کے
کس معرکے میں تیغ کو تولا نہیں ہم نے
تھا کون سا در بند جو کھولا نہیں ہم نے

تم نار ہو میں نُورِ خدائے دوجہاں ہوں ۳۳ تم ننگِ جہاں، میں شرفِ کون و مکاں ہوں
تم جنگ میں روباہ ہو، میں شیرِ ژیاں ہوں تم کاہ سے کمزور ہو، میں کوہِ گراں ہوں
لاکھوں ہوں تو ہے فتح بہرکیف ہماری
کرتی ہے صفیں صاف سدا سیف ہماری

اس تیغ سے رستم سا دلاور نہیں بچتا ۳۴ سَن سے جو یہ چلتی ہے تو مغفر نہیں بچتا
مغفر نہ رہا فرق پہ جب سر نہیں بچتا سر کیا ہے کہ اک ضرب میں پیکر نہیں بچتا
بجلی ہے یہ رُکتے کبھی دیکھا نہیں اس کو
گر ہوں پرِ جبریل تو پروا نہیں اس کو

لاسیف[20] اسی حجت قاطع کی ثنا ہے ۳۵ آسیب ہے کیا سیب سے پھل اس کا بنا ہے
یہ لشکرِ باغی کے لیے دارِ عنا[21] ہے سائے میں جو اس تیغ کے آیا وہ فنا ہے
جوہر میں جو ہے فتح تو قبضے میں ظفر ہے
دشمن کے لیے تیغ ہے مومن کی سپر ہے

فخرِ عرب و روم و عجم کی ہے یہ تلوار ۳۶ کاٹے ہیں نشاں جس نے علم کی ہے یہ تلوار
کاٹ اس میں غضب کا ہے ستم کی ہے یہ تلوار مثلِ مہِ نو، بدر[۲۲] میں چمکی ہے یہ تلوار

ہلتی تھی زمیں ہاتھ جو قبضے پہ دھرا تھا
خندق[۲۳] کو اسی تیغ نے لاشوں سے بھرا تھا

پائی نہ اماں لشکرِ صفین[۲۴] و جمل نے ۳۷ عنتر کو جلایا ہے اسی تیغِ اجل نے
نے لات نے مرحب، کو بچایا نہ ہبل نے کاٹا شجرِ کفر کو اس تیغ کے پھل نے

گر پاس نہ ہوتا پرِ جبریلِ امیں کا
ملتا نہ پتا زیرِ زمیں گاوِ زمیں کا

جس وقت سرِ چاہِ علیؑ کے قدم آئے ۳۸ جنات ہزاروں تہِ تیغِ دو دم آئے
فریاد کناں، ساکنِ بیرالالم[۲۸] آئے یا شیرِ خدا دینِ محمد میں ہم آئے

دیکھے گا سزا پھر اگر اس راہ سے نکلیں
یوسف کی قسم لو جو کبھی چاہ سے نکلیں

اک ہاتھ میں دو ہوں گی سنانوں کو بچاؤ ۳۹ ڈھونڈھو نہ کمیں گاہ کمانوں کو بچاؤ
مٹ جائے گی یہ شان، نشانوں کو بچاؤ جب جائیں کہ، اس تیغ سے جانوں کو بچاؤ

رکتی ہے نہ جوشن پہ نہ تھمتی ہے کمر پر
یہ مرگِ مفاجات سے جلد آتی ہے سر پر

بے جان کیے خانۂ تن سے نہیں پھرتی ۴۰ بے صاف کیے فوج کو رن سے نہیں پھرتی
کچھ ہو یہ شجاعت کے چلن سے نہیں پھرتی بے سیرِ گلِ زخم بدن سے نہیں پھرتی

منہ خود، و زرہ سے کبھی موڑا نہیں اس نے
دشمن کو کبھی جنگ میں چھوڑا نہیں اس نے

بیٹھی ہے تو سر تن سے جدا کر کے اٹھی ہے ۴۱ دشمن کو اشارے میں، فنا کر کے اٹھی ہے
کافر کے سراپا کو دوتا کر کے اٹھی ہے ہر معرکے میں حشر بپا کر کے اٹھی ہے

چمکی ہے یہ جس دم تو صفیں چاٹ گئی ہے
اک ہاتھ میں سو سو کے گلے کاٹ گئی ہے

پڑھ کر یہ رجز شام کے بادل میں دَر آئے ۴۲ چمکا کے فرس کو صفِ اوّل میں دَر آئے
بے دینوں کے دل ہل گئے جس دَل میں دَر آئے اک شیر سے تلواروں کے جنگل میں دَر آئے
تھرّا گیا میداں کہ ہزبرِ احد آیا
لشکر میں پڑا شور کہ بھاگو اسد[۲۹] آیا

اعدا کے سروں پر جو وہ تیغ دو سر آئی ۴۳ اک تیز چُھری تھی، کہ کلیجوں میں دَر آئی
بجلی سی چمک کر اِدھر آئی اُدھر آئی دُو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دستِ ستم کو
جس طرح سے کاٹے کوئی جلدی میں قلم کو

بے دست ہر اک صف تھی تو بے سر تھا ہر اک غول ۴۴ خُود اُلٹے ہوئے خاک پہ تھے صورتِ کشکول
شمشیرِ دو دستی نے نکالی تھی نئی تول سر بکتے تھے ارزاں، پہ نہ لیتا تھا کوئی مول
اس تیغ سے فولاد کا دِل نرم ہُوا تھا
تن سرد تھے بازارِ اجل گرم ہُوا تھا

چار آئینہ والوں کو نہ تھا تیغ سے چارا ۴۵ چُورنگ تھے سینے تو کلیجے تھے دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش، نہیں جنگ کا یارا بچ جائیں تو جانیں، کہ ملی جان دوبارا
جوشن کو سُنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دامِ اجل ہے

بدکیش لڑائی کا چلن بھول گئے تھے ۴۶ ناوک فگنی تیر فگن، بھول گئے تھے
سب چلّہ کشی، عہد شکن بھول گئے تھے بے ہوشی میں ترکش کا دہن بھول گئے تھے
معلوم نہ تھا جسم میں جاں ہے کہ نہیں ہے
چلّاتے تھے، قبضے میں کماں ہے کہ نہیں ہے

تولے ہوئے بھالوں کو جفا کار تھے ہر چند ۴۷ تھی عقدہ کشا تیغ، نہ بندھتا تھا کوئی بند
کیا روکتے تیروں کو جوانانِ تنومند تھا شیرِ نیستان اسد اللہ کا فرزند
بیرق[۳۰] تھے نہ بھالے تھے نہ پرچم نہ علم تھا
اک ہاتھ میں یاں ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

دم کی تھی دعا شاہ نے کیا تیغِ دو دم پر ۴۸ نے خُود پہ رکتی تھی نہ تھمتی تھی جھلم پر
گردن سے جو سینے پہ، تو سینے سے شکم پر توسن سے رکابوں پہ، رکابوں سے قدم پر
جوشن میں، فتوحی(۱) میں نہ بکتر(۲) میں، نہ زیں پر
سُم کاٹ کے گھوڑے کے جو دیکھا تو زمیں پر

غُل تھا کہ زمانے میں نہیں صف شکن ایسا ۴۹ تلوار جو ایسی ہو تو ہو، تیغ زن ایسا
دنیا میں لڑا ہے کوئی تشنہ دہن ایسا کچھ حرفِ شکایت میں نہ آئے چلن ایسا
سکّہ نہ ہو کیوں ضربِ شجاعِ ازلی کا
کونین میں ہے نام، حسینؑ ابنِ علیؑ کا

نیزوں کو ہلاتے تھے جو رہواروں پہ تن کے ۵۰ ٹکڑے بھی زمیں پر نہ ملے، اُن کے بدن کے
جنگل میں چھپے، آئے وہاں شیر جو بن کے بھاگے وہ ہرن ہو کے، بہادر تھے جو رن کے
صفدر نے جواں مردوں کے دل توڑ دیے تھے
نیزوں کے دمِ تیغ نے منھ موڑ دیے تھے

انبار تن و سر کے سراسر(ب) تھے زمیں پر ۵۱ تن تھے کسی جا، اور کہیں سر تھے زمیں پر
کاٹے ہوئے ہتھیار برابر تھے زمیں پر جوشن کہیں ٹکڑے، کہیں مغفر تھے زمیں پر
بے جان کہیں دو اہلِ ستم ساتھ پڑے تھے
ریتی پہ کہیں پاؤں، کہیں ہاتھ پڑے تھے

کس سر پہ چڑھی تیغ کہ توسن(ج) سے نہ اُتری ۵۲ وہ کون سا توسن تھا کہ یہ تن سے نہ اُتری
بے جان لیے جسمِ تہمتن سے نہ اُتری اُتری جو نہ وہ موت بھی گردن سے نہ اُتری
دشمن کو نہ زندہ کسی جا موت نے چھوڑا
تیغ اُتری کمر سے، تو گلا موت نے چھوڑا

چلتی تھی چپ و راس جو شمشیرِ دو دھاری ۵۳ ریتی پہ تڑپتی تھی دو رستہ صفِ ناری
خنجر تھے گلوں پر، تو کلیجوں پہ کٹاری کٹ کٹ گئیں تیغیں، ستم آرا ہوئے عاری
نوکیں جو پڑیں دل پہ کسی بانیٔ شر کے
دو برچھی کے پھل پار(د) ہوئے ایک جگر کے

افعی کی طرح منہ سے نکالے تھی زباں تیغ ۵۴ ہر دم صفِ کفّار پہ تھی شعلہ فشاں تیغ
گرتی تھی چمک کر کبھی یاں اور کبھی واں تیغ چھپتے تھے جفا جُو جو نہ دیتی تھی اماں تیغ
قبضے میں جو سب فوج تھی اس تیغِ دو سر کے
بچ سکتے تھے دشمن نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

غُل تھا کہ نہ ڈھالوں سے یہ تلوار رُکے گی ۵۵ روکے سے نہ یہ برقِ شرر بار رُکے گی
سو بار گرے گی پہ نہ اک بار رُکے گی برقِ غضبِ ایزدِ قہار رُکے گی
انگشتِ قضا کہتے ہیں اس تیغ کے پھل کو
سر پر کبھی آتے نہیں دیکھا ہے اجل کو

تابؔ ایسی کہ لشکر کو پریشاں کیا جس نے ۵۶ آب ایسی کہ خشکی میں یہ طوفاں کیا جس نے
دَم ایسا کہ سب فوج کو بے جاں کیا جس نے بُر ایسا کہ جنگل کو گلستاں کیا جس نے
سر سیکڑوں کاٹے تھے، پہ رنگ اس کا ہرا تھا
ہر ناب میں ناگن کی طرح زہر بھرا تھا

قبضہ وہ، جسے رکھتے تھے قبضے میں یداللہ ۵۷ نابوں سے عیاں تھا کہ عدم کی ہے یہی راہ
جوہر وہ کہ ہر فردِ بشر جس سے ہو آگاہ قد آفتِ دوراں، بُرِشش العظمۃُ للہ
باڑھ ایسی مقابل کبھی دریا نہیں جس سے
گھاٹ ایسا کہ جیتا کوئی اُترا نہیں جس سے

مومن کے لیے نُور ہے، کافر کے لیے نار ۵۸ یہ رنگ نیا تھا، کہیں آتش کہیں گلزار
اعجاز تو دیکھو، کہیں راحت کہیں آزار قدرت کا تماشا ہے، کہیں گُل تو کہیں خار
دم بند تھے دہشت سے شجاعانِ جہاں کے
مسدود تھے سب رستے وہاں امن و اماں کے

ناری کو سقر تک کبھی پہونچا کے پھر آئی ۵۹ دیکھا کسی موذی کو، تو بل کھا کے پھر آئی
ناگن کی طرح سَن سے کبھی جا کے پھر آئی جانا تھا، کہ بس فوج پہ لہرا کے پھر آئی
غُل تھا کبھی یوں تیغ کو چلتے نہیں دیکھا
افعی کو بھی یہ زہر اُگلتے نہیں دیکھا۔

خوں ناریوں کا چاٹ کے گرمائی ہوئی تھی ۶۰ بجھتی جو نہ تھی پیاس تو جھنجھلائی ہوئی تھی
دریا کی طرف جانے پہ لہرائی ہوئی تھی سب فوج پہ اک برقِ غضب چھائی ہوئی تھی
منھ کیا تھا کہ اک قہر تھا، خم تھا کہ غضب تھا
لشکر کا لہو پی گئی، دم تھا کہ غضب تھا

دو کر کے سر و صدر و شکم، ناف سے نکلی ۶۱ تعریفِ دلِ صاحبِ انصاف سے نکلی
بجلی سی جو، چار آئینۂ صاف سے نکلی یا فاتحِ خیبر کی صدا، قاف سے نکلی
چل جاتا تھا جب وار امامِ مدنی کا
غُل ہوتا تھا افلاک پہ، اللہ وغنی کا

جب تن کے چلی، حالِ عدو غیر کر آئی ۶۲ جس صف پہ گری، خاتمہ بالخیر کرائی
کشتوں کے تڑپنے کی کبھی سیر کر آئی دریا کی طرف خوں میں کبھی پَیر کرائی
سب گھاٹ سے دنیائے فلک خون میں تر تھی
تلوار نہ تھی ماہیِ دریائے ظفر تھی

وہ سیل جدھر آئی، تلاطم نظر آیا ۶۳ آنکھوں سے نہاں، مجمعِ مردم نظر آیا
ہل چل میں سواروں کا پراگم نظر آیا جو تھا بہ سرِ زیں، وہ تہِ سُم نظر آیا
منھ کھول کے اژدر نے نوالہ کیا سب کو
بجلی کی تڑپ نے تہ و بالا کیا سب کو

دو شخصوں نے اِک غول سے رہوار نکالے ۶۴ اک ہاتھ میں نیزہ لیے، اک تیغ سبھالے
چار آئینہ بر میں، سپریں کاندھوں پہ ڈالے امداد کو پہونچے کئی سو برچھیوں والے
کس دھوم سے وارد سرِ میداں ہوئے دونوں
پڑھ پڑھ کے رجز، جنگ کے خواہاں ہوئے دونوں

ایک ایک ستم پیشہ و سرہنگ[۲۲] و جفا جو ۶۵ مغرور و سیہ کار و سیہ رنگ و سیہ رو
بدصورت و بدہیبت و بدسیرت و بدخو سینے جو کشادہ، تو قوی ساعد و بازو
پیاسے تھے لعیں خونِ امامِ ازلی کے
دونوں کو عداوت تھی گھرانے سے علیؑ کے

برچھوں کو ہلاتے ہوئے آئے جو وہ بدکار ٦٦ ہر گشت میں پھرتے تھے فرس صورتِ پرکار
شبدیز کو چمکا کے پکارے شہِ ابرار آتی ہے اجل سر پہ خبردار! خبردار!
حافظ ہے خدا، کچھ مجھے پروا نہیں جو ہو
یہ بھی ہے شگون نیک کہ پہلے ہی سے دو ہو

یوں کہنے لگے طعن سے دونوں ستم ایجاد ٦٧ حضرت بھی بُلا لیں جسے چاہیں پئے امداد
فرمایا پکاروں کسے میں بے کس و ناشاد اب تو نہ بھتیجا ہے، نہ بھائی ہے نہ اولاد
سب مر گئے، تنہا ہمیں لاکھوں میں کھڑے ہیں
یہ خاک پہ لاشے انھیں پیاروں کے پڑے ہیں

گو کوئی نہ بھائی نہ پسر ساتھ ہے میرے ٦٨ ہاں ایک خدا آٹھ پہر ساتھ ہے میرے
ہمدم کی طرح تیغ دو سر ساتھ ہے میرے میں سیفِ الٰہی ہوں، ظفر ساتھ ہے میرے
تم دونوں ہو کیا، فتح کبھی پا نہیں سکتے
لاکھوں ہو تو قبضے سے مِرے جا نہیں سکتے

ناگاہ بڑھے تول کے نیزوں کو وہ خونریز ٦٩ مہمیز جو کی، برقِ مجسم ہوئے شبدیز
ٹاپوں سے ہلا دُور تلک دشتِ بلاخیز فولاد میں در آئیں سنانیں تھیں، وہ سرتیز
آمد میں یہ دعویٰ تھا، ہر اک بانیِ شر کو
نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں زہراؑ کے پسر کو

مکاروں نے دکھلائی بہت شعبدہ بازی ٧٠ دیکھا کیے ہنس ہنس کے شہنشاہِ حجازی
تھے عقل کے کوتاہ جو کی دست درازی ہاتھ آتا ہے کب ابنِ یداللہ سا غازی
جو منھ چڑھا خاک کا پیوند ہُوا ہے
نیزوں سے کہیں عقدہ کُشا بند ہُوا ہے

وار آپ نے جب رد کیے اُن کے کئی باری ٧١ تھرّانے لگے ہاتھ یہ دہشت ہوئی طاری
تھی تیغِ شہِ دیں، غضبِ ایزدِ باری کانپا جو کلیجہ دو دلے ہو گئے ناری
نیزوں کی سناں کو دمِ شمشیر نے کاٹا
غُل تھا کہ سرِ شمع کو گُل گیر نے کاٹا

اک ضرب میں دونوں کے جو نیزے ہوئے بیکار ۷۲ تلواریں عَلم کر کے پھر آئے وہ ستمگار
تیغیں جو چپ و راس سے چلنے لگیں اِک بار روکے سپر حضرتِ حمزہؓ پہ وہ سب وار
دونوں کو ڈرایا بھی نہ شمشیرِ دُو سَر سے
پسپا ہوئے وہ خود تو بڑھے آپ اِدھر سے

اس ضرب میں ہاتھ اُس کا اُڑا اور سپر اُس کی ۷۳ دو تھا جو سر اُس کا تو جدا تھی کمر اس کی
اس کو خبر اس کی تھی نہ اُس کو خبر اُس کی کی موت نے دعوت اِدھر اس کی اُدھر اس کی
گرمی میں لڑے تھے شترِ دِل گیر سے دونوں
ٹھنڈے ہوئے، آبِ دمِ شمشیر سے دونوں

اُک ہاتھ میں بے جاں ہوئے، دونوں جو ستمگر ۷۴ حضرت نے کہا اور بھی ہے کوئی دلاور
دعویٰ ہو تو دیکھے مری تلوار کے جوہر پھر تاب کسے تھی، کہ مقابل ہو جو آکر
دونوں کو اجل لائی تھی شمشیر کے منھ پر
صید آپ سے جاتا ہے کوئی شیر کے منھ پر

ہاتھ ایسا جسے دستِ خدا کہیے تو حق ہے ۷۵ ضرب ایسی کہ جس ضرب سے دِل کفر کا شق ہے
جب چاہیں اُلٹ دیں کہ زمیں ایک ورق ہے یہ سب ہے، مگر آپ کو اُمت کا قلق ہے
دیتے تھے دُہائی جو بڑے اہلِ جفا کے
آنسو نکل آتے تھے، امامِ دوسرا کے

ہر چند کہ بیٹوں کے تھے قاتل وہ ستمگار ۷۶ مانگی جو اماں سب نے تو، خود روک لی تلوار
بدعہد تھی کیا اُمتِ غدّار و جفا کار یاں ہاتھ رکا، واں سے ہوئی تیروں کی بوچھار
یاں رحم تھا اور اُمتِ عاصی کی دعا تھی
واں صلح میں تھا مکر، لڑائی میں دغا تھی

واں ظلم و ستم تھے، اِدھر الطاف و مُدارا ۷۷ باطل پہ وہ تھے، حق پہ ید اللہ کا پیارا
وہ خاک کے ذرے تھے یہ تھا عرش کا تارا واں لاکھ ستمگر، اِدھر اک پیاس کا مارا
واں قتل کا غُل فوجِ مخالف میں اُٹھا تھا
سُوکھے ہوئے ہونٹوں پہ اِدھر شکرِ خدا تھا

سب سے پسرِ سعد یہ کہتا تھا کہ جاؤ ۷۸ جلدی سرِ فرزندِ نبیؐ کاٹ کے لاؤ
لینا ہے زرِ سرخ، تو خوں شہ کا بہاؤ فرماتے تھے شبیرؑ کہ حاضر ہوں میں آؤ
طوفاں سے کہیں کشتیِ تن پار اُتر جائے
سر تن سے جدا ہو تو بڑا بار اُتر جائے

نقصان مرا کیا ہے؟ اگر تم نے دغا کی ۷۹ جاگیرِ شہادت مجھے خالق نے عطا کی
اللہ سے وعدہ کیا جو اُس پہ وفا کی میرا نہیں سر، یہ تو امانت ہے خدا کی
سر دینے میں حجت نہیں تکرار نہیں ہے
ہم لوگوں کے اقرار میں انکار نہیں ہے

فرما کے یہ قبضے سے رکھا تیغِ دوسر کو ۸۰ لٹکا دیا ہرنے پہ دلاور نے سپر کو
پایا تھا جو تنہا شہِ مرداں کے پسر کو بس گھیر لیا شام کے بادل نے قمر کو
لشکر کی سیاہی تھی کہ گھبرا گئے شبیرؑ
سب فوج کی تیغوں کے تلے آ گئے شبیرؑ

اِک نور کو گھیرے ہوئے ظلمت نظر آئی ۸۱ دن کو شبِ تیرہ کی علامت نظر آئی
خود شافعِ محشر پہ قیامت نظر آئی قرآں کے بچنے کی نہ صورت نظر آئی
کٹتی تھیں رگیں ظلم کا دروازہ کھلا تھا
اجزائے تنِ پاک کا شیرازہ کھلا تھا

بُت گرد تھے اور بیچ میں وہ کعبۂ ایماں ۸۲ تھا نوح پہ خشکی میں عجب طرح کا طوفاں
وہ لاکھ دل آزار اور اک عیسیِ دوراں کیا مورچہ بندی تھی پے قتلِ سلیماں
فرعونیوں کا حضرتِ موسیٰ پہ ستم تھا
سب فوج کی تیغیں تھیں اور اک شاہ کا دم تھا

بےکس پہ ہزاروں جو چلے تیر سہ پہلو ۸۳ غربال ہوا سینۂ شاہنشہ خوش خو
نیزے جو برابر سے لگاتے تھے جفا جو چھد جاتے تھے دونوں کبھی شانے کبھی بازو
بند آنکھیں کیے جھومتے تھے گھوڑے پہ رن میں
تلواروں کے پھل لگتے تھے اُس پھول سے تن میں

۸۴
پھوڑے ہیں گُلِ زخم، کوئی جا نہیں خالی — شرماتی ہے جن سے گُلِ صد برگ کی لالی
یوں کٹ کے لٹک آئے تھے، دستِ شہِ عالی — جیسے کوئی کرتا ہے قلم، پھول کی ڈالی
جا کر جو پھر آنے کے نہیں باغِ جہاں میں
عالم کو دکھاتے ہیں بہار اپنی خزاں میں

۸۵
جب مارتا تھا سنگ، دہن پر کوئی غدار — فرماتے تھے فریاد ہے یا احمدِ مختار
پڑتی تھی قفا سے جو کوئی فرق پہ تلوار — سر تھام کے چلّاتے تھے یا حیدرِ کرّار
چھدتا تھا جو تیروں سے جگر شاہِ زمن کا
نعرہ لبِ خشکیدہ پہ تھا ہائے حسنؑ کا

۸۶
تھا خوں کا دریا جو ہر اک زخم سے جاری — منھ زرد تھا اور تن کی قبا سرخ تھی ساری
پہلو پہ جو لگ جاتا تھا بھالا کوئی بھاری — جھک جھک کے سنبھل جاتا تھا وہ عاشقِ باری
مجروح سراپا، جو امامِ دو جہاں تھے
دو خون کے پرنالے رکابوں سے رواں تھے

۸۷
یاں اک تنِ زار، اُدھر سیکڑوں خونخوار — کھایا کبھی نیزہ، کبھی برچھی کبھی تلوار
طاقت جو نہیں، ہرنے پہ جھک جاتے ہیں ہر بار — نکلے ہیں رکابوں سے قدم، ہاتھ ہیں بے کار
سینے سے کوئی تیر نکالا نہیں جاتا
اب تو دلِ مجروح سنبھالا نہیں جاتا

۸۸
غش سے کبھی چونکے کبھی جھومے کبھی تھرّائے — کی آہ کبھی اور کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے
تلواروں سے جو چور ہو بچ کر وہ کدھر جائے — دم ہونٹوں پہ تھا، اور کوئی ہمدم بھی نہ تھا ہائے
یوں نیزوں کی بوچھار کسی تن پہ نہ ہوئے
جو شاہ پہ گذری کسی دشمن پہ نہ ہوئے

۸۹
رہوار سے ناگاہ گرے قبلۂ کونین — تڑپا جو نواسا تو نبیؐ ہو گئے بے چین
ماتم کا ہُوا غُل فلک و ارض کے مابین — اعدا میں ہُوا فتح کا غُل، بیبیوں میں بَین
تھرّا گئے چودہ طبقے ارض و سما کے
نعروں کی صدا آنے لگی، شیرِ خدا کے

خنجر کو لیے شمر چلا جب طرفِ شاہ ۹۰ آئی یہ صدا رحم کر اس پیاسے پہ للّٰہ
خاتونِ قیامت ہوں میں کیا تو نہیں آگاہ فریاد جفا جو نے کسی کی نہ سُنی آہ
بالائے سرِ شاہ جو وہ بے ادب آیا
غُل تھا کہ اُلٹتا ہے زمانہ غضب آیا

رکھنے جو لگا سینے پہ زانو ستم آرا ۹۱ زہرا کی صدا آئی برابر سے دو بارا
پتھر کے تلے دب گیا ہے مرا پیارا سفاک نے زانو کو نہ سینے سے اُتارا
ظالم جگرِ شیرِ خدا کاٹ کے اُٹھا
خنجر سے مسافر کا گلا کاٹ کے اُٹھا

چہرے پہ سکینہ کے یتیمی سی جو چھائی ۹۲ زینبؑ درِ خیمہ سے تڑپ کر نکل آئی
رستے میں خبر آکے یہ فضہ نے سنائی مارے گئے شبیر دُہائی ہے دُہائی
مادر کو تڑپتا ہُوا جنگاہ میں دیکھا
آگے جو بڑھی بھائی کا سر راہ میں دیکھا

ہاں اہلِ عزا مرثیہ اب ہوتا ہے آخر ۹۳ پُرسا دو کہ ہیں، فاطمہ اس بزم میں حاضر
ہے ہے شہِ آوارہ وطن ہائے مسافر مذبوح قفا، تشنہ دہن صابر و شاکر
زلفیں وہ تری خاک میں سب اٹ گئیں آقا
ہے ہے تری خنجر سے رگیں کٹ گئیں آقا

آقا ترے عمامۂ گلگوں کے تصدق ۹۴ سید ترے پیراہنِ پرخوں کے تصدق
ان زخموں کے صدقہ دلِ محزوں کے تصدق ریتی پہ تڑپتے قدِ موزوں کے تصدق
خنجر کے تلے سجدۂ رب کرنے کے صدقے
سرور ترے پانی کے طلب کرنے کے صدقے

ہاں اہلِ عزا روؤ کہ ماتم ہُوا آخر ۹۵ اے مجلسیو! پیٹو کہ یہ غم ہُوا آخر
سامانِ عزائے شہِ عالم ہُوا آخر کیا مجمع احباب تھا، برہم ہُوا آخر
یہ مجلسِ آخر ہے، جگر بندِ نبیؐ کی
تم لوگوں سے رخصت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی

۹۶ نیلے رہے ماتم سے عزاداروں کے سینے — کیا خوب کٹے آٹھ دن، اور دو یہ مہینے
ہر روز دُعائیں تمھیں دیں، روحِ نبیؐ نے — کوتاہ کیا ہاتھ نہ ماتم سے کسی نے
دل روتا ہے صدمہ ہے عجب طرح کا جاں پر
دیکھو تو کہ کیا آج اُداسی ہے مکاں پر

۹۷ اے شیعوں کے مہمان، خدا حافظ و ناصر — آقا ترے قرباں، خدا حافظ و ناصر
اے دین کے سلطان، خدا حافظ و ناصر — اے فاطمہؑ کی جان، خدا حافظ و ناصر
مجبور ہیں گر قبر میں ہم ہوئیں گے مولا
جیتے ہیں تو پھر اگلے برس روئیں گے مولا

۹۸ حق ہے ترا، مدّاحیِ سبطِ شہِ لولاک — خاموش انیسؔ اب کہ ہے سینے میں جگر چاک
نافہم ہے، وہ چاند پہ ڈالے جو کوئی خاک — حاسد سے نہ کچھ خوف نہ دشمن سے ہے کچھ باک
سب مدح کریں نظم کی یہ نظم و نسق ہے
باطل ہے سو باطل ہے جو حق ہے سو وہ حق ہے

۱۴

جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم سے ۱ سب بیبیاں پٹیں شہِ والا کے قدم سے
حضرت نے کہا قطعِ محبت کرو ہم سے جینے کے نہیں ہم، علیؑ اکبر کے الم سے
بابا سے نہ جب تک وہ گل اندام ملے گا
تب تک نہ ہمیں قبر میں آرام ملے گا

سب مر چکے، اب کس کے لیے سر نہ کٹائیں ۲ ایسے نہیں بچھڑے کہ جو اکبرؑ چلے جائیں
کس طرح سے، اس یوسفِ گم گشتہ کو پائیں ہے فرق بصارت میں، کہاں ڈھونڈھنے جائیں
بے ان کے نہ کھانے کا نہ پینے کا مزہ ہے
فرزند سلامت ہو تو جینے کا مزہ ہے

اِک جانِ حزیں، تابہ کجا، رنج اُٹھائے ۳ راحت اب اسی میں ہے کہ جلدی اجل آئے
زخمِ جگر و دل، کسے شبیرؑ دکھائے اللہ تباہی یہ کسی گھر پہ نہ لائے
تاراج نہ اس طرح سے ہو، باغ کسی کا
اب مجھ کو دکھائے نہ خدا داغ کسی کا

آگے مرے مارے گئے دو بھانجے پیارے ۴ قاسمؑ بنے دنیا سے، پُر ارمان سدھارے
عباسؑ کا غم پوچھے کوئی دل سے ہمارے اکبرؑ کے تو مرنے سے ہوئے گور کنارے
اب پاس، نہ بھائی، نہ بھتیجا، نہ پسر ہے
سو داغ اور اک دل، یہ ہمارا ہی جگر ہے

اک عمر میں سو آرزوؤں سے جنھیں پایا ۵ یاں تین پہر میں، انھیں ہاتھوں سے گنوایا
پچھتاتا ہوں، کیوں ساتھ وطن سے انھیں لایا تقدیر نے کس کس کا، مجھے داغ دکھایا
کیا جانتا تھا خاک میں غم خوار ملیں گے
تا حشر، اب ایسے نہ وفادار ملیں گے

میں کہتا تھا کٹ جائے گا جب تن سے مرا سر ۶ سب لاویں گے اور غسل و کفن دیویں گے مل کر
بابا کا اٹھائیں گے جنازہ علیؑ اکبر سو مر گئے وہ، زندہ ہے فرزندِ پیمبر
روحِ علیؑ اکبر سے ہمیں شرم بڑی ہے
میدان میں، بے گور و کفن لاش پڑی ہے

جس طرح سے رو پیٹ چکے ان کے الم میں ۷ ہم کو بھی اسی طرح سے، رونا کوئی دم میں
اب جاتے ہیں گھر جانے کو ہم، فوجِ ستم میں پھر آنے کا یاں حوصلہ باقی نہیں ہم میں
جب جاتے تھے سب گھیر کے لے آتے تھے ہم کو
وہ مر گئے جو پھیر کے لے آتے تھے ہم کو

اب کون ہے، جو دوڑ کے روکے گا مری راہ ۸ چو پاؤں پہ گرتے تھے کوئی ان میں نہیں آہ
صدمے جو ہیں مجھ پر کوئی ان سے نہیں آگاہ واللہ نہیں جینے کا ابنِ اسد اللہ
وہ سمجھے کلیجے پہ چھری جس کے چلی ہو
اکبرؑ نہ ہو دنیا میں، حسینؑ ابنِ علیؑ ہو

اللہ کو سونپا تمھیں اے زینبؑ و کلثومؑ ۹ لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا، مرا حلقوم ہے صبر کا اماں کے، طریقہ تمھیں معلوم
مجبور ہیں، ناچار ہیں، مرضیٔ خدا سے
بھائی نہیں جی اٹھنے کا فریاد و بکا سے

جس وقت مجھے ذبح کرے فرقۂ ناری ۱۰ رونا نہ سنے کوئی نہ آواز تمھاری
بے صبروں کا شیوہ ہے بہت گریہ و زاری جو کرتے ہیں صبر ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہوں لاکھ ستم، رکھیو نظر اپنی خدا پر
اس ظلم کا انصاف ہے اب روزِ جزا پر

کہہ کر یہ سخن شاہ کے آنسو ہوئے جاری ۱۱ چھاتی سے لپٹ بھائی کے زینبؑ یہ پکاری
اے سیدِ مظلوم بہن ہو گئی واری میں جانے نہیں دینے کی حضرت کی سواری
تب جائیو جب جی سے گذر جائے گی زینبؑ
حضرت نے کمر باندھی تو مر جائے گی زینبؑ

ڈکھیاری ہوں، بھیّا نہ مری آس کو توڑو ۱۲ صدقے گئی پردیس میں بھینا کو نہ چھوڑو
برگشتہ زمانہ ہُوا، منہ تم تو نہ موڑو مجھ سے تو نہ فرماؤ کہ ہاتھوں کو نہ جوڑو
منّت بھی کروں گی میں قدم پر بھی گروں گی
سر ننگے مگر قید میں دَر دَر نہ پھروں گی

نانا ہیں، نہ بابا ہیں، نہ ماں ظلم کی ماری ۱۳ کس پر مجھے تم چھوڑ کے جاتے ہو میں واری
فرماتے تھے سب بہنوں میں، تُو ہے مجھے پیاری سمجھو نہ بہن مجھ کو، میں لونڈی ہوں تمھاری
دنیا میں رہیں لاکھ برس آپ سلامت
بس جانتی ہوں، ہیں مرے ماں باپ سلامت

اک باقی، بزرگوں میں تم اے شاہِ اُمم ہو ۱۴ پھر آپ کے کیوں کر نہ بچھڑنے کا اَلم ہو
حضرت کی قسم مجھ کو، جو بیٹوں کا بھی غم ہو دنیا میں کوئی ہو کہ نہ ہو، آپ کا دم ہو
بچپن سے کبھی شہر میں بچھڑی نہ سفر میں
سو مرنے کو تم جاؤ میں بیٹھی رہوں گھر میں

اے بھائی جہاں جاؤ گے، میں ساتھ چلوں گی ۱۵ جنگل میں رہوں، گھر کا کبھی نام نہ لوں گی
تلواروں میں بھی پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گی پر آتشِ فرقت سے تمھاری نہ جلوں گی
اعدا کی لڑائی سے نہ ڈر جائے گی زینبؑ
کٹوا کے گلا تیغ سے مر جائے گی زینبؑ

ان باتوں سے زینبؑ کی، دلِ شاہ بھر آیا ۱۶ رو رو کے گلے خواہرِ بے کس کو لگایا
اور پونچھ کے آنسو یہ محبت سے سنایا تم نے بھی تو ہے صبر بہن، ورثہ میں پایا
ہم حلق پہ لیں، تیغِ ستم دشتِ بلا میں
تم رنج اسیری کا سہو، راہِ خدا میں

مَیں اور تم، اِک دودھ سے بچپن میں پَلا ہوں ۱۷ تم صابر و شاکر ہو، میں راضی بہ رضا ہوں
تقدیر جدا کرتی ہے، کیوں کر نہ جُدا ہوں مظلوم بہن، مَیں تری الفت پہ فدا ہوں
ماں باپ سخی کیسے تھے، ہمت کرو تم بھی
اُمّت کی شفاعت میں، شراکت کرو تم بھی

ماں صابرہ ہے، صبر تو ہے کام تمہارا ۱۸ دکھیاری ہو، بے چینی ہے، آرام تمہارا
مارا گیا، ہر ایک گل اندام تمہارا بھائی کو کرو صبر، تو ہے نام تمہارا
جو کہتے ہیں ہم، اس کو گوارا کرو زینبؑ
شبیر کو امت سے نہ پیارا کرو زینبؑ

اس راہ میں، گھر لٹنے کا کچھ دھیان نہ لانا ۱۹ چھن جائے ردا سر سے تو، سر ننگے ہی جانا
پردا جو نہ ہو، بالوں سے چہرے کو چھپانا بازو جو بندھے، بہرِ دعا ہاتھ اٹھانا
مقبول، بہن عجز ہے، درگاہِ خدا میں
بندھوایا ہے حیدر نے گلا راہِ خدا میں

زینبؑ نے کہا جب یہ سنی بھائی کی تقریر ۲۰ مرضی جو یہی ہے، تو رضامند ہے ہمشیر
پر آپ کی گردن پہ چلے، جس گھڑی شمشیر بھینا نہ کہیں کی رہی، ہے ہے مری تقدیر
در در پھروں گی قید میں بھی جاؤں گی بھائی
سب ہوگا مگر تم کو کہاں پاؤں گی بھائی؟

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ صدا رونے کی آئی ۲۱ زینبؑ نے کہا، بانوؑ کی آواز ہے بھائی
کچھ سوچ کے، گردن شہِ بے کس نے جھکائی فرمایا کہ، جاں کاہ، پُر اندوہ جدائی
اک داغ اٹھایا ہے، جواں بیٹے کے غم کا
اور دوسرا گرتا ہے پہاڑ اس پہ ستم کا

پاس اس کے گئے روتے ہوئے سیدِ ابرار ۲۲ فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اے یارِ وفادار
پیشانی بھی مجروح ہے، آنکھیں بھی ہیں خونبار ان باتوں سے اکبرؑ نہیں جی اٹھنے کے زنہار
پیغام جو دینا ہو سو دو، وقتِ سفر ہے
ہم بھی وہیں جاتے ہیں، جہاں تیرا پسر ہے

بانوؑ نے کہا رو رو کے، اے سرورِ والا ۲۳ ثابت ہوا، الفت مری گم ہو گئی آقا
کیا وجہ، جو اس وقت میں لونڈی کو نہ پوچھا قسمت کا گلہ ہے، نہیں کچھ آپ کا شکوا
بہنوں سے تو رخصت ہوئے، آئے بھی نہ ہم تک
تھی قدر ہماری علی اکبرؑ ہی کے دم تک

۲۴
اولاد تھی جب تک تو محبت تھی ہماری — بے آس کسی کو نہ کرے حضرتِ باری
جس وقت سے، فرزند کے برچھی لگی کاری — پوچھا بھی نہ حضرت نے کہ کیوں کرتی ہو زاری
تنہا نہیں بانو سے جدا ہو گئے اکبر
حضرت کو بھی ہاتھوں سے مرے کھو گئے اکبر

۲۵
شاہد ہے سکینہ کہ کہا میں نے کئی بار — کیا وجہ جو آتے نہیں گھر میں شہِ ابرار
قربان گئی بانو سے کیوں ہو گئے بیزار — کچھ ہے مری تقصیر، تو کیجے اُسے اظہار
پچھتاتی ہوں، کیوں آپ کے دلبر کو رضا دی
ہاں یہ تو ہے تقصیر کہ اکبر کو رضا دی

۲۶
صدقے گئی سب بیبیاں موجود ہیں، پوچھو — حضرت کے پسر کو نہ رضا دیتی تھی میں تو
گر گر کے قدم پر مرے کہتا تھا وہ خوش خو — بابا ہیں اکیلے، ہمیں مرنے کی رضا دو
لب خشک تھے رخساروں پہ آنسو بھی ڈھلے تھے
رخصت کے نہ ملنے پہ خفا ہو کے چلے تھے

۲۷
بیٹے کو رضا مرنے کی دی تھی یہ سمجھ کر — ہیں آپ تو دنیا میں سلامت، مرے سر پر
سو مرنے کو حضرت بھی چلے، وائے مقدّر — ہر طرح سے برباد ہوئی بانوئے بے پر
ان قدموں سے چھٹنے کا قرینہ نہیں اچھا
بے وارث و بے آس کا جینا نہیں اچھا

۲۸
رو کر کہا حضرت نے کہ اے بانوئے دلگیر — واللہ کہ شق ہوتا ہے، اب سینۂ شبیرؑ
جس وقت سے اکبرؑ سوئے جنت ہوئے رہ گیر — کچھ مجھ کو بجز مرگ نہیں سوجھتی تدبیر
بیٹے کو جو تو رو رو کے چلّاتی ہے بانو
آگے ترے آتے مجھے شرم آتی ہے بانو

۲۹
جب آتا تھا میں ساتھ مرے آتے تھے اکبرؑ — محجوب تھا، تنہا ترے پاس آتا میں کیوں کر
دھڑکا تھا یہ دل کو مرے اب بے کس و بے پر — گر پوچھے گی بانو کہ کہاں ہے مرا دلبر؟
کس منھ سے کہوں گا کہ سفر کر گئے اکبر
جیتا ہے حسینؑ ابنِ علیؑ مر گئے اکبر

اے بانو میں شرمندۂ احساں ہوں تمہارا ۲۰ مجھ پر علی اکبرؑ سے جواں بیٹے کو وارا
کی فاقہ کشی تم نے مرے ساتھ گوارا شبیرؑ کی الفت سے کیا، پر نہ کنارا
دکھ درد سہے، رنج اُٹھایا مرے گھر میں
تم نے کبھی آرام نہ پایا مرے گھر میں

میکے میں تو سب کچھ تمھیں دولت تھی مہیا ۲۱ رہتا تھا سدا بر میں لباسِ خز و دیبا
گھر فاطمہؑ کے آکے کیا فاقے پہ فاقا پیوند پہ پیوند ہیں، چادر میں ہر اک جا
اک دولتِ اولاد، جو خالق نے عطا کی
سو وہ بھی بُرے وقت میں شوہر پہ فدا کی

رو کر کہا بانو نے، یہ فرماؤ نہ حضرت ۲۲ کونین کی دولت ملی، حضرت کی بدولت
اس فاقہ کشی سے کوئی افضل نہیں دولت اقبال تھا میرا کہ ہوئی آپ سے وصلت
کسریٰ کی جو پوتی ہوں، تو کچھ فخر نہیں ہے
سر تاج مرا دوشِ محمدؐ کا مکیں ہے

سسرا کسے آفاق میں حیدرؑ سا ملا ہے ۲۳ گھر کس کو بھلا فاطمہؑ کے گھر سا ملا ہے
کس بی بی کو بیٹا علی اکبرؑ سا ملا ہے شوہر کسے فرزندِ پیمبرؐ سا ملا ہے
ہاتھ آئی یہ دولت مجھے قدرت سے خدا کی
میں اور بہو بنتِ رسولِ دوسرا کی

ملنا خز و دیبا کا تو مشکل نہیں زنہار ۲۴ ملتا ہے انھیں جن کو ہے دنیا سے سروکار
پر حلّۂ فردوس کا ہاتھ آنا ہے دشوار سو آپ کے صدقے میں ملے یا شہِ ابرار
کیونکر نہ شرف ہو مجھے اس کہنہ ردا سے
اللہ نے پیوند کیا آلِ عبا سے

دنیا میں کسی نے بھی ہے یہ مرتبہ پایا ۲۵ خاتونِ قیامت نے دلہن مجکو بنایا
سر گوندھ کے سُرمہ مری آنکھوں میں لگایا پوشاک پہنا کر، مجھے مسند پہ بٹھایا
اب رانڈ بہو ہوتی ہے زہراؑ و علیؑ کی
لُٹتا ہے مرا راج، دُہائی ہے نبیؐ کی

میں جانتی ہوں ہو چکا برباد مرا گھر ۳۶ چھن جائے گی بعد آپ کے سر سے مرے چادر
بازو میں رسن ظلم سے باندھیں گے ستمگر روتی ہوئی میں قید میں جاؤں گی کھلے سر
زنداں میں جو ہو، ظلم گوارا مجھے سب ہے
دربار میں، حاکم نے بلایا تو غضب ہے

یہ سن کے بہت روئے شہِ صابر و شاکر ۳۷ فرمایا کہ لو بانو خدا حافظ و ناصر
ہے عازمِ فردوس، مدینہ کا مسافر سب ظلم اُٹھا لیجیو، گر ہے مری خاطر
جس دم نظر آئے مرا سر نوکِ سناں پر
لانا نہ کوئی حرفِ شکایت کا زباں پر

کہہ کر یہ سخن شاہ چلے خیمے سے باہر ۳۸ رانڈوں میں بپا ہو گیا ہنگامۂ محشر
چلا کے کوئی کہتی تھی، ہے ہے مرے سرور کہتی تھی کوئی، اب نہیں آئیں گے برادر
بابا کو قسم دے کے بلاتی تھی سکینہؑ
سر پیٹتی پیچھے چلی جاتی تھی سکینہؑ

چلاتی تھی قربان ہو بیٹی، چلے آؤ ۳۹ مر جاؤں گی بابا، مجھے تم چھوڑ نہ جاؤ
صدقہ گئی ننھا سا، مرا دل نہ کڑھاؤ بے تاب ہوں، مڑ کر مجھے صورت تو دکھاؤ
شہ کہتے تھے ماں پاس رہو نکلو نہ گھر سے
اب حشر میں ہوئے گی ملاقات پدر سے

یہ کہہ کے قریبِ فرس آئے شہِ ابرار ۴۰ گردن کو جھکائے ہوئے، روتا تھا وہ رہوار
چمکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت پیار فرمایا کہ تو دیکھ تو، اے اسپِ وفادار
فرزند نہیں، بھائی بھتیجا نہیں کوئی
تھامے جو رکاب آن کے، اتنا نہیں کوئی

زہراؑ کی صدا آئی یہ با گریہ و زاری ۴۱ کیا بھول گئے پالنے والی کو میں واری
پہلو میں تو حاضر ہے یہ ماں درد کی ماری اے لال میں تھاموں گی رکاب آج تمہاری
نقشِ سمِ رہوار سے آنکھوں کو ملوں گی
سر کھولے جلو میں، ترے گھوڑے کے چلوں گی

گھوڑے پہ چڑھا، راکبِ دوشِ شہِ لولاک ۴۲ جوں برق ہُوا گرمِ عناں، توسنِ چالاک
جبریل نے آکر بہ ادب تھام لی فتراک اقبال نے چومے بہ تفاخر قدمِ پاک
تھا شور کہ مرنے کو حسینؑ آج چلے ہیں
معراج کو یا صاحبِ معراج چلے ہیں

تازی پہ عجب شان سے شہ تیغ بکف تھے ۴۳ گویا کہ مہیائے وغا، شاہِ نجف تھے
ناقوں پہ ملک نور کے باندھے ہوئے صف تھے سر ننگے چپ و راست، رسولانِ سلف تھے
ہر گام پہ آتی تھی صدا، روحِ امیں کی
بس آخری ہے آج سواری شہِ دیں کی

اے اہلِ جہاں آج کے دن کر لو زیارت ۴۴ دنیا سے محمدؐ کے نواسے کی ہے رحلت
یہ شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت سمجھو پسرِ فاطمہ زہراؑ کو غنیمت
ڈھونڈھو گے تو شبیرؑ سا آقا نہ ملے گا
پھر تم کو محمد کا نواسا نہ ملے گا

تھا احمد و زہراؑ و علیؑ کی یہ نشانی ۴۵ افسوس ہے کچھ تم نے مگر قدر نہ جانی
سیراب ہوئے تم نہ پلایا اُسے پانی کیا شکل نہیں ساقیِ کوثر کو دکھانی
دشمن کا ملاتا نہیں گھر خاک میں کوئی
باقی نہ رکھا، پنجتنِ پاک میں کوئی

اس شان سے وہ فاطمہؑ کا زینتِ آغوش ۴۶ میداں میں جو پہونچا تو نقیبوں کے اُڑے ہوش
مثلِ لبِ سوفار، کماں دار تھے خاموش اعدا کو ہُوا جنگ کا انداز فراموش
بڑھنے سے قدم رکنے لگے فوجِ لعیں کے
مجرے (الف) کو علم جھکنے لگے فوجِ لعیں کے

تنہا تھے، پہ اللہ رے شکوہِ شہِ آفاق ۴۷ دشمن بھی ہوئے حُسن کے نظارے کے مشتاق
غل تھا کہ نثارِ قلمِ قدرتِ خلّاق ہوتی ہے یہاں طاقتِ ذہنِ بشری طاق
کس حُسن سے شکلِ شہِ دلگیر کھنچی ہے
گویا ورقِ نور پہ، تصویر کھنچی ہے

پیشانیٔ روشن ہے کہ مہتابِ فلک ہے ۴۸ قطروں میں پسینے کے ستاروں کی چمک ہے
اور ابروئے کج قبلۂ طاعاتِ ملک ہے خم سجدے کو جس کے مہ نو آج تلک ہے
پیش صفِ مژگاں کوئی کیا سینہ سپر ہے
پھر جائیں تو اک پل میں جہاں زیر و زبر ہے

کیا دیدۂ حق بیں سے کفایت ہے ہویدا ۴۹ ہو نرگسِ شہلا بھی جسے دیکھ کے شیدا
ہے نقطۂ مردم، دلِ عارف کا سویدا پردوں سے عجب قدرتِ پنہاں ہوئی پیدا
گردش یہ کبھی چرخِ جفا جُو نے نہ دیکھی
آنکھ ایسی کبھی خواب میں آہُو نے نہ دیکھی

تابندہ ہے خورشید جمالِ شہِ خوش خُو ۵۰ بجلی سی چمک جاتی ہے میدان میں ہر سُو
آئینہ کو نظارے کا اس رخ پہ ہے کیا رُو چشمِ شہِ خاور میں بھرے آتے ہیں آنسو
عارض کبھی دیکھے نہیں اس حسن و صفا کے
کیا ایک سے دو آئینہ ہیں، نورِ خدا کے

اس لب سے نہ دیں لعل کو نسبت کبھی ذی ہوش ۵۱ یہ آتشِ یاقوت کو کر دیتے ہیں خاموش
ایسے کبھی دیکھے نہ سنے چشم و لب و گوش حق کی کبھی جن کو نہ ہوئی یاد فراموش
اوصاف ہوں کیا، اس لبِ اعجاز بیاں کے
یہ چوسنے والے ہیں محمدؐ کی زباں کے

پُر نور گلا شمعِ تجلّی سے ہے روشن ۵۲ شعلہ بھی اُٹھائے نہ جہاں شرم سے گردن
اور ہاتھ ہیں شاخِ شجرِ وادیٔ ایمن سینہ ہے وہ آئینہ کہ حیرت میں ہیں دشمن
بوسے کے لیے لب یہیں احمدؐ نے دھرے تھے
اسرارِ الٰہی اسی سینہ میں بھرے تھے

زخمِ دلِ فرزند جو یاد آتا ہے پیہم ۵۳ یہ درد ہے سینے میں کہ لے سکتے نہیں دم
بارِ الم فرقتِ عباس سے ہیں خم پر بخششِ اُمت پہ کمر باندھے ہیں محکم
سر کٹنے کی پروا نہیں میدانِ وغا میں
کس صبر سے مارا ہے قدم راہِ خدا میں

کیا شانِ شجاعت کو رقم کر سکے خامہ ۵۴ برسوں جو لکھے ختم نہ ہو، مدح کا نامہ
ہے خُوذ کی جا سر پہ محمد کا عمامہ اور بدلے زرہ کے، فقط اک کہنہ ہے جامہ
محتاجِ سپر وہ ہیں جنھیں جان کا ڈر ہے
یاں سامنے تلوار کے سینہ بھی سپر ہے

پہنا نہیں چار آئینہ یہ بر میں سمجھ کر ۵۵ تا پردے میں رہ جائیں، شجاعت کے نہ جوہر
آنکھوں کے تلے پھرتا ہے آئینۂ خنجر ہر اِک بُنِ مُو شایقِ پیکاں ہے بدن پر
ان ہاتھوں کو دستانے کی حاجت، کہو کیا ہے
فرزند یداللہ تو خود دستِ خدا ہے

ہے قبضے میں حضرت کے، بس اِک تیغِ دو پیکر ۵۶ سو مُردوں کا تمغہ ہے، شجاعوں کا ہے جوہر
کاٹے ہیں اسی تیغ نے جبریلؑ کے شہپر شمشیرِ یداللہ پہ دم دیتے ہیں سرور
منظور نہیں اس سے حفاظت تن و سر کی
تیغ اس لیے باندھی کہ نشانی ہے پدر کی

جس دم یہ کھنچی، دم میں جہاں زیر و زبر ہے ۵۷ ہاتھ اس پہ رکھا، جب تو سر دست، ظفر ہے
خود سیفِ خدا، فاتحِ خیبر کا پسر ہے شمشیر کا محتاج نہ پابندِ سپر ہے
ہاتھ اُٹھے جو بے تیغ شۂ کون و مکاں کا
لیں کام دو انگشت سے تیغِ دو زباں کا

کیا سُرعتِ توسن کو قلم کر سکے ارقام ۵۸ صحرائے وسیع دو جہاں جس کا ہے اِک گام
کاوے (۲) پہ جو پھرتے، اسے دیکھے سحر و شام گردش کو فراموش کرے ابلقِ ایّام
اس تیزی سے صرصر کو گذرتے نہیں دیکھا
جوں برق کبھی اس کو ٹھہرتے نہیں دیکھا

ہیں یال کے بال ایسے کہ شرمندہ ہو سنبل ۵۹ ہمسر نہ ہو کاکل سے، کبھی حور کی کاکل
اسوار ہے اس کا پسرِ صاحبِ دلدل کہیے جو ملک اس کو نہیں جائے تامّل
ہے دوشِ محمد کا مکیں خانۂ زیں پر
اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دو روز سے لب تشنہ ہیں، پر راکب و رہوار ۶۰ چمکار کے فرماتے ہیں یہ سیّدِ ابرار
دریا میں تجھے لے چلوں، اے اسپِ وفادار تو پی لے کہ مانع نہ ترے ہوں گے ستمگار
اعدا کو نہیں ہے کسی پیاسے سے عداوت
گر ہے تو محمدؐ کے نواسے سے عداوت

کہتا ہے وہ رہوار، بصد اشک فشانی ۶۱ آقا کے تو لب تر نہ ہوں، اور میں پیوں پانی
صدقے ترے، اے حیدرِ کرّار کے جانی صورت ہے مجھے حشر میں دُلدُل کو دکھانی
پیاسا تو ہوں، لیکن فرسِ شاہِ اُمم ہوں
عباسؑ کے گھوڑے سے بھی کیا صبر میں کم ہوں

رو دیتے تھے مرکب سے یہ سن کر شہِ خوش خُو ۶۲ گھوڑے کی بھی آنکھوں سے ٹپک پڑتے تھے آنسو
تانے ہوئے نیزے چلے آتے تھے، جفا جُو ہاں تیر چلیں شہ پہ، یہی شور تھا ہر سُو
لب خشک تھے آنکھیں شہِ مظلوم کی نم تھیں
اک دم کے لیے سیکڑوں تلواریں علم تھیں

جلتی تھی زمیں رن کی، ہوا شعلہ فشاں تھی ۶۳ مضطر تھے چرند اور پرندوں میں نہ جاں تھی
ماہی بھی حرارت سے تہِ آبِ نہاں تھی ہووے گی قیامت میں، جو گرمی وہ عیاں تھی
کانٹے تھے تب و تاب سے ماہی کے گلو میں
بت خانے حبابوں کے پڑے تھے لبِ جو میں

اس گرمی میں بھرتے تھے جو حضرتِ نفسِ سرد ۶۴ ہنستے تھے عداوت سے انھیں دیکھ کے بے درد
تھا ضعف سے جُوں مہر، رخِ سبطِ نبیؐ زرد گیسوئے معنبر، بہ سر دوش تھے پُر گرد
پانی جو نہ ملتا تھا شہِ کون و مکاں کو
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ پھراتے تھے زباں کو

کہتے تھے، کبھی دل سے، نہ گھبرائیو اے دل ۶۵ اب قطعِ مسافت ہوئی، نزدیک ہے منزل
ہونا کوئی دم یادِ الٰہی سے نہ غافل لی باگ جو اب کی تو ہوئے، خلد میں داخل
سب مر گئے، باقی یہی مظلوم رہا ہے
اک مرحلۂ خنجر و حلقوم رہا ہے

یہ کہہ کے ہوئے سرورِ دیں عازمِ پیکار ۶۶ جو شور ہُوا، بیبیوں کے رونے کا اِک بار
گھبرا کے لگے ڈیوڑھی کو تکنے شہِ ابرار دیکھا کہ چلی آتی ہے، فضّہ جگر افگار
عریاں ہے سر، چاک گریبان کیے ہے
مُردے کی طرح ہاتھوں پہ اصغرؑ کو لیے ہے

چلّاتی تھی پردے سے یہ بانوئے دل افگار ۶۷ فضّہ مرے بچّے سے خبردار خبردار
کہیو شہِ والا سے کہ یا سیّدِ ابرار اس لال کو چھاتی سے جدا کیجیو نہ زنہار
پانی کو نہ شمرِ ستم ایجاد سے کہنا
حال اس کا کسی صاحبِ اولاد سے کہنا

فضّہ کو جو گھبرا کے پکارے شہِ والا ۶۸ نامحرموں میں خیمے سے نکلی یہ کیا کیا
وہ بولی کہ پردے کا کسے ہوش تھا شاہا دم توڑتا تھا پیاس سے، جھولے میں یہ بچّا
میں لے کے جو اس کو نہ کھلے سر نکل آتی
زہراؑ کی بہو، پردے سے باہر نکل آتی

سُن کر یہ سخن رونے لگے شاہِ خوش اوقات ۶۹ نزدیک گئے، دُور سے پھیلائے ہوئے ہات
فرزند کو آغوش میں لے کر یہ کہی بات ماں سے مری جاں، تم بھی جدا ہو گئے ہیہات
بانوؑ کے بھی جینے کی، مجھے آس نہیں ہے
اب کوئی سکینہؑ کے سوا پاس نہیں ہے

فرما کے یہ آئے صفِ اعدا کے برابر ۷۰ اک اک سے کہا، بچّے کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر
مظلوم ہے، معصوم ہے، پیاسا ہے یہ دلبر نے دودھ میسّر ہے، نہ پانی ہے میسّر
راضی ہوں میں تیغوں سے لہو میرا بہا دو
پر تھوڑا سا پانی اسے دریا سے پلا دو

بے آبی سے یہ پھول سا کمھلاتا ہے یارو ۷۱ گہوارے میں ہر دم اسے غش آتا ہے یارو
معصوم پہ کافر بھی ترس کھاتا ہے یارو بچّہ مرا ہاتھوں سے مرے جاتا ہے یارو
پانی کے نہ دینے کا سزاوار تو میں ہوں
تقصیر ہے کیا اس کی گنہگار تو میں ہوں

راضی ہوں میں قیمت ہے جو منظور تو زر لو ۲؎ تم پانی کے قطرے کے عوض مجھ سے گہر لو
اک چلّو سے خالی ہو اگر نہر تو بھر لو پانی دو اسے، اور چمنِ خُلد میں گھر لو

احساں کو نہ بھولے گا، یہ حیدر کا ہے پوتا
فرزند مرا، ساقیؑ کوثر کا ہے پوتا

بعضوں نے ترس کھا کے کہا، دو اسے پانی ۳؎ اتنوں میں، بچے ایک تو شپیر کا جانی
کہنے لگے ان سے یہ کئی ظلم کے بانی ہم کو تو ہے سادات کی بنیاد مٹانی

مارو اسے آغوشِ دل و جانِ نبیؐ میں
بچہ بھی نہ باقی رہے اولادِ علیؑ میں

ہے دھیان کدھر، شیر کا بچہ ہے یہ بے شیر ۴؎ شیران کا[۵] ہوا قطع، کہ لی ہاتھ میں شمشیر
قابو میں پھر آتے ہی نہیں ہیں، کسی تدبیر ہے صاف خطا، گر نہ کمانوں سے چلیں تیر

فرزند ہے یہ، شیرِ الٰہی کے پسر کا
لیوے گا جواں ہو کے، عوض خونِ پدر کا

یہ کہہ کے ہوئے مستعدِ قتل کماندار ۵؎ صف باندھ کے چلّوں سے ملائے لبِ سوفار
پڑنے لگی معصوم پہ تیروں کی جو بوچھار خم ہو کے بچاتے تھے اسے سیدِ ابرار

چلّاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتے ہو، یارو
بچے کو جو تاکا تو خطا کرتے ہو، یارو

ناگاہ، بن کاہل کی کماں سے جو چلا تیر ۶؎ بچے کا گلا چھد گیا، اور بازوئے شپیر
دم بند ہوا درد سے، حالت ہوئی تغییر منھ کھول کے ہاتھوں پہ تڑپنے لگا بے شیر

زخمی تھا پدر، شکلِ پسر، خوں میں بھری تھی
بازو میں تو پیکان تھا، گردن میں چھری تھی

بیٹے کے لہو سے تو بھرے تھے شہ والا ۷؎ تر خوں[۷] سے تھا باپ کے وہ ہنسلیوں والا
تیر اس کے گلے سے جو شہ دیں نے نکالا منھ سے عوض شیر، لہو بچے نے ڈالا

شہ رونے لگے چہرے سے چہرے کو ملا کر
وہ سرد ہوا نرگسی آنکھوں کو پھرا کر

لاش اس کی دکھا کر شہِ مظلوم پکارے ۷۸ فضہ تو بس اب جا علی اصغر بھی سدھارے
کہہ دیجیو بانو سے کہ پیاسے گئے مارے ہم ساتھ ہیں اب ان کے، یہ ہیں ساتھ ہمارے
تا حشر نہ چونکیں گے نہ اب روئیں گے اصغرؑ
آرام سے پہلو میں مرے سوئیں گے اصغرؑ

فضہ گئی سر پیٹتی، باحالتِ تغییر ۷۹ یاں دفن کی، فرزند کے کی شاہ نے تدبیر
تلوار سے کھودی لحدِ اصغرِ بے شیر جس وقت رکھی قبر میں وہ چاند سی تصویر
صابر تھے، پہ اشکِ شہؑ والا نکل آئے
نزدیک یہ تھا، منہ سے کلیجہ نکل آئے

فرماتے تھے کیوں کر علی اصغرِ تجھے پاؤں ۸۰ اے چاند، تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں
ماں تیری جو مانگے تو کہاں ڈھونڈھنے جاؤں اس وقت کلیجہ کا کسے حال سناؤں
ہاتھوں سے مرے، خاک گرائی نہیں جاتی
صورت تری مٹی میں چھپائی نہیں جاتی

خاتونِ قیامت کی صدا آئی کہ شبیر ۸۱ صدقے تری مظلومی کے میں بیکس و دلگیر
اے لال مری گود میں ہے اصغرِ بے شیر اب بند کرو قبر کو، جو خواہشِ تقدیر
محسنؑ کو اور اصغرؑ کو تو ہاتھوں پہ دھروں گی
یوں حشر میں اللہ سے فریاد کروں گی

سن کر یہ بیاں خاک جو اس چاند پہ ڈالی ۸۲ فرمایا کہ مر جائے گی ماں پالنے والی
روتے ہوئے تربت سے اٹھے، سرورِ عالی خوں بہتا تھا بازو سے، پہ تلوار سنبھالی
پڑتی تھی نظر فوج پہ شمشیر کی صورت
رہ بانوں پہ غصے میں جھکے شیر کی صورت

تھے لاکھ جواں فوجِ ستمگر میں صف آرا ۸۳ اور تھا تنِ تنہا اسدؑ اللہ کا پیارا
تلوار جو کھینچی تو ندا آئی قضا را بچے کے لیے غیظ میں ہے شیر ہمارا
ہے زورِ علیؑ ہاتھ میں اس سرورِ دیں کے
ہاں روحِ امیںؑ، تھام لے طبقوں کو زمیں کے

طاقت تھی علیؑ نے جو مرے ہاتھ سے پائی ۸۴ سو دست بہ دست ان کے وہ حصے میں ہے آئی
سردارِ دو عالم نے زباں اپنی چُسائی قوّت ہے محمدؐ کی بھی رگ رگ میں سمائی
سب زورِ نبوت بھی ولایت بھی ہے اس میں
اور فاطمہؑ کے دودھ کی طاقت بھی ہے اس میں

یاں لشکرِ اعدا میں در آئے شہِ عالی ۸۵ لاشوں سے بھرا دشت، صفیں ہوگئیں خالی
تلوار پڑی، جس پہ نظر شیر نے ڈالی برچھی کا نشانہ تھا، کماں جس نے سنبھالی
نیزے کے ہلانے میں جو رستم سے نہ کم تھا
اک ہاتھ میں، بس ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

ہر ضرب میں، چو رنگ تھے سو سو ستم ایجاد ۸۶ کٹتے تھے مع کاسۂ سر مغفرِ فولاد
چار آئینوں میں بھی نہ رہے امن سے اجسّاد تھی سیلِ فنا، خانۂ تن کر دیے برباد
ضرب اس کی کسی سے نہ رُکی فوج کے دَل میں
اُتری جو زرہ، کٹ کے پھنسا، دامِ اجل میں

اس معرکہ میں تیغِ بہادر کو ملا اوج ۸۷ ہر فرد کو اس صاحبِ جوہر نے کیا زوج
تھا قلزمِ خوں جوش پہ، ڈوبی ہوئی تھی فوج آتے تھے نظر، دست بریدہ، صفتِ موج
خوں میں تو بدن غرق تھے، بے داد گروں کے
بہتے تھے حبابوں کی طرح خود سروں کے

وار اس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر ۸۸ چمکی تو چھری پھر گئی دشمن کے جگر پر
گہ فرق پہ، گہ سینے پہ، اور گاہ کمر پر بس قطع یہ جامہ تھا اسی تیغ دوسر پر
جس پر گئی بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

کس طرح قلم لکھ سکے اس تیغ کے اوصاف ۸۹ مشہور ہے وہ برقِ غضب، قاف سے تا قاف
ملعونوں میں تھا اپنی شجاعت کا جنھیں لاف پہلے انھیں سفاکوں پہ ہاتھ اس نے کیا صاف
غُل تھا نہیں لڑتا کوئی تشنہ دہن ایسا
تیغ ایسی نہ دیکھی، نہ کبھی تیغ زن ایسا

کیا رحم تھا مولا کہ میں اس رحم کے قربان ۹۰ اس غیظ میں بھی روکتے تھے تیغ کو ہر آن
حضرت سے جو کہتی تھی، وہ تیغِ شہِ مرداں کیوں روکتے جاتے ہو مجھے اے شہِ ذیشاں
میدانِ ستم لاشوں سے بھر دینے دو مجھ کو
خونِ علیِ اصغر کا عوض لینے دو مجھ کو

مارا ہے ابھی ہاتھوں پہ بچّے کو تمہارے ۹۱ اصغر سے بھی کیا زیادہ ہیں تم کو یہ پیارے
دم لیجے نہ حضرت، انھیں بے جان سے مارے اک دم میں یہ مقہور، فنا ہوتے ہیں سارے
دل کھول کر جوہر مرے دکھلا دیتے مولا
اب کام رحیمی کو نہ فرمائیے مولا

مشہور ہے جنگ اُحد و خیبر و خندق ۹۲ لاکھوں تھے اِدھر اور تنِ تنہا اسدِ حق
کھینچا جو مجھے، رنگ شجاعوں کے ہوئے فق جاں بر نہ ہوا کاٹ کے، میرے کوئی مطلق
روکے مجھے طاقت ہے، یہ اس فوج لعیں کی
میں کاٹنے والی ہوں، پرِ روحِ امیں کی

اِک دم نہ کبھی مجھ کو جدا کرتے تھے حیدر ۹۳ بستر پہ بھی رکھتے تھے مجھے اپنے برابر
ہوتی تھی اِدھر میں تو اُدھر بنتِ پیمبر مخدومۂ عالم سے یہ فرماتے تھے اکثر
یہ تیغ عنایاتِ خدائے دو جہاں ہے
تم راحتِ دل ہو مری یہ راحتِ جاں ہے

مولا مرے جب ہونے لگے عازمِ جنّت ۹۴ تب مجھ کو کیا آپ کو حضرت نے عنایت
فرمایا تھا مجھ سے کہ ہو جب وقتِ مصیبت کیجو مرے شبیرؑ کی اُس روز حفاظت
اعدا کو ذبح کرنے کو تیار ہوں مولا
پر رحم سے حضرت کے میں ناچار ہوں مولا

نیزے بنے قاسمؑ نے بھی کھائے، مرے ہوتے ۹۵ عباسؑ نے بھی ہاتھ کٹائے، مرے ہوتے
ہم شکلِ نبیؐ خوں میں نہائے، مرے ہوتے تیر آپ کو اعدا نے لگائے، مرے ہوتے
چو رنگ نہ گر آج کیا اہلِ جفا کو
کس طرح میں دکھلاؤں گی منھ شیرِ خدا کو

۹۶
اب بھی نہ مجھے روکو تو غارت انھیں کر دوں
جھپکے نہ پلک سیکڑوں سر کاٹ کے دھر دوں
اِک دم میں یہ میدانِ ستم، لاشوں سے بھر دوں
سامان قیامت کے عیاں ہوں تہ گردوں
غارت ابھی ہو جائیں یہ سب کوفی و شامی
رہ جائیں وہی باقی جو ہیں دین کے حامی

۹۷
گر عُذر یہ اس دم ہے کہ مجروح ہیں بازو
اعجازِ امامت پہ تو ہے، آپ کا قابو
گر چھوڑ دو قبضے کو مرے اے شہِ خوش خو
کر دیتی ہوں انبار، تن و سر کے میں ہر سو
تیغِ اسد اللہ کی قدرت بھی دکھا دو
بے دینوں کو اعجازِ امامت بھی دکھا دو

۹۸
لڑنے میں جو آجاتا تھا، ہنگامِ عبادت
بے خوف فریضے کو ادا کرتے تھے حضرت
میں گرد علیؑ پھرتی تھی، پروانہ کی صورت
آسکتا نہ تھا پاس، کوئی اہلِ شقاوت
روکوں گی بھی اور کاٹوں گی ملعونوں کے سر بھی
میں آج ہوں تلوار بھی حضرت کے سپر بھی

۹۹
حضرت نے کہا سن کے یہ اُس تیغ کی تقریر
بازو تو شکستہ ہے، پہ عاجز نہیں شبیرؑ
بے تیغ اگر چاہوں تو غارت ہوں یہ بے پیر
پر کس سے لڑوں، اے اسد اللہ کی شمشیر
اصغر کے نہ بازو کے جراحت کا الم ہے
مارا ہے جنھیں میں نے انھیں کا مجھے غم ہے

۱۰۰
مجھ سے یہ نہ ہوئے گا کہ اُمّت کو مٹا دوں
اللہ سزا دے گا میں کیا ان کو سزا دوں
اب بھی یہ اگر سمجھیں تو دوزخ سے بچا دوں
نانا کا مجھے پاس ہے ایذا انھیں کیا دوں
اُمّت کا سفینہ تو ڈبویا نہیں جاتا
فرزندوں کو کھویا انھیں کھویا نہیں جاتا

۱۰۱
ہر معرکہ میں دیکھے ہیں جوہر ترے اکثر
رتبہ ترا پہچانتا ہے نائبِ حیدر
نہ ہے کوئی دنیا میں نہ ہوگا ترا ہمسر
پر تو بھی تو دیکھ، آج مرے صبر کے جوہر
وعدے کو لڑکپن کے وفا کرتا ہے شبیرؑ
سجدہ تہِ شمشیر، ادا کرتا ہے شبیرؑ

کہہ کر یہ سخن شاہ نے کی میان میں تلوار ۱۰۲ اور رو رو کے بوسے لیے قبضے کے کئی بار
فرمایا بہ صد درد کہ اے ہمدم و غمخوار لے ہوتا ہے رخصت پسرِ حیدرِ کرّار
جنّت کو چلے تشنہ دہن، ہم تو جہاں سے
اب مہدیؑ ہادی، تجھے کھینچیں گے میاں سے

فرما کے یہ گھوڑے سے اُتر بیٹھے زمیں پر ۱۰۳ سب ٹوٹ پڑے دوشِ محمدؐ کے مکیں پر
پڑنے لگیں تلواریں سرِ سرورِ دیں پر چھاتی پہ لگیں برچھیاں، اور تیر جبیں پر
سجدے کو سرِ پاک جھکا، طاعتِ حق میں
خورشید زمیں ڈوب گیا، خوں کی شفق میں

پھٹتا ہے جگر، حال کہوں ذبح کا کیوں کر ۱۰۴ حلقِ پسرِ فاطمہؑ اور شمر کا خنجر
وہ سینہ جو تھا رتبہ میں، قرآں کے برابر ہے قہر کی جا پاؤں دھرے اُس پہ ستمگر
جس حلق کے بوسے لیے زہراؑ و علیؑ نے
فریاد ہے کاٹا اسے خنجر سے شقی نے

سب جانتے ہیں شرع میں ہے حکمِ پیمبرؐ ۱۰۵ حیواں کو کرو ذبح، نہ حیواں کو دکھا کر
یاں در پہ کھڑی پیٹتی تھی زینبؑ مضطر دکھلا کے اسے، شمر نے کاٹا سرِ انور
شہ ذبح ہوئے زینبؑ دلگیر کے آگے
بھائی کا گلا کٹ گیا ہمشیر کے آگے

خاموش انیس اب کہ یہ ہنگامِ ادب ہے ۱۰۶ اس حلق کا اور تیغ کا احوال غضب ہے
یہ رونا رُلانا تری بخشش کا سبب ہے آقا سے طلب کر تجھے جس شے کی طلب ہے
کیا کچھ نہیں حضرت کے تصدّق سے ملا ہے
تصنیف کا تیرے گہرِ اشک صلا ہے

۱۵

اے شمعِ قلم روشنیِ طُور دکھا دے ۱ اے لوحِ تجلّیِ رُخِ حُور دکھا دے
اے بحرِ طبیعت، گہرِ نور دکھا دے اے شاہدِ معنی، رُخِ مستور دکھا دے

بزمِ غمِ شبیرؑ میں وہ جلوہ گری ہو
خورشیدِ جہاں تاب چراغِ سحری ہو

اے طبعِ رسا خلد کا گلزار دکھا دے ۲ اے باغِ سخن، گلشنِ بے خار دکھا دے
اے شمعِ زباں، لمعۂ انوار دکھا دے اے حُسنِ بیاں، خوبیِ گفتار دکھا دے

لرزاں ہے قدم خامۂ اعجاز رقم کا
ہاں تیغِ زباں، آج تو کر کام قلم کا

مانی کو بھی حیرت ہو، وہ نقشہ نظر آئے ۳ بہتا ہُوا اِک نور کا دریا نظر آئے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے سب بزم کو حیدرؑ کا سراپا نظر آئے

مہتاب تو کیا ہے، رُخِ خورشید بھی فق ہو
جو بند ہو تصویرِ تجلّی کا ورق ہو

ہے رتبۂ مدحِ چمن، فاطمۂ عالی ۴ ہاں باندھ تو گلدستۂ مضمونِ خیالی
ہر مصرعِ شاداب ہو اِک پھولوں کی ڈالی لفظوں کے بھی غنچہ ہوں، نزاکت سے نہ خالی

لبریز لطافت سے ہو، رنگیں سخن ایسا
رضواں بھی پکارے نہیں دیکھا چمن ایسا

خاموش زباں، دعویٰ بے جا نہیں اچھا ۵ ہو جس میں تکبّر، سخن ایسا نہیں اچھا
بس بس یہ غرور اور یہ دعوا نہیں اچھا آپ اپنی ثنا، واہ یہ شیوا نہیں اچھا

کم مایہ، کمال اپنا جتا دیتا ہے اکثر
جو ظرف کہ خالی ہے، صدا دیتا ہے اکثر

خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہیں زنہار ۶ پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلا ہے اگر جنس، تو کیا حاجتِ اظہار خود مشک ہو خوشبو، نہ کہ خوشبو کہے عطار
جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے
چھپنے کی نہیں آپ اگر عود[۴] میں بو ہے

انساں کے لیے عجز ہی لازم ہے بہرکیف ۷ ہے خانۂ دنیا میں ہر اک پیر و جواں ضیف[۵]
گر صاحبِ جوہر نہ چلے جھک کے تو صد حیف خارج ہے اصالت سے وہ کستی نہیں جو سیف
آفاق میں یوں فیضِ نگیں، عام نہ ہوتا
ہوتا نہ فروتن، تو کبھی نام نہ ہوتا

یارب مری فریاد میں تاثیر عطا کر مطلع دوم ۸ بلبل بھی پھڑک جائے وہ تقریر عطا کر
دولت کے عوض فقر کی جاگیر عطا کر توفیقِ ثنا خوانیٔ شبیرؑ عطا کر
دعویٰ نہ سخن کا ہے نہ اعجاز بیاں ہوں
تو عالم و دانا ہے کہ میں، ہیچمداں[۶] ہوں

اے باعثِ ایجاد جہاں، وقتِ مدد ہے ۹ اے منتظمِ کون و مکاں، وقتِ مدد ہے
اے خضرِ رہ گم شدگاں، وقتِ مدد ہے اے دادرسِ پیر و جواں، وقتِ مدد ہے
چلتا ہے دمِ تیغ دو دم پر، کوئی دم کو
یوں ہاتھ پکڑ لے، کہ نہ لغزش ہو قدم کو

اے قبلۂ کونین، اعانت کی طلب ہے ۱۰ اے ہادیٔ دارین، ہدایت کی طلب ہے
اے بحرِ عطا، ہمت و رحمت کی طلب ہے اے نورِ خدا[الف]، نورِ بصیرت کی طلب ہے
مقبول ہے وہ، تو جسے منظور کرے گا
اس ذرہ کو خورشید ترا نور کرے گا

اے ساقیٔ کوثر، مئے فردوس عطا کر ۱۱ اے عیسیٔ دوراں، مرضِ دل کی دوا کر
اے دستِ خدا قلبِ مکدر کی صفا کر اے نورِ حق آئینۂ خاطر کی جلا کر
مستی میں نہ فکرِ خرد و ہوش کروں میں
کیفیتِ دنیا کو فراموش کروں میں

۱۲ اندیشۂ توصیفِ شہنشاہِ اُمم ہے — زانو پہ سرِ فکر ہے، سجدے میں قلم ہے
یہ راہ ہے باریک کہ لغزش میں قدم ہے — اے دستِ زبردستِ خدا، وقتِ کرم ہے
خامہ سے نہ کچھ طبعِ خداداد سے ہوگا
یہ مرحلہ طے آپ کی امداد سے ہوگا

۱۳ بلبل سے کبھی وصفِ گلِ تر نہیں ممکن — آئینہ سے، اوصافِ سکندر نہیں ممکن
ذرّہ سے ثنائے شہِ خاور نہیں ممکن — جبریلؑ سے تعریفِ پیمبرؐ نہیں ممکن
مقدور کسے شیرِ الٰہی کی ثنا کا
ہو سکتا ہے بندے سے کہیں شکر خدا کا

۱۴ ہے عرش جہاں فرش یہ کاشانہ ہے کس کا — ہر سو ہے تجلّی یہ جلوخانہ ہے کس کا
جلتا ہے دلِ شمع یہ افسانہ ہے کس کا — سرگشتہ ہے مہتاب یہ پروانہ ہے کس کا
روشن ہے جہاں جلوۂ نورِ ازلی ہے
ہاں بزمِ معلّائے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۱۵ مجلس کا زہے شور خوشا محفلِ عالی — حیدرؑ کے محبّوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق ہیں سب اس کے جو ہے کونین کا والی — اثنا عشری، پنجتنی، شیعۂ غالی
ششدر نہ ہوں کیوں چار طرف جلوہ گری ہے
یہ بزمِ عزا آج ستاروں سے بھری ہے

۱۶ اللہ رے رتبہ، یہ فلک ہے کہ زمیں ہے — ہے عرش مکاں جس کا، وہ آج اس میں مکیں ہے
جو دل ہے، سو وابستۂ لطفِ شہِ دیں ہے — مجلس ہے کہ گلدستۂ فردوسِ بریں ہے
یہ اوج، یہ رتبہ کسی محفل کو ملا ہے
ان پھولوں کے قربان عجب باغ کھلا ہے

۱۷ فرماتے ہیں شیعوں کے یہ حق میں، شہِ اکرم — یہ بزمِ عزا ہوتی ہے جس گھر میں فراہم
بن جاتے ہیں اشک ان کے مرے زخموں کے مرہم — یہ لوگ ہیں سب میرے مصاحب، مرے ہمدم
مرجاتا ہے کوئی تو بکا کرتا ہوں میں بھی
ان کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں میں بھی

۱۸ ہے اُس کے گناہوں سے فزوں رحمتِ غفّار — کیسا ہی گنہگار مرے میرا عزادار
اللہ سے میں ہوتا ہوں بخشش[د] کا طلب گار — فرماتے ہیں بخشش کی دعا احمدِ مختار
گر نزع میں سختی ہو تو زہرؑا و نبیؐ ہیں
اور قبر کی مشکل میں شریک اس کے علیؑ ہیں

۱۹ کیا مرتبہ اشک ہے، کیا اجرِ بُکا ہے — کیوں مومنو، کیا فیض ہے کیا لطف و عطا ہے
جو کچھ ہے سو بس، دوستیٔ آلِ عبا ہے — گوہر ہیں یہ وہ جن کا خریدار خدا ہے
دنیا پہ، نہ دولت پہ توجہ ہے نہ زر پر
زہرؑا کی نظر پڑتی ہے اشکوں کے گہر پر

۲۰ یہ گنجِ گہر بخشا ہے مردم کو خدا نے — کیا اشکِ عزادار کا رتبہ کوئی جانے
دکھلائیں گے کیا کیا ثمر، ان اشکوں کے دانے — کی ہے نظرِ عین عنایت، شہدا نے
یاں اس کا نہ عقدہ دلِ مضطر پہ کھلے گا
یا قبر پہ یا چشمۂ کوثر پہ کھلے گا

۲۱ یاں آب ہے واں غازۂ کش چہرۂ دیں ہے — یاں اشک کا دانہ ہے تو واں درِ ثمیں ہے
یاں قطرہ ہے، واں خاتمِ رحمت کا نگیں ہے — یاں آنسوؤں کا تار ہے واں حبلِ متیں ہے
قطرہ ہے مگر بحر کو بھی گرد کرے گا
دوزخ کے شراروں کو بھی سرد کرے گا

۲۲ منھ اشکوں سے دھویا، تو گناہوں سے ہوئے پاک — جو لوگ ہیں باکی انھیں دوزخ سے نہیں باک
ہو جاتی ہے کیا بعدِ بکا، طبعِ فرحناک — ہے دولتِ ایماں، غمِ سبطِ شہِ لولاک
آنکھوں کی ضیا، رخ کی صفا، دل کی جلا ہے
سب ایک طرف گلشنِ فردوس ملا ہے

۲۳ آمادہ ہو رونے پہ سعادت اُسے جانو — مہلت جو اجل دے تو غنیمت اُسے جانو
ایذا بھی ہو مجلس میں تو راحت اُسے جانو — آنسو نکل آئیں تو عبادت اُسے جانو
فاقے کیے ہیں دھوپ میں لب تشنہ رہے ہیں
آقا نے تمھارے لیے کیا ظلم سہے ہیں

تکلیف کچھ ایسی نہیں، سایہ ہے ہوا ہے ۲۴ پانی ہے خنک، مروحہ کش، بادِ صبا ہے
کچھ گرمیِ عاشور کا بھی حال سنا ہے؟ سر پیٹنے کا وقت ہے، فریاد کی جا ہے
گذری ہے بیاباں میں وہ گرمی سشہ دیں پر
بھن جاتا تھا، دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر

وہ گرم ہوا آہ وہ آندھی وہ بگولے ۲۵ اُٹھے جو ترائی سے تو دم شیر کا پھولے
دو گام چلے گر تو ہرن چوکڑی بھولے کیا تاب ہے اُس کی جو کوئی سنگ کو چھولے
خاک اُڑ کے جمی جاتی تھی، زلفوں پہ، قبا پر
اس دھوپ میں، سایہ بھی نہ تھا نورِ خدا پر

حدت تو یہ خورشید کی اور پیاس کا وہ حال ۲۶ لب خشک تھے سونلا گیا تھا فاطمہؑ کا لال
سایہ نہ علم کا تھا نہ عباسِ خوش اقبال گہ رخ پہ سپر روکتے تھے، اور کبھی رومال
تھی دھوپ کڑی، فاطمہؑ کے رشکِ چمن پر
تھی گرم زرہ، جلتے تھے ہتھیار بدن پر

زلفیں وہ جنھیں سونگھتی تھی، فاطمہؑ ہر شب ۲۷ غیرت وہ مشکِ ختن و عنبرِ اشہب
کہتے تھے جنھیں فاطمہؑ کا رشتۂ جاں سب کیوں دل نہ پریشاں ہو، وہ مٹی میں اٹیں سب
آہوں کا دھواں کیوں نہ اٹھے کون و مکاں سے
فریاد کہ باندھا انھیں خولی نے سناں سے

وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیرؑ ۲۸ اندھیر ہے اس پر بن اشعث کا لگا تیر
سجدے کریں محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر ان ابروؤں پر ہائے چلی ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں، دیندار حرم میں
آنکھیں وہ لہو روتی تھیں فرزندوں کے غم میں

وہ ریش جو ہالہ تھی تو چہرہ مہ انور ۲۹ فاقوں سے یہ تھا زرد، وہ تھی آنسوؤں سے تر
وہ پھول سے رخسار، وہ لعلِ لبِ اطہر اس کے لیے تلواریں تھیں اس کے لیے پتھر
دنداں دہنِ پاک میں سب رشکِ گہر تھے
گذرے تھے کئی روز کہ دنداں بہ جگر تھے

وہ حلق جسے چومتے تھے احمدِ مختار ۳۰ تیز اس کے لیے ہوتے تھے واں خنجرِ خونخوار
وہ دوش، جو اُمّت کا اٹھائے ہوئے تھا بار لگتا تھا تبر اُس پہ کبھی اور کبھی تلوار
لڑنے کی نہ طاقت تھی، شہِ تشنہ گلو میں
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں، بازو کی لہو میں

وہ شمعِ سرِ طور سی، پُر نور کلائی ۳۱ اُس پر خطِ شمشیر، دُہائی ہے دُہائی
منھ دیکھ لو، صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی ہے سب پہ کھلی، انگلیوں کی عقدہ کشائی
نسبت نہیں ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو
ہفتہ میں دکھائے تو کوئی دس مہ نو کو

وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار ۳۲ گنجینۂ علمِ احدی، مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہیں سر پر جو ہیں دیں دار کیا قہر ہے واں پاؤں دھرے شمرِ ستمگار
سینے پہ نہ تھا اُس کا قدم حشر بپا تھا
ہو جاتی جو دنیا تہ و بالا تو بجا تھا

عباسؑ سے بھائی کا جو تھا صدمۂ جاں کاہ ۳۳ ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمرِ شاہ
اس ضعف میں لغزش سے نہ وہ پاؤں تھے آگاہ پایا تھا، ثباتِ قدمِ پاکِ یداللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑے تھے
لاکھوں سے لڑائی تھی، پہ بشّاش کھڑے تھے

مُنھ کر کے سوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار ۳۴ عالم مری نیّت سے ہے تو اے مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے، نہ بچوں سے سروکار ہر حال میں ہوں تجھ سے اعانت کا طلب گار
گو شاہِ زمن ہوں، پہ ترے در کا گدا ہوں
محتاج ہوں، بے کس ہوں، غریب الغربا ہوں

کس کس ترے احساں کا کروں شکر زباں سے ۳۵ ہے ناطقہ عاجز، کہ زیادہ ہے بیاں سے
واقف نہیں کوئی، ترے اسرار نہاں سے دشوار ہے، عالم کی صفت ہیچمداں سے
پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا
جو تیری مشیت ہے، وہی خوب ہے مولا

ہر دم ہے ترا لطف مرے حال کے شامل ۳۶ پیدا کیا واں، وحی جہاں ہوتی تھی نازل
بخشا وہ مکاں رہنے کو، اے خالقِ عادل بے اذن مَلک جس میں نہ ہو سکتے تھے داخل
یہ لطف و عنایت ہے تری کون سے گھر پر
جبریلؑ و سرافیلؑ کھڑے رہتے تھے دَر پر

نانا تو دیا اشرفِ ذرّیتِ آدم ۳۷ بابا شہِ مرداں سا دیا، فخرِ دو عالم
ماں سیدۂ[15] کون و مکاں، ثانیِ مریم بھائی وہ کہ تو جس کی بزرگی سے ہے محرم
دُنیا میں کسی اور کا رتبہ ہے کب ایسا
نام ایسا، گھر ایسا، نسب ایسا، حسب ایسا

ماں طاہرہ، جد طیّب و پاکیزہ، پدر پاک ۳۸ رحمت ہے تری کیوں نہ ہو ایسوں کا پسر پاک
گلشن کی زمیں پاک، شجر پاک، ثمر پاک گھر پاک، جگہ پاک، صدف پاک، گہر پاک
پھولے وہ شجر جس کو ثمر دار کرے تُو
جس قطرے کو چاہے دُرِ شہوار کرے تُو

بچپن میں محمدؐ[16] نے زباں اپنی چوسائی ۳۹ اب تک کسی نعمت میں وہ لذّت نہیں پائی
قربان رہی احمدِ مختارؐ کی جائی جب دودھ چھٹا نعمتِ فردوس بھی کھائی
افلاک سے دن میں کئی بار آتے تھے جبریلؑ
ڈوری مرے جھولے کی ہلا جاتے تھے جبریلؑ

دم بھر کبھی تنہا نہ رہا آٹھ پہر میں ۴۰ گہ دوشِ نبیؐ پر، گہے آغوشِ پدر میں
ماں ساتھ مرے ہوتی تھیں، پھرتا تھا جو گھر میں پتلی کی طرح رکھتے تھے سب مجھ کو نظر میں
اس رتبۂ اعلیٰ کا سرافراز میں کب تھا؟
مولا یہ تری چشمِ عنایت کا سبب تھا

تھا عید کو عریاں کہ عنایت ہوئی پوشاک ۴۱ عمامہ و پیراہن و پاجامہ و رُو پاک[18]
مرکب جو نہ تھا اونٹ بنے سیدِ لولاکؐ بالا رہا سب سے مرا رتبہ تہِ افلاک
یہ تختِ سلیماں کو نہ یہ تاج ملا تھا
بچپن میں مجھے رتبۂ معراج ملا تھا

رجعت ہوئی خورشیدِ فلک کو پئے حیدر ۴۲ یعنی نہ قضا ہوئے نمازِ شہِ صفدر
روزہ جو رکھا میں نے تو اے خالقِ اکبر دن تھا پہ ہوئی رات، چھپا مہرِ منوّر
منظور تھی خردی میں بزرگی مرے سِن کی
دن ہو گیا واں شب کا، تو یاں شب ہوئی دن کی

کیا عمر تھی جب سر سے اُٹھا باپ کا سایا ۴۳ دو بھائی تھے، دو بہنیں تھیں اور دیس پرایا
تھا تو جو نگہباں، تو نہ اعدا نے ستایا ماں باپ کا مرنا، تری شفقت نے بھلایا
رحمت سے تری خلق کے مختار ہوئے ہم
دیکھی جو یتیمی، دُرِ شہوار ہوئے ہم

دولت مجھے دی، گوہرِ عزت مجھے بخشا ۴۴ بابا کی طرح اوجِ شرافت مجھے بخشا
مسند مجھے دی، تختِ امامت مجھے بخشا ان سب کے سوا، تاجِ شفاعت مجھے بخشا
اختر کو قمر، قطرے کو گوہر کیا تُو نے
ذرّہ تھا، سو خورشیدِ منوّر کیا تُو نے

انصار دیے وہ، جو پیمبرؐ نے نہ پائے ۴۵ اصحاب وہ بخشے، کہ جو حیدرؑ نے نہ پائے
احباب وہ یک رنگ جو شبّرؑ نے نہ پائے لوگ ایسے کسی صاحبِ لشکر نے نہ پائے
تیروں سے نہ تلواروں سے منھ پھرتا تھا اُن کا
خادم کے پسینے پہ لہو گرتا تھا اُن کا

فرزند وہ امداد کیا، حور شمائل ۴۶ تھی جس کی زیارت کے سبب، روشنیِ دل
خورشیدِ زمیں، برجِ شرف کا مہِ کامل یہ بھی تری امداد تھی، اے خالقِ عادل
دولت یہ نہ ملتی جو خداوند نہ دیتا
کیا کرتا اگر تو مجھے فرزند نہ دیتا

اکثر ترے بندے ہیں کہ جن کے نہیں اولاد ۴۷ نے فاتحہ خواں کوئی نہ فرزند نہ احفاد
کتنے ہیں کہ غمگیں ہیں کبھی اور کبھی شاد بچے ہوئے اور مر گئے اور گھر ہوا برباد
مرتے ہوئے دیکھا ہے، برابر کے پسر کو
اس داغ کی قدر آج ہوئی میرے جگر کو

سو مرتے جو فرزند، تو بے صبر نہ ہوتا ۴۸ خادم کبھی اس اجر کو ہاتھوں سے نہ کھوتا
دامن کو ترے خوف میں اشکوں سے بھگوتا اکبر کو میں فرزند سمجھ کر نہیں روتا
یوں تو وہ کلیجہ تھا مرا، اور مرا جی تھا
میں اس لیے روتا ہوں کہ ہم شکلِ نبیؐ تھا

بچھڑا تھا کبھی مجھ سے نہ وہ گیسوؤں والا ۴۹ پیری کا عصا تھا وہی اور گھر کا اُجالا
جب چاند سی چھاتی پہ لگا ظلم کا بھالا تھا سینے میں خادم کا کلیجہ تہ و بالا
اشک آنکھوں سے تھمتے نہیں تفتیدہ جگر ہوں
تو رحم کر اے خالقِ اکبر کہ بشر ہوں

دریا پہ جو عباسؑ نے جان اپنی گنوائی ۵۰ خادم کی کمر ٹوٹ گئی، مر گیا بھائی
باعث تھا یہ لاشے پہ، جو رقت بہت آئی مولا مجھے یاد آ گئی بابا کی جُدائی
صدمے سے نہ پھر ضبط کا یارا ہُوا مجھ کو
پھر داغ ید اللہؑ دوبارا ہُوا مجھ کو

تنہا ہوں بس اب کوئی نہیں مونس و ہمدم ۵۱ موجود ہے تو سر پہ، کچھ اس کا بھی نہیں غم
اب رنج نہ گھر کا ہے نہ اولاد کا ماتم بہتر ہے گذر جائے تری یاد میں جو دم
وابستۂ تسبیح رکھوں، رشتۂ جاں کو
جب تک ہے دہن میں حرکت خشک زباں کو

گو روح کو راحت نہیں اور قلب کو آرام ۵۲ ہے تقویتِ جان و دل و روح، ترا نام
کم ہے ترے سجدے میں رہوں گر سحر و شام قاصر ہے زباں شکر میں، اے خالقِ علّام
آنکھیں تری جانب ہیں تو دل تیری طرف ہے
گر تو اسے مقبول کرے عین شرف ہے

نے پیاس کا شکوہ ہے، نہ فاقہ کی شکایت ۵۳ ہر طرح ہے راضی پسرِ شاہِ ولایت
وہ بھی ترا انعام تھا، یہ بھی ہے عنایت الطاف کا پایاں ہے نہ بخشش کی نہایت
وہ کون سی دولت ہے جو موجود نہیں ہے
ہاں ایک شہادت ہے سو اب وہ بھی قریں ہے

ہر چند کہ ہے سخت بہت ذبح کی منزل ۵۴ تو چاہے تو ہو جائے گی آسان یہ مشکل
زانو جو رکھے سینۂ مجروح پہ قاتل وہ صبر عطا کیجیو کہ تڑپے نہ مرا دل
سجدہ تہِ شمشیر یہ ناشاد نہ بھولے
سب محو ہوں دل سے پہ تری یاد نہ بھولے

حضرت تو یہ کرتے تھے سخن صبر و رضا کے ۵۵ بندھتے تھے، اُدھر رن میں پرے اہلِ جفا کے
چلاتا تھا یوں شمر کمانداروں میں آکے تاکے رہو سینہ کو امام دوسرا کے
یاں تک خلفِ شاہِ نجف آنے نہ پائے
یہ شیر ترائی کی طرف آنے نہ پائے[د]

برچھے لیے ہاتھوں میں سوارانِ جفاکار ۵۶ بڑھ بڑھ کے صفِ جنگ میں[ز] چمکاتے تھے راہوار
آلودۂ خوں برچھیاں تولے ہوئے خونخوار تھی ڈھال پہ ڈھال اور تھی تلوار پہ تلوار
لشکر کے جواں گرز گراں تولے ہوئے تھے
ہر صف میں علمدار نشاں کھولے ہوئے تھے

وہ غل عربی باجوں کا وہ بوق کے نالے ۵۷ وہ شور دہل سر پہ جو گردوں کو اٹھالے
رستم کی نہ طاقت تھی جو واں دل کو سنبھالے دب جائے اگر دیو بھی آواز نکالے
پیدا تھی جلاجل سے اک افسوس کی آواز
جاتی تھی کئی کوس تلک کوس[۲۲] کی آواز

رو رو کے یہ پُر درد صدا دیتی تھی شہنا[۲۳] ۵۸ اچھا نہیں سید کا لہو خاک پہ بہنا
فانی ہے زمیں اس پہ ہمیشہ نہیں رہنا درپے نہ ہو مظلوم کے مانو مرا کہنا
دو روز کے پیاسے شہِ مظلوم کھڑے ہیں
اس غم سے کلیجے میں مرے چھید پڑے ہیں

چلّے سے جو بدکیش ملانے لگے سوفار ۵۹ خود چھیڑ کے گھوڑے کو بڑھے سیدِ ابرار
فرمایا قسم ہے تمہیں اے قومِ ستمگار کس شخص کا دلبند ہوں میں بیکس و ناچار
انصاف سے کہہ دو کہ طلب گار ہوں جس کا[ح]
جد کس کا ہے تم سب کلمہ پڑھتے ہو کس کا

ہے کون، گلِ[24] سرسبدِ گلشنِ اسلام ۔ ٦٠ ۔ آباد کُنِ کعبۂ حق کاسرِ[25] اصنام
آتی تھی کسے وحیِ الٰہی سحر و شام ۔ جو نامِ خدا سے ہے، ہم کس کا ہے وہ نام
جبریلِ امیں، ہمدم و ہمراز ہے کس کا
قرآں جسے کہتے ہو وہ اعجاز ہے کس کا

[26] برپا علم نظم و نسق، کردیا کس نے ۔ ٦١ ۔ عالم کو سوئے کعبۂ حق، کردیا کس نے
رنگِ رخِ کفار[27] کو فق کردیا کس نے ۔ ہاں بدر کو انگشت سے شق کردیا کس نے
لب ہل گئے جب نخل و غا میں ثمر آیا
انگشتِ شہادت کو اٹھا کر شجر آیا

بخشا کسے اللہ نے معراج کا پایا ۔ ٦٢ ۔ سو مُردوں کو عیسیٰ کی طرح کس نے جلایا
پڑتا تھا نہ اس خاک پر کس شخص کا سایا ۔ جُد کس کا ہے وہ سورۂ کوثر جسے آیا
کس رُخ کو تجلّی صفتِ بدر عطا کی
دنیا میں کسے حق نے شبِ قدر عطا کی

سب بولے کہ اس بات سے واقف ہے زمانا ۔ ٦٣ ۔ لاریب ہیں، محبوبِ خدا آپ کے نانا
روشن ہے شبِ ماہ سے معراج کا جانا ۔ کافر ہے وہ اس بات کو جس نے نہیں مانا
وہ قبلۂ دیں، باعثِ ایجادِ فلک ہے
آپ ان کے نواسے ہیں، کچھ اس میں نہیں شک ہے

شبیرؑ نے فرمایا کہ وہ کس کی ہے مادر ۔ ٦٤ ۔ قرآں میں جسے حق نے کہا طاہر و اطہر
دنیا کا شرف، زینتِ دیں، عرش کا زیور ۔ خاتونِ جہاں، نورِ خدا، بنتِ پیمبر
بھیجی ہے انھیں چادرِ تطہیر[28] خدا نے
امّت کے گنہ ڈھانپ دیے جن کی ردا نے

کہنے لگے بے شرم کہ اے خاصۂ قیوم ۔ ٦٥ ۔ وہ آپ کی مادر ہیں یہ کس کو نہیں معلوم
سب جانتے ہیں ساکنِ شام و عرب و روم ۔ وہ سیّدہ معصوم ہے، اور آپ بھی معصوم
زہراؑ کا پدر، فخرِ رسولانِ سلف ہے
حوّاؑ کا نہ رتبہ ہے نہ مریمؑ کا شرف ہے

اُسؑ حجتِ باری نے یہ فرمایا پھر اک بار ۶۶ مِن بعد نبی کون ہے؟ کونین کا سردار
کس کا ہے لقب شیرِ خدا حیدرِ کرّار؟ اللہ نے بھیجی ہے کسے عرش سے تلوار؟
ہر جنگ میں کفّار پہ ور کون رہا ہے؟
محبوبِ الٰہی کی سپر کون رہا ہے؟

آباد ہوئی کس کی رعایت سے رعایا؟ ۶۷ کس شاہ نے دین داروں کی بستی کو دکھایا؟
کس کے لیے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آیا؟ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُم کا ملا ہے کسے پایا؟
یکتائے جہاں کون ہے جرأت میں سخا میں؟
دو حصّے ہے قرآنِ خدا کس کی ثنا میں

وہ کون ہے اللہ و نبی کو جو ہے پیارا؟ ۶۸ جو عرش کی زینت ہے وہ ہے کون سا تارا؟
ہے اَنْفُسَنَا اَنْفُسَکُمْ کس سے اشارا؟ اللہ نے کس گھر میں ستارے کو اُتارا؟
اعلیٰ کسے فرمایا علیؑ کس کو کہا ہے؟
اللہ نے قرآں میں ولی کس کو کہا ہے؟

طاعت سے جو افضل ہے اطاعت ہے وہ کس کی؟ ۶۹ پوچھے گا خدا جس کو محبت ہے وہ کس کی؟
پہونچادے جو کوثر پہ رفاقت ہے وہ کس کی؟ جو اجرِ رسالت ہے، مودّت ہے وہ کس کی؟
انصاف کا اس وقت طلب گار ہوں تم سے
ہے کون مراد آیۂ لا اسئلکم سے

جو والیِ کونین ہے، وہ کون ولی ہے؟ ۷۰ قرآں میں کس کے لیے وہ نصِّ جلی ہے؟
وہ کون ہے، جو شاہِ امامِ ازلی ہے؟ سب نے کہا، برحق، وہ علیؑ ہے وہ علیؑ ہے
برعکس ہیں جو لوگ وہی بانیِ شر ہیں
سب پہ ہے یہ آئینہ کہ آپ اُن کے پسر ہیں

گردوں کی طرف دیکھ کے بولے شہِ بےکس ۷۱ کافی ہے شہادت کو تری ذاتِ مقدس
یارب مجھے اُن سے کوئی حجت نہ رہی بس کرتے ہیں ستم دیدہ و دانستہ یہ ناکس
دکھ کون سا اور کون سی ایذا نہیں دیتے
مہماں ہوں اور پانی کا قطرہ نہیں دیتے

۲۔ جاہل نہیں سب ہیں مرے رتبے کے شناسا — خود اس کے مقر ہیں کہ نبیؐ کا ہوں نواسا
اس نہر سے پانی نہیں دیتے ہیں ذرا سا — شاہد تجھے کرتا ہوں کہ دو دن سے ہوں پیاسا
ٹکڑے ہو بدن یا تہ شمشیر گلا ہو
اس سب کے عوض حشر میں شیعوں کا بھلا ہو

۳۔ سن کر یہ سخن رونے لگے فوج کے بے پیر — مظلوم کی فریاد نے کی سنگ میں تاثیر
بولا پسرِ سعد کہ یا حضرتِ شبیرؑ — تنہا ہوئے اب کیوں نہ کرو عجز کی تقریر
میداں سے ہٹاتے نہیں اس فوجِ گراں کو
ایسا ہے مرا رعب کہ لکنت ہے زباں کو

۴۔ اس عجز کو مانے گا نہ یہ لشکرِ سفاک — پھر کیا کریں گر ہو پسرِ سیدِ لولاک
سو مل گئے ہیں خاک میں ایسے گہرِ پاک — حاکم ہیں کہ ہے دور ہمارا تہ افلاک
ڈرتے نہیں گر شکوہ بے داد کرو گے
کیا ہوگا جو اللہ سے فریاد کرو گے

۵۔ عباسؑ سے کہہ دو کہ مدد کرنے کو آئیں — جعفرؑ کے پسر جوہرِ شمشیر دکھائیں
قاسمؑ ہیں کدھر خون کے دریا جو بہائیں — اکبرؑ سے کہو جنگ کریں برچھیاں کھائیں
اب آپ کی جرأت کا بھی وہ طور نہیں ہے
شاید کوئی زینبؑ کا پسر اور نہیں ہے

۶۔ بے درد نے چھڑکا جو نمک زخمِ جگر پر — طاری ہوا غصہ شہِ مرداں کے پسر پر
سرخی سی نظر آنے لگی دیدۂ تر پر — کی تیز نظر قبضۂ شمشیرِ دوسر پر
شہ کی نظرِ غیظ نہ تھی قہرِ خدا تھا
شمشیر ید اللہ جدا میان جدا تھا

۷۔ خود تیغِ علیؑ شاہ کے اعجاز سے نکلی — فریاد دلِ فوجِ دغا باز سے نکلی
کس شان و تحمل سے کس انداز سے نکلی — پریوں کے بھی ہوش اڑ گئے اس ناز سے نکلی
فانوس سے خود شمعِ تجلی نکل آئی
محمل سے تڑپتی ہوئی لیلیٰ نکل آئی

[۳۴]

۷۸

تھیں تیغ کی دونوں جو زبانیں شرر افشاں — موسیٰ کا عصا کہتا تھا کوئی، کوئی ثعباں
غل چار طرف تھا کہ زہے قدرتِ یزداں — ہیں ایک جگہ دو مہِ نو، دست و گریباں
شہبازِ اجل بازوؤں کو تولے ہوئے ہے
پَر اوجِ سعادت کے ہما کھولے ہوئے ہے

۷۹

نعرہ کیا ہاں اے پسرِ سعدِ جفاکار — لے دیکھ تو، اِن کانپتے ہاتھوں کا کوئی وار
ہر چند کہ ہے عجز ہی بندے کو سزاوار — مجبور نہیں، لختِ دلِ احمدِ مختار
شاید مرا رُتبہ تجھے معلوم نہیں ہے
وہ کون سی شے ہے کہ جو محکوم نہیں ہے

۸۰

حاکم ہوں میں سب خلقِ خدا ہے مرے تابع — میں بابِ اجابت ہوں، دُعا ہے مرے تابع
مختارِ قدر ہوں مَیں، قضا ہے مرے تابع — آتش مری محکوم، ہوا ہے مرے تابع
قبضہ ہے مرا خاک کے ہر گنجِ نہاں پر
جاری ہے مرا حکم رواں، آبِ رواں پر

۸۱

آتش کو جو دوں حکم، ابھی سب کو جَلا دے — ہستی کے چراغوں کو ہوا دَم میں بُجھا دے
پانی کا یہ طوفاں ہو کہ عالم کو ڈُبا دے — ہل ہل کے زمیں خاک زمانے کی اُڑا دے
ہستی ہو نہ پستی نہ مکیں ہوں نہ مکاں ہوں
آثارِ اِذا زُلزِلَتِ الارض عیاں ہوں

۸۲

نے رنج سے کچھ بیم، نہ دہشت ہے بلا سے — مضطر ہوں نہ دکھ سے نہ ستم سے نہ بلا سے
خائف ہوں نہ جن سے، نہ بشر سے نہ قضا سے — ہاں ایک جو ڈرتا ہوں، تو ڈرتا ہوں خدا سے
کیا غم ہے اگر لاکھ سواروں کے پَرے ہیں
روباہ کے لشکر سے کہیں شیر ڈرے ہیں

۸۳

تو کیا ہے ترا رعب ہے کیا، او سگِ ناپاک — میں بیشۂ حیدر کا ہوں اک شیرِ غضبناک
اُف کر دوں تو جل کر ترا لشکر ہو یہ سب خاک — مشتاقِ اجل ہوں مجھے مرنے سے نہیں باک
باتوں میں کروں بند، فصیحانِ جہاں کو
یہ پیاس سے لکنت ہے مری خشک زباں کو

نازاں نہ ہو اے بانیِ ظلم و ستم و جور ۸۴ مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک میں یہ دور

تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور کیا ہوگئی کر، دولتِ قاروں پہ ذرا غور

نمرود نہیں، حشمتِ ضحاک[36] نہیں ہے

ڈھونڈھو جو خزانے میں تو اب خاک نہیں ہے

قیصر کا وہ افسر ہے نہ وہ تاجِ کیاں[37] ہے ۸۵ نے قصرِ خورنق کا مکیں ہے نہ مکاں ہے

آئینہ پئے روئے سکندر[38] نگراں ہے چینی کی صدا یہ ہے کہ فغفور کہاں ہے

ٹھکرا کے جو چلتا ہے ہر اک راہ گذر میں

سو بال شکستوں سے ہیں واں کاسۂ سر میں

جامِ سرِ جمشید نہ خاک ہے واژوں[39] ۸۶ کاؤس[40] کی دولت ہے نہ گنجینۂ قاروں

نے تاج قباد[41] آج ہے نے تختِ فریدوں[42] دارا ہے نہ پرویز نہ خسرو ہے نہ گلگوں

دانا تھے پہ کس طرح پھنسے دامِ اجل میں

گھر وحشیوں کے بن گئے کسریٰ کے محل میں

مشہور ہے فرعونیوں کے غرق کا احوال ۸۷ شدّاد[43] کو کس طرح کیا مال نے پامال

وہ باغ کہ زر جس پہ کیا صرف مہ و سال دیکھا بھی نہ اس کو کہ اجل آگئی دُنبال[44]

ٹوٹا ہے وہ گلشن کہ نہ پھل پائے[45] گا ظالم

اب تو بھی جہنم میں یونہی جائے گا ظالم

کیا غم مجھے عباسؑ علمدار نہیں گر ۸۸ چاہوں تو مدد کرنے کو آئیں ابھی حیدرؑ

بہتر ہوا اس راہ میں گر مر گئے اکبرؑ خود سینہ سپر ہونے کو حاضر ہیں پیمبرؐ

جعفرؑ بھی شریکِ الم و یاس ہیں میرے

تو دور نہ جان ان کو، یہ سب پاس ہیں میرے

پہچان تو میں کون ہوں او جاہلِ مطلق ۸۹ انگلی سے قمر کو مرے نانا نے کیا شق

نفریں کروں میں گر تو اڑے خلق سے رونق طبقے سے زمیں کی، برکت سلب کرے حق

فریاد جو میرے دلِ صد چاک سے نکلے

تا حشر نہ دانہ کبھی اس خاک سے نکلے

فرما کے یہ جلوہ دیا تیغ دو زباں کو ۹۰ عبرت ہوئی بجلی کے چمکنے سے جہاں کو
ہر نیزے نے اونچا کیا انگشت اماں کو خود چھوڑ دیا سہم کے تیروں نے کماں کو
چڑھ سکتا ہے دنیا میں کوئی شیروں کے منہ پر
تیزی نہ رہی خوف سے شمشیروں کے منہ پر

اس شان سے لشکر پہ امام امم آئے ۹۱ جیسے صف آہو پہ ہزبر اجم آئے
اتنا تو پکارے کہ خبردار ہم آئے اک دم میں ستمگر تہ تیغ دودم آئے
پل بندھ گئے لاشوں کے نہ اک پل ہوئی آخر
ثابت نہ ہُوا کب صفِ اوّل ہوئی آخر

جب تیغ علی قبلۂ عالم نے علم کی ۹۲ اک برق سی میدانِ بلاخیز میں چمکی
اللہ ری بُرّش سیفِ شہنشاہ اُمم کی اعدا کو نظر آنے لگی، راہ عدم کی
گلرنگ لہو سے جو ہر اِک جسم شقی تھا
تھی دوپہر، اور دامنِ صحرا شفقی تھا

شمشیر یداللہ نے نئی چال دکھائی ۹۳ سرداروں کی صف فوج کو پامال دکھائی
ہر بار چمک برق کی تمثال دکھائی سب خون سے مقتل کی زمیں لال دکھائی
جل جل کے بدن ناریوں کے سرد ہوئے تھے
ڈر ڈر کے سیہ کاروں کے منہ زرد ہوئے تھے

کٹ کٹ کے صفیں خاک پہ بے جاں نظر آئیں ۹۴ جو برچھیاں یاں جمع تھیں، وہ واں نظر آئیں
بے چلّہ کمانیں، سرِ میداں نظر آئیں ساری سپریں، خون سے افشاں نظر آئیں
چلاتے تھے وہ ہوش نہ تھا، خوف سے جن کو
فریاد کہ شب خون گرا، فوج پہ دن کو

خالی نہ کوئی وار گیا تیغِ دوسر کا ۹۵ ہاتھ اُڑ گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سرکا
سینہ جو بچا اس سے کسی بانی شر کا تھی عقدہ کُشا کھول دیا بند کمر کا
تیغ اس نے، سپر اُس نے، زرہ اُس نے نہ چھوڑی
دس انگلیوں میں ایک گرہ اُس نے نہ چھوڑی

رہ رہ کے چمکتی تھی جو شمشیرِ قضا دم ۹۶ غُل ہوتا تھا پریوں میں، کہ یا حافظِ عالم
فوجیں تھی بنی جاں کی سب درہم و برہم مضطر تھے فلک، کانپتا تھا عرشِ معظم
جب برق چمکتی تھی سرک جاتے تھے جبرئیل
یا شیرِ خدا کہہ کے جھجک جاتے تھے جبرئیل

ناگاہ محمدؐ کی صدا آئی کہ شبیرؑ ۹۷ اب عصر کا ہے وقت کرو میان میں شمشیر
یہ سُنتے ہی بس تھم گیا وہ تابعِ تقدیر تلوار کا تھمنا تھا کہ چھاتی پہ لگا تیر
تھا دھیان غلاموں کا جو اُس خاصۂ حق کو
بس روکا خود اُلٹے ہوئے دنیا کے ورق کو

حضرت پہ جھکے اہلِ ستم چار طرف سے ۹۸ نیزے ہوئے بیکس پہ علم، چار طرف سے
پڑنے لگی شمشیر دو دم، چار طرف سے بس گھر گیا اِک کشتۂ غم، چار طرف سے
تر خون میں سر تا بقدم ہو گئے شبیرؑ
برچھی جو لگی پشت پہ خم ہو گئے شبیرؑ

جھکنا تھا کہ تیغوں کے برابر سے چلے وار ۹۹ قدموں سے رکابیں بھی جدا ہو گئیں اک بار
جب گرنے لگا خاک پہ، وہ بیکس و ناچار زہراؑ کی صدا آئی کہ یا حیدرِ کرار
گھیرا ہے لعینوں نے اکیلا اُسے پاکر
گرتا ہے مرا لال، مدد کیجیے آکر

گھوڑے نے جو دیکھا کہ سنبھلتے نہیں سرور ۱۰۰ بس بیٹھ گیا ٹیک کے گھٹنوں کو زمیں پر
زخموں سے جو تھا چور تنِ سبطِ پیمبرؐ غش ہو گئے رہوار سے ریتی پہ اُتر کر
افراطِ جراحت سے بدن رشکِ چمن تھا
سب فوج کے حربے تھے اور اِک شاہ کا تن تھا

دس سو تو کماندار تھے اک سینۂ شبیرؑ ۱۰۱ برچھی کا جہاں زخم تھا لگتا تھا وہیں تیر
یا شاہِ نجف کہتے تھے جب پڑتی تھی شمشیر چلاتی تھی دروازے سے یہ زینبؑ دلگیر
تم کھاتے ہو تلواریں، موئی جاتی ہوں بھائی
اب سینہ سپر ہونے کو میں آتی ہوں بھائی

۱۰۲ اس وقت بھی تو شہ ہاتھ سے کرتے تھے اشارا — ہٹ جاؤ بہن، گھر سے نکلیو نہ خدارا
رتبہ ہے فزوں، مریمؑ و حوا سے تمھارا — دم تن میں ہے جب تک نہیں یہ مجھ کو گوارا
للہ نہ اس دم تنِ صد پاش پہ آنا
سر تن سے اُتر لے تو مری لاش پہ آنا

۱۰۳ تھی رانڈوں میں ڈیوڑھی پہ عجب گریہ و زاری — سر کھولے ہوئے روتی تھیں واں بیبیاں ساری
کہتی تھی سکینہؑ کہ پھوپھی جان میں واری — مجھ کو تو دکھا دو مرے بابا کی سواری
ہاں چھوڑ کے ہم سب کو چلے جائیں گے بابا
کیوں روتی ہو کیا گھر میں نہ اب آئیں گے بابا

۱۰۴ ڈیوڑھی سے بڑھو تن سے نکلتا ہے مرا دم — میں جاؤں وہاں رن میں جہاں ہیں شہؑ عالم
کہتی تھی اُسے تھامے ہوئے زینبؑ پُرغم — اصغرؑ کی طرح تیر نہ ماریں تمھیں اظلم
واں چلتی ہے تلوار، کہاں جاؤ گی بی بی
بابا کو بس اب حشر کے دن پاؤ گی بی بی

۱۰۵ ناموسِ نبیؐ میں تو قیامت یہ تھی برپا — سر کھولے ہوئے پیٹتی تھی دخترِ زہراؑ
راوی نے یہ لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کیا — روتا ہوا اِک طفلِ حسیں خیمے سے نکلا
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی تھیں
منہ چاند سا تھا ہنسلیاں گردن میں پڑی تھیں

۱۰۶ چہرے پہ بھلی لگتی تھی کیا زلفِ مسلسل — ظاہر تھا کہ گھیرے ہوتے ہے چاند کو بادل
تھا طوق گلو رشکِ ہلالِ شبِ اوّل — ہاتھوں میں کڑے کان میں دُر سینے پہ ہیکل
کرتے کا عجب رنگ تھا اُس گل سے بدن پر
معلوم یہ ہوتا تھا کہ شبنم ہے چمن پر

۱۰۷ ماں ڈیوڑھی کے پردے کو اٹھا کر یہ پکاری — میں بھی نکل آتی ہوں کہاں جاتے ہو واری
پھر آؤ کہ بے تاب ہوں میں درد کی ماری — بیوہ ہوں، کرو رحم غریبی پہ ہماری
کہنا مرا مانو، نہ ارادہ کرو رن کا
میں واسطہ دیتی ہوں تمھیں روحِ حسنؑ کا

۱۰۸

وہ کہتا تھا اماں ہمیں قسمیں نہ دلاؤ — ہم گھر میں نہ اب آئیں گے تم خیمے میں جاؤ
قاسمؑ کی طرح داغ ہمارا بھی اُٹھاؤ — ماں کہتی تھی اک بات تو سُن لو ادھر آؤ

لاکھوں میں کہاں جاتے ہو اس آن اکیلے
وہ کہتا تھا، ہیں میرے چچا جان اکیلے

۱۰۹

میداں میں چچا قتل ہوں، ہم خیمے میں آئیں — جیتے رہیں بعد ان کے، تو منہ کس کو دکھائیں
ہم سایہ میں ہوں، دھوپ میں وہ برچھیاں کھائیں — تیغوں میں نہ عموؑ کی سپر ہونے کو جائیں

بس صبر کرو قید ہوں کیا خیمے میں آکے
فردوس میں اب جاویں گے ہمراہ چچا کے

۱۱۰

چلاتی تھی رو رو کے یہ بیوہ جگر افگار — صدقے میں ارادے کے ترے اے مرے دلدار
کس طرح لڑو گے نہ سپر پاس نہ تلوار — پھر آ، ترا سن جنگ کے قابل نہیں زنہار

وہ کہتا تھا قُربانِ شہنشاہِ اُمم ہیں
کیا ہم علی اصغرؑ سے بھی کچھ، عمر میں کم ہیں

۱۱۱

دروازے پہ خیمے کے تڑپتی رہی مادر — جنگاہ میں جا پہونچا، وہ لختِ دلِ شبرؑ
بند آنکھیں تھیں، اور جھومتے تھے سبطِ پیمبرؐ — لپٹا پسرِ فاطمہؑ زہرا سے وہ دلبر

کہتا تھا کہ سب خوں سے بدن لال ہُوا ہے
اے میرے چچا جان یہ کیا حال ہُوا ہے؟

۱۱۲

میں تھامے ہوں یا شاہ، ذرا غش سے سنبھلیے — کیوں آپ جھکے جاتے ہیں، زانو کو بدلیے
زخموں کا لہو چہرۂ انور پہ نہ ملیے — سر ننگے نکلتی ہیں پھوپھی، خیمے میں چلیے

سب روتے ہیں اس وقت نہیں ہوش کسی کو
پیٹتی ہیں یہ سینہ، کہ غش آیا ہے چچی کو

۱۱۳

فرمانے لگے کھول کے آنکھیں شہِ ذی جاہ — کیوں گھر سے نکل آئے، یہ کیا تم نے کیا آہ
ان تیغوں سے اے لال بچائے تمھیں اللہ — لو خیمے میں اب جاؤ کہ، عموؑ ہے سرِ راہ

کٹتا ہے گلا تیغِ ستم سے کوئی دم میں
گھر میں تمھیں لے چلنے کی طاقت نہیں ہم میں

یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھا ایک جفاکار ۱۱۴ چاہا کہ قریب آن کے حضرت پہ کرے وار
ہاتھ اُس نے سرِ شہ پہ سپَر کر دیے یکبار بچّے کے کہاں ہاتھ، کہاں ظلم کی تلوار
ریتی پہ وہ ننھے سے گرے، ہاتھ جو کٹ کر
غش ہو گیا، شبّیر کی گردن سے لپٹ کر

گودی میں اُسے لے کے پکارے، شہِ دلگیر ۱۱۵ صدقے ترے اِن دونوں کٹے ہاتھوں کے شبّیر
گودی میں تڑپتا تھا کہ گردن میں لگا تیر چلّایا کہ قربانِ علی اصغرِ بے شیر
لپٹا جو تڑپ کر وہ شہِ تشنہ گلو سے
تر ہو گئیں سب ہنسلیاں گردن کے لہو سے

منہ زرد ہوا جان نکلنے لگی تن سے ۱۱۶ خوں ہچکیوں کے ساتھ، اُگلتا تھا دہن سے
جس وقت سفر کر گیا، ہستی کے چمن سے رونے کی صدا آنے لگی، قبرِ حسن سے
فردوس سے زہراؑ بصد افغاں نکل آئی
خیمے سے اِدھر خاک بسر ماں نکل آئی

بیٹھے تھے سوئے قبلہ، دو زانو شہِ بے پر ۱۱۷ جُھکتے تھے کبھی غش میں، اُٹھاتے تھے کبھی سر
تھے ذکرِ خدا میں، کہ لگا تیر دہن پر یاقوت بنے ڈوب کے خوں میں، لبِ اطہر
بہ آیا لہو، تا بہ زنخدانِ مبارک
ٹھنڈے ہوئے وہ گوہرِ دندانِ مبارک

نیزے کا بن وہب نے پہلو پہ کیا وار ۱۱۸ کاندھے پہ چلی ساتھ زرارہ کی بھی تلوار
ناوک بن کاہل کا کلیجے کے ہوا پار بازو میں در آیا تبرِ خولیِ خونخوار
تلوار سے وقفہ نہ ملا چند نفس کا
دم رُک گیا نیزہ جو لگا ابنِ انس کا

لکھا ہے کہ جب مر گیا لختِ دلِ شبّیر ۱۱۹ بارہ ستم ایجاد بڑھے کھینچ کے خنجر
اک سیدہ نکلی درِ خیمے سے کھلے سر مقنع تھا، نہ برقع تھا، نہ موزے تھے نہ چادر
چلّائے لعیں خوف سے ہاتھ آنکھوں پہ دھر کے
لو فاطمہؑ آتی ہیں، بچانے کو پسر کے

اُس بھیڑ میں آکر، وہ ضعیفہ یہ پکاری ۱۲۰ اے سبطِ نبیؑ، ابنِ علیؑ، عاشقِ باری
گھوڑا تو ہے کوتل، کدھر اُتری ہے سواری بھیا بہن آئی ہے، زیارت کو تمھاری
مر جاؤں گی، حضرت کو جو پانے کی نہیں میں
بے آپ کے دیکھے ہوئے جانے کی نہیں میں

اُس وقت شہ دین نے سُنی زاریٔ خواہر ۱۲۱ جس وقت کہ تھا، حلقِ مبارک پہ خنجر
فرمایا اشارے سے کہ اے شمرِ ستمگر زینبؑ نکل آئی ہے، ٹھہر جا ابھی دم بھر
آخر تو سفر ہوتا ہے، اس دارِ محن سے
دو باتیں تو کر لینے دے بھائی کو بہن سے

منھ پھیر لیا شمر نے، خنجر کو ہٹا کے ۱۲۲ دی شہ نے یہ زینبؑ کو صدا اشک بہا کے
تڑپاتی ہو بھائی کو بہن، بلوے میں آکے دیکھو گی کسے، ہم تو ہیں پنجے میں قضا کے
اُٹھ سکتے نہیں، جسم پہ تلواریں پڑی ہیں
گھبراؤ نہ اماں مرے پہلو میں کھڑی ہیں

دوڑی یہ صدا سُن کے، یداللہ کی جائی ۱۲۳ چلائی کہ دیدار تو میں دیکھ لوں بھائی
پر ہائے بہن، بھائی تلک آنے نہ پائی یاں ہو گئی سیّد کے سر و تن میں جدائی
قاتل کو، نہ گردن کو، نہ شمشیر کو دیکھا
پہونچی تو سناں پر سرِ شبیرؑ کو دیکھا

سر دیکھ کے بھائی کا وہ بے کس یہ پکاری ۱۲۴ دکھ پائی بہن آپ کی مظلومی کے واری
خنجر سے یہ گردن کی رگیں کٹ گئیں ساری تم مر گئے پوچھے گا خبر کون ہماری
آفت میں پھنسی آل، رسولِ عربی کی
اب جائیں کہاں، بیٹیاں زہراؑ و علیؑ کی

بھیا مرا کوئی نہیں، تم خوب ہو آگاہ ۱۲۵ احمدؐ ہیں، نہ زہراؑ، نہ حسنؑ ہیں، نہ یداللہ
ڈھارس تھی بڑی آپ کی، اے سرورِ ذی جاہ چھوڑا مجھے جنگل میں، یہ کیا قہر کیا آہ
چلتے ہوئے کچھ مجھ سے نہ فرما گئے بھائی
بھینا کو نجف تک بھی نہ پہونچا گئے بھائی

۱۲۶
اے میرے شہید، اے مرے ماں جائے، برادر کس سے ترا لاشہ بہن اٹھوائے، برادر
کس طرح مرے دل کو قرار آئے، برادر پانی بھی نہ قاتل نے دیا، ہائے برادر
انساں پہ ستم یوں کبھی انساں نہیں کرتا
حیواں کو بھی پیاسا، کوئی بے جاں نہیں کرتا

۱۲۷
خاموش انیسؔ اب کہ ہے دل سینے میں بے چین لکھے نہیں جاتے ہیں جو زینبؑ نے کیے بین
اب حق سے دعا مانگ کہ اے خالقِ کونین حاسد ہیں بہت، دل کو عطا کر مرے تو چین
ناحق ہے عداوت انھیں اس ہیچمداں سے
بے تیغ کٹے جاتے ہیں شمشیرِ زباں سے

۱۶

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے ۱ جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا ۲ یاں خوں بہے گا آج محمد کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

یہ صبح ہے وہ صبحِ مبارک ہے جس کی شام ۳ یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام لکھے خدا نماز گزاروں میں سب کے نام [الف]
سب ہیں وحیدِ عصر یہ غل چار سو اُٹھے
دنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

یہ سن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس ۴ اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس باندھے عمامہ آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی رخوں پہ نور ۵ خوف و ہراس رنج و کدورت دلوں سے دور
فیاض، حق شناس، اولو العزم، ذی شعور خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حسنِ صوت سے حظ بر ملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

ساونتِ بُردبار فلک مرتبت دلیر ۶ عالی منش سبا میں سلیماں، وغا میں شیر
گرداں دہر اُن کی زبردستیوں سے زیر فاقے سے تین دن کے، مگر زندگی سے سیر
دنیا کو ہیچ پوچ سراپا سمجھتے ہیں
دریا دلی سے بحر کو قطرا سمجھتے ہیں

تقریر میں وہ رمز، کنایہ (ب) کہ لاجواب ۷ نکتہ بھی منہ سے گر کوئی نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتابِ بلاغت کا ایک باب سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کامیاب
لہجوں پہ شاعرانِ عرب تھے مَرے ہوئے
پستے لبوں کے وہ کہ نمک سے بھرے ہوئے

لب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو ۸ پیدا تنوں سے پیرہنِ یوسفی[۶] کی بُو
غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو پرہیزگار و زاہدِ ابرار و نیک خُو
پتھر میں ایسے لعل صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تھا کہ مَلک ہیں بشر نہیں

پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک مآب ۹ پر تھی رخوں پہ خاکِ تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب ہوتے ہیں خاکسار غلامِ ابوتراب
مہتاب سے رخوں کی، صفا اور ہو گئی
مٹی سے آئنوں میں جِلا اور ہو گئی

خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال ۱۰ جن میں کئی تھے حضرتِ خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن، علی اکبرؑ سا خوش جمال اک جا عقیلؑ و مسلمؑ و جعفرؑ[۹] کے نونہال
سب کے رخوں کا نور سپہر بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور ۱۱ دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور وہ جا بجا درختوں پہ تسبیح خوانِ طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

ٹھنڈی ہوا میں سبزۂ صحرا کی وہ لہک ۱۲ شرمائے جس سے اطلسِ[13] زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

قرباں صنعتِ قلمِ آفریدگار ۱۳ تھی ہر ورق پہ صنعتِ ترصیع آشکار
عاجز ہے فکرتِ شعرائے ہنر شعار ان صنعتوں کو پائے کہاں عقلِ سادہ کار
عالم تھا محوِ قدرتِ ربِ عباد پر
مینا کیا تھا وادیِ مینو سواد پر

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا ۱۴ دراج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبدِ گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار ۱۵ پھولوں پہ جابجا وہ گہر ہائے آبدار
اُٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار
خواہاں تھے زہرا[22] گلشنِ زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم ۱۶ کوکو کا شور نالۂ حق سرہ[23] کی دھوم
سبحانَ[24] ربنا کی صدا تھی علی العموم جاری تھے وہ جو اُن کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِ علا کی حمد
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی حمد

ہر چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار ۱۷ اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ[25] یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار تہلیل[26] تھی کہیں کہیں تسبیحِ کردگار
طائر ہوا میں محو ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

۱۸
کانٹوں میں اِک طرف تھے ریاضِ نبیؐ کے پھول
خوشبو سے جن کی خُلد تھا جنگل کا عرض و طول
دنیا کی زیب و زینتِ کاشانۂ بتولؑ
وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسولؐ
ماہِ عزا کے عشرۂ اوّل میں کٹ(ح) گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں کٹ گیا

۱۹
اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار
پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلِ عذار
دولھا بنے ہوئے تھے اجل تھی گلوں کا ہار
جاگے وہ ساری رات کے، وہ نیند کا خُمار
راہیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مُسکرا کے پھولوں کی کلیاں بکس[27] گئیں

۲۰
وہ دشت اور خیمۂ زنگار گوں کی شان
گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسمان
بے چوبہ[28] سپہرِ بریں جس کا سائبان
بیت العتیق[29]، دین کا مدینہ[30] جہاں کی جان
اللہ کے حبیبؐ کے پیارے اسی میں تھے
سب عرشِ کبریا کے ستارے اسی میں تھے

۲۱
گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمیں
کہتا تھا آسمانِ دہم چرخ[31] ہفتمیں
پردے تھے رشکِ پردۂ چشمانِ حورِ عیں
تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں
دیکھا جو نور شمسۂ کیواں[32] جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبح[33] گُلِ آفتاب پر

۲۲
ناگاہ چرخ پر خطِ ابیض[34] ہوا عیاں
تشریف جانماز پہ لائے شہِ زماں
سجادے بچھ گئے عقبِ شاہِ انس و جاں
صوتِ حسن سے اکبرِ مہرو نے دی اذاں
ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آ گئی

۲۳
چُپ تھے طیور جھومتے تھے وجد میں شجر
تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
محوِ ثنا کلوخ[35] و نباتات و دشت و در
پانی سے منھ نکالے تھے دریا کے جانور
اعجاز تھا کہ دلبرِ شبیرؑ کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

ناموسِ شاہ روتے تھے خیمے مَیں زار زار ۲۴ چپکی کھڑی تھی صحن میں بانوئے نامدار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار صدقے نمازیوں کے مؤذن کے میں نثار
کرتے ہیں یوں ثنا و صفت ذوالجلال کی
لوگو اذاں سنو مرے یوسف جمال کی

یہ حُسنِ[36] صوت اور یہ قرأت[37] یہ شدّ[38] و مد ۲۵ حقا کہ افصح الفصحا[39] ہے انھیں کا جد
گویا ہے لحن حضرتِ[40] داؤدؑ باخرد یارب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد
شعبے[41] صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

میری طرف سے کوئی بلائیں تو لینے جائے ۲۶ عین[42] الکمال سے تجھے بچے خدا بچائے
وہ[43] لوذعی کہ جس کی طلاقت[44] دلوں کو بھائے دو دو دن ایک بوند بھی پانی کی وہ نہ پائے
غربت میں پڑ گئی ہے مصیبت حسینؑ پر
فاقہ یہ تیسرا ہے مرے نورِ عین پر

صف میں ہوا جو نعرۂ قد قامت[45] الصلوٰۃ ۲۷ قائم ہوئی نماز اُٹھے شاہِ کائنات
وہ نور کی صفیں وہ مصلّی ملک صفات قدموں سے جن کے ملتی تھی آنکھیں رہِ نجات
جلوہ تھا تا بہ عرشِ معلّیٰ حسینؑ کا
مصحف کی لوح تھی کہ مصلّیٰ حسینؑ کا

قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز ۲۸ بسم اللہ جیسے آگے ہو یوں تھے شہِ حجاز
سطریں تھیں یا صفیں عقبِ شاہِ سرفراز کرتی تھی خود نماز بھی ان کی ادا پہ ناز
صدقے سحر بیاض پہ بطن السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحفِ ناطق کے نور کی

باہم مکبّروں[46] کی صدائیں وہ دل پسند ۲۹ کرّوبیانِ عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دوچند خوفِ خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند
خم گردنیں تھیں سب کی خضوع اور خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہِ نو تھے رکوع میں

اک صف میں سب محمدؐ و حیدرؑ کے رشتہ دار ۲۰ اٹھارہ نوجوان تھے اگر کیجیے شمار
پر سب جگر فگار حق آگاہ خاکسار پیرو امام پاک کے دانائے روزگار
تسبیح ہر طرف تہ افلاک انھیں کی ہے
جس پر درود پڑھتے ہیں یہ خاک انھیں کی ہے

دنیا سے اٹھ گیا وہ قیام اور وہ قعود ۲۱ ان کے لیے تھی بندگیِ واجب الوجود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود طاعت میں نیست جانتے تھے اپنی ہستی و بود
طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کر گئے تیغوں کی چھاؤں میں

ہاتھ ان کے جب قنوت میں اٹھے سوئے خدا ۲۲ خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا
تھرائے آسماں ہلا عرشِ کبریا شہ پر تھے دونوں ہاتھ پئے طائرِ دعا
وہ خاکسار محوِ تضرع تھے فرش پر
روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر

فارغ ہوئے نماز سے جب قبلۂ انام ۲۳ آئے مصافحے کو جوانانِ تشنہ کام
چومے کسی نے دستِ شہنشاہِ خاص و عام آنکھیں ملیں قدم پہ کسی نے باحترام
کیا دل تھے کیا سپاہِ رشید و سعید تھی
باہم معانقے تھے کہ مرنے کی عید تھی

سجدے میں شکر کے کوئی تھا مردِ باخدا ۲۴ پڑھتا تھا کوئی حزن سے قرآں کوئی دعا
نعتِ نبی کہیں تھی کہیں حمدِ کبریا مولا اٹھا کے ہاتھ یہ کرتے تھے التجا
فاقوں پہ تشنہ کامی و غربت پہ رحم کر
یارب مسافروں کی جماعت پہ رحم کر

زاری تھی التجا تھی مناجات تھی ادھر ۲۵ واں صف کشی و ظلم و تعدی و شور و شر
کہتا تھا ابنِ سعد یہ جا جا کے نہر پر گھاٹوں سے ہوشیار، ترائی سے باخبر
دو روز سے ہے تشنہ دہانی حسینؑ کو
ہاں مرتے دم بھی دیجو نہ پانی حسینؑ کو

بیٹھے تھے جانماز پہ شاہِ فلک سریر ۳۶ ناگہ قریب آکے گرے تین چار تیر
دیکھا ہر اک نے مڑ کے سوئے لشکرِ شریر — عباس اُٹھے تول کے شمشیرِ بے نظیر
پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر
روکی سپر حضورِ کرامت ظہور پر

اکبر سے مڑ کے کہنے لگے سرورِ زماں ۳۷ تم جا کے کہہ دو خیمے میں یہ اے پدر کی جاں
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ گراں — بچوں کو لے کے صحن سے ہٹ جائیں بیبیاں
غفلت میں تیر سے کوئی بچہ تلف نہ ہو
ڈر ہے مجھے کہ گردنِ اصغر ہدف نہ ہو

کہتے تھے یہ پسر سے شہِ آسماں سریر ۳۸ فضہ پکاری ڈیوڑھی سے اے خلق کے امیر
ہے ہے علیؑ کی بیٹیاں کس جا ہوں گوشہ گیر — اصغر کے گاہوارے تک آکر گرے ہیں تیر
گرمی میں ساری رات[5] یہ گھٹ گھٹ کے روئے ہیں
بچے ابھی تو سرد ہوا پا کے سوئے ہیں

باقرؑ کہیں پڑا ہے سکینہؑ کہیں ہے غش ۳۹ گرمی کی فصل یہ تب و تاب اور یہ عطش
رو رو کے سو گئے ہیں صغیرانِ ماہ وش — بچوں کو لے کے یاں سے کہاں جائیں فاقہ کش
یہ کس خطا پہ تیر پیاپے برستے ہیں
ٹھنڈی ہوا کے واسطے بچے ترستے ہیں

اُٹھے یہ شور سن کے امامِ فلک وقار ۴۰ ڈیوڑھی تک آئے ڈھالوں کو روکے رفیق و یار
فرمایا مڑ کے چلتے ہیں اب بہرِ کارزار — کمریں کسو جہاد پہ، منگواؤ راہوار
دیکھیں فضا بہشت کی، دل باغ باغ ہو
اُمت کے کام سے کہیں جلدی فراغ ہو

فرما کے یہ حرم میں گئے شاہِ بحر و بر ۴۱ ہونے لگیں صفوں میں کمر بندیاں ادھر
جوشن پہن کے حضرتِ عباسؑ نامور — دروازے پر ٹہلنے لگے مثلِ شیرِ نر
پرتو سے رُخ کے برق چمکتی تھی خاک پر
تلوار ہاتھ میں تھی سپر دوش پاک پر

شوکت میں رشکِ تاجِ سلیماں تھا خودِ سر ۴۲ کلغی پہ لاکھ بار تصدق ہما کے پر
دستانے دونوں فتح کا مسکن ظفر کا گھر وہ رُعب الاماں وہ تہور کہ المحذر
جب ایسا بھائی ظلم کی تیغوں میں آڑ ہو
پھر کس طرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

خیمے میں جا کے شہ نے یہ دیکھا حرم کا حال ۴۳ چہرے تو فق ہیں اور کھلے ہیں سروں کے بال
زینبؑ کی یہ دعا ہے کہ اے ربِ ذوالجلال بچ جائے اس فساد سے خیر النسا کا لال
بانوئے نیک نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے

آفت میں ہے مسافرِ صحرائے کربلا ۴۴ بے کس پہ یہ چڑھائی ہے سید پہ یہ جفا
غربت میں ٹھن گئی جو لڑائی تو ہوگا کیا ان ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا
فاقوں سے جاں بلب ہیں عطش سے ہلاک ہیں
یارب ترے رسولؐ کی ہم آلِ پاک ہیں

سر پر نہ اب علیؑ نہ رسولِ فلک وقار ۴۵ گھر لٹ گیا گذر گئیں خاتونِ روزگار
اماں کے بعد روئی حسنؑ کو میں سوگوار دنیا میں اب حسینؑ ہے ان سب کا یادگار
تو داد دے مری کہ عدالت پناہ ہے
کچھ اس پہ بن گئی تو یہ مجمع تباہ ہے

بولے قریب جا کے شہِ آسماں جناب ۴۶ مضطر نہ ہو دعائیں ہیں تم سب کی مستجاب
مغرور ہیں خطا پہ ہیں یہ خانماں خراب خود جا کے میں دکھاتا ہوں ان کو رہِ صواب[56]
موقع بہن نہیں ابھی فریاد و آہ کا
لاؤ تبرکات رسالت پناہ کا

معراج میں رسولؐ نے پہنا تھا جو لباس ۴۷ کشتی میں لائیں زینبؑ اسے شاہِ دیں کے پاس
سر پر رکھا عمامۂ سردارِ حق شناس پہنی قبائے پاکِ رسولؐ فلک اساس
بر میں درست و چست تھا جامہ رسولؐ کا
رومال فاطمہؑ کا عمامہ رسولؐ کا

شملے کے دو سرے جو پڑے تھے بصد وقار ۴۸ ثابت یہ تھا کہ دوش پہ گیسو پڑے ہیں چار
بل کھا رہا تھا، زلفِ سمن بو کا تار تار جس کے ہر ایک مو پہ خطا و ختن نثار
مشک و عبیر و عود اگر ہیں تو ہیچ ہیں
سنبل پہ کیا کھلیں گے یہ گیسو کے پیچ میں

کپڑوں سے آ رہی تھی رسولِ زمن کی بو ۴۹ دولھا نے سونگھی ہوگی نہ ایسی دلہن کی بو
حیدر کی فاطمہ کی حسین و حسن کی بو پھیلی ہوئی تھی چار طرف پنجتن کی بو
لٹتا تھا عطر وادیِ عنبر سرشت میں
گل جھومتے تھے باغ میں، رضواں بہشت میں

پوشاک سب پہن چکے جس دم شہِ زمن ۵۰ لیکر بلائیں بھائی کی رونے لگی بہن
چلائی ہائے آج نہیں حیدر و حسن اماں کہاں سے لائے تمھیں اب یہ بے وطن
رخصت ہے اب رسول کے یوسف جمال کی
صدقے گئی بلائیں تو لو اپنے لال کی

صندوق اسلحہ کے جو کھلوائے شاہ نے ۵۱ پیٹا منھ اپنا زینبِ عصمت پناہ نے
پہنی زرہ امامِ فلک بارگاہ نے بازو پہ جوشنین پڑھے عز و جاہ نے
جو ہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے اتنے ستارے چمک گئے

یاد آ گئے علی نظر آئی جو ذوالفقار ۵۲ قبضے کو چوم کر شہِ دیں روئے زار زار
تولی جو لے کے ہاتھ میں شمشیرِ آبدار شوکت نے دی صدا کہ تری شان کے نثار
فتح و ظفر قریب ہو نصرت قریب ہو
زیب اس کی تجھ کو، ضرب عدو کو نصیب ہو

باندھی کمر سے تیغ جو زہرا کے لال نے ۵۳ پھاڑا فلک پہ اپنا گریباں ہلال نے
دستانے پہنے سرورِ قدسی خصال نے معراج پائی دوش پہ حمزہ کی ڈھال نے
رتبہ بلند تھا کہ سعادت نشان تھی
ساری سپر میں مہرِ[۵۹] نبوت کی شان تھی

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقائے خاص و عام ۵۴ تیار اُدھر ہوا علمِ سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام روتی تھی تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں، دوش پہ شملے پڑے ہوئے
زینبؑ کے لال زیرِ علم آ کھڑے ہوئے

گروانے دامنوں کو قبا کے وہ گل عذار ۵۵ مرفق تک آستینوں کو الٹے بصد وقار
جعفرؑ کا رعب، دبدبۂ شیرِ کردگار بوٹے سے ان کے قد پہ نمودار و نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے
رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے گہ جانبِ علم ۵۶ نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شۂ اُمم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم آہستہ پوچھتے کبھی ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیِؑ ولی کے نشان کا
امّاں کسے ملے گا علم نانا جان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال ۵۷ ہم بھی محق ہیں آپ کو اس کا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال اس کا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں
عزت طلب ہیں، نام کے اُمّید وار ہیں

بے مثل تھے رسولؐ کے لشکر کے سب جواں ۵۸ لیکن ہمارے جد کو نبیؐ نے دیا نشاں
خیبر میں دیکھتا رہا منھ، لشکرِ گراں پایا علم علیؑ نے مگر وقتِ امتحاں
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں
پوتے انھیں کے ہم ہیں انھیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا تمھیں اس سے کیا ہے کام ۵۹ کیا دخل مجھ کو، مالک و مختار ہیں امام
دیکھو، نہ کیجیو، بے ادبانہ کوئی کلام بگڑوں گی میں جو لوگے علم کا زباں سے نام
لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علی اکبرؑ کو چھوڑ کے

سر کو، ہٹو، بڑھو، نہ کھڑے ہو علم کے پاس ٦٠ ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم ہرے حواس بس قابلِ قبول نہیں ہے یہ التماس
رونے لگو گے تم جو بُرا یا بھلا کہوں
اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہوں

عمریں قلیل[5] اور ہوس منصبِ جلیل ٦١ اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل[6]
ماں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل ہاں اپنے ہم سنوں میں تمہارا نہیں عدیل[7]
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے
جو ہو سکے نہ، کیوں بشر اس کی ہوس کرے

ان ننھے ننھے ہاتھوں سے اُٹھے گا یہ علم ٦٢ چھوٹے قدوں میں سب سے، سنوں میں سبھوں سے کم
نکلیں تنوں سے سبطِ نبیؐ کے قدم پہ دم عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
ماں صدقے جائے آج تو مرنے میں نام ہے

پھر تم کو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار ٦٣ زیبا نہیں ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار دکھلا دو آج حیدرؑ و جعفرؑ کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پُکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں

کیا کچھ علم سے جعفرِ[4] طیّارؑ کا تھا نام ٦٤ یہ بھی تھی اک عطائے رسولِ فلک مقام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے اُنھیں سے کام جب کھینچتے تھے تیغ، تو ہلتا تھا روم و شام
بے جاں ہوئے، تو نخلِ وغا نے ثمر دیے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیے

لشکر نے تین روز ہزیمت[9] اٹھائی جب ٦٥ بخشا علم رسولِ خدا نے علیؑ کو تب
مرحب کو قتل کر کے بڑھا جب وہ شیرِ رب دربند کر کے قلعہ کا بھاگی سپاہ سب
اُکھڑا وہ یوں، گراں تھا جو در سنگِ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

٦٦
نرغے میں تین دن سے ہے مشکل کشا کا لال — امّاں کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
پوچھا نہ یہ کہ کھولے ہیں کیوں تم نے سر کے بال — میں لُٹ رہی ہوں اور تمھیں منصب کا ہے خیال
غم خوار تم مرے ہو نہ عاشق امام کے
معلوم ہوگیا مجھے طالب ہو نام کے

٦٧
ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام — غصّے کو آپ تھام لیں اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال، جواب لیں علم کا نام — کُھل جائے گا لڑیں گے جو یہ باوفا غلام
فوجیں بھگا کے گنجِ شہیداں میں سوئیں گے
تب قدر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوئیں گے

٦٨
یہ کہہ کے بس ہٹے جو سعادت نشاں پسر — چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کر جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر — ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بُری لگی
بچّو یہ کیا کہا کہ جگر پر چُھری لگی

٦٩
زینبؑ کے پاس آ کے یہ بولے شہِ زمن — کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سُنیں بہن
شیروں کے شیر، عاقل و جرّار و صف شکن — زینبؑ وحیدِ عصر ہیں دونوں یہ گل بدن
یوں دیکھنے کو سب میں بزرگوں کے طور ہیں
تیور ہی ان کے اور ارادے ہی اور ہیں

٧٠
نو دس برس کے سن یہ جرأت یہ ولولے — بچّے کسی نے دیکھے ہیں ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر ان کے نہ قدموں سے مُنھ مَلے — کس گود میں بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بے شک یہ ورثہ دارِ جنابِ امیرؑ ہیں
پر کیا کہوں کہ دونوں کی عمریں صغیر ہیں

٧١
اب تم جسے کہو اسے دیں فوج کا علم — کی عرض جو صلاح شہِ آسماں حشم
فرمایا جب سے اُٹھ گئیں زہرائے باکرم — اُس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہیں ہم
مالک ہو تم بزرگ کوئی ہو کہ خُرد ہو
جس کو کہو اسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

بولیں بہن کہ آپ بھی تو لیں کسی کا نام ۲؎ ہے کس طرف توجہ سردار خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہیں شہ آسماں مقام قرآں کے بعد ہے تو ہے بس آپ کا کلام
شوکت میں، قد میں، شان میں، ہم سر کوئی نہیں
عباسؑ نام دار سے بہتر کوئی نہیں

عاشق، غلام خادمِ دیرینہ، جاں نثار ۳؎ فرزند، بھائی، زینتِ پہلو، وفا شعار
جرار، یادگارِ پدر، فخرِ روزگار راحت رساں، مطیع، نمودار، نام دار
صفدر ہے، شیر دل ہے، بہادر ہے، نیک ہے
بے مثل سیکڑوں میں، ہزاروں میں ایک ہے

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہ زمن ۴؎ ہاں تھی یہی علیؑ کی وصیت بھی اے بہن
اچھا بلائیں آپ کدھر ہے وہ صف شکن اکبر چچا کے پاس گئے سن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہِ غیور کو
چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

عباسؑ آئے ہاتھوں کو جوڑے حضورِ شاہ ۵؎ جاؤ بہن کے پاس یہ بولا وہ دیں پناہ
زینبؑ وہیں علم لیے آئیں بہ عز و جاہ بولے نشاں کو لے کے شہ عرشِ بارگاہ
ان کی خوشی وہ ہے جو رضا پنجتن کی ہے
لو بھائی لو علم یہ عنایت بہن کی ہے

رکھ کر علم پہ ہاتھ جھکا وہ فلک وقار ۶؎ ہمشیر کے قدم پہ ملا منھ بہ افتخار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ بولیں کہ میں نثار عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار
ہو جائے آج صلح کی صورت تو کل چلو
ان آفتوں سے بھائی کو لے کر نکل چلو

کی عرض میرے جسم پہ جس وقت تک ہے سر ۷؎ ممکن نہیں ہے یہ کہ بڑھے فوج بد گہر
تیغیں کھنچیں جو لاکھ تو سینہ کروں سپر دیکھیں اٹھا کے آنکھ یہ کیا تاب کیا جگر
ساونت ہیں پسر اسد ذوالجلال کے
گر شیر ہو تو پھینک دیں آنکھیں نکال کے

۷۸ ذرّے کو آج کر دیا مولا نے آفتاب — مُنہ کر کے سُوئے قبرِ علیؑ پھر کیا خطاب
آقاؑ کے آگے میں ہوں شہادت سے کامیاب — یہ عرض خاکسار کی ہے یا ابو ترابؑ
سر تن سے ابنِ فاطمہؑ کے رو برو گرے
شبیرؑ کے پسینے پہ میرا لہو گرے

۷۹ شوہر کی سمت پہلے کنکھیوں سے کی نظر — یہ سُن کے آئی زوجۂ عباسؑ نامور
زینبؑ کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر — لیں سبطِ مصطفیٰؑ کی بلائیں بچشمِ تر
فیض آپ کا ہے اور تصدّق امام کا
عزّت بڑھی کنیز کی رُتبہ غلام کا

۸۰ تو اپنی مانگ کوکھ سے ٹھنڈی رہے سدا — سر کو لگا کے چھاتی سے زینبؑ نے یہ کہا
بانو ہے نامور کو سُہاگن رکھے خدا — کی عرض مجھ سی لاکھ کنیزیں تو ہوں فدا
بچے جییں ترقّیِ اقبال و جاہ ہو
سائے میں آپ کے علی اکبرؑ کا بیاہ ہو

۸۱ یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے — قسمت وطن میں خیر سے پھر شہ کو لے کے جائے
جلدی شبِ عروسیِ اکبرؑ خدا دکھائے — اُمّ البنین جاہ و حشم سے پسر کو پائے
مہندی تمہارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں
لاؤ دُلہن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

۸۲ کیسا ہے یہ ہجوم کدھر ہیں مرے چچا — ناگاہ آکے بالی سکینہ نے یہ کہا
لوگو مجھے بُلائیں تو لینے دو اک ذرا — عہدہ علم کا اُن کو مبارک کرے خدا
شوکت خدا بڑھائے مرے عمّو جان کی
مَیں بھی تو دیکھوں شان علیؑ کے نشان کی

۸۳ عمّو نثار پیاس سے کیا حال ہے بتاؤ — عباسؑ مسکرا کے پکارے کہ آؤ آؤ
اب تو عَلَم ملا تمھیں پانی مجھے پلاؤ — بولی لپٹ کے وہ کہ مری مشک لیتے جاؤ
تحفہ کوئی نہ دیجیے نہ انعام دیجیے
قُربان جاؤں پانی کا اِک جام دیجیے

فرمایا آپ نے کہ نہیں فکر کا مقام ۸۴ باتوں پہ اُس کی روتی تھیں سیدانیاں تمام
کی عرض آ کے ابنِ حسنؑ نے کہ یا امام انبوہ ہے، بڑھی چلی آتی ہے فوجِ شام
عباسؑ اب علم لیے باہر نکلتے ہیں
ٹھہرو بہن سے مل کے گلے ہم بھی چلتے ہیں

(ش) ناگہ بڑھے علم لیے عباسِؑ باوفا ۸۵ دوڑے سب اہلِ بیت کھلے سر، برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے یہ اک ایک سے کہا لو الوداع اے حرمِ پاکِ مصطفےٰ
صبحِ شبِ فراق ہے پیاروں کو دیکھ لو
سب مل کے ڈوبتے ہوئے تاروں کو دیکھ لو

شہ کے قدم پہ زینبِؑ زار و حزیں گری ۸۶ بانو پچھاڑ کھا کے پسر کے قریں گری
کلثومؑ تھرتھرا کے بروئے زمیں گری باقرؑ کہیں گرا تو سکینہؑ کہیں گری
اُجڑا چمن، ہر اک گلِ تازہ نکل گیا
نکلا علم کہ گھر سے جنازہ نکل گیا

دیکھی جو شانِ حضرتِ عباسِ عرش جاہ ۸۷ آگے بڑھی علم کے پس از تہنیت سپاہ
نکلا حرم سرا سے دو عالم کا بادشاہ نشتر بدل تھی بنتِ علیؑ کی فغان و آہ
رہ رہ کے اشک بہتے تھے روئے جناب سے
شبنم ٹپک رہی تھی گلِ آفتاب سے

مولا چڑھے فرس پہ محمدؐ کی شان سے ۸۸ ترکش لگایا ہرنؓے نے پہ کس آن بان سے
نکلا یہ جنّ و انس و مَلک کی زبان سے اُترا ہے پھر زمیں پہ بُراق آسمان سے
سارا چلن خرام میں کبک [illegible] کا ہے
گھونگھٹ نئی دلہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

غصے میں انکھڑیوں کے اُبلنے کو دیکھیے ۸۹ جوبن میں جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھیے
سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھیے تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھیے
گردن میں ڈالیں ہاتھ یہ پریوں کو شوق ہے
بالا دوی میں اس کو ہما پر بھی فوق ہے

تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا ۹۰ جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑوں کی لیں سواروں نے باگیں، علم بڑھا رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا
پھولوں کو لے کے بادِ بہاری پہونچ گئی
بستانِ کربلا میں سواری پہونچ گئی

پنجہ اِدھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر ۹۱ اُس کی ضیا تھی خاک پہ، ضو اس کی عرش پر
زر ریزیِ علم پہ ٹھہرتی نہ تھی نظر دولھا کا رُخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر
تھے دو طرف جو دو علم اس ارتفاع کے
اُلجھے ہوئے تھے تار خطوطِ شعاع کے

اللہ ری سپاہ خدا کی شکوہ و شاں ۹۲ جھکنے لگے جنودِ ضلالت کے بھی نشاں
کم سِن گئے علم کے تلے ہاشمی جواں دنیا کی زیب، دین کی عزت، جہاں کی جاں
ایک ایک دودماں علیؑ کا چراغ تھا
جس کو بہشت پر تھا تفوّق وہ باغ تھا

لڑکے وہ سات آٹھ، سہی قد، سمن عذار ۹۳ گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
حیدر کا رعب، نرگسی آنکھوں سے آشکار کھیلیں جو نیمچوں سے کریں شیر کا شکار
نیزوں کے سمت چاند سے سینے تنے ہوئے
آئے تھے عید گاہ میں دولھا بنے ہوئے

غرفوں سے حوریں دیکھ کے کرتی تھیں یہ کلام ۹۴ دنیا کا باغ بھی ہے عجب پُر فضا مقام
دیکھو درود پڑھ کے سوئے لشکرِ امام ہم شکلِ مصطفیٰ ہے یہی عرش احتشام
رایت لیے وہ لال خدا کے ولی کا ہے
اب تک جہاں میں ساتھ نبیؐ و علیؑ کا ہے

دنیا سے اُٹھ گئے تھے جو پیغمبرِ زماں ۹۵ ہم جانتے تھے حسن سے خالی ہے اب جہاں
کیونکر سوئے زمیں نہ جھکے پیرِ آسماں پیدا کیا ہے حق نے عجب حسن کا جواں
سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسیں پہ ہے
محبوبِ حق ہیں عرش پہ، سایہ زمیں پہ ہے

ناگاہ تیر اِدھر سے چلے جانبِ امام ۹۶ گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے اِدھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام بے سر ہوئے پروں میں سرانِ سپاہ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیر تنگ تھی
ایک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

نکلے پئے جہاد عزیزانِ شاہِ دیں ۹۷ نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمیں
روباہ (خ) کی صفوں پہ چلے شیرِ خشم گیں کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعیں
بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے
کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

اللہ رے علیؑ کے نواسوں کی کارزار ۹۸ دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا، کسی نے جو روکا سپر پہ وار گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا کچھ شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں
دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں ۹۹ آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کماں کش کنائیاں[۸۳] فوجوں میں تھیں نبیؐ و علیؑ کی دہائیاں
شوکت ہو بہو تھی جنابِ امیرؑ کی
طاقت دکھا دی شیروں نے زینبؑ کے شیر کی

کس حسن سے حسنؑ کا جوانِ حسیں لڑا ۱۰۰ گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشم گیں لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبیں لڑا سہرا اُلٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے
مقتل میں سوئے ازرقِ شامی کو مار کے

چمکی جو تیغِ حضرتِ عباسؑ عرش جاہ ۱۰۱ روح الامینؑ پکارے کہ اللہ کی پناہ
ڈھالوں میں چھپ گیا پسرِ سعد روسیاہ کشتوں سے بند ہو گئی امن و اماں کی راہ
چھٹا جو شیر شوق میں دریا کی سیر کے
لے لی ترائی، تیغوں کی موجوں میں تیر کے

بے سر ہوئے موکّلِ سر چشمۂ فرات ۱۰۲ ہل چل میں مثلِ موج صفوں کو نہ تھا ثبات
دریا میں گر کے (ذ) فوت ہوئے کتنے بدصفات گویا حباب ہو گئے تھے نقطۂ نبات
عباسؑ بھر کے مشک کو یاں تشنہ لب لڑے
جس طرح نہر[۹۶] واں میں امیرِ عرب لڑے

آفت تھی حرب و ضربِ علی اکبرؑ دلیر ۱۰۳ غصّے میں جھپٹے صید پہ جیسے گرسنہ شیر
سب سر بلند پست، زبردست سب تھے زیر جنگل میں چار سمت ہوئے زخمیوں کے ڈھیر
سر اُن کے اُترے تن سے جو تھے رن[۹۷] چڑھے ہوئے
عباسؑ سے بھی جنگ میں کچھ تھے بڑھے ہوئے

تلواریں برسیں، صبح سے نصف[۹۸] النہار تک ۱۰۴ ہلتی رہی زمین لرزتے رہے فلک
کانپا کیے پروں کو سمیٹے ہوئے ملک نعرے نہ پھر وہ تھے، نہ وہ تیغوں کی تھی چمک
ڈھالوں کا دور، برچھیوں کا اوج ہو گیا
ہنگامِ ظہر خاتمۂ فوج ہو گیا

لاشے سبھوں کے سبطِ نبیؐ خود اٹھا کے لائے ۱۰۵ قاتل کسی شہید کا سر کاٹنے نہ پائے
دشمن کو بھی نہ دوست کی فرقت خدا دکھائے فرماتے تھے بچھڑ گئے سب ہم سے ہائے ہائے
اتنے پہاڑ گر پڑیں جس پر وہ خم نہ ہو
گر سو برس جیوں تو یہ مجمع بہم نہ ہو

لاشے تو سب کے گرد تھے اور بیچ میں امام ۱۰۶ ڈوبی ہوئی تھی خوں میں نبیؐ کی قبا تمام
افسردہ و حزین و پریشان و تشنہ کام برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام
اعدا کسی شہید کا جب نام لیتے تھے
تھرّا کے دونوں ہاتھوں سے دل تھام لیتے تھے

پوچھو اسی سے جس کے جگر پر ہوں اتنے داغ ۱۰۷ اک عمر کا ریاض تھا جس پر لٹا وہ باغ
فرصت نہ اب بکا سے نہ ماتم سے ہے (ض) فراغ جو گھر کی روشنی تھے وہ گُل ہو گئے چراغ
پڑتی تھی دھوپ سب کے تنِ پاش پاش پر
چادر بھی اک نہ تھی علی اکبرؑ کی لاش پر

مقتل سے آئے خیمے کے در پر شہِ زمن ۱۰۸ پر شدتِ عطش سے نہ تھی طاقتِ سخن
پردے پہ ہاتھ رکھ کے پکارے بصد محن اصغر کو گاہوارے سے لے آؤ اے بہن
پھر ایک بار اِس مہِ انور کو دیکھ لیں
اکبر کے شیرخوار برادر کو دیکھ لیں

خیمے سے دوڑے آلِ پیمبر برہنہ سر ۱۰۹ اصغر کو لائیں ہاتھوں پہ بانوئے نوحہ گر
بچے کو لے کے بیٹھ گئے آپ خاک پر مُنہ سے مَلے جو ہونٹھ تو چونکا وہ سیم بر
غم کی چھری چلی جگرِ چاک چاک پر
بٹھلا لیا حسینؑ نے زانوئے پاک پر

بچے سے ملتفت تھے شہِ آسماں سریر ۱۱۰ تھا اس طرف کمیں میں بِن کاہل شریر
مارا جو تین بھال کا اُس بے حیا نے تیر بس دفعتاً نشانہ ہوئی گردنِ صغیر
تڑپا جو شیرخوار، تو حضرت نے آہ کی
معصوم ذبح ہو گیا گودی میں شاہ کی

جس دم تڑپ کے مرگیا وہ طفلِ شیرخوار ۱۱۱ چھوٹی سی قبر تیغ سے کھودی بحالِ زار
بچے کو دفن کر کے پکارا وہ ذی وقار اے خاکِ پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار
دامن میں رکھ اُسے جو محبت علیؑ کی ہے
دولت ہے فاطمہؑ کی امانت علیؑ کی ہے

یہ کہہ کے آئے فوج پہ تولے ہوئے حُسام ۱۱۲ آنکھیں لہو تھیں رونے سے چہرہ تھا سرخ فام
زیبِ بدن کیے تھے بصد عزّ و احتشام پیراہنِ مطہرِ پیغمبرِ انام
حمزہ کی ڈھال تیغِ شہِ لافتا کی تھی
بر میں زرہ جناب رسولِ خدا کی تھی

رستم تھا درع پوش، کہ پاکھر میں راہوار ۱۱۳ جرّار بردبار سبک رو وفا شعار
کیا خوشنما تھا زین طلاکار و نقرہ کار اِکسیر تھا، قدم کا جسے مل گیا غبار
خوش خو تھا خانہ زاد تھا دُلدل نژاد تھا
شپّیز بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں ۱۱۴ ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُوں کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں رن کی زمیں تو سُرخ تھی، اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

وہ لوں وہ آفتاب کی حدّت وہ تاب و تب ۱۱۵ کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب خیمے تھے جو حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہُوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تابہ شام ۱۱۶ مسکن میں مچھلیوں کے سمندر[96] کا تھا مقام
آہو[97] جو کاہلے تھے، تو چیتے سیاہ فام پتھر پگھل کے رہ گئے تھے، مثلِ مومِ خام
سُرخی اُڑی تھی پھولوں سے سبزہ گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اُترا تھا سائے کی چاہ سے

(الف-۱۰)
کوسوں کسی شجر میں نہ گُل تھے نہ برگ و بار ۱۱۷ ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار[98]
ہنستا تھا کوئی گُل نہ مہکتا تھا سبزہ زار کانٹا ہوئی تھی پھول کی ہر شاخ باردار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتّے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

آبِ رواں سے منہ نہ اُٹھاتے تھے جانور ۱۱۸ جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھی سات پردوں کے اندر عرق میں تر خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھوں آبلے پائے نگاہ میں

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے ۱۱۹ آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ[99] مہر کا تھا مکدّر غبار سے گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

۱۲۰ گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
مُنھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ گرمیٔ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

۱۲۱ آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب و تب کی تاب
چھپنے کو برق چاہتی تھی دامنِ سحاب
سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب
کافورِ صبح ڈھونڈھتا پھرتا تھا آفتاب
بھڑکی تھی آگ گنبدِ چرخِ اثیر میں
بادل چھپے تھے سب کرۂ زمہریر میں

۱۲۲ اس دھوپ میں کھڑے تھے اکیلے شہِ امم
نے دامنِ رسولؐ تھا نے سایۂ علم
شعلے جگر سے آہ کے اُٹھتے تھے دمبدم
اودے تھے لب زبان میں کانٹے کمر میں خم
بے آب تیسرا تھا جو دن میہمان کو
ہوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

۱۲۳ گھوڑوں کو اپنے کرتے تھے سیراب سب سوار
آتے تھے اونٹ گھاٹ پہ باندھے ہوئے قطار
پیتے تھے آبِ نہر، پرند آ کے بے شمار
سقے زمیں پہ کرتے تھے چھڑکاؤ بار بار
پانی کا دام و دد کو پلانا ثواب تھا
اک ابنِ فاطمہؑ کے لیے قحطِ آب تھا

۱۲۴ سر پر لگائے تھا پسرِ سعد چترِ زر
خادم کئی تھے مروحہ جنباں اِدھر اُدھر
کرتے تھے آبِ پاش مکرّر زمیں کو تر
فرزندِ فاطمہؑ پہ نہ تھا سایۂ شجر
وہ دھوپ دشت کی وہ جلال آفتاب کا
سونلا گیا تھا رنگ مبارک جناب کا

۱۲۵ کہتا تھا ابنِ سعد کہ اے آسماں جناب
بیعت جو کیجے اب بھی، تو حاضر ہے جامِ آب
فرماتے تھے حسینؑ کہ او خانماں خراب
دریا کو خاک جانتا ہے ابنِ بوتراب
فاسق ہے، پاس کچھ تجھے اسلام کا نہیں
آبِ بقا ہو یہ تو مرے کام کا نہیں

۱۲۶ کہہ دوں تو خوان لے کے خود آئیں ابھی خلیلؑ — چاہوں تو سلسبیل کو دم میں کروں سبیل
کیا جام آب کا، تو مجھے دے گا او ذلیل — بے آبرو، خسیس، ستمگر، دنی، بخیل

جس پھول پر پڑے ترا سایہ وہ بو نہ دے
کھلوائے فصد تو تو کبھی رگ لہو نہ دے

۱۲۷ گر جم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے — کوثر یہیں رسولؐ کا احکام لے کے آئے
روح الامینؑ زمیں پہ مرا نام لے کے آئے — لشکر مَلک کا، فتح کا پیغام لے کے آئے

چاہوں جو انقلاب تو دنیا تمام ہو
اُلٹے زمین یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ہو

۱۲۸ فرما کے یہ نگاہ جو کی سوئے ذوالفقار — تھرّا کے پچھلے پاؤں ہٹا وہ ستم شعار
مظلوم پر صفوں سے چلے تیر بے شمار — آواز کوسِ حرب ہوئی آسماں کے پار

نیزے اُٹھا کے جنگ پہ اسوار تُل گئے
کالے نشان فوجِ سیہ رو کے کُھل گئے

۱۲۹ وہ دھوم طبلِ جنگ کی وہ بوق کا خروش — کر ہو گئے تھے شور سے کروبیوں کے گوش
تھرائی یوں زمیں کہ اُڑے آسماں کے ہوش — نیزے ہلا کے نکلے سواران درع پوش

ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سوارانِ شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

۱۳۰ تو پڑھ کے چند شعرِ رجز شاہ دیں بڑھے — گیتی کے تھام لینے کو روح الامینؑ بڑھے
مانندِ شیر نہ کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے — گویا علیؑ اُلٹے ہوئے آستیں بڑھے

جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو
مشکل کشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۳۱ کاٹھی سے اس طرح ہوئی وہ شعلہ خو جدا — جیسے کنارِ شوق سے ہو، خوب رو جدا
مہتاب سے شعاع جدا، گل سے بو جدا — سینے سے دم جدا، رگِ جاں سے لہو جدا

گرجا جو رعد، ابر سے بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلیٰ نکل پڑی

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح ۱۳۲ آہو پہ شیرِ شرزہ[16] غاب[17] آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

گرمی میں تیغِ برق جو چمکی شرر اُڑے ۱۳۳ جھونکا چلا ہوا کا جوشن سے تو سر اُڑے
پرکالۂ سپر جو اِدھر اور اُدھر اُڑے روح الامیں نے صاف یہ جانا کہ پر اُڑے
ظاہر نشان اسم عزیمت[18] اثر ہوئے
جن پر علی لکھا تھا، وہی پر سپر ہوئے

جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اُسے ۱۳۴ کھنچتے ہی چار ٹکڑے دوبارا کیا اُسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اُسے سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اُسے
نے زین تھا فرس، پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری ہوئی تھیں زمین پر

آئی چمک کے غول پہ جب سر گرا گئی ۱۳۵ دم میں جمی صفوں کو برابر گرا گئی
ایک ایک قصرِ تن کو، زمین پر گرا گئی سیل آئی زور شور سے جب، گھر گرا گئی
آپہونچا اس کے گھاٹ پہ جو مر کے رہ گیا
دریا لہو کا تیغ کے[19] پانی سے بہ گیا

یہ آبرو یہ شعلہ فشانی خدا کی شاں ۱۳۶ پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شاں
خاموش اور تیز زبانی خدا کی شاں استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شاں
لہرائی جب اُتر گیا دریا بڑھا ہوا
نیزوں تھا ذوالفقار کا پانی چڑھا ہوا

قلب[20] و جناح میمنہ و میسرا تباہ ۱۳۷ گردن کشانِ اُمتِ خیر الورا تباہ
جنباں زمیں، صفیں تہ و بالا، پرا تباہ بے جان جسم، روحِ مسافر مرا تباہ
بازار بند ہو گئے جھنڈے اُکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ محلے اُجڑ گئے

۱۳۸
چمکی سوار پر، تو خبر لائی تنگ کی
اللہ ری تیزی و برش، اُس شعلہ رنگ کی
حاجت نہ سان کی تھی اُسے اور نہ سنگ کی
پیاسی فقط لہو کی، طلب گار جنگ کی

خوں سے فلک کو لاشوں سے مقتل کو بھرتی تھی
سو بار دم (ز-۱) میں چرخ پہ چڑھتی اُترتی تھی

۱۳۹
گھر جس کا خود اُجڑ گیا، بستی سے کیا اُسے
تیغِ خزاں تھی، گلشنِ ہستی سے کیا اُسے
جو آپ سر بلند ہو، پستی سے کیا اُسے
وہ حق نما تھی، کفر پرستی سے کیا اُسے

کہتے ہیں راستی جسے وہ خم کے ساتھ ہے
تیزی زبان کے ساتھ برش دم کے ساتھ ہے

۱۴۰
گویا جگر میں موت کا ناخن فرو ہوا
سینے پہ چل گئی تو کلیجہ لہو ہوا
جو اُس کے منہ پہ آگیا، بے آبرو ہوا
چمکی تو الامان کا، غل چار سو ہوا

رُکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ہو گئے تھے، اُس کی آنچ سے

۱۴۱
چمکی تو اس طرف ادھر آئی وہاں چلی
بجھ بجھ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی
اس نے کہا یہاں وہ پکارا وہاں چلی
دونوں طرف کی فوج پکاری کہاں چلی

منہ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گر رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

۱۴۲
گردن سے سر الگ تھا جدا تھے نشاں سے ہاتھ
دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جاں سے ہاتھ
جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر آئیں کہاں سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سناں سے ہاتھ

اب ہاتھ دستیاب (ح-۱) نہیں منہ چھپانے کو
ہاں پاؤں رہ گئے ہیں (ط-۱) فقط بھاگ جانے کو

۱۴۳
زہرہ تھا آب خوف کے مارے فرات کا
اللہ رے خوفِ تیغ شہ کائنات کا
چارہ فرار کا تھا نہ یارا ثبات کا
دریا پہ حال یہ تھا ہر اک بد صفات کا

غل تھا کہ برق گرتی ہے ہر درع پوش پر
بھاگو خدا کے قہر کا دریا ہے جوش پر

ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر ۱۴۴ منہ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن اِدھر اُدھر
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپر تھے تہ نشیں نہنگ، مگر آب تھے جگر

دریا نہ تھمتا، خوف سے اس برق تاب کے
لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے

آیا خدا کا قہر جدھر سن سے آگئی ۱۴۵ کانوں میں الاماں کی صدا رن سے آگئی
دو کر کے خود، زین پہ جوشن سے آگئی کھینچتی ہوئی زمین پہ، توسن سے آگئی

بجلی گری جو خاک پہ تیغ جناب کی
آئی صدا زمین سے یا بوتراب کی

پس پس کے کش مکش سے کماندار مر گئے ۱۴۶ چلّے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیروں کے پر گئے مقتل میں ہو سکا نہ گذارا گذر گئے

دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے مرغِ وہم کے
سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

تیر افگنی کا جن کی ہر اک شہر میں تھا شور ۱۴۷ گوشہ کہیں نہ ملتا تھا ان کو سوائے گور
تاریک شب میں جن کا نشانہ تھا پائے مور لشکر میں خوف جاں نے انھیں کر دیا تھا کور

ہوش اڑ گئے تھے فوجِ ضلالت نشاں کے
پیکاں میں زہ کو رکھتے تھے سوفار جاں کے

صف پر صفیں پروں پہ پرے پیش و پس گرے ۱۴۸ اسوار پر سوار فرس پر فرس گرے
اُٹھ کر زمیں سے پانچ جو بھاگے تو دس گرے مخبر پہ پیک، پیک پہ مرگِ عسس گرے

ٹوٹے پرے شکستِ بنائے ستم ہوئی
دنیا میں اس طرح کی بھی افتاد کم ہوئی

غصے تھا شیرِ شرزۂ صحرائے کربلا ۱۴۹ چھوڑے تھا گرگ، منزل و ماوائے کربلا
تیغِ علی تھی معرکہ آرائے کربلا خالی نہ تھی سروں سے کہیں جائے کربلا

بستی بسی تھی مردوں کے قریے اُجاڑ تھے
لاشوں کی تھی زمین سروں کے پہاڑ تھے

غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے ۱۵۰ تھی طرفہ کشمکش، فلک پیر کے تلے
چلّے سمٹ کے جاتے تھے، زہ گیر کے تلے چھپتی تھی سر جھکائے[ک-۱] کماں تیر کے تلے
اس تیغِ بے دریغ کا، جلوہ کہاں نہ تھا؟
سہمے تھے سب پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

چاروں طرف کمان کیانی کی وہ ترنگ[125] ۱۵۱ رہ رہ کے ابرِ شام سے تھی بارشِ خدنگ
وہ شور و صیحہ[126] فرس[127] ابلق و سرنگ[128] وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشت، کیں کوئی دل تھا نہ چین سے
اس دن کی تاب و تب کوئی پوچھے حسینؑ[4] سے

سقّے پکارتے تھے یہ مشکیں لیے اُدھر ۱۵۲ بازارِ جنگ گرم ہے، ڈھلتی ہے دوپہر
پیاسا جو ہو، وہ پانی سے ٹھنڈا کرے جگر مشکوں پہ دوڑ دوڑ کے گرتے تھے اہلِ شر
کیا آگ لگ گئی تھی جہانِ خراب کو
پیتے تھے سب، حسینؑ تڑپتے تھے آب کو

گرمی میں پیاس تھی کہ پھنکا جاتا تھا جگر ۱۵۳ اُف اُف کبھی کہا کبھی چہرے پہ لی سپر
آنکھوں میں ٹیس اٹھی، جو پڑی دھوپ پر نظر جھپٹے کبھی اِدھر کبھی حملہ کیا اُدھر
کثرت عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے ۱۵۴ چلتی تھی ایک تیغِ علیؑ لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے رکتی تھی نے سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے
خالق نے منہ دیا تھا، عجب آب و تاب کا
خود[129]، اس کے سامنے تھا، پھپھولا حباب کا

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر ۱۵۵ پیکاں کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کشمکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا
سیسر[130][م-۱] پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغِ تیز کی ۱۵۶ سو سو صفیں کچل گئیں جب جست و خیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی
آری جو ہو گئی تھیں وہ سب ذوالفقار سے
تیغوں نے منہ پھرا لیے تھے کارزار سے

(ل ۱۰۰)
گھوڑوں کی جست و خیز سے اُٹھا غبار زرد ۱۵۷ گردوں میں مثلِ شیشۂ ساعت بھری تھی گرد
تودا بنا تھا خاک کا مینائے لاجورد کوسوں سیاہ تار تھا شب وادیِ نبرد
پنہاں نظر سے نیّرِ گیتی فروز تھا
ڈھلتی تھی دوپہر کے نہ شب تھا نہ روز تھا

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی ۱۵۸ سونلائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے وہ لب (ن ل) کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی تصویر ذوالجناح پہ تھی بوتراب کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے، ترائی میں

پھر تو یہ غل ہوا کہ دہائی حسینؑ کی ۱۵۹ اللہ کا غضب تھا لڑائی حسینؑ کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی
بیڑا بچایا آپ نے طوفاں سے نوحؑ کا
اب رحم واسطہ علی اکبرؑ کی روح کا

اکبرؑ کا نام سن کے جگر پر لگی سناں ۱۶۰ آنسو بھر آئے روک لی رہوار کی عناں
مڑ کر پکارے لاشِ پسر گوشۂ زماں تم نے نہ دیکھی جنگِ پدر اے پدر کی جاں
قسمیں تمہاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

چلایا ہاتھ مار کے زانو پہ ابنِ سعد ۱۶۱ اے وا فضیحتا یہ ہزیمت ظفر کے بعد
زیبا دلاوروں کو نہیں ہے خلافِ وعد اک پہلوان یہ سنتے ہی گرجا مثالِ رعد
نعرہ کیا کہ کرتا ہوں حملہ امام پر
اے ابنِ سعد لکھ لے ظفر میرے نام پر

بالا قد و کلفت[۱۳۲] و تنومند و خیرہ سر ۱۶۲ روئیں[۱۳۳] تن و سیاہ دروں، آہنی کمر
ناوک پیام مرگ کے، ترکش اجل کا گھر تیغیں ہزار ٹوٹ گئیں جس پہ وہ سپر
دل میں بدی طبیعتِ بد میں بگاڑ تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

ساتھ اس کے اور اسی قد و قامت کا ایک یل ۱۶۳ آنکھیں کبود، رنگ سیہ، ابروؤں پہ بل
بدکار و بدشعار و ستم گار و پُر دَغل[۱۳۴] جنگ آزما بھگائے ہوئے لشکروں کے دَل
بھالے لیے کسے ہوئے کمریں ستیز پر
نازاں وہ ضربِ گرز پہ، یہ تیغِ تیز پر

کھنچ جائے شکلِ حرب، وہ تدبیر چاہیے ۱۶۴ دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیے
تیزی زباں میں صورتِ شمشیر چاہیے فولاد کا قلم، دمِ تحریر چاہیے
نقشہ کھنچے گا صافِ صفِ کارزار کا
پانی دوات چاہتی ہے، ذوالفقار کا

لشکر میں اضطراب تھا فوجوں میں کھلبلی ۱۶۵ ساونت[۱۳۵] بے حواس، ہراسان دُھنی[۱۳۶] بلی
ڈر تھا کہ لو حسینؑ بڑھے تیغ اب چلی غُل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر، اُدھر علیؑ
کون آج سر بلند ہو اور کون پست ہو؟
کس کی ظفر ہو دیکھیے کس کی شکست ہو؟

آواز دی یہ ہاتفِ غیبی نے تب کہ ہاں ۱۶۶ بسم اللہ اے امیر عرب کے سرورِ جاں
اُٹھی علیؑ کی تیغ دو دم چاٹ کر زباں بیٹھے درست ہو کے فرس پہ شہِ زماں
واں سے وہ شور بخت بڑھا نعرہ مار کے
پانی بھر آیا منہ میں ادھر ذوالفقار کے

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑائے ۱۶۷ وہ بدنظر تھا آنکھوں میں آنکھیں اُدھر گڑائے
ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر گڑگڑائے غصے میں آئے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑائے
ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں
ماہی[۱۳۷] پہ ڈگمگا گئے گاوِ زمیں کے پاؤں

نیزہ ہلا کے شاہ پہ آیا وہ خود پسند ۱۶۸ مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند
تیر و کماں سے بھی نہ ہُوا جب وہ بہرہ مند چِلّا اُدھر کھنچا کہ چلی تیغِ سر بلند
وہ تیر کٹ گئے جو دَر آتے تھے سنگ میں
گوشے نہ تھے کماں میں، نہ پیکاں خدنگ میں

ظالم اٹھا کے گرز کو آیا جناب پر ۱۶۹ طاری ہُوا غضب خلفِ بوتراب پر
مارا جو ہاتھ، پاؤں جما کر رکاب پر بجلی گری شقی کے سرِ پُر عتاب پر
بد ہاتھ میں شکست، ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اُڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ ایک ہاتھ میں

کچھ دست[138] پاچہ ہو کے چلا تھا وہ نابکار ۱۷۰ پہنچے سے پر اجل کے کہاں جا سکے شکار
واں اُس نے بائیں ہاتھ میں لی تیغِ آبدار یاں سر سے آئی پشت کے فقروں[139] (ل-۱۰) پہ ذوالفقار
قرباں تیغِ تیزِ شہِ نامدار کے
دو ٹکڑے تھے سوار کے دو رہوار کے

پھر دوسرے پہ گرز اُٹھا کر پکارے شاہ ۱۷۱ کیوں ضربِ ذوالفقار پہ تُو نے بھی کی نگاہ
سرشار تھا شرابِ تکبر سے رُو سیاہ جاتا کہاں کہ موت تو روکے ہوئے تھی راہ
غُل تھا اسے اجل نے بڑھایا جو گھیر کے
تُو دوسرا شکار چلا منہ میں شیر کے

آیا تھا وہ کہ اسپِ شہِ دیں پلٹ پڑا ۱۷۲ ثابت ہُوا کہ شیرِ گرسنہ جھپٹ پڑا
تیغ شقی نے ڈھال پہ مارا تو پٹ پڑا ضربت پڑی کہ گنبدِ دوّار پھٹ پڑا
پیوندِ صدرِ زیں جسد و فرق ہو گیا
گھوڑا زمین میں سینے تلک غرق ہو گیا

پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر ۱۷۳ شیروں سے دشت، گرگ سے بن، اژدروں سے در
شاہین[140] و کبک، چھپ گئے اک، جا ملا کے سر اُڑ کر گرے جزیروں میں دریا کے جانور
سمٹے پہاڑ منہ کو جو دامن سے ڈھانپ کے
سیمرغ نے گرا دیے پر کانپ کانپ کے

آئی صدائے غیب کہ شبیرؑ مرحبا ۱۷۴ اس ہاتھ کے لیے تھی یہ شمشیر مرحبا
یہ آبرو یہ جنگ یہ توقیر مرحبا دکھلا دی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

بس اب نہ کر وغا کی ہوس اے حسینؑ بس ۱۷۵ دم لے ہوا میں چند نفس اے حسینؑ بس
گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس وقتِ نمازِ عصر ہے، بس، اے حسینؑ بس
پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں اژدھام میں
اب اہتمام چاہیے اُمت کے کام میں

لبیکؑ کہہ کے تیغ رکھی شہؑ نے میان میں ۱۷۶ پلٹی سپاہ آئی قیامت جہان میں
پھر سرکشوں نے تیر ملائے کمان میں پھر کھل گئے لپٹ کے پھریرے نشان میں
بیکس حسینؑ ظلم شعاروں میں گھر گئے
مولا تمہارے لاکھ سواروں میں گھر گئے

سینے پہ سامنے سے چلے دس ہزار تیر ۱۷۷ چھاتی پہ لگ گئے کئی سو ایک بار تیر
پہلو کے پار برچھیاں، سینے کے پار تیر پڑتے تھے دس، جو کھینچتے تھے تن سے چار تیر
یوں تھے خدنگ، ظل الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں ساہی کے جسم پر

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر ۱۷۸ ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؑ پر
قاتل اٹھے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر یہ دکھ نبی کے گود کے پالے حسینؑ پر
تیرِ ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر ہائے ہائے ۱۷۹ فرزندِ فاطمہؑ کی یہ توقیر ہائے ہائے
بھالے وہ اور وہ پہلوئے شبیرؑ ہائے ہائے وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے ہائے
غصے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کیے حسینؑ پہ ترکش بھرے ہوئے

۱۸۰
وہ گرد تھے جو بھاگتے پھرتے تھے وقتِ جنگ — اک سنگ دل نے پاس سے مارا جبیں پہ سنگ
صدمے سے زرد ہو گیا، سبطِ نبیؐ کا رنگ — ماتھے پہ ہاتھ تھا کہ گلے پر لگا خدنگ
تھاما گلا جناب نے ماتھے کو چھوڑ کے
نکلا وہ تیر حلقِ مبارک کو توڑ کے

۱۸۱
لکھا ہے تین پھال کا تھا ناوکِ ستم — منہ کھل گیا، اُلٹ گئی گردن، رُکا جو دم
کھینچی سری گلے کی طرف سے بچشمِ نم — بھالیں نکالیں پشت کی جانب سے ہو کے خم
اُبلا جو خوں نکلتے ہُوا دم ٹھہر گیا
چلّو رکھا جو زخم کے نیچے تو بھر گیا

۱۸۲
دشمن تھا شہ کا اعورِ سلمیٰ عدوے دیں — سر پر لگائی تیغ کہ شق ہو گئی جبیں
ماری جگر پہ ابنِ[۱۴۳] انس نے سنانِ کیں — بھالا گڑو کے کوکھ میں، برچھی کو اک لعیں
گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی
تھرا گئی ضریح رسالتؐ پناہ کی

۱۸۳
گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب — نکلی رکاب پائے مطہر سے ہے غضب
پہلو شگافتہ ہُوا خنجر سے ہے غضب — غش میں جھکے، عمامہ گرا سر سے، ہے غضب
قرآں رحلِ زیں سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

۱۸۴
جنگل سے آئی فاطمہؑ زہرا کی یہ صدا — اُمت نے مجھ کو لوٹ لیا وامحمّدا[۱۴۴]
اس وقت کون حقِ محبت کرے ادا — ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا[۱۴۵]
اُنیس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

۱۸۵
پردہ اُلٹ کے، بنتِ علیؑ نکلی ننگے سر — لرزاں قدم، خمیدہ کمر، غرقِ خونِ جگر
چاروں طرف پکارتی تھی سر کو پیٹ کر — اے کربلا بتا، ترا مہمان ہے کدھر
اماں قدم اب اُٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہونچا دو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

اس وقت سب جہاں مری آنکھوں میں ہے سیاہ ۱۸۶ لوگو! خدا کے واسطے مجھ کو بتاؤ راہ
سید کدھر تڑپتا ہے، اماں کدھر ہیں آہ؟ کس سمت ہے نبیؐ کے نواسے کی قتل گاہ؟
شعلے دل و جگر سے، نکلتے میں آہ کے
یہ کون نام لیتا ہے میرا کراہ کے

کس نے صدا یہ دی کہ بہن اس طرف نہ آؤ ۱۸۷ بس اب سفر قریب ہے، اللہ گھر میں جاؤ
اب ڈوبتی ہے، آلِ رسولِ خدا کی ناؤ یا مرتضیٰؑ غریبوں کے بیڑے کو تم بچاؤ
اب چھوڑیو نہ دشتِ بلا میں حسینؑ کو
یا فاطمہؑ چھپالو ردا میں حسینؑ کو

بنتِ علیؑ تو پیٹتی پھرتی تھی ننگے سر ۱۸۸ کٹتا تھا نورِ چشمِ علیؑ کا گلا ادھر
زینبؑ کو منع کرتے تھے ہر چند اہلِ شر لیکن وہ دوڑی جاتی تھی تھامے ہوئے جگر
پہونچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پر
دیکھا سرِ حسینؑ کو نیزے کی نوک پر

نیزے کے نیچے جاکے پکاری وہ سوگوار ۱۸۹ سید تری لہو بھری صورت کے میں نثار
ہے ہے گلے پہ چل گئی بھیا چھری کی دھار مجھو لے بہن کو اے اسدِ حق کے یادگار
صدقے گئی لٹا گئے گھر وعدہ گاہ میں
جنبش لبوں کو ہے ابھی یادِ آلہ میں

بھیا سلام کرتی ہے خواہر جواب دو ۱۹۰ چلا رہی ہے دخترِ حیدرؑ جواب دو
سوکھی زبان سے، بہرِ پیمبرؐ جواب دو کیونکر جئے گی زینبؑ مضطر جواب دو
جز مرگ، دردِ ہجر کا چارا نہیں کوئی
میرا تو اب جہاں میں سہارا نہیں کوئی

بھیا میں اب کہاں سے تمہیں لاؤں، کیا کروں ۱۹۱ کیا کہہ کے اپنے دل کو میں سمجھاؤں، کیا کروں؟
کس کی دُھائی دوں کسے چلاؤں، کیا کروں؟ بستی پرائی ہے، میں کدھر جاؤں کیا کروں؟
دنیا تمام اُجڑ گئی، ویرانہ ہو گیا
بیٹھوں کہاں؟ کہ گھر تو عزا خانہ ہو گیا

۱۹۲

ہے ہے تمہارے آگے نہ خواہر گذر گئی — بھیّا بتاؤ، کیا تہِ خنجر گذر گئی؟
آئی صدا نہ پوچھو جو ہم پر گذر گئی — صد شکر، جو گذر گئی، بہتر گذر گئی
سر کٹ گیا، ہمیں تو اَلم سے فراغ ہے
گر ہے تو بس تمہاری جدائی کا داغ ہے

۱۹۳

گھر لُوٹنے کو آئے گی، اب فوجِ نابکار — کہیو نہ کچھ زباں سے، بجز شکرِ کردگار
خیمہ میں جب کہ آگ لگا دیں ستم شعار — رہیو مری یتیم سکینہؑ سے ہوشیار
بے زار ہے وہ خستہ جگر اپنی جان سے
باندھے نہ کوئی اُس کا گلا ریسمان سے

۱۹۴

بس اے انیسؔ ضعف سے لرزاں ہے بند بند — عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند — عالم پسند بند ہیں، سلطان پسند بند
یہ فصل اور یہ بزمِ عزا یادگار ہے
پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے

١٧

آج شپّیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے ۱ ظلم کی چاند پہ، زہراؑ کی گھٹا چھائی ہے
اُس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے یاں نہ بیٹا، نہ بھتیجا، نہ کوئی بھائی ہے

برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
مارلو پیاسے کو، ہے شور ستم گاروں میں

زخمی بازو ہیں، کمر خم ہے، بدن میں نہیں تاب ۲ ڈگمگاتے ہیں نکل جاتی ہے قدموں سے رکاب
پیاس کا غلبہ ہے، لب خشک ہیں، آنکھیں ہیں پُرآب تیغ سے دیتے ہیں ہر وار کا، اعدا کو جواب

شدّتِ ضعف میں جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
سیکڑوں تیرِ ستم تن سے گذر جاتے ہیں

گیسو آلودۂ خوں لپٹے ہیں رخساروں سے ۳ شانے کٹ کٹ کے لٹک آئے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہیں، خوں بہتا ہے سوفاروں سے لاکھ آفت میں ہے اک جان، دل آزاروں سے

فکر ہے سجدۂ معبود میں سر دینے کی
وار سے تیغوں کے فرصت نہیں، دم لینے کی

خون سے تر پیچ عمامے کے ہیں، سر زخمی ہے ۴ ہے جبیں چاند سی پُرنور، مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے تیرِ بیداد سے دل زخمی، جگر زخمی ہے

ضربِ شمشیر سے بے کار ہیں، بازو دونوں
ظلم کے تیروں سے مجروح ہیں، پہلو دونوں

برچھی آ کر کوئی پہلو میں لگا جاتا ہے ۵ مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آجاتا ہے
بڑھتے ہیں زخمِ بدن، زور گھٹا جاتا ہے بند آنکھیں ہیں، سرِ پاک جھکا جاتا ہے

گردِ زہراؑ و علیؑ، گریہ کناں پھرتے ہیں
غُل ہے گھوڑے سے امامِ دوجہاں گرتے ہیں

٦
گرتے ہیں قطرۂ خوں زخمِ جبیں سے پیہم — دستِ مجروح سے کھنچ سکتے نہیں تیرِ ستم
فکر ہے بخششِ امت کی، کچھ اپنا نہیں غم — کرتے ہیں شکرِ خدا، خشک زباں سے ہر دم

ہے عبا تیروں سے غربال، قبا گلگوں ہے
ہونٹھ یاقوت سے زخمی ہیں، دہن پُرخوں ہے

٧
زین سے ہوتا ہے جدا، دوشِ محمدؐ کا مکیں — چمنِ فاطمہؑ کا سرو ہے، مائل بہ زمیں
برچھیاں گرد ہیں اور بیچ میں ہیں سرورِ دیں — ہے یہ نزدیک گرے مہرِ نبوت کا نگیں

پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں
یا علیؑ کہتی ہے زینبؑ تو سنبھل جاتے ہیں

٨
لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تنِ اطہر ہے — ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے
سینکڑوں خنجرِ فولاد ہیں، اور اِک سر ہے — نہ کوئی یار، نہ ہمدم، نہ کوئی یاور ہے

باگ گھوڑے کی لٹکتی ہے، اُٹھا سکتے نہیں
سامنے اہلِ حرم روتے ہیں، جا سکتے نہیں

٩
کوئی سیّد کا نہیں آہ، بچانے والا — حربے لاکھوں ہیں، اور اِک زخم اُٹھانے والا
پیاس میں کوئی نہیں، پانی پلانے والا — سنبھلے کس طرح بھلا، برچھیاں کھانے والا

چرخ سے آگ برستی ہے زمیں جلتی ہے
مارے گرمی کے زباں خشک ہے، لوں چلتی ہے

١٠
کہیں دم لینے کو سایہ نہیں، ہے وقتِ زوال — اینٹھی جاتی ہے زباں، پیاس کی شدت ہے کمال
کبھی زینبؑ کا ہے غم، گاہ سکینہؑ کا خیال — دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت ہوئے جاتے ہیں نڈھال

مثلِ خورشید، بدن ضعف سے تھراتا ہے
نیّرِ برجِ امامت پہ زوال آتا ہے

١١
کہتے ہیں ظالموں سے، خشک زباں دکھلا کر — بہرِ حق پانی کا، اِک جام پلا دو لا کر
اہلِ کیں کہتے ہیں یہ تیغِ ستم چمکا کر — آبِ شمشیر پیو، برچھیوں کے پھل کھا کر

یہ سخن سُن کے بھی، غصہ نہیں فرماتے ہیں
یاس سے سوئے فلک دیکھ کے رہ جاتے ہیں

عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کہ اے ربِّ غفورا ۱۲ تو ہے عالم کہ نہیں کچھ ترے بندے کا قصور
کرتے ہیں یہ مجھے بے جرم وخطا، تیغوں سے چور ہاتھ اُمّت پہ اٹھانا نہیں مجھ کو، منظور
جانتے ہیں کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں
پانی دیتے نہیں، دو روز کا پیاسا ہوں میں

تو نے بچپن سے مرے ناز اٹھائے یارب ۱۳ وہ عنایت کیا جو تجھ سے کیا میں نے طلب
تیرا محبوب بنا عید کو میرا مرکب روزہ رکھا تو چھپا مہر نمایاں ہوئی شب
بھوک میں خلد کا کھانا مجھے امداد کیا
بھیج کر ہرنی کا بچہ مرا دل شاد کیا

اب اگر ہے یہ تری مصلحت اے ربِّ قدیر ۱۴ ہو رواں حلق پہ، اس پیاسے کے آبِ شمشیر
میرے مولا بہ سروچشم ہے حاضر شبیرؑ حکمِ حاکم میں یہ طاقت ہے کروں میں تاخیر
جلد گردن پہ رواں، خنجرِ براں ہووے
اے خوشا وہ، جو تری راہ میں قرباں ہووے

غم نہیں کچھ مجھے گو بیکس و بے یار ہوں میں ۱۵ زیرِ شمشیر، گلا رکھنے کو تیار ہوں میں
تو مددگار ہے، مختار ہے، لاچار ہوں میں وقتِ مشکل ہے، عنایت کا طلبگار ہوں میں
تیرے سجدے میں یہ سر تن سے جدا ہو جاوے
عہدِ طفلی کا جو وعدہ ہے، وفا ہو جاوے

سختیاں مرگ کی کر اپنے کرم سے آساں ۱۶ لب بہ تکبیر ہو، جب حلق پہ خنجر ہو رواں
دل میں ہو یاد تری، بند ہو جس وقت زباں دم بھروں تیرا ہی تن سے جو نکلنے لگے جاں
بعدِ چہلم جو مجھے قبر میسر ہووے
زخمی تن پر نہ فشار، اے مرے داور ہووے

رحم کر رحم کہ شرمندہ ہوں اے یارِ خدا ۱۷ بندگی کا ترے جو حق تھا، ادا ہو نہ سکا
خوفِ محشر سے، بدن کانپتا ہے، سر تا پا ہو گی اعمال کی پرسش تو، کہوں گا میں کیا؟
کوئی تحفہ ترے لائق نہیں پاتا ہے حسینؑ
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسینؑ

۱۸ تقویت دل کو کرم سے ہے ترے یا رحماں — نہیں مایوس کہ رحمت ہے تری بے پایاں
مشکلیں بندوں کی کر دیتا ہے دم میں آساں — شکر الطاف و عنایات میں، قاصر ہے زباں

عاصیوں سے بھی محبت نہیں کم کرتا ہے
جرم وہ کرتے ہیں، تو لطف و کرم کرتا ہے

۱۹ میں تری راہ میں مظلومی سے، ہوتا ہوں فدا — تو ہے آگاہ کہ دو دن کا ہوں بھوکا پیاسا
چاہتا ہوں میں یہی، اپنی شہادت کا صلہ — مغفرت اُمّت عاصی کی ہو، اے بارِ خدا

ہے گوارا مجھے جو کچھ کہ اذیت ہووے
اُن کو دنیا میں بھی، عقبیٰ میں بھی، راحت ہووے

۲۰ عرض کرتے تھے یہ خالق سے شہ بندہ نواز — یک بیک عالم بالا سے یہ آئی آواز
اے مرے شیر کے فرزند، نبیؐ کے دمساز — تجھ سے ہم خوش ہیں، پذیرا ہے ترا عجز و نیاز

مرد ہے عاشقِ کامل ہے، وفادار ہے تو
جو کہا وہ ہی کیا صادق الاقرار ہے تو

۲۱ تو بھی مقبول ہے اور تیری عبادت بھی قبول — یہ اطاعت بھی ہے مقبول، یہ طاعت بھی قبول
عاجزی بھی تری مقبول، شہادت بھی قبول — تیری خاطر سے ہمیں، بخششِ اُمّت بھی قبول

ہم نے "خیلِ شہدا" کا تجھے سردار کیا
امّتِ احمدِ مختار کا مختار کیا

۲۲ دوست داروں کا ترے گلشنِ جنّت ہے مقام — تا ابد سایۂ طوبیٰ میں کریں گے آرام
ہوں گے محشور ترے ساتھ عزادار تمام — تجھ کو جو روئیں گے، آتشِ ان پہ ہے دوزخ کی حرام

غم نہ کھا! اہلِ جہاں تیرے محب سارے ہیں
تو ہے پیارا، ترے پیارے بھی ہمیں پیارے ہیں

۲۳ ہوں گے ہر رنج سے، محفوظ ترے تعزیہ دار — سختیِ مرگ نہ ان کو ہے، نہ ایذائے فشار
دمِ مردن نظر آوے گا، علیؑ کا دیدار — قبر سے گلشنِ فردوس کی دیکھیں گے بہار

دارِ دنیا ہی میں ہیں جو سوا نہیں ایذا ہے
آنکھیں جب بند ہوئیں پھر، درِ جنت وا ہے

تجھ سا عابد نہ ہوا ہے نہ کوئی ہووے گا ۲۴ تیر کھا کھا کے کسی نے بھی ہے یوں شکر کیا
طاعتِ خلق سے اک سجدہ ہے افضل تیرا عرشِ اعظم پہ، ملائک تری کرتے ہیں ثنا
سارا گھر میری محبت میں، فنا تو نے کیا
بندگی کا تھا جو کچھ حق، وہ ادا تو نے کیا

حشر تک روئے گا مظلومی پہ تیری عالم ۲۵ تیرا ماتم نہیں ہووے گا جہاں میں کبھی کم
روضۂ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے بہم
یہ زمیں عرش سے رتبے میں، سوا ہووے گی
خاک تربت کی، تری خاک شفا ہووے گی

یہ صدا سن کے ہوئے شاد شہ ہر دو سرا ۲۶ آ گئی از سرِ نو جسم میں طاقت گویا
جھک کے سجدے کی طرف عجز سے رو کر یہ کہا میرے مولا میں تری بندہ نوازی کے فدا
کیوں نہ ممتاز ہو وہ تو جسے رتبہ بخشے
اس کفِ خاک کو کیا رتبۂ اعلیٰ بخشے

ابھی مولا نے سرِ عجز اٹھایا نہ تھا آہ ۲۷ نیزہ اک چھاتی پہ مارا، جو کسی نے ناگاہ
غش میں گرنے لگے گھوڑے سے امامِ ذی جاہ آئی خاتونِ قیامت کی صدا بسم اللہ
تھامنے آئے علیؑ خلد سے گھبرائے ہوئے
دوڑے محبوبِ خدا ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے

اک جفا کیش نے پھر پہلو پہ نیزہ مارا ۲۸ چھد گیا توڑ کے چھاتی کو کلیجہ سارا
پشتِ تازی پہ، سنبھلنے کا نہ پایا یارا گر پڑا خاک پہ، وہ عرشِ خدا کا تارا
گرد آلود قبائے شہ پر نور ہوئی
ریت زخموں کے لیے مرہم کافور ہوئی

خاک و خوں میں جو تڑپتے تھے، شہنشاہِ زمن ۲۹ گل کے مانند کھلے جاتے تھے سب زخم بدن
طلبِ آب میں کھولے ہوئے تھے خشک دہن گرد کھینچے ہوئے تلواریں کھڑے تھے دشمن
غمِ ناموس بھی تھا، پیاس کی بھی شدت تھی
پھر سکینہؑ کو نہ دیکھ آئے، یہی حسرت تھی

کان میں آتی تھی زینبؑ کی صدائے جاں کاہ ۳۰ دل تڑپ جاتا تھا کرتے تھے عجب درد سے آہ
راہ روکے ہوئے خیمے کی، کھڑے تھے گمراہ نیم وا چشم سے کرتے تھے سوئے خیمہ نگاہ
تنِ زخمی پہ جو پیکانِ ستم گڑتے تھے
خاک سے اُٹھتے تھے اور کانپ کے گر پڑتے تھے

کہتا تھا فوج میں سب سے عمرؔ بداختر ۳۱ کھینچے کیوں تیغوں کو ہاتھوں میں کھڑے ہو ششدر
ریگِ تفتیدہ پہ ہے غش میں، علیؑ کا دلبر جاؤ کیا دیر ہے، کاٹو شہؑ مظلوم کا سر
تیغ سے فاطمہؑ زہراؑ کا گلا چاک کرو
جلد ہاں خاتمۂ پنجتن پاک کرو

ایسے مظلوم کا، سر کاٹنا کیا ہے دشوار ۳۲ جس کا کوئی بھی مددگار، نہ ہمدرد، نہ یار
عورتیں ہیں کئی خیمے میں غریب و ناچار مرچکے پہلے ہی جو خون کے تھے دعوے دار
خوں بہا بھی نہ کوئی مانگنے کو آوے گا
اک پسر ہے سو وہ بیمار ہے مرجاوے گا

کانپ کر کہتے تھے سب ہم سے نہ ہوگا یہ ستم ۳۳ ذبح فرزندِ محمدؐ کو نہیں کرنے کے ہم
ایسے مظلوم کی چھاتی پہ جو رکھے گا قدم پاؤں جل جائے گا، تھرائے گا عرشِ اعظم
پیٹتے قبر سے محبوبِ خدا آویں گے
بخدا فاطمہؑ کی آہ سے جل جاویں گے

کون بے کس کو بھلا ذبح کرے بے تقصیر ۳۴ پھیرتا ہے کوئی پیاسے کے گلے پر شمشیر؟
گو کہ بے کس ہے پہ آساں نہیں، قتلِ شبیرؑ حشر میں ہوئیں گے، محبوبِ خدا دامن گیر
تو سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی خوں خواہ نہیں
بنتِ احمدؐ نہیں، حیدرؑ نہیں، اللہ نہیں

تھا جو دمساز عمرؔ، ابنِ نمیرِ ظالم ۳۵ بڑھ کے تیغ اس نے سرِ شاہ پہ ماری اُس دم
تا جبیں ہوگیا، مجروح سرِ شاہِ امم تھام کر سر کو، پکارے یہ امامِ عالم
نہ میسر تجھے اس ہاتھ سے کھانا ہووے
تو تہی دست جہنم کو روانہ ہووے

۳۶

چاہا ظالم نے کہ پھر شہؑ پہ کرے تیغ کا وار — دیکھا انگشت بدنداں ہیں رسولؐ مختار
خشک اس وقت ہوئے دستِ ستمگر اک بار — ہاتھ سے تیغ گری، خوف سے بھاگا، خوں خوار
یاں سرِ پاک سے حضرت کے لہو جاری تھا
خم سوئے قبلہ تھے، بند آنکھیں تھیں، غش طاری تھا

۳۷

جب تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی سرور کو — غل ہوا یہ کہ غش آیا، خلفِ حیدر کو
فوج سے شمر بڑھا کھینچے ہوئے خنجر کو — سب سے کہتا تھا کہ اب کاٹو سرِ سرور کو
خلفِ احمدِؐ مختار کا قاتل ہوں میں
کام میرا ہے، اسی کام کے قابل ہوں میں

۳۸

مجھ کو حیدرؑ سے غرض ہے نہ محمدؐ سے ہے کام — رو دیں محبوبِ خدا ہووے خوشی حاکمِ شام
دولتِ فاطمہؑ لے جاؤں میں پاؤں انعام — روح حیدرؑ کی ہو بے چین، مجھے ہو آرام
منہ نہ میں دولتِ دنیا سے کبھی پھیروں گا [الف]
آج زہراؑ کے کلیجے پہ چھری پھیروں گا

۳۹

تیز کرتا ہوا خنجر کو گیا شہؑ کے قریں — آسماں ہل گیا تھرّا گئی مقتل کی زمیں
رو رو چلّانے لگی زینبؑ ناشادِ حزیں — غش میں بھی گھیرے ہیں، ہے ہے مرے بھائی کو لعیں
رحم زہراؑ کے پسر پر نہیں کھاتا کوئی
خاک سے بھی نہیں زخمی کو اٹھاتا کوئی

۴۰

کس سے فریاد کروں، جا کے میں دکھیا ہے ہے — نہ محمدؐ ہیں نہ حیدرؑ ہیں نہ زہراؑ ہے ہے
لاکھ دشمن ہیں، مرا بھائی ہے تنہا ہے ہے — تیغوں سے کٹتا ہے، زہراؑ کا کلیجا ہے ہے
سروِ گلزارِ رسالت کو قلم کرتے ہیں
ہائے سیّد پہ، مسافر پہ ستم کرتے ہیں

۴۱

گردِ زینبؑ کے تھا ناموسِ پیمبرؐ کا ہجوم — بانو روتی تھی، کھڑی پیٹتی تھی سر، کلثوم
کہتی تھی دیکھ کے میداں کو سکینہؑ معصوم — اے پھوپھی! نرغۂ اعداد میں ہیں شاہِ مظلوم
جاؤں گی اب میں ٹھہرنے کی نہیں، آپ کے پاس
شمر خنجر لیے جاتا ہے، مرے باپ کے پاس

۴۲

باپ کے پاس سے، جاکر اسے سرکاؤں گی — جوڑ کر ہاتھوں کو منت سے میں سمجھاؤں گی

اپنے بابا کی میں چھاتی سے لپٹ جاؤں گی — خیمے تک اُن کو سنبھالے ہوئے لے آؤں گی

بھوکے پیاسے، مرے بابا کو نہ مارے کوئی

ان کے بدلے، مرا سر تن سے اُتارے کوئی

۴۳

کتنا روکا اُسے بالوؤں نے پہ ہرگز نہ رُکی — چھوٹے سے ہاتھوں سے، سر پیٹتی میداں کو چلی

پیچھے سر کھولے ہوئے خیمے سے زینبؑ نکلی — پہونچی رن میں تو سکینہؑ یہ عمر و سے بولی

او لعین حیدرِ کرار کی پوتی ہوں میں

رحم کر! مجھ پہ کہ بن باپ کی ہوتی ہوں میں

۴۴

دیکھ غربت کو مری کر مرے بچپن پہ نظر — باپ مارا گیا میرا تو جیوں گی کیوں کر؟

سر پہ آوے گی یتیمی تو میں جاؤں گی کدھر؟ — میں تو ہوں باپ کی شیدا مرا عاشق ہے پدر

باپ بن ایک دم آرام نہ آوے گا مجھے

کون بھر رات کو چھاتی پہ سلاوے گا مجھے

۴۵

ہنسلیاں اپنی گلے سے تجھے دیتی ہوں اُتار — لے مرے کان کا دُر، پر مرے بابا کو نہ مار

ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں ترے آگے ناچار — منع کر دے کوئی بیکس کو نہ مارے تلوار

گھر میں جو کچھ زر و زیور ہے، وہ لا دوں گی میں

جان بابا کی بچے گی تو دعا دوں گی میں

۴۶

بھیڑ میں مجھ کو نظر آتے نہیں بابا جاں — اتنا کہہ دے کہ سرک جائیں یہ سب بے ایماں

گرد پھر پھر کے، میں ہوں اپنے پدر کے قرباں — جا کے دیکھوں گی، بدن پر ہیں لگے زخم کہاں

دمِ آخر تو بھلا کام میں آؤں اُن کے

اپنے کرتے سے لہو منہ کا چھڑاؤں اُن کے

۴۷

کتنا کہتی رہی وہ بنتِ شہِ عرشِ جناب — اس ستمگر نے دیا کچھ نہ سکینہؑ کو جواب

پیٹ کر سر کہا زینبؑ نے کہ اُو خانہ خراب — تجھ کو آتا نہیں کچھ روحِ پیمبرؐ سے حجاب

ظلم مت کر اسد اللہؑ کی جائی ہوں میں

ننگے سر پردے سے باہر نکل آئی ہوں میں

میری اماں کا ہے مشہور جہاں میں پردا ۴۸ بعدِ رحلت بھی جنازا نہ کسی نے دیکھا
اُس کی بیٹی ہوں، ترے ظلم سے، یہ وقت پڑا سر برہنہ ہوں، گریباں بھی ہے کرتے کا پھٹا
منہ کو اللہ و پیمبر سے چھپاتا ہے تُو
میں تو فریادی ہوں، اور آنکھ چراتا ہے تُو

مارا جاتا ہے ترے سامنے زہرؑا کا پسر ۴۹ دیکھتا ہے تُو یہ تلواریں ہیں پڑتی کس پر
تیر کس کو لگے غربال ہُوا کس کا جگر ذبح کرنے کو کسے کھینچے ہے ظالم خنجر
دلِ زہرؑا، جگرِ شیرِ خدا، کٹتا ہے
ظلم ہے تیرے، محمدؐ کا گلا کٹتا ہے

قتلِ مظلوم کو کیوں کرتا ہے، بے جرم و گناہ ۵۰ اب تلک میں نے بہت صبر کیا ہے واللہ
دل جلی ہوں میں ابھی سینے سے کھینچوں گر آہ تو بھی جل جائے، تری فوج بھی ہو خاک سیاہ
بددعا دوں میں تو نازل ابھی آفت ہووے
سر کے بالوں کو جو کھولوں تو قیامت ہووے

غش میں حضرت نے سنے جبکہ یہ زینبؑ کے سخن ۵۱ کھول کر دیدۂ پُرخون کو اُٹھائی گردن
دیکھا سر ننگے کھڑی روتی ہیں مقتل میں بہن بنتِ زہرؑا کو پکارے یہ شہنشاہِ زمن
کیا کیا تم نے کہ پردے سے کُھلے سر نکلیں
جیتے جی میرے سر پردے[16] سے باہر نکلیں

کس کو سمجھاتی ہو، کوئی نہ سنے گا فریاد ۵۲ باز آئے گا نہیں، قتل سے میرے جلاد
جتنا تم پیٹتی ہو، اور لعیں ہوتے ہیں شاد حشر کے روز خدا دیوے گا اس خون کی داد
شوق مرنے کا ہے، سر تن سے جدا ہونے دو
جاؤ گھر میں، مجھے امت پہ فدا ہونے دو

گود میں میری سکینہؑ کو اُٹھاؤ ہمشیر! ۵۳ کوئی اصغرؑ کی طرح، مار نہ بیٹھے اسے تیر
پھر یہ بیٹی کو پکارے ترے صدقے شبیرؑ تو بھی جا ساتھ پھوپھی جان کے اب اے دلگیر
وقتِ طاعت ہے ذرا یادِ خدا کر لیویں
ہم بھی اب آتے ہیں، سجدے کو ادا کر لیویں

کہہ کے یہ غش ہوئے پھر رَن میں شہنشاہِ اُمم ۵۴ شمرِ ظلم نے رکھا، سینۂ اقدس پہ قدم
جگرِ فاطمۂ زہراؑ پہ چلی تیغِ دو دم آگے زینبؑ کے ہوئے ذبح حسینؑ آہ ستم
پیٹ کر بنتِ شہنشاہِ زمن رونے لگی
باپ کو بیٹی، برادر کو بہن رونے لگی

فتح کا فوجِ مخالف میں بجا نقّارا ۵۵ غل ہُوا قتل ہوا شیرِ خدا کا پیارا
بس انیسؔ اب نہیں گویائی کا مجھ کو یارا غم سے خوں ہو گیا سینہ میں کلیجا سارا
کس سے اس درد و مصیبت کا بیاں ہوتا ہے
آنکھیں روتی ہیں قلم روتا ہے دل روتا ہے

۱۸

جب کہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں — دِن کو پیدا ہوئی ظلمت کی علامت رن میں
اور تڑپنے لگا وہ سرو سا قامت رن میں — صاف ظاہر ہوئے آثارِ قیامت رن میں
چرخ ہلتا تھا، زمیں خوف سے تھراتی تھی
نالۂ فاطمۂ زہرا کی صدا آتی تھی

۲
شور تھا فاطمہ کا راحتِ جاں قتل ہوا — ہائے پانی نہ ملا، تشنہ دہاں قتل ہوا
حق کے سجدے میں، امامِ دوجہاں قتل ہوا — قبلۂ دین، شرفِ کون و مکاں قتل ہوا
ظلمِ اعدا سے ہوا، یثرب و بطحا خالی
ہو گئی پنجتنِ پاک سے دنیا خالی

۳
تشنہ(الف) و بےکس و مظلوم و مسافر ہے ہے — بوند پانی کی نہ پائی دمِ آخر ہے ہے
تابعِ مرضیِ حق صابر و شاکر ہے ہے — روضۂ احمدِ مرسل کے مجاور ہے ہے
سر(ب) لیے جاتے ہیں نیزے کے چڑھانے کے لیے
کوئی(ج) آتا نہیں لاشہ بھی اٹھانے کے لیے

۴
بی بیاں ڈیوڑھی پہ چلاتی تھیں(د) کھولے ہوئے سر — ہائے فرزندِ علیؑ ہائے محمدؐ کے پسر
کہتی تھی پیٹ کے سر زینبؑ تفتیدہ جگر — سبطِ احمدؐ تری مظلومی کے صدقے خواہر
تم نے پردیس میں منھ بہنوں سے موڑا بھائی
آپ جنت میں(ذ) سدھارے ہمیں چھوڑا بھائی

۵
گھر میں زہراؑ کے تو ماتم تھا ستم گاروں میں عید — روزِ عاشور کو سمجھے تھے لعیں روزِ سعید
غُل تھا سجدے میں ہوا فاطمہؑ کا لال شہید — آلِ احمدؐ پہ ظفریاب ہوئی فوجِ یزید
قتل فرزند ہوا، غالبِ ہر غالب کا
کٹ گیا باغ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا

اپنے خیمے میں ادھر بیٹھا تھا کرسی پہ عمر ۶ کہ خبرداروں نے ناگاہ یہ دی آ کے خبر
لے مبارک ہو کہ مارا گیا زہراؑ کا پسر فاطمہؑ روتی رہی کاٹ لیا شمر نے سر
خیمے کی ڈیوڑھی پہ سیدانیاں چلّاتی تھیں
بیٹیاں فاطمہؑ کی رن میں چلی آتی تھیں [ہ]

کہہ کے یہ کرسیِ زرّیں سے اٹھا وہ بے دیں ۷ شکر ہے قتل ہوا بادشہِ عرش نشیں
آیا خوش ہوتا ہوا سامنے یوں شمر لعیں سر تھا اک ہاتھ میں، ایک ہاتھ میں تھا خنجرِ کیں
کہتا تھا سیدِ[و] لولاک کا گھر خاک ہوا
لے عمر! خاتمہ پنجتنِ پاک ہوا

تیرا اقبال تھا یاور کہ مہم[ز] ہو گئی سر ۸ اس کا یہ سر ہے جو تھا فاتحِ خیبر کا پسر
خنجرِ ظلم سے کاٹا ہے محمدؐ کا جگر آج گُل ہو گئی شمعِ لحدِ پیغمبر
نالۂ شیرِ الٰہی کی، صدا آیا کی
میرا خنجر نہ رُکا فاطمہؑ چلّایا کی

اس نے دیکھا جو سرِ پاک امامِ خوش خُو ۹ چاہتا تھا کہ ہنسے پر نکل آئے آنسو
بولا یہ شمر سے وہ آلِ پیمبرؐ کا عدو کس طرح قتل[ح] کیا مجھ سے مفصل کہہ تو
تیغ جب حلق پہ رکھی تھی، تو کیا کرتے تھے
اس نے رو کر کہا اُمّت کی دعا کرتے تھے

جب میں نزدیک گیا کھینچے ہوئے خنجرِ کیں ۱۰ قبلہ رُو بیٹھے تھے، بے ہوش شہِ عرش نشیں
ہاتھ تھے خاک پہ اور سجدۂ خالق[ط] پہ جبیں آستیں میں نے جو اُلٹی تو لرزتی تھی زمیں
عرش تھرّاتا تھا جب فاطمہؑ چلّاتی تھی
الاماں کی مرے خنجر سے صدا آتی تھی

زانو اس سینۂ بے کینہ[ی] پہ رکھنے لگا جب ۱۱ شور تھا چار طرف ہائے غضب ہائے غضب
تھامے ہاتھوں سے جگر کہتے تھے سلطانِ عربؐ میرا سینہ ہے یہ اس سینے کا لازم ہے ادب
تجھ کو اللہ نہ بخشے گا یہ کیا کرتا ہے
سرِ شبیرؑ کو خنجر سے جدا کرتا ہے

گردنِ سبطِ پیمبرؐ پہ جو رکھا خنجر ۱۲ شہِ بے کس نے عجب یاس سے کی مجھ پہ نظر
پھر گئی آنکھوں تلے گردشِ چشمِ حیدرؑ رو کے فرمایا کہ زینبؑ تو نہیں ڈیوڑھی پر

اوٹ کچھ کر لے کہ وہ جی سے گذر جائے گی
ذبح ہوتے مجھے دیکھے گی تو مر جائے گی

ذبح کے وقت کا احوال سناؤں تجھے کیا ۱۳ زینبؑ آ پہونچی تھی شبیرؑ تلک ننگے پا
سر برہنہ تھے نبیؐ، پیٹتے تھے شیرِ خدا رکھے دیتی تھی گلا، تیغ کے نیچے زہراؑ

جب علیؑ ہاتھ پکڑتے تھے تو ہٹ جاتی تھی
پھر تڑپ کر شہِ بے کس سے لپٹ جاتی تھی

ماں کے احوال پہ روتا تھا علیؑ کا جانی ۱۴ ہونٹھ سوکھے ہوئے تھے پیاس کی تھی طغیانی
مجھ سے منھ پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی سبطِ احمدؐ کی کوئی بات نہ میں نے مانی

زیرِ شمشیر گلوئے شہِ خوش خو دیکھا
آسماں ہل گئے جب چھاتی پہ زانو دیکھا

ضربِ اوّل میں شہِ دیں نے کہا بسم اللہ ۱۵ دوسری بار پکارے، مدد اے یا جدّاہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدائے جاں کاہ بخش دے حشر میں، یارب مرے شیعوں کے گناہ

پھر نہ کچھ حضرتِ شبیرؑ کی آواز آئی
جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

شمرِ ظالم سے خوشی ہو کے لگا کہنے عمر ۱۶ شکر ہے شکر کہ جلدی یہ مہم ہو گئی سر
حکم دے فوج کو کوئی ابھی نہ کھولے کمر جلد غارت کریں ابنِ اسد اللہ کا گھر

دن بہت کم ہے بس اب فکرِ زر و مال کریں
لٹ چکے خیمے تو پھر لاشوں کو پامال کریں

شمر چلّایا یہ سنتے ہی کہ اے لشکرِ شام ۱۷ غارتِ خیمہ کا ہے حکم، چلے فوج تمام
دیر کا وقت نہیں اب کہیں ہو جائے نہ شام جس کے جو ہاتھ لگے لوٹ لے اسباب تمام

پاس ناموسِ نبیؐ کے زر و زیور نہ رہے
ہاں سرِ زینبؑ و کلثومؑ پہ چادر نہ رہے

حکمِ لعین(لع) سے چلے خیموں پہ اعدا کے پرے ۱۸ شور تھا رحم نہ ہرگز کوئی رانڈوں پہ کرے
کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے(ر) کی نوکوں پہ دھرے نہ خدا سے نہ علیؑ سے نہ پیمبرؐ سے ڈرے
آلِ احمدؐ پہ عجب طرح کی آفت آئی
فوج کیا آئی کہ خیمے میں قیامت آئی

مضطرب(س) پھرتی تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۱۹ ماؤں کی گودیوں میں چھپتے تھے ڈر سے اطفال
خوف کے مارے سکینہؑ کا عجب تھا احوال ماں سے لپٹی ہوئی چلاتی تھی وہ نیک خصال
جاں بلب ہوں مرے بچپن پہ ترس کھائے کوئی
رن سے جلدی مرے بابا کو بلا لائے کوئی

ارے لوگو مرے بھیا علی اکبرؑ ہیں کہاں؟ ۲۰ کس(ش) سے پوچھوں میں پھوپھی جان کے دلبر ہیں کہاں؟
لوٹی جاتی ہے دلہن قاسمِ بے پر(ت) ہیں کہاں؟ اُن کے قرباں میں عباسؑ دلاور ہیں کہاں؟
ظلم تو لشکرِ اعدا ہے دکھاتا مجھ کو
کوئی اس وقت بچانے نہیں آتا مجھ کو

یہ تلاطم تھا کہ خیمے میں دھنسے غارت گر ۲۱ اور لٹنے لگا ناموسِ نبیؐ کا زیور
دخترِ فاطمہؑ کے سر پہ نہ چھوڑی چادر شور تھا جلد بتاؤ کہ خزانہ ہے کدھر؟
گاڑ(ش) رکھی ہے کہاں سبطِ نبیؐ کی دولت
کیا ہوئی احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کی دولت

بیبیاں کہتی تھیں بکھرائے ہوئے چہروں پہ بال ۲۲ گھر سخی کا ہے یہ بے جا ہے یہاں زر کا خیال
کرتا تھا فاقے پہ فاقے، اسد اللہ کا لال نہ دفینہ ہے نہ دولت ہے نہ زیور ہے نہ مال
اب حسینؑ ابنِ علیؑ سے ہے زمانہ خالی
ہوگیا آج محمدؐ کا خزانہ خالی

غش میں بستر پہ جو سجادؑ پڑے تھے تنہا ۲۳ ننگے(خ) سر دوڑی گئی بالی سکینہؑ اس جا
ننھے سے ہاتھوں سے بازو کو ہلا کر یہ کہا پھوپھی اماں کی ردا چھن گئی اٹھو بھیا
شمر(ذ) نے بانوئے آوارہ وطن کو لوٹا
ستم ایجادوں نے اک شب کی دلھن کو لوٹا

اٹھو صدقے گئی دیکھو کہ یہ کیسا ہے ستم ۲۴ برچھیاں تانے ہوئے گھر میں کھڑے ہیں اظلم
چونکے[م] کہ غش سے پکارے یہ امامِ عالم ہائے شاید سرِ شبیرؑ ہوا تن سے قلم
رہ گئے ہم اسداللہ کا پیارا نہ رہا
ہے[ظ] غضب خلق میں سرتاج ہمارا نہ رہا

ہاتھ[ر] چہرے پہ دھرے کہتی تھی یہ زینبؑ زار ۲۵ کوئی دنیا میں نہیں ہووے گی مجھ سی نادار
لٹ گئی آن کے اس بن میں علیؑ کی سرکار اب تو محتاج ہوں چادر کو بھی میں سینہ فگار
شکر کرتی ہوں کہ اللہ نے احسان کیے
پاس دو لال تھے وہ بھائی پہ قربان کیے

کہتے تھے یہ کہ لعینوں کا ہوا گرد ہجوم ۲۶ قتل اس کو بھی کرو تھی یہی جلادوں[الف-۱] میں دھوم
برچھیاں تان کے سب بولے کہ اٹھ او مغموم باپ مارا گیا شاید نہیں تجھ کو معلوم
باندھ[ب-۱] مضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پہنانے کے لیے

آ گیا غیظ میں یہ سن کے علیؑ کا دلدار ۲۷ کانپتے ہاتھوں سے بستر سے اٹھائی تلوار
شمرِ اظلم سے یہ فرمایا کہ او ناہنجار سب تیری فوج کو کافی ہوں میں، گو ہوں بیمار
او لعیں، صاحبِ شمشیر کا پوتا ہوں میں
قید ہونے کا نہیں شیر کا پوتا ہوں میں

اس کا بیٹا ہوں میں دو لاکھ سے کی جس نے جدال ۲۸ قید کر لیوے مجھے کیا ترے لشکر کی مجال
پاٹ دوں نعشوں سے اک دم میں یہ میدانِ[ج-۱] قتال غضب آ جاتا ہے جس دم ہمیں آتا ہے جلال
ہم وہ ہیں جن سے رسولوں نے مدد چاہی ہے
دستِ بیمار میں بھی زورِ یداللہی ہے

بیچ میں آ گئیں سب بیبیاں کھولے ہوئے سر ۲۹ بانو چلائی کہ ہے ہے مرے بیمار پسر
کہا زینبؑ نے پھوپھی صدقے ہوا اے نورِ نظر کچھ تمہیں یاد ہے کیا کہہ گئے تھے تم سے پدر
جنگ کا قصد نہ اے سیدِ سجاد کرو
شہ[د-۱] بے کس کی وصیت کو ذرا یاد کرو

لے کے بھائی کی بلائیں یہ پکاری کبریٰ ۲۰ وقتِ رخصت تمھیں کچھ لکھ کے ہے بابا نے دیا؟
خط وصیّت کا ہے تم اس کو تو پڑھ لو بھیّا — لے کے اس نامے کو سجاد نے آنکھوں پہ رکھا
بولے دیکھوں خطِ شپّیر میں کیا لکھا ہے؟
اور بیمار کی تقدیر میں کیا لکھا ہے

خط جو کھولا تو یہ لکھا تھا پس از حمد و ثنا[ہ-۱] ۲۱ مرے عابدؔ تری مظلومی کے صدقے بابا
ہم تو اب جاتے ہیں اے[ز-۱] لال کٹانے کو گلا — سب کو سونپا تمھیں اور تم کو خدا کو سونپا
تابعِ مرضیِ حق اے[ح-۱] مرے عابد رہنا
باپ کی بےکسی و یاس کے شاہد رہنا

لوٹنے آئے مرے بعد جو فوجِ دشمن ۲۲ منھ سے نکلے نہ بجز شکرِ[ط-۱] خدا کوئی سخن
طوق لاویں تو خوشی ہو کے جھکانا گردن — کیجو اُمّت کی دعا باندھیں جو ہاتھوں میں رسن
گھر کے لٹنے کا نہ اے لال تاسّف کرنا
میری مسند بھی جلا دیں تو نہ تم اُف کرنا

رکھیو اُمّت پہ نبیؐ کی نظرِ لطف و کرم ۲۳ کھینچیو تیغ نہ جھنجلا کے، مرے سر کی قسم
ہم کو سب طرح کی قدرت تھی، پہ مارا نہیں دم — اے مری جان ڈگے راہِ رضا سے نہ قدم
مر کے بھی تم سے نہ غافل یہ پدر ہووے گا
شام تک ساتھ تمھارے مرا سر ہووے گا

پڑھ چکا باپ کی تحریر کو جب وہ بیمار ۲۴ اشک آنکھوں سے بہے، ہاتھ سے رکھ دی تلوار
دیکھ کر لشکرِ کفار کو یہ کی گفتار — طوق و زنجیر کو لے آؤ، نہیں اب انکار
ہاتھ باندھو یہ گرفتارِ بلا حاضر ہے
پاؤں سوجے ہوئے حاضر ہیں گلا حاضر ہے

سن کے بیمار کی تقریر بڑھے اہلِ جفا ۲۵ پھنس گیا طوق میں وہ چاند سا پُرنور گلا
ہوئی زنجیر کے نالوں سے قیامت برپا — جب بندھے ہاتھ تو فرمایا کہ یا عقدہ کشا
میں تو صابر ہوں، پہ حضرت یہ ستم دیکھتے ہیں
آئی آوازِ یداللہ کہ ہم دیکھتے ہیں

اتنے میں جلنے لگا خیمۂ سلطانِ اُمم ۲۶ بچے لے لے کے نکلنے لگے ڈیوڑھی سے حرم
دوڑا معصوم سکینہؑ کی طرف اِک اظلم دونوں کانوں سے گُہر چھین لیے وائے ستم
خوں میں کُرتے کو بھرا دیکھ کے تھراتی تھی
ہاتھ کانوں پہ دھرے باپ کو چلاتی تھی

گود میں لے کے اسے رونے لگی بانوئے زار ۲۷ غُل ہوا اہلِ حرم جلد ہوں اُونٹوں پہ سوار
اونٹ بٹھلائے تو چلائی یہ زینبؑ اِک بار کس طرف ہو علی اکبرؑ یہ پھوپھی تم پہ نثار
گرد اونٹوں کے قنات آ کے لگاؤ بیٹا
ہاتھ پکڑو مجھے محمل میں بٹھاؤ بیٹا

اونٹ آئے ہیں سواری کو یہ اے نورِ نظر ۲۸ نہ کجاوہ ہے نہ ہودج، نہ عماری، جن پر
دیر سے بھائی کو چلاتی ہوں میں خستہ جگر اپنی ماں جائی کی لیتے نہیں اس وقت خبر
سر پہ چادر نہیں ہے شان ہماری دیکھو
آج ناموسِ پیمبرؐ کی سواری دیکھو

یہ جو زینبؑ نے کہا رونے لگے خورد و کلاں ۲۹ اور اونٹوں کی بھی آنکھوں سے ہوئے اشک رواں
بس انیسؔ جگرِ افگار نہیں تابِ بیاں عرض کر حق سے بصد عجز کہ ربِّ دو جہاں
توبہ کرتا ہوں گناہوں سے پشیماں ہوں میں
عفو کر جرم کہ آلودۂ عصیاں ہوں میں

۱۹

جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی ۔۔ ۱ ۔۔ ڈوبی لہو میں شکل شۂ خوش صفات کی
چلائے خضرؑ اُٹھ گئی لذت حیات کی ۔۔ گویا نبیؐ نے آج جہاں سے وفات کی
زہراؑ نہیں نبیؐ و علیؑ و حسنؑ نہیں
پھر کیا رہا جہان میں جب پنجتن نہیں

جاری تھا جس سے فیض، وہ گھر ہو گیا تباہ ۔۔ ۲ ۔۔ شبیرؑ سا نہ ہوئے گا، اُمت کا خیر خواہ
حیواں کو ذبح کرتے ہیں، پانی پلا کے آہ ۔۔ مارا ستم کی فوج نے، پیاسے کو بے گناہ
ایذا ہے بعد ذبح تن پاش پاش کو
تربت میں گاڑتے نہیں سید کی لاش کو

تیغِ ستم سے کٹ گیا زہراؑ کا باغ سب ۔۔ ۳ ۔۔ پھولے پھلے چمن پہ خزاں آئی ہے غضب
افسوس باغیوں نے کیا ظلم بے سبب ۔۔ پانی سے تر ہوئے، نہ کسی گل بدن کے لب
ایک ایک سرو قد کا، گلا رن میں کٹ گیا
سب فاطمہؑ کا باغ اسی بن میں چھٹ گیا

دُنیا ہوئی تباہ، غضب آج ہو گیا ۔۔ ۴ ۔۔ بے سر تمام خلق کا سرتاج ہو گیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے، تاراج ہو گیا ۔۔ کنبہ رسولِ پاک کا، محتاج ہو گیا
کیا کیا گلِ ریاضِ محمدؐ خزاں ہوئے
تھی جن سے روشنی، وہ ستارے نہاں ہوئے

بے سر جو تھا زمیں پہ، یداللہ کا خلف ۔۔ ۵ ۔۔ برپا تھا شور ہائے حُسیناؑ کا ہر طرف
تھی کربلا میں، خاک بسر قدسیوں کی صف ۔۔ ہلتا تھا کعبہ، کانپتا تھا یثرب و نجف
زہراؑ برہنہ سر تھیں، علیؑ اشکبار تھے
خوابیدگانِ کنجِ لحد بے قرار تھے

پریاں پکارتی تھیں یہ کھولے سروں کے بال ۶ پیٹو ہوا ہے فخرِ سلیماں کا انتقال
فریاد ہے شہید ہوا شاہِ خوش خصال ہے ہے پسر بتول کا، ہے ہے علیؑ کا لال
ماتم کرو کہ سیدِ ذی جاہ مر گئے
اہلِ حرم تباہ ہوئے شاہ مر گئے

اہلِ حرم میں ہائے حسینا کی تھی پکار ۷ مائیں جو پیٹتی تھیں تو بچے تھے بے قرار
چلاتی تھی یہ زینبِ مغموم بار بار بھیا تمہارے لاشۂ بے سر کے میں نثار
کیوں کر ردا اُڑھاؤں تنِ چاک چاک پر
مسندِ نبیؐ کی چھوڑ کے سوتے ہو خاک پر

اک دن وہ تھا کہ سینۂ زہراؑ تھا خواب گاہ ۸ اک دن یہ ہے کہ لاش پہ سایہ نہیں ہے آہ
جس لب کے بوسے لیتے تھے پیغمبرِ الٰہ زخمی وہ تیر سے ہوئے بے جرم و بے گناہ
کیوں کر بہن کے دل میں نہ غم کا وفور ہو
جب جسمِ پاک آپ کا، تیغوں سے چور ہو

یہ شور تھا کہ آئے ستمگر سوئے خیام ۹ چلایا شمر پھونک دو ہاں خیمۂ امام
فضہ نے دی صدا کہ ادب کا ہے یہ مقام یاں بیٹیاں علیؑ کی ہیں اے ساکنانِ شام
جل جاؤ گے جو اہلِ حرم پر نگاہ کی
ڈیوڑھی یہ ہے امامِ فلک بارگاہ کی

اے ناریو! یہ حیدرِ صفدر کا ہے مکاں ۱۰ اس کا ادب کرو یہ پیمبرؐ کا ہے مکاں
پیچھے ہٹو نبیؐ کی یہ دختر کا ہے مکاں حق سے ڈرو، یہ شافعِ محشر کا ہے مکاں
یاں اذن جبرئیل کو جب تک ملا نہیں
پاسِ ادب سے وہ کبھی آگے بڑھا نہیں

رہتے تھے اس میں سیدِ سردارِ انس و جاں ۱۱ کعبے سے کم نہیں ہے بزرگی میں یہ مکاں
یاں کی زمیں سے پست ہے رتبے میں آسماں اس کا ہر ایک در ہے درِ خلد بے گماں
رفعت میں اوجِ عرشِ بریں سے دو چند ہے
کرسی سے، اس مکان کا رتبہ بلند ہے

۱۲

ظاہر ہے سب پہ حضرتِ خیرالنساء کا حال
فاقے پہ فاقے کر کے سدھاریں وہ خوشخصال
ہیں اُن کی بیٹیاں بھی غریب و شکستہ حال
اُس گھر کو لُوٹتے ہیں، جہاں ہو متاع و مال
سیدانیوں کے فقر ہے، آگاہ کیا نہیں
ثابت کسی کے سر پہ گزی کی ردا نہیں

۱۳

فضہ سے تب یہ کہنے لگا شمرِ بے حیا
ہے ہم کو بغض مال اگر کچھ نہ نکلے گا
تو یہ خیام آگ سے دیویں گے ہم جلا
اور سر سے چھین لیں گے ہر اک رانڈ کی ردا
دانستہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو ستائیں گے
مسند محمدِ عربی کی جلائیں گے

۱۴

اُن کو تو قتل کر چکے تھا جن کا ہم کو ڈر
لوٹیں گے اہلِ بیتِ محمدؐ کا مال و زر
اکبرؑ نہ اب ہیں اور نہ سلطان بحر و بر
عباسؑ بھی نہیں جو بچائیں گے آن کر
کانوں سے ننھے بچوں کے گوہر اُتاریں گے
کبرا جو پہنے ہوگی وہ زیور اُتاریں گے

۱۵

فضہ سے جب یہ شمرِ لعیں نے کیا کلام
درآنہ آئے فاطمہ کے گھر میں اہلِ شام
جس وقت صحن میں نظر آیا ہجوم عام
سر پیٹنے لگے حرم سیدِ انام
لٹتا تھا گھر جو بادشہِ مشرقین کا
غل تھا نبیؐ کی آل میں ہے ہے حسینؑ کا

۱۶

مسند لٹی، جو شاہِ فلک بارگاہ کی
ہاتھوں سے دل کو تھام کے، زینبؑ نے آہ کی
غل تھا کہاں چھپیں نہیں جا گہ پناہ کی
فریاد ہے دہائی ہے شیرِ الٰہ کی
آقا تمہارے اہلِ حرم لُوٹے جاتے ہیں
یا شیرِ حق بچاؤ کہ ہم لُوٹے جاتے ہیں

۱۷

شکلیں مہیب دیکھ کے بچے تھے بے قرار
کرتوں سے منہ چھپاتے تھے روتے تھے زار زار
چلاتی تھی یہ بانوئے مغموم بار بار
اکبر بچاؤ ہوتے ہیں بے پردہ پردہ دار
نامحرموں کو قہرِ الٰہی کا ڈر نہیں
ماں بہنیں لُوٹی جاتی ہیں تم کو خبر نہیں

منگوا دیا شیریں نے اسے مژدۂ دینار ۷۸ لالچ میں ہوا زر کی رضامند وہ غدار
اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیدِ ابرار سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار
حلقے میں حرم کے سرِ شیریں تو کھلا تھا
غل ہائے حسیناؑ کا تھا اور شورِ بکا تھا

شیریں کے گھر آئے مجھے اس حال سے لے کر ۷۹ چلاتی تھی بانو مرے سید مرے سرور
مہماں بہن آئی ہے، سر پر نہیں چادر پیٹی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر
غیرت سے ہوئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کرتا ہے، سکینہؑ کے بدن پر

شیریں نے چنے خوان طعام آن کے اک بار ۸۰ جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار
کھانے یہ کیے تھے، شہِ دیں کے لیے تیار رو رو کے یہ کی سیدِ سجادؑ سے گفتار
سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

پانی کے بھی شیریں نے کئی بھر کے رکھے جام ۸۱ یہ سن کے اٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام
یہ جوش تھا رقت کا کہ تھرّاتا تھا اندام جب دینے لگے فاتحۂ شاہِ خوش انجام
جس وقت لیا نام شہِ تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

میں جیتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمہاری ۸۲ رو کر کہا زینبؑ نے بہن ہو گئی واری
پانی نہ کسی نے دیا، مانگا کئی باری کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری
جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائی
اب پانی تو موجود ہے، اور تم نہیں بھائی

اک دودھ کا کوزہ رکھا، اک پانی کا ساغر ۸۳ روتی ہوئی اتنے میں اٹھی، بانوے بے پر
ان دونوں پہ دو فاتحہ اکبرؑ و اصغرؑ سجادؑ سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر
مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچے

آئی صدا، یہ شاہ کے لاشے سے اس گھڑی ۲۴ صدقے میں تیرے صبر کے اے میری لاڈلی
شاکی ہیں ان سے فاطمہؑ و حیدرؑ و نبیؐ تجھ پر ستم کیا نہیں، ایذا یہ مجھ کو دی
تجھ کو نہیں لعیں نے طمانچے لگائے ہیں
بیٹی یہ سب حسینؑ نے صدمے اٹھائے ہیں

اتنے میں ناریوں نے دیا، اور تازہ غم ۲۵ حضرت کے گھر میں آگ لگادی، بصد ستم
جلنے لگا جو خیمۂ شاہنشۂ اُمم بچوں کو لے کے گود میں، رونے لگے حرم
استادہ صحن میں ہوئے خیمے سے بھاگ کے
رخسار تمتما گئے شعلوں سے آگ کے

جب جل چکے خیامِ شۂ آسماں وقار ۲۶ اونٹوں پہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو کیا سوار
عابدؑ کے دستِ پاک میں، اونٹوں کی دی مہار گر پڑتے ہر قدم پہ، یہ تھا بیڑیوں کا بار
گورا گلا، وہ حلقۂ طوق و رسن میں تھا
مہتابِ آسمانِ شرافت گہن میں تھا

جب عصر تک سپاہِ خدا، رن میں لڑ چکی ۲۷ مطلع دوم یعنی بتولؑ پاک کی کھیتی، اُجڑ چکی
آرامِ اہلِ بیت کی صورت، بگڑ چکی پردیس میں حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ چکی
کنبہ نبیؐ کا موردِ بیداد ہوگیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے برباد ہوگیا

لکھتا ہے اس طرح سے ابو مخنفِ سعید ۲۸ جس وقت لٹ چکے حرمِ سرورِ شہید
وہ دن تھا ابنِ سعد کے نزدیک روزِ عید سب کے سروں کو سامنے منگوا کے وہ پلید
بولا سبھوں کو فتح دکھانا ضرور ہے
نیزوں پہ ان سروں کو چڑھانا ضرور ہے

بیٹھا منگا کے کرسیِ زریں وہ بد گہر ۲۹ لشکر کے سرکشوں کو لگا بانٹنے وہ سر
قاسمؑ کا سر کسی کو دیا، اس نے خوں میں تر بخشا کسی کو پھر سرِ عباسؑ نامور
اک بدنہاد کو علیؑ اکبر کا سر دیا
اور اک لعیں کے ہاتھ میں اصغر کا سر دیا

۲۱

۱ صبح سے جشن کا غُل شام کے بازار میں ہے — آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے
شور و فریاد و بکا، عترتِ اطہار میں ہے — صحبتِ عیش و طرب مجلسِ غدار میں ہے
نوبتیں بجتی ہیں، دشمن تو خوشی ہوتے ہیں
فاطمہؑ پیٹتی ہیں، شیرِ خدا روتے ہیں

۲ پاؤں بیڑی میں، گلا طوق میں، گردن میں رسن — آگے آگے تو ہیں سجّادؑ جھکائے گردن
چاک ہے غم میں گریبانِ قبا، تا دامن — مثلِ خورشیدِ فلک، شرم سے لرزاں ہے بدن
بیٹھ جاتے ہیں تو جھنجلا کے اٹھاتے ہیں لعیں
بُوڑیاں نیزوں کی، شانوں میں چھپاتے ہیں لعیں

۳ سخت ایذا میں ہے، فرزندِ شہِ کرب و بلا — پنڈلیاں سوجی ہیں، اور طوق سے چھلتا ہے گلا
دھجیاں پاؤں میں باندھے ہے، وہ نازوں کا پلا — خار تلووں میں ہیں، مقتل سے جو پیدل ہے چلا
اس کی مظلومی پہ، بیتاب حرم ہوتے ہیں
دیدۂ حلقۂ زنجیر لہو روتے ہیں

۴ چُپ ہیں تصویر سے گویا کہ کسی میں نہیں دَم — پیچھے بیمار کے ہے قافلۂ اہلِ حرم
تھرتھری جسم میں ہے اٹھ نہیں سکتے ہیں قدم — دخترِ فاطمہؑ زہراؑ کا عجب ہے عالم
رو کے فرماتی ہیں کس گوشے میں جائے زینبؑ
ہاتھ کھل جائیں تو منہ اپنا چھپائے زینبؑ

۵ مجھ کو دربار کی آفت سے بچاؤ داری — کبھی سجّادؑ سے کہتی ہیں بہ آہ و زاری
صبر فرماؤ جو مرضیِ جنابِ باری — کر کے زاری وہ یہ بیاں کرتا ہے وہ آزاری
کم نہ کچھ مرتبۂ آلِ عبا ہوئے گا
ناصبیوں کا اسی پردہ میں بھلا ہوئے گا

حیران ہو کے بولی وہ بی بی نکو سیر   ۳۶   رومال میں یہ لایا ہے، کیا چیز باندھ کر
ہے دُرِّ شبِ چراغ جو ایسا ہے جلوہ گر   جس کی ضیا سے ہو گیا، روشن تمام گھر
کیا سانحہ ہے جس سے مرا دل ملول ہے
اس نے کہا کہ، یہ سرِ سبطِ رسولؐ ہے

کوفے میں وقتِ صبح میں لے جاؤں گا یہ سر   ۳۷   ابنِ زیاد سے، مجھے لینا ہے مال و زر
قتلِ حسینؑ کی تو ہوئی ہے اُسے خبر   دیکھا نہیں مگر سرِ سلطانِ بحر و برّ
جب اُس کو خوں بھرا ہُوا یہ سر دکھاؤں گا
اُس کے صلے میں، خلعت و انعام پاؤں گا

چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولی وہ خوش خصال   ۳۸   ہے ہے یہ اس کا سر ہے جو ہے فاطمہؑ کا لال
لُوٹا یہ کس نے خانۂ محبوبِ ذوالجلال   دُنیا کے آفتاب، پہ یوں آ گیا زوال
وا حسرتا حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ گئی
ہے ہے بتولؑ پاک کی کھیتی اُجڑ گئی

لاتے ہیں آدمی تو غنیمت سے سیم و زر   ۳۹   لایا ہے گھر میں تو پسرِ فاطمہؑ کا سر
او ظالم و لعیںؔ و بد آئینؔ و بدگُہر   سر کو حسینؑ کے لیے پھرتا ہے دربدر
پیشِ خدا جو روزِ قیامت کو جائے گا
بتلا مجھے رسولؐ کو کیا منہ دکھائے گا

برباد دیں کیا طمعِ زر سے ہے غضب   ۴۰   تو کچھ ڈرا نہ روحِ پیمبرؐ سے ہے غضب
لایا ہے سر حسینؑ کا لشکر سے، ہے غضب   لٹکائے تھا یہ بے ادبی مرے، ہے غضب
جنّ و ملک تو روتے ہیں، اور تجھ کو غم نہیں
ظالم یہ سر حسینؑ کا قرآں سے کم نہیں

یہ کہہ کے سر کو پیٹتی دوڑی وہ سوگوار   ۴۱   چلّائی اے نبیؐ کے نواسے ترے نثار
اس مومنہ نے غیظ میں آ کر پھر ایک بار   مارا لعیں کو سنگ کہ سر ہو گیا فگار
پایا محل نہ گھر میں جو آرام و چین کا
بھاگا وہاں سے لے کے لعیں سر حسینؑ کا

لٹکا کے دستِ نحس میں سبطِ نبی کا سر ۴۲ بی بی جو خضرمیہ تھی، آیا وہ اُس کے گھر
تھی وہ بھی دل سے عاشقِ سلطانِ بحر و بر ظالم ڈرا کہ اس سے بھی پہونچے نہ کچھ ضرر
ناری نے کچھ نہ فرق کیا نار و نور میں
رکھّا سرِ حسینؑ چھپا کر، تنور میں

کچھ زہر مار کر کے تو سویا وہ کینہ جُو، ۴۳ اور تھی نمازِ شب کی زنِ مومنہ کی خُو،
جب بعد نصف شب کے اُٹھی وہ پے وضو اک روشنی سی گھر میں نظر آئی چار سو
بولی کہ تا بہ چرخ ہے نور اس مکان سے
اُترا ہے کیا زمیں پہ یہ چاند آسمان سے

ھی رات لیکن اس کو ہُوا دن کا اشتباہ ۴۴ بیساختہ کہا کہ زہے قدرتِ الٰہ
کیا نور، کیا فروغ ہے، کیا روشنی ہے، واہ رکھتا نہیں کبھی یہ ضیا، چودھویں کا ماہ
یہ نور طعنہ زن ہے، تجلّیِ طور پر
ہے بُرجِ آفتاب کا عالم تنور پر

حیران ہو کے دل سے یہ بولی وہ ذی شعور ۴۵ اُٹھتی ہوں روز پر کبھی دیکھا نہیں یہ نور
روشن بھی آج تو نہیں میں نے کیا تنور کھلتا نہیں یہ کچھ نہ کچھ اسرار ہے ضرور
پُر نور کیوں تنور سے سارا مکان ہے
کیسی یہ روشنی ہے کہ تا آسمان ہے

تھی سوچ میں کہ دیکھتی کیا ہے وہ خوش سیَر ۴۶ اک ہودج آسمان سے اُترا زمین پر
ہیں اُس میں چار بیبیاں، لیکن برہنہ سر اک بی بی بے قرار ہے، تھامے ہوئے جگر
آنسو رواں ہیں آنکھوں سے، اور لب پہ نالے ہیں
ہاتھوں سے تین بیبیاں اس کو سنبھالے ہیں

چلّاتی ہے کہ ہائے مرے نورِ عین ہائے ۴۷ اے گلعذارِ فاتحِ بدر و حنین ہائے
مرنے کے بعد بھی نہ ملا تجھ کو چین ہائے یہ تیرے سر پہ ظلم و ستم اے حسینؑ ہائے
واری میں بیٹھی ہوئی آئی ہوں دُور سے
صورت دکھاؤ ماں کو نکل کر تنور سے

ہودج سے سر برہنہ جو اُتری وہ حق شناس ۴۸ چہرہ تو آفتاب سا تھا، اور سیاہ لباس
بالوں پہ بن کی خاک پریشان و بے حواس تھامے جگر جھکی ہوئی آئی تنور پاس
دیکھا اُٹھا جو گرد سے رُخ نورِ عین کا
گودی میں لے لیا سرِ انور حسینؑ کا

ہونٹوں سے ہونٹ مل کے کیے اسطرح سے بین ۴۹ اے میرے لال اے مرے بیکس مرے حسینؑ
آنکھوں پہ ماں تو رکھتی تھی، اے میرے نورِ عین آیا تنور میں تمھیں، یاں کس طرح سے چین
فریاد ہے یہ اُمتِ احمدؐ نے کیا کیا
چھاتی پہ چڑھ کے تن سے ترا سر جدا کیا

واری تنور اور ترا سر، ہزار حیف ۵۰ یہ خاک اور زلفِ معنبر، ہزار حیف
پانی سے خشک لب نہ ہوئے تر، ہزار حیف سوکھے گلے پہ چل گیا خنجر، ہزار حیف
تم چھوٹ گئے بہن سے، بہن تم سے چھُٹ گئی
ہے ہے کمائی فاطمہؑ کی بن میں لُٹ گئی

کیسے وطن سے چھُٹ کے چلے آئے ماں نثار ۵۱ کیا دشمنوں کے ہاتھوں سے دکھ پائے، ماں نثار
فاقوں میں زخم تیغ و سناں کھائے، ماں نثار شکوے کا حرف لب پہ نہ تم لائے ماں نثار
پیاری بہن اسیر ہے، بلوائے عام میں
دولت مری لُٹا گئے اُمت کے کام میں

دیکھا پسر کے غم میں جو زہراؑ کو بے قرار ۵۲ یوں تینوں بیبیوں نے یہ کی عرض، بار بار
للہ صبر کیجیے، ہم آپ پر نثار تھرا رہا ہے عرش، ملائک ہیں اشکبار
آنکھوں کو شہ کے سر سے نہ مل مل کے رویئے
بس کربلا میں لاش پہ اب چل کے رویئے

رکھ کر تنور میں سرِ سردارِ انس و جاں ۵۳ ہودج پہ چڑھ کے واں سے سدھاریں وہ بیبیاں
آئی تنور پر، زنِ خولی، بصد فغاں دل کانپتا تھا سینے میں، اور اشک تھے رواں
رقت کا تھا یہ جوش کہ تھرا کے گر پڑی
دیکھا جو سر تنور میں، غش کھا کے گر پڑی

تھی غش میں وہ، کہ ہاتفِ غیبی نے دی صدا ۵۴ اے زن، بس، اپنے شوہرِ ملعون کے گھر سے جا
تو دوست ہے علیؑ کی، یہ ہے دشمنِ خدا کافر سے کام مومنۂ پاک کو ہے کیا
تو نیک اعتقاد ہے، وہ بدسرشت ہے
دوزخ مکاں ہے اُس کا، ترا گھر بہشت ہے

اس نے کیا سوال یہ ہاتف سے ایک بار ۵۵ یہ کون بیبیاں تھیں جو روتی تھیں زار زار
آئی صدا کہ مریم و حواؑ ہیں اشک بار اور تیسری خدیجۂ کبریٰ تھیں بے قرار
گھر میں ترے جو خلد سے تشریف لائی ہیں
یہ بیبیاں حسین کے پُرسے کو آئی ہیں

وہ بی بی جو کہ سب سے زیادہ تھیں دردناک ۵۶ سب خون سے بھرا ہُوا تھا جن کا روئے پاک
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں تھا چاک چاک کپڑے سیاہ جسم پہ تھے، اور سر پہ خاک
رو رو کے چومتی تھیں جو منہ نورِ عین کا
وہ فاطمہؑ تھیں، اور یہ سر ہے حسینؑ کا

چونکی صدا یہ سن کے جو غش سے وہ خوش سیَر ۵۷ تنّور سے نکال لیا شاہِ دیں کا سر
چھڑکی گلاب، اور رکھا جانماز پر ہے ہے حسینؑ کہہ کے وہ چلائی، تا سحر
ہنگامِ صبح غم کی چھری دل پہ چل گئی
جنگل میں پیٹتی ہوئی گھر سے نکل گئی

خاموش اے انیسؔ کہ دل آب آب ہے ۵۸ اس آتشِ الم سے کلیجا کباب ہے
یہ مرثیہ ہے یا غمِ شہ کی کتاب ہے رونے کی فصل، مجلسِ ماتم کا باب ہے
روئیں گے وہ جو عاشقِ نامِ حسینؑ ہیں
فقرے فقط ہیں درد کے اور غم کے بین ہیں

۳۰

۱
اے مومنو! کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ — دریائے وفا کے دُرِ شہوار تھے شبیرؑ
خوشنودیٔ خالق کے طلبگار تھے شبیرؑ — اقلیمِ صداقت کے جہاندار تھے شبیرؑ
چاہا جو خدا نے وہی چاہا شہِ دیں نے
کیا وعدۂ طفلی[2] کو نباہا شہِ دیں نے

۲
تھا قول کا صادق پسرِ مخبرِ[3] صادق — معشوقِ خدا وہ، تو یہ اللہ کا عاشق
کیوں خوش نہ ہو اس طرح کی مخلوق سے خالق — بچپن سے رہے حق کی ملاقات کے شائق
فرماتے تھے تن سر پہ امانت ہے خدا کی
یہ دَین، ادا ہو تو عنایت ہے خدا کی

۳
سر دینے کا اقرار کیا تھا جو خدا سے — آپ آئے کٹانے کو گلا، تیغِ جفا سے
سر نذرِ خدا کر دیا، تسلیم و رضا سے — پانی نہ کئی روز پیا، مر گئے پیاسے
وعدہ فقط اک سر کا تھا درگاہِ خدا میں
حضرت نے بہتّر دیے سر راہِ خدا میں

۴
محتاجوں کی دعوت تھی، یتیموں کی مدارات — تھا وعدہ وفائی کا خیال، آپ کو دن رات
کیا بات کے پورے تھے، شہنشاہ خوش اوقات — فرق اس میں نہ آیا، جو کبھی منہ سے کہی بات
اس طرح کے صادق کبھی دیکھے ہیں کسی نے
مر کر کیا وعدے کو وفا سبطِ نبیؐ نے

۵
شیریں[4] رقمانِ مصحفِ حُسنِ بلاغت — اس طرح رقم کرتے ہیں شیریں[5] کی روایت
زینت دِہِ بیت الشرفِ خاص تھے حضرت — اور سامنے تھی شیریں بھی حاضر پئے خدمت
بانو سے جو مانوس شہنشاہِ زمن تھے
کچھ پیار کی باتیں تھیں محبت کے سخن تھے

شیریں پہ جو حضرت کی نظر جا پڑی اک بار ۶ بانو سے یہ بولے بہ تبسم شہِ ابرار
خوش چشم ہے کس مرتبہ شیریں خوش اطوار اس طرح کی آنکھیں کبھی دیکھی نہیں زنہار
فرمائی جو یہ بات، شہنشاہِ اُمم نے
نیہوڑا لیا سر، دخترِ سلطانِ عجم نے

سوچی کہ یہ میلان، شہِ جن و بشر ہے ۷ کی آنکھوں کی تعریف، تو منظورِ نظر ہے
پھر دل سے کہا، عاشقِ صادق تو اگر ہے معشوق جو راضی ہو تو کیا اس میں ضرر ہے
فرزندِ نبیؐ ابنِ شہنشاہِ نجف ہے
شیریں کی کنیزی میں مجھے دیں تو شرف ہے

یہ کہتی ہوئی واں سے وہ اک حجرے میں آئی ۸ شیریں کو اشارے سے بلاتی ہوئی لائی
شانہ کیا، سُرمہ دیا[الف]، پوشاک پنہائی حیرت ہوئی شیریں کو، تو یہ بات سنائی
کھلتا نہیں کچھ مجھ پہ یہ اسرار میں صدقے
کیوں کرتی ہو لونڈی کو گنہگار میں صدقے

وہ بولی کہ میں نے تجھے بچپن سے ہے پالا ۹ آزاد کیا سب کو پہ تجھ کو نہ نکالا
اب تجھ پہ پڑی ہے، نظرِ سیدِ والا رتبہ ترا شہزادیوں سے اب ہے دوبالا
جو کچھ تری خدمت کروں، واللہ وہ کم ہے
لونڈی تری اب دخترِ سلطانِ عجم ہے

آراستہ جب ہو چکی شیریں وفادار ۱۰ بانو گئی واں بیٹھے تھے جس جا شہِ ابرار
کی عرض کہ لونڈی کا فدا، آپ پہ گھر بار کچھ کہنا ہے، اُٹھیے تو کروں حال، وہ اظہار
شہ سمجھے گلہ ہوگا، دل افسردہ ہے بانوؑ
تعریف پہ شیریں کی، کچھ آزردہ ہے بانوؑ

اُٹھ کر گیا زہراؑ کا پسر، بانو کے ہمراہ ۱۱ پردہ جو اُٹھا حجرے کا، کیا دیکھتے ہیں شاہ
ہے موتیوں میں شیریں، ستاروں میں ہو جوں ماہ فرمانے لگے بانوؑ سے ہنس کر شہِ ذی جاہ
جو بھی ہو تم، اس کا مجھے دھیان نہیں ہے
جب تم سی ہو بی بی تو کچھ ارمان نہیں ہے

بانوؑ نے کہا صدقے میں، اے سرورِ والا ۱۲ کچھ لونڈی کی آزردگی کا دھیان نہ کرنا
حاضر ہے یہ، میں نے بہ دل و جاں اسے بخشا فرمانے لگے تب، یہ شہِ یثرب و بطحا

تم نے تو دیا ہم کو، کہ صادق ہو وفا میں
ہم نے اُسے آزاد کیا، راہِ خدا میں

بانوؑ نے سُنی جب شہِ والا کی یہ گفتار ۱۳ خوش ہو کے پھری گرد محبت سے کئی بار
اور اُس کو دیا زیور و زر، درہم و دینار حضرت نے کہا اس کا سبب کیا، مری غمخوار

اوروں کو نہ اتنا، زر و زیور دیا تم نے
شیریں سے یہ الفت! کہ غنی کر دیا تم نے

بانوؑ نے کہا اُن سے ہو کیوں کر یہ برابر ۱۴ آزاد کیا تھا، انھیں میں نے، مرے سرور
ہر چند کہ سلطانِ عجم کی ہوں میں دُختر پر فاطمۂ زہرا کی کنیزوں سے ہوں کمتر

خود صدقے ہوں شیریں پہ اگر میں تو بجا ہے
فرزندِ نبیؐ نے اسے آزاد کیا ہے

شیریں کے یہ سُن کر ہوئے اشک آنکھوں سے جاری ۱۵ لیں ہاتھوں سے بانوؑ کی بلائیں کئی باری
سجّادؑ کو لے گود میں بولی کہ میں واری اب تم سے جُدا ہوتی ہے لونڈی یہ تمھاری

خط بھیج کے اپنا، مرا دل شاد کرو گے
اس پالنے والی کو، کبھی یاد کرو گے

صدقے گئی خدمت کو، مری بھول نہ جانا ۱۶ جب ہونے لگے بیاہ، تو لونڈی کو بُلانا
سہرا مجھے اس چاند سی صورت پہ دِکھانا اُس سمت سفر ہو تو مرے گھر میں بھی آنا

نزدیک جو آنے کی خبر پاؤں گی واری
چھاتی مری اُمڈے گی، میں آپ آؤں گی واری

پھر پاؤں پہ سر حضرتِ زینبؑ کے جھکایا ۱۷ شفقت سے گلے شاہ کی خواہر نے لگایا
جب آپ کو اُس نے قدمِ شہ پہ گرایا سب روتے تھے حضرت کو بھی رونا بہت آیا

مولا کے نہ قدموں سے جُدا ہوتی تھی شیریں
نعلین سے منہ مَلتی تھی، اور روتی تھی شیریں

کہتی تھی یہ جانا ہے، جہاں سے مرا جانا ۱۸ ان قدموں سے چھوٹی تو کہاں میرا ٹھکانا
فرماتے تھے شبیرؑ کہ یہ دھیان نہ لانا ہم آئیں گے، اک ایسا بھی ہووے گا زمانا
کہہ کر نہ کریں، اپنا یہ دستور نہیں ہے
نزدیک ہے تو دل سے تو کچھ دور نہیں ہے

لے لے کے بلائیں کہا شیریں نے کہ یا شاہ ۱۹ جیسا ہے قلق مجھ کو خدا اُس کا ہے آگاہ
اب عرض یہ لونڈی کی ہے، اے سرورِ ذی جاہ آپ آئیں تو، ناموس بھی ہوں، آپ کے ہمراہ
فرمایا نہ کڑھ، پورے سب ارماں ترے ہوں گے
ہم ساتھ حرم کو لیے مہماں ترے ہوں گے

یہ بات تو فرمائی پہ رونے لگے حضرت ۲۰ آخر مع اسباب کیا، شیریں کو رخصت
کچھ لوگ کیے ساتھ کہ پہونچے بہ حفاظت محمل میں وہ چڑھ کر گئی با عزت و حُرمت
تھا پاس کنیزوں کا یہ، جس شاہِ امم کو
ملعونوں نے بے پردہ کیا اُس کے حرم کو

اک کوہ پہ تھا قلعہ، کہ گھر اُس کا تھا، اُس جا ۲۱ واں پہونچی تو شیریں کے ہوا، حُسن کا چرچا
تھا ایک یہودی کہ وہ طالب ہوا اُس کا شیریں نے سُنا جب تو پیام اس کو یہ بھیجا
گر ہے مرے وصلت کی تمنا ترے جی میں
تُو کفر کو تو چھوڑ کے آ، دینِ نبیؐ میں

پڑھ کر کلمہ گو ہوا، وہ دل سے مسلماں ۲۲ عقد اُس سے ہوا ہاتھ لگی دولتِ ایماں
آباد یہودی کا ہوا، خانۂ ویراں وہ دونوں بہم رہنے لگے، خُرم و خنداں
شیریں کو محبت تھی زبس آلِ نبیؐ کی
تھی آٹھ پہر یاد حسینؑ ابنِ علیؑ کی

کہتی تھی کہ یارب مرا گھر شہ کو دکھانا ۲۳ وہ دن ہو کہ، ہو زینبؑ و کلثومؑ کا آنا
شبیرؑ ادھر کو کہیں جلدی ہوں روانا اس لونڈی پہ اب شاق ہے تشریف نہ لانا
آقا مرے کیا جانے کب آئیں گے ادھر کو
پھر بھی کبھی دیکھوں گی میں زہراؑ کے پسر کو

کہتی کبھی ہمسایوں سے بیٹھ کے باہم ۲۴ آویں گے مدینے سے یہاں سیّدِ اکرم
خاتونِ قیامت ہے، جو مخدومۂ عالم اب بیٹیوں سے اُن کی ملاویں گے تمہیں ہم
احمدؐ کی زیارت شۂ والا کی ملاقات
زینبؑ کی ملاقات ہے زہراؑ کی ملاقات

اے بیبیو! آتا ہے مرا صادق الاقرار ۲۵ آنے کو کہا ہے مرے گھر آئیں گے اِک بار
زہراؑ کے چمن سے یہ مکاں ہووے گا گلزار فرزند نبیؐ کا تمہیں دکھلائیں گے دیدار
آنکھیں قدمِ سبطِ پیمبرؐ پہ مَلیں گے
ہم دُور تلک لینے کو مولا کے چلیں گے

رہتا تھا یہی اس کو تردّد سحر و شام ۲۶ اندوختہ کرتی تھی ضیافت کا سرانجام
جو میوے تھے مرغوبِ امام ذوی الاکرام اُن میووں کو منگواتی تھی دے دے کے دو انعام
شوہر کوئی تحفہ جو اسے دیتا تھا لاکر
حضرت کے لیے رکھتی وہ کشتی میں لگاکر

تھا دھیان کہ آویں گے، سفر سے شۂ والا ۲۷ کورے گھڑوں میں پانی بھرا رکھتی تھی ٹھنڈا
دن ڈھلتا تو شوہر سے یہ کرتی تھی تقاضا شہ آتے نہ ہوں شہر کے ناکے پہ ذرا جا
آمد ہو اگر لشکرِ حضرت کی اِدھر سے
مَیں بھی چلوں شہزادیوں کے لینے کو گھر سے

یہ شہ کے ہے لشکر کا نشاں اور یہ آثار ۲۸ آگے علمِ سبز لیے ہوگا عَلَم دار
ہوویں گے، عزیز و رفقا گھوڑوں پہ اسوار اور بیچ میں ہوگا خلفِ حیدرِ کرّار
ملبوس رسولِ عربیؐ ہووے گا، بر میں
تیغِ اسد اللہ لگی ہوگی کمر میں

ناموس کی کچھ فاصلے سے ہوگی سواری ۲۹ آوے گی نظر حضرتِ زینبؑ کی عماری
ہودج میں سوار آئے گی، شہزادی ہماری اور محملوں میں ہوویں گی، سیدانیاں ساری
آگے یہ نقیبوں کا سخن، ہووے گا سب سے
خاموش چلے جاؤ تفاوت سے ادب سے

۳۰ واں کوفے کو، یثرب سے گئے شاہِ خوش اوقات — حضرت کا تصور تھا، اِدھر شیریں کو دن رات
سو فاطمہؑ کے لال کی، پوچھی بھی نہ کچھ بات — دستور ہے مہماں کی کرتے ہیں، مدارات
دسویں کو محرم کی لڑے شاہِ امم سے
سر کاٹ لیا پیاسے کا، شمشیرِ دو دم سے

۳۱ سیدانیاں قیدی ہوئیں، گھر لُٹ گیا سارا — جب قتل ہوا حضرت زہراؑ کا وہ پیارا
روئی وہ تو جھنجھلا کے طمانچہ اسے مارا — دُرِ گوشِ سکینہؑ سے، لعینوں نے اُتارا
یہ ظلم تھا ناموسِ شہِ جن و بشر پر
منھ ڈھانپنے کو تھی نہ رِدا، ایک کے سر پر

۳۲ شہزادیوں کو ناقۂ عُریاں پہ بٹھایا — گھر آگ سے خاتونِ قیامت کا جلایا
اور طوقِ گراں گردنِ عابد میں، پنھایا — سرِ سیدِ مظلوم کا نیزے پہ چڑھایا
دفن اپنے تو لاشے کیے رانڈوں کو دکھا کے
بے غسل و کفن رہ گئے لاشے شہدا کے

۳۳ سر پیٹ کے چلّانے لگی زینبؑ مضطر — جب لے چلے مقتل سے اسیروں کو کھلے سر
ہولے تنِ شبیرؑ سے رخصت تو یہ خواہر — اے ظالمو! ٹھہراؤ مرے اونٹ کو دم بھر
پاؤں گی نہ پھر لاشِ شہِ تشنہ دہن کو
رو لینے دو بھائی کے گلے مل کے بہن کو

۳۴ لوگو مجھے لاشہ علی اکبرؑ کا دکھا دو — بانوؑ نے کہا اونٹ کو میرے بھی بٹھا دو
اصغرؑ کو بھی لا کر مری چھاتی سے لگا دو — بچھڑے ہوئے فرزند کو مادر سے ملا دو
اُلفت نے پسر کی مجھے بے چین کیا ہے
بچے نے مرے دودھ نہیں کل سے پیا ہے

۳۵ منزل ہے کڑی، اونٹ نہ یاں ٹھہرے گا زنہار — زینبؑ سے یہ تب کہنے لگا، شمرِ ستمگار
بے بس ہے بہن، اے خلفِ حیدرِ کرّار — تب لاش کو بھائی کے پکاری وہ دل افگار
حضرت کی زیارت مجھے کرنے نہیں دیتے
اُشتر ترے، جفاکار، اُترنے نہیں دیتے

لاشِ شہِ مظلوم سے آواز یہ آئی ۳۶ بھینا تری مظلومی کے صدقے ہو یہ بھائی
تم کیا کرو لکھی ہے مقدر میں جُدائی جاؤ تمہیں دے قید سے اللہ رہائی
اب تم ہو بہن اور اسیری کی جفا ہے
ہم ہیں، یہ بیاباں ہے، اور یادِ خدا ہے

سُن کر یہ صدا کرنے لگیں بیبیاں فریاد ۳۷ نزدیک تھا، اشتر سے گرے زینبؑ ناشاد
نیزے کو دکھا، بولا یہ شمرِ ستم ایجاد اونٹوں کو بڑھا جلد، اب اے سیّدِ سجّاد
بن آیا نہ کچھ سیّدِ بے کس کے پسر کو
تسلیم بندھے ہاتھوں سے کی جھک کے پدر کو

اونٹوں کو چلا کھینچتا عالم کا نکوزادہ ۳۸ صدمے سے ہوئی شدّتِ تپ اور بھی زیادہ
اسوار تھے گھوڑوں پہ لعیں، اور وہ پیادہ جب ضعف سے کرتے تھے، ٹھہرنے کا ارادہ
شانوں پہ سنانوں کو، جھکاتے تھے ستمگر
بیمار کو کھینچے لیے جاتے تھے ستمگر

اونٹوں پہ نبیؐ زادیاں تھیں، گردنیں ڈالے ۳۹ اور پیاس سے بچے تھے، زبانوں کو نکالے
عابدؑ تھے بندھے ہاتھوں سے زنجیر سنبھالے دل میں بھی پھپھولے تھے، کفِ پا میں بھی چھالے
منزل پہ اُتر کر بھی، نہ سوتے تھے سحر تک
بابا کے لیے شام سے روتے تھے سحر تک

اعدا تو لگاتے تھے زمیں جھاڑ کے بستر ۴۰ اور خاک پہ گر رہتے تھے، ناموسِ پیمبرؐ
بھر بھر کے گھڑے رکھتے تھے پانی کے ستمگر یاں پھیرتے تھے پیاسے زبانوں کو لبوں پر
تیاری میں کھانے کی اِدھر اہلِ ستم تھے
فاقوں کے سبب قیدیوں کے ہونٹوں پہ دم تھے

جب طے اسی صورت سے ہوئیں منزلیں دو چار ۴۱ اِک جا پہ دوراہہ ہوا، رستے میں نمودار
اک راہ سوئے دشت تھی، اک جانب کہسار صحرا کو چلے لے کے، سرِ شاہ ستمگار
پہونچا جو دوراہے کے قریں رُک گیا نیزہ
جس سمت کو تھا کوہ، اُدھر جُھک گیا نیزہ

گھبرا کے لگے کہنے یہ عابدؑ سے ستمگار ۴۲ رُکنے کا سبب شاہ کے ظاہر کرو اسرار
فرمانے لگے رو کے یہ تب عابدِ بیمار ہے مخبرِ صادق کا پسر صادق الاقرار
اعجاز ہوا یہ جو سرِ سبطِ نبیؐ سے
اس راہ میں مہمانی کا وعدہ ہے کسی سے

یہ سُن کے اسی سمت چلے سب ستم آرا ۴۳ لشکر کا ہوا کوہ کے دامن میں اُتارا
شیریں سے کہا جا کے کسی نے یہ قضارا آیا مع لشکر، اسد اللہ کا پیارا
ناموس بھی ہمراہ ہیں اور بھیڑ بڑی ہے
جنگل میں کئی کوس تلک فوج پڑی ہے

اس مژدہ کو سنتے ہی خوشی ہوگئی شیریں ۴۴ بولی کہ ہوئی اب دلِ بے تاب کو تسکیں
صد شکر کہ خالق نے نہ رکھا مجھے غمگیں وعدہ جو کیا تھا، اسے بھولے نہ شہ دیں
اب چل کے قدم پر شہ والا کے گروں گی
دن میرے پھرے، گرد میں آقا کے پھروں گی

عوراتِ محلّہ کو بلا کر یہ سنایا ۴۵ دو تہنیت اے بیبیو! آقا مرا آیا
یہ روزِ مبارک، مجھے قسمت نے دکھایا اب عرش کے پائے سے ہے برتر مرا پایا
کونین میں ممتاز کیا شاہِ زمن نے
لونڈی کو سرافراز کیا شاہِ زمن نے

سب نے کہا خوش ہو کے ہمیں بھول نہ جانا ۴۶ ہم کو بھی بہن حضرتِ زینبؑ سے ملانا
شہزادی کا اپنی ہمیں دیدار دکھانا قسمت سے ہے، دا فاطمہؑ کے لال کا آنا
حضرت کی سواری کا حشم دیکھیں گے ہم بھی
سردارِ دو عالم کے قدم دیکھیں گے ہم بھی

عباسؑ علی کے قد و قامت کے ہیں مشتاق ۴۷ اور قاسمؑ مہرو کی بھی طلعت کے ہیں مشتاق
زینبؑ کے جگر بندوں کی صورت کے ہیں مشتاق ہم شکل پیمبرؐ کی زیارت کے ہیں مشتاق
گلرو ہے کوئی ان میں کوئی غنچہ دہن ہے
کہتے ہیں بڑے حُسن پہ زہراؑ کا چمن ہے

۴۸ تھی شیریں تو اس ذکر سے پھولی نہ سماتی — کُرسی کو کہیں، اور کہیں مسند کو بچھاتی
یہ کہہ کے کبھی صحن کے دروازے پہ جاتی — دیکھ آؤں سواری تو نہیں شاہ کی آتی
دعوت کا سرانجام تو تیار ہوا ہے
کیوں دیر لگی، فاطمہؑ کے لال کو کیا ہے؟

۴۹ مطبخ میں تفقد کبھی کرتی تھی یہ جا کر — کھانے کے رکھو، خوان قرینے سے لگا کر
شربت بھی بناؤ کہ مسافر پئیں آ کر — حجرے میں رکھیں نذر کی سب کشتیاں لا کر
کہتی تھی تصدق نہ اُتاروں گی میں پہلے
شہزادیوں پر آپ کو واروں گی میں پہلے

۵۰ دن ڈھل گیا اور جب نہ ہوئی آمدِ سرور — شوہر سے کہا، اب تو نہایت ہوں میں مضطر
جا دیکھ تو اُترا ہے کہاں، شاہ کا لشکر — کہیو قدمِ پاک کو آنکھوں سے لگا کر
شیریں کی یہ ہے عرض کہ اب آئیے مولا
لونڈی کو قریب آ کے نہ ترسائیے مولا

۵۱ مدت میں بر آئی ہے مرے دل کی تمنا — صدقے گئی نوش آج یہیں کیجے کھانا
آپ آئیں یہ ہر چند نہیں ہے مرا رتبا — عزت مگر اس لونڈی کی ہو جائے گی شاہا
روشن مرا گھر کیجے اگر فیض قدم سے
کچھ دُور نہیں آپ کے الطاف و کرم سے

۵۲ یہ سُن کے چلا شوہرِ شیریں طرفِ شاہ — پوشاکیں بدل، اہلِ محلہ ہوئے ہمراہ
فوج اُتری نظر آئی اسے دور سے ناگاہ — نزدیک جو پہونچا وہ شہِ دیں کا ہوا خواہ
لشکر میں عجب طرح کا عالم نظر آیا
شادی کہیں دیکھی، کہیں ماتم نظر آیا

۵۳ جس جا پہ تھا خیمہ عمرِ سعد کا برپا — واں جا کے یہ ڈیوڑھی کے نگہبانوں سے پوچھا
کب ہوگا برآمد پسرِ فاطمہؑ زہرا — فرماتے ہیں آرام، کہ بیدار ہیں مولا
گر اتنی خبر کر دو تو احسان بڑا ہے
اک تازہ غلام آپ کا مجرے کو کھڑا ہے

گریہ نہ ہو تو شہ کے رفیقوں سے ملادو ۵۴ عباسؑ علمدار کے خیمے کا پتہ دو
سجادؑ کو، اور عون و محمد کو، بلادو ہم شکل پیمبر کی مجھے شکل دکھادو

بتلاؤ قسم تم کو رسولِ عربی کی
ڈیوڑھی ہے کدھر خیمۂ ناموس نبیؐ کی

وہ بولے کہ اے شخص کدھر دھیان ہے تیرا ۵۵ اس حال کی تجھ کو نہیں شاید خبر اصلا
یہ شام کی ہے فوج، یہ خیمہ ہے عمر کا مدت ہوئی مارا گیا لختِ دلِ زہرؑا

اب گھر ہے کہاں، ہے سبطِ رسولِ عربیؐ کا
خیمہ تو جلا آئے حسینؑ ابنِ علیؑ کا

مارے گئے سادات، ہوئی فتح لڑائی ۵۶ تصویرِ نبیؐ صفحۂ ہستی سے مٹائی
عباسؑ نے اک بوند بھی پانی کی نہ پائی لوٹی گئی سب شیرِ الٰہی کی کمائی

کوئی نہ رہا فوجِ شہ جنّ و بشر میں
گھر فاطمہؑ کا صاف کیا، تین پہر میں

کر لائے ہیں ناموسِ محمدؐ کو گرفتار ۵۷ ہے قید میں حضرت کا پسر عابدؑ بیمار
دفن (ان) کو کیا، یاں کے جو مارے گئے سردار بے سر ہے پڑی دشت میں، لاشِ شہ ابرار

بند آنکھیں ہیں، لب خشک ہیں منھ خوں سے بھرے ہیں
وہ دیکھ لے سر نیزوں کی نوکوں پہ دھرے ہیں

سیدانیاں بیٹھی ہیں وہ چہروں پہ ملے خاک ۵۸ زینبؑ ہے وہی ماتمی پہنے ہوئے پوشاک
وہ بانوئے بیکس ہے گریباں کیے چاک بیٹھی ہے وہ کلثومؑ بہن شاہ کی غمناک

کبرا ہے وہ زانو پہ جھکائے ہوئے سر کو
وہ بالی سکینہؑ ہے جو روتی ہے پدر کو

یہ سنتے ہی سینے میں جگر پھٹ گیا اس کا ۵۹ تھرّانے لگا بید کے مانند سراپا
زے پٹکا عمامے کو، گریباں کو پھاڑا کہتا تھا یہ کیا ہو گیا، واحسرت و دردا

میں لینے کو آیا تھا، نہ پایا شہ دیں کو
تقدیر نے جیتا نہ دکھایا شہ دیں کو

شیریں جو تھی یاں منتظرِ سبطِ پیمبر ۹۰ رونے کا جو اک شور سنا ہو گئی ششدر
دیکھا کہ چلا آتا ہے، سر پیٹتا شوہر ڈیوڑھی سے سراسیمہ نکل آئی کھلے سر
چلّا کے کہا کس نے تمھیں لوٹ لیا ہے
جلدی ارے لوگو! کہو یہ ماجرا کیا ہے؟

سر پیٹ کے تب شوہرِ شیریں یہ پکارا ۹۱ بی بی ترے آقا کو ستمگاروں نے مارا
زہراؑ کا پسر خلق سے، جنت کو سدھارا سادات کا تو قافلہ لوٹا گیا سارا
بھیجا تھا جہاں تُو نے وہ لشکر ہے شقی کا
سر کاٹ کے لائے ہیں حسینؑ ابن علیؑ کا

تو منتظر اب کس کی ہے، کون آئے گا بی بی؟ ۹۲ عابدؑ ہے سو بیمار ہے، ماندیں ہیں سو قیدی
شیریں نے کہا پیٹ کے سر، کوٹ کے چھاتی ہے ہے مرے سیّدؑ، مرے آقا، مرے والی
لٹوا کے گھر اور تیغ سے کٹوا کے سر آئے
فرمایا تھا آؤں گا، سو یوں میرے گھر آئے

یہ کہہ کے چلی پیٹتی اور دیتی دُہائی ۹۳ رستے میں کہیں گر پڑی، ٹھوکر کہیں کھائی
یکبار خبر آنے کی شیریں کے جو پائی زینبؑ نے کہا ہائے سلامت نہیں بھائی
پُرسے کو وہ آئی ہے سو یاں گھر بھی نہیں ہے
منھ کاہے سے ہم ڈھانپیں کہ چادر بھی نہیں ہے

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ وہ آ پہونچی کھلے سر ۹۴ سب اٹھ کے لگے پیٹنے ناموسِ پیمبر
شیریں کا یہ تھا حال کہ گرتی تھی وہ مضطر بانوؑ کے قدم پر کبھی زینبؑ کے قدم پر
چلّاتی تھی، ہے ہے شہِ ذی جاہ کو مارا
کس جرم پہ اعدا نے مرے شاہ کو مارا

کیا فاطمہؑ کے لال سے ایسی ہوئی تقصیر ۹۵ کیوں حلقِ شہِ دیں پہ چلی ظلم کی شمشیر
فریاد ہے، بے پردہ ہوئے صاحبِ تطہیر ہے ہے مرا شہزادہ ہے، پہنے ہوئے زنجیر
گودی بھری اولاد سے خالی ہوئی ہے ہے
بی بی مری، بے وارث و والی ہوئی ہے ہے

یہ کہہ کے پچھاڑیں کبھی کھاتی تھی وہ مضطر ۶۶ ہاتھوں سے کھڑی ہو کے کبھی پیٹتی تھی سر
جس نیزہ پہ آلودۂ خوں تھا سرِ سرورؑ واں جاتی تھی، اور کہتی تھی یوں ہاتھ اٹھا کر
تھی میں تو قدم دیکھنے آئی مرے مولا
لونڈی کو یہ کیا شکل دکھائی مرے مولا

آفت تری اس خوں بھری تصویر کے واری ۶۷ میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے تمھاری
اس بَین سے شیریں نے جو کی گریہ و زاری نیزے پہ سرِ شاہ کے آنسو ہوئے جاری
پیدا یہ لبِ خشک سے حضرت کے صدا تھی
کیوں روتی ہے شیریں یہی مرضیِ خدا تھی

صد شکر کہ ہم تجھ سے ہوئے صادق الاقرار ۶۸ دعوت ہے ہماری، یہی اے مونس و غم خوار
فاقے سے کئی روز کے ہے عترتِ اطہار اور پیاس سے مرتی ہے سکینہؑ مری دلدار
دشمن کے بھی بچّوں پہ نہ یوں فاقہ کشی ہو
پانی اسے پلوا، کہ مری روح خوشی ہو

یہ تین برس کا تو سن اور تشنہ دہانی ۶۹ ہو جاتی ہے غش، مانگتے ہی مانگتے پانی
ہر بار گھڑکتے ہیں، اسے ظلم کے بانی کیا ضد ہے کہ بچّوں کے بھی ہیں دشمنِ جانی
کی جاتی نہیں بات بھی اس تشنہ دہن سے
ننھا سا گلا، شمر نے باندھا ہے رسن سے

زینبؑ کی خبر لے کہ ہے قیدی مری خواہر ۷۰ بنتِ اسدُ اللہ کے سر پر نہیں چادر
ہے خاک سے کبرا نے چھپایا رُخِ انور شہزادی تری آج ہے بلوے میں کھلے سر
احسان کا یہ وقت ہے عبرت کی یہ جا ہے
وہ قید(ز) ہے جس نے تجھے آزاد کیا ہے

سیدانیوں کو چادریں کچھ لا کے اُڑھا دے ۷۱ رانڈوں کی مدد کر کہ خدا تجھ کو جزا دے
راضی ہوں نبیؐ، صاحب تطہیر دُعا دے محشر میں تجھے حلّۂ فردوس خدا دے
بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں
محتاجِ کفن ہم ہیں، یہ محتاجِ ردا ہیں

سُن کر یہ سخن زینبؑ دلگیر پکاری ۲ ان باتوں کے صدقے میں اس آواز کے واری
یاد آئی مصیبت تمہیں اے عاشقِ باری شیریں سے سناں پر بھی سفارش ہے ہماری
تم تشنہ دہن ذبح ہوئے مجھ کو یہ غم ہے
اور آپ کو بھینا کی اسیری کا الم ہے

جلتی ہے بہن کس لیے کُڑھتے ہو برادر ۳ تن پر تو ہے سر، گو مرے سر پر نہیں چادر
گردن پہ تو بھینا کی پھرایا نہیں خنجر لاشہ تو مرا دھوپ میں جلتا نہیں دن بھر
غم کھاؤ نہ چادر جو نہیں پاتی ہوں بھائی
بالوں سے تو منہ ڈھانپ کے چلی جاتی ہوں بھائی

زینبؑ تو یہ کہتی تھی سرِ شاہ سے رو کر ۴ چلّاتی تھی شیریں کہ میں صدقے ترے سرور
ان آنکھوں کی تعریف کیا کرتے تھے اکثر کیوں ہو نہ گئے کور، مرے دیدۂ انور
ہوتیں نہیں سیر آپ کے دیدار سے آنکھیں
لاؤ تو ملوں چاند سے رخسار سے آنکھیں

اللہ رے اعجاز سرِ سیدِ ابرار ۵ اس خادمہ کے ہاتھوں پہ بس آ گیا اک بار
شیریں کے کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار ہاتھوں سے ضیائے یدِ بیضا تھی نمودار
سب دیکھ کے شہ کے رُخِ روشن کی تجلّی
کہتے تھے یہ ہے وادیٔ ایمن کی تجلّی

آنکھوں سے لگا کر کہا شیریں نے سرِ شاہ ۶ صدقے میں اس اعجاز کے، اے سرورِ ذی جاہ
پھر جا کے عمر سے کہا مت روک مری راہ گھر تک سرِ سرور مجھے لے جانے دے للہ
خدمت حرمِ شہ کی، مجھے مدِّ نظر ہے
لے مجھ سے زر و مال، اگر طالبِ زر ہے

لونڈی ہوں مَیں، آقا ہے مرا یہ شہِ عالم ۷ پیٹوں گی سر و سینہ بچھا کر صفِ ماتم
شب بھر مرے گھر میں رہیں سیدانیاں باہم پھر صبح کو لے جیو سرِ سیدِ اکرم
دن سخت بہت گردشِ ایّام سے گذرے
اک رات تو مظلوموں پہ آرام سے گذرے

لالچ میں ہوا زر کی رضامند وہ غدار ۷۸ منگوا دیا شیریں نے اسے صرّہ دینار
سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیّدِ ابرار
حلقے میں حرم کے سرِ شیریں تو کھلا تھا
غُل ہائے حسینا کا تھا اور شورِ بکا تھا

چلاتی تھی بانو مرے سیّد مرے سرور ۷۹ شیریں کے گھر آئے مجھے اس حال سے لے کر
پیٹی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر مہماں بہن آئی ہے سر پر نہیں چادر
غیرت سے موئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کرتا ہے سکینہ کے بدن پر

جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار ۸۰ شیریں نے چنے خوان طعام آن کے اک بار
رو رو کے یہ کی سیّدِ سجادؑ سے گفتار کھانے یہ کیے تھے شہ دیں کے لیے تیار
سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

یہ سن کے اُٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام ۸۱ پانی کے بھی شیریں نے کئی بھر کے رکھے جام
جب دینے لگے فاتحۂ شاہِ خوش انجام یہ جوش تھا رقت کا کہ تھراتا تھا اندام
جس وقت لیا نام شہ تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

رو کر کہا زینبؑ نے بہن ہو گئی واری ۸۲ میں جیتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمہاری
کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری پانی نہ کسی نے دیا مانگا کئی باری
جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائی
اب پانی تو موجود ہے اور تم نہیں بھائی

روتی ہوئی اتنے میں اٹھی بانوئے بے پر ۸۳ اک دودھ کا کوزہ رکھا اک پانی کا ساغر
سجادؑ سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر ان دونوں پہ دو فاتحہ اکبر و اصغر
مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچے

۸۴
سجاد نے جب فاتحہ سے پائی فراغت — تا دیر رہی شہ کے عزاداروں میں رقت
تب بیبیوں سے شیریں نے کی عرض بہ منت — فاقہ شکنی کیجے کہ رونے کی ہو طاقت
اس کھانے پہ ہے فاتحہ خواں روح نبی کی
یہ حاضری ہے، سبطِ رسولؐ عربی کی

۸۵
فاقہ شکنی کا جو اسیروں سے لیا نام — پیٹے بہ سر و سینہ کہ برپا ہوا کہرام
زینبؑ نے کہا کھانے کا ہے کون سا ہنگام — نے چین محمد کو نہ زہرؑا کو ہے آرام
کیا کھانے کو ہم کھائیں کہ دل غم سے بھرا ہے
لاشا تو ابھی بھائی کا جنگل میں پڑا ہے

۸۶
بھائی تو ہو بے گور و کفن، کھاؤں میں کھانا — بے دفن ہو فرزندِ حسنؑ، کھاؤں میں کھانا
بے سر علی اکبرؑ کا ہو تن، کھاؤں میں کھانا — پامال ہو زہرؑا کا چمن، کھاؤں میں کھانا
رونا مجھے دیکھے سے چلا آتا ہے لوگو!
لے جاؤ کہ کھانا مجھے یہ کھاتا ہے لوگو!

۸۷
ناچار ہو اک جام کو شیریں نے اٹھایا — پاس آن کے ہونٹوں سے سکینہؑ کے لگایا
بولی کہ پیو واری دم آنکھوں میں ہے آیا — منھ پھیر کے شیریں کو سکینہؑ نے سنایا
پیاسے مرے بابا موئے میں بھی نہ جیوں گی
عباسؑ چچا آئیں گے جب پانی پیوں گی

۸۸
جس دم یہ سکینہؑ نے کہا پڑ گیا کہرام — اور پیٹتے رونے میں ہوا صبح کا ہنگام
آئے سرِ شپیرؑ کو لینے سپہِ شام — رخصت ہوئے شیریں سے حرم بادلِ ناکام
تجھ پر ہے انیس اب یہ کرم ربِ غنی کا
شہروں میں ہے شہرہ تری شیریں سخنی کا

٢١

آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے ۱ صبح سے جشن کا غُل شام کے بازار میں ہے
صحبتِ عیش و طرب مجلسِ غدار میں ہے شور و فریاد و بکا، عترتِ اطہار میں ہے

نوبتیں بجتی ہیں، دشمن تو خوشی ہوتے ہیں
فاطمہؑ پیٹتی ہیں، شیرِ خدا روتے ہیں

آگے آگے تو ہیں سجّاد، جھکائے گردن ۲ پاؤں بیڑی میں، گلا طوق میں، گردن میں رسن
مثلِ خورشیدِ فلک، شرم سے لرزاں ہے بدن چاک ہے غم میں گریبانِ قبا، تادامن

بیٹھ جاتے ہیں تو جھنجلا کے اٹھاتے ہیں لعیں
بُوڑیاں نیزوں کی، شانوں میں چبھاتے ہیں لعیں

پنڈلیاں سوجی ہیں، اور طوق سے چھلتا ہے گلا ۳ سخت ایذا میں ہے، فرزندِ شہؑ کرب و بلا
خار تلووں میں ہیں، مقتل سے جو پیدل ہے چلا دھجّیاں پاؤں میں باندھے ہے، وہ نازوں کا پلا

اس کی مظلومی پہ، بیتاب حرم ہوتے ہیں
دیدۂ حلقۂ زنجیر لہو روتے ہیں

پیچھے بیمار کے ہے قافلۂ اہلِ حرم ۴ چُپ ہیں تصویر سے گویا کہ کسی میں نہیں دم
دخترِ فاطمہؑ زہرا کا عجب ہے عالم تھرتھری جسم میں ہے اُٹھ نہیں سکتے ہیں قدم

رو کے فرماتی ہیں کس گوشے میں جائے زینبؑ
ہاتھ کھل جائیں تو منھ اپنا چھپائے زینبؑ

کبھی سجّاد سے کہتی ہیں بہ آہ و زاری ۵ مجھ کو دربار کی آفت سے بچاؤ داری
کر کے زاری وہ یہ بیاں کرتا ہے وہ آزاری صبر فرماؤ جو مرضیِ جنابِ باری

کم نہ کچھ مرتبۂ آلِ عبا ہوئے گا
عاصیوں کا اسی پردہ میں بھلا ہوئے گا

گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک رسن ٦ جس طرح ہوتے ہیں گلدستے میں گلہائے چمن
رشتہ داران علیؑ سب ہیں گرفتار محن شرم کے مارے موئی جاتی ہے اک شب کی دلہن
دم بدم ساس بھی سر پیٹتی ہے ساتھ اُس کے
ابھی کنگنا نہ کھلا تھا کہ بندھے ہاتھ اُس کے

ہے اسی رسی میں ننھا سا سکینہؑ کا گلو ٧ دم گھٹا جاتا ہے آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
چاک کرتے کا گریباں ہے، پریشاں گیسو سوجے تو گال ہیں کانوں سے ٹپکتا ہے لہو
آہ ہر گام پہ سینے سے نکل جاتی ہے
جب گھُرکتے ہیں ستمگر تو دہل جاتی ہے

ماں سے کرتی ہے اشارہ وہ گرفتارِ ستم ٨ رسی کھلوا دو نہیں گھٹ کے نکل جائے گا دم
رو کے وہ کہتی ہے، مجبور ہوں میں کشتۂ غم ہائے بچی تری قسمت میں تھا یہ درد و الم
صدقے اماں یہ گرہ عقدہ کشا کھولے گا
بی بی اس عقدۂ مشکل کو خدا کھولے گا

ماں سے رو رو کے وہ نادان یہ کرتی ہے بیاں ٩ کس کا دربار ہے؟ اس حال سے جاتی ہو کہاں؟
یہ تو کہہ دو کہیں بابا بھی ملیں گے اماں کئی دن گذرے ہیں، وہ ہیں مری آنکھوں سے نہاں
بھول جائے گا یہ سب دکھ، جو انھیں پاؤں گی
دوڑ کر چاند سی چھاتی سے لپٹ جاؤں گی

کہیں دربار میں اماں وہ اگر مجھ کو ملے ١٠ دیکھنا کرتی ہوں کیسے شہِ والا سے گلے
وہ خبر لیویں نہ، گردن مری رسی سے چھلے اُس کو یوں بھولتے ہیں، باپ سے بچہ جو پلے
وجہ کیا کون سی تقصیر پہ منہ موڑا ہے؟
سیلیاں کھانے کو اعدا میں مجھے چھوڑا ہے

کان زخمی ہوئے اور لی نہ خبر، واہ رے پیار ١١ خوب بھولے مجھے بابا کی محبت کے نثار
دن میں چھاتی سے لگاتے تھے مجھے سو سو بار مجھ پہ یہ ظلم ہیں آیا انھیں کس طرح قرار
منہ دکھاتے نہیں، شفقت سے بلانا کیسا
خواب میں آئے نہ چھاتی پہ سلانا کیسا

روتے تھے سُن کے سکینہؑ کا بیاں سارے امیر ۱۲ ہر قدم پر تھا یہی شور کہ ہے ہے شبیرؑ
اس طرف ہوتی تھی آرائشِ دربارِ شریر تخت پر آپ تھا اور کرسیوں پر سارے امیر

اک طرف لُوٹ کا سب زیور و زر رکھا تھا
اور تلے فاطمہؑ کے لال کا سَر رکھا تھا

نذریں ہاتھوں پہ لیے آتے تھے سب درباری ۱۳ پڑھتے تھے تہنیتِ فتح کو باری باری
جمع دربار میں تھی، شہر کی خلقت ساری یاں تو تھا جشن کا غُل، اور ادھر تھی زاری

اُس طرف تو دَف و شہنے کی صدا آتی تھی
اور اس سمت سے ہے ہے کی صدا آتی تھی

دَم بدم تخت سے اُٹھ اُٹھ کے یہ کہتا تھا شریر ۱۴ قیدی کیوں جلد نہیں آتے ہیں کیا ہے تاخیر
بڑھ کے کرتے تھے خبر دار یہ اُس دم تقریر ضعف سے پاؤں کو تھم تھم کے اُٹھاتے ہیں اسیر

مارے دہشت کے ہوا ان کا گھٹا جاتا ہے
ہر قدم ایک ضعیفہ کو غش آجاتا ہے

بولا وہ کون سی عورت ہے وہ مجبوسِ ستم ۱۵ عرض کی اُس نے کہ ہمشیرِ شہنشاہِ اُمم
باپ جس کا ہے علیؑ پشت و پناہِ عالم جس کی ماں فاطمہؑ ہے فخرِ جنابِ مریمؑ

ہے جو سلطانِ عربؐ اس کی نواسی ہے وہ
کلمہ گو جس کے ہیں سب اس کی نواسی ہے وہ

ہے وہی حضرتِ جعفرؑ کی بہو سینہ فگار ۱۶ وہی زینبؑ ہے جو شبیرؑ کی تھی عاشقِ زار
لاشِ شہ پر وہی اُشتر سے گری تھی کئی بار بعد مرنے کے بھی ہے بھائی بہن میں وہی پیار

قافلہ یوں تو سبھی شام و سحر روتا ہے
پر وہ روتی ہے تو شبیرؑ کا سر روتا ہے

بولا وہ کیا ہے پھر اوروں کے نہ آنے کا سبب ۱۷ عرض کی، ایک ہی رسّی میں ہیں جکڑے ہوئے سب
خاک پہ گرتی ہے جب بنتِ شہنشاہِ عربؐ شور ہوتا ہے اسیروں میں کہ ہے ہے زینبؑ

ہوش میں آن کے بھائی کو وہ جب روتی ہے
دیر تک قیدیوں میں سینہ زنی ہوتی ہے

انھیں رانڈوں میں ہے اک دخترِ فرزندِ نبیؐ ۱۸ گوہرِ سینۂ دلبند، رسولِ عربی
آفتِ فاقہ کشی، بے پدری تشنہ لبی دم بہ دم لب پہ یہ ہے اَینَ اَبی اَینَ اَبی
چھاتیاں پھٹتی ہیں اس درد سے وہ روتی ہے
شمر جب آنکھ دکھاتا ہے تو چپ ہوتی ہے

ذکر یہ تھا کہ وہ قیدی سرِ دربار آئے ۱۹ سب پکارے کہ وہ حاکم کے گنہگار آئے
آگے روتے ہوئے سجادِؑ دل افگار آئے سر برہنہ حرمِ احمدِ مختار آئے
صاف خورشید سی شکلیں جو نظر آتی ہیں
آنکھیں سب ظالموں کی بند ہوئی جاتی ہیں

گو کہ اس روز تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۲۰ منھ چھپانے کو کسی پاس نہ تھا اک رومال
بیٹیوں کا اسد اللہ کی، اللہ رے جلال آنکھ اٹھا کر کوئی دیکھے یہ کسی کی تھی مجال
جلوۂ روشنیِ طُور نظر آتا تھا
کچھ نہ آنکھوں کو بجز نُور نظر آتا تھا

پردۂ چشم سے باہر نہ نکلتی تھی نظر ۲۱ ایک سے پوچھتا تھا ایک کہ قیدی ہیں کدھر؟
بیٹیاں فاطمہؑ زہراؑ کی جو تھیں ننگے سر دستِ حیدرؑ تھا تماشائیوں کی آنکھوں پر
تھا جو منظورِ خدا، آلِ عبا کا پردہ
فاطمہؑ روکتی تھی، اپنی ردا کا پردہ

کہا ظالم نے کہ ہاں قیدیوں کو لاؤ قریب ۲۲ حکم یہ سنتے ہی دوڑے گئے دو چار نقیب
شرم کے مارے ہوا بیبیوں کا حال عجیب اپنا سر پیٹ کے بانوؑ نے کہا وائے نصیب
کھینچ کر سب کو ستمگار جو لے جانے لگے
حضرتِ زینبؑ و کلثومؑ کو غش آنے لگے

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر ۲۳ دیکھ کر سیدِ سجادؑ کو بولا وہ شریر
سرکشی کر کے نہ سر بر ہوئے مجھ سے شبیرؑ شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر
بیٹھنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا
پنجتن اٹھ گئے اب زور تمھارا نہ رہا

ہاں کہو آج حمایت کو پیمبر ہیں کہاں؟ ۲۴ کیا ہوئے ابن علیؑ حیدرِ صفدر ہیں کہاں؟
قید میں ان کی بہو آئی ہے شبر ہیں کہاں؟ ننگے سر زینبِ دلگیر ہے سرور ہیں کہاں
ذبح خنجر سے ہوا جو وہ پدر کس کا ہے؟
اک ذرا غور سے دیکھو تو یہ سر کس کا ہے؟

کس کے ناموس لٹے کس کا ہوا گھر تاراج؟ ۲۵ کون بے سر ہوا اور کون ہوا صاحبِ تاج؟
ایک چادر کے لیے کس کی بہن ہے محتاج؟ کون کمزور ہے اور کون زبردست ہے آج؟
خلق میں کس کے لیے مرتبہ عالی ہے؟
کس کا اقبال ہے اور کس کی بداقبالی ہے؟

نہر پر بازوئے شبیرؑ کو مارا کس نے؟ ۲۶ جنگ میں اکبرِ دلگیر کو مارا کس نے؟
تیر سے اصغرِ بے شیر کو مارا کس نے؟ شاہ سے صاحبِ شمشیر کو مارا کس نے؟
فوج بے سر ہوئی سلطانِ حجازی نہ رہے
جن کی تلوار کا شہرہ تھا وہ غازی نہ رہے

سن کے یہ آگیا بنتِ شہِ مرداں کو جلال ۲۷ تھرتھرا کر کہا کیا بکتا ہے او بداقبال
صاحبِ عزت و توقیر محمدؐ کی ہے آل کبھی ہم لوگوں کی عزت پہ نہ آئے گا زوال
ہم کو بے قدر جو سمجھا تو خطا کرتا ہے
دیکھ مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے

ہاں بتا آیۂ تطہیر کسے آیا ہے؟ ۲۸ دوست اپنا کسے اللہ نے فرمایا ہے
ہَلْ اَتٰی کس لیے روح امیں لایا ہے کس نے معراج کا دنیا میں شرف پایا ہے؟
قرب ایسا کسے اللہ کی درگاہ میں ہے
فرقِ قوسین بتا کس میں اور اللہ میں ہے

زور اپنا کسے اللہ نے امداد کیا ۲۹ خانۂ کفر کو کس شیر نے برباد کیا؟
حق نے قرآں کے سورے میں کسے یاد کیا؟ کس کو اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ارشاد کیا؟
کس سے ہر جنگ میں عاجز صفِ کفار آئی؟
بدر میں کس کے لیے عرش سے تلوار آئی؟

آلِ احمدؐ کو حقارت سے نہ دیکھ او مقہور ۳۰ سب پہ روشن ہے کہ ہم لوگ ہیں اللہ کے نور
مار کر سبطِ پیمبرؐ کو، یہ نخوت، یہ غرور خیر ہم دور، نہ تو دور، نہ محشر ہے دور
حق کا دریائے غضب جوش میں جب آئے گا
باندھنا ہاتھ کا، سادات کے کھل جائے گا

فخر کیونکر نہ کرے تو کہ یہ ہے فخر کی جا ۳۱ تو نے اللہ کے محبوبؐ کا کاٹا ہے گلا
ہو گئے سرخ لہو میں حسنؑ سبز قبا فاطمہؑ ذبح ہوئی، شیرِ خدا قتل ہوا
آگ دی خیمہ کو اور زیور و زر لوٹ لیا
جس کے درباں تھے ملک، تو نے وہ گھر لوٹ لیا

ترے ناموس تو ہیں پردہ نشیں او ظالم ۳۲ بال بکھرائے کھڑے ہیں ترے دربار میں ہم
ہائے بے پردہ[ب] ہے بانوئے امامِ عالم ہے سکینہؑ پہ وہ ظلم اور یہ کبرا پہ ستم
ننگے سر قید میں اک رات کی بیاہی آئی
تجھ کو شادی ہوئی، اور ہم پہ تباہی آئی

کیے زینبؑ نے فصاحت سے یہ جس وقت کلام ۳۳ کانپے سینوں میں جگر، رونے لگے لوگ تمام
تخت کے نیچے دھرا تھا، جو سرِ پاکِ امام متوجہ ہوا شرما کے اُدھر حاکمِ شام
اور ان ظلم رسیدوں پہ جفا کرنے لگا
لبِ فرزندِ پیمبرؐ پہ چھڑی دھرنے لگا

کھول کر چوب سے لب ہائے شہنشاہِ عرب ۳۴ کہتا تھا، پارۂ یاقوت سے بہتر ہیں لب
دُرِ دنداں ہیں یہ تاباں، کہ خجل ہیں کوکب پیٹ کر سینے کو زینبؑ نے کہا ہائے غضب
نہ محمدؐ سے نہ حیدرؑ سے حیا کرتا ہے
قطع ہو جائے ترا ہاتھ، یہ کیا کرتا ہے

اس چھڑی کو مرے بھائی کے لبوں سے سرکا ۳۵ بوسے لیتے تھے انھیں ہونٹوں کے محبوبِ خدا
بہرِ اُمت انھیں ہونٹوں سے دعا کی ہے سدا انھیں دانتوں پہ گہر کرتی تھی صدقے زہراؑ
تجھ کو پیارے نہیں گو، ہم کو تو پیارے ہیں یہ
عرش تک جن کا ہے شہرہ وہ ستارے ہیں یہ

یہ ستم بھائی پہ کن آنکھوں سے دیکھے ہمشیر ۳۶ ارے ظالم بے صبر بے تن کی بھلا کیا تقصیر
یہ چھری ہائے غضب، اور لبِ پاکِ شبیرؑ نہ ستا مجھ کو، میں ہوں بنتِ شۂ خیبر گیر
ان کھُلے بالوں کو اب ہاتھوں پہ دھرتی ہوں میں
لے شکایت تری اللہ سے کرتی ہوں میں

کہہ کے یہ غیظ میں آئی جو علیؑ کی جائی ۳۷ آسماں آ گئے جنبش میں زمیں تھرّائی
سرِ شبیرؑ سے ناگاہ صدا یہ آئی تھام لے غصّے کو زینبؑ ترے صدقے بھائی
نہ تلاطم میں کہیں قہرِ الٰہی آجائے
کہیں اُمّت کی نہ کشتی پہ تباہی آجائے

تم تو آگاہ ہو، شبیرؑ نے جو دُکھ پائے ۳۸ پر نہیں حرفِ شکایت کے، زباں پر لائے
سر کو نہیوڑا لیا، جب ذبح کو قاتل آئے ہم نے اُمّت کے لیے چھاتی پہ نیزے کھائے
اتنی سی بات پہ مصروفِ بکا ہوتی ہو
تم چھری ہونٹوں پہ رکھنے سے خفا ہوتی ہو

برچھیاں کھانے سے کیا اس میں کچھ ایذا ہے بڑی ۳۹ چپ رہے تن پہ جو تلوار یہ تلوار پڑی
جانے دو رکھی تو رکھی مرے ہونٹوں پہ چھری اے بہن یہ بھی گذر جائے گی آفت کی گھڑی
چپ ہیں جو ہم پہ ستم، راہِ خدا میں ہوگا
اس کا انصاف تو دربارِ خدا میں ہوگا

سرِ شبیرؑ نے زینبؑ سے جو یہ کی تقریر ۴۰ آ کے غصے میں لگا کانپنے حاکم بے پیر
شمر سے بولا کہ بس اس کی یہی ہے تعزیر سب کو لے جا کے تو کر سخت خرابے میں اسیر
بس انیسؔ اب جگر و قلب پھُنکا جاتا ہے
حالِ زنداں کا نہیں منہ سے کہا جاتا ہے

۲۲

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی ۱ بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھٹ گھٹ کے دخترِ شہِ دیں، جاں بہ لب ہوئی مضطر کمال بنتِ امیرِ عرب ہوئی
آفت کا سامنا تھا نئی واردات تھی
زہراؑ کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی

پہلے پہل کی قید وہ، اور وارثوں کے داغ ۲ یہ رنگ تھا کہ ہووے خزاں دیدہ جیسے باغ
رونے سے اہلِ بیت کو اک دم نہ تھا فراغ نے چاندنی، نہ شمع، نہ مشعل نہ واں چراغ
غُل تھا کہ ایسے گھر بھی الٰہی جہاں میں ہیں
ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکاں میں ہیں

یوں وہ شکستہ حال تڑپتے تھے ہر نفس ۳ دشوار جیسے صید پہ ہو تنگیِ قفس
جانوں کو تھی بدن سے نکل جانے کی ہوس بازو بندھے ہوئے تھے، نہ تھا کچھ کسی کا بس
دل چھاتیوں میں صورتِ بسمل پھڑکتے تھے
زاندں کے ڈر سے جا کے سروں کو پٹکتے تھے

اُس گھر میں اہلِ بیتِ محمدؐ ہوئے تھے بند ۴ جزُ گھنگی، جسے نہ کسی نے کیا پسند
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دوچند تھوڑی سی جا، مگر کہیں پست اور کہیں بلند
وہ بی بیاں اسیر تھیں اس قصرِ زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لیے گھر بہشت میں

مطلع دوم

زنداں میں جب کہ آلِ پیمبر ہوئے اسیر ۵ کونین کے امیر، کھلے سر ہوئے اسیر
سب رشتہ دارِ حیدرِ صفدر ہوئے اسیر وحشت سرا میں عرش کے اختر[الف] ہوئے اسیر
وہ بی بیاں اسیر تھیں، اس قصرِ زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لئے گھر بہشت میں

بستی وہ فاطمہ کی کہاں اور وہ گھر اُجاڑ ۶ جانوں پہ تھی، بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل کُھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کو بی بیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکاں کی رات کو کڑیاں کڑکتی تھیں

کیجے شکستگی و خرابی[1] کا کیا بیاں ۷ ثابت نہ جس میں سقف، نہ در، اور نہ سائباں
وحشت کا گھر، ہراس کی جا خوف کا مکاں وہ شب کہ الحذر، وہ اندھیرا کہ الاماں
ظلمت سرائے گور تھی زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گذر نہ تھا

مثلِ دلِ یزید تھا وہ سب مکاں سیاہ ۸ تاروں کی روشنی کو بھی ملتی تھی واں نہ راہ
چھایا دل جلی ہوئی رانڈوں کا دُودِ آہ حجرے سے چشمِ تر کے نکلتی نہ تھی نگاہ
دیکھے کسی کی شکل کوئی، یہ محال تھا
روزن بھی تھا کوئی تو وہ چشمِ غزال تھا

شب کا تو ذکر کیا ہے کہ لگتا تھا دن کو ڈر ۹ ظاہر تھے جا بجا حشراتِ زمیں کے گھر
تھے وقفِ آشیانِ ابابیل سقف و در نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر
گھر تھا اجل کا خانۂ رنج و بلا نہ تھا
برسوں سے واں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

وہ تیرگی کہ ہو شبِ ظلمات اِس سے دنگ ۱۰ ہر[2] در بسانِ حجرۂ چشمِ بخیل تنگ
تھی واں کی صبح و شام سوادِ دیارِ زنگ دیوار و سقف و بام و زمیں سب سیاہ رنگ
قید اس میں تھے حرم شہِ گردوں مقام کے
کیا صبح مل گئی تھی خرابے کو شام کے

گرمی کی فصل اور ہوا کا وہ احتباس[3] ۱۱ وہ ضیق[4] اس مکاں کی اور قید کا ہراس
اندوہ کا وفور، دلوں پر ہجوم و یاس مائیں جو تہلکے میں تو بچے تھے بے حواس
دیواریں بھی شکست تھیں، در بھی جھکے ہوئے
جانیں بھی غم سے تنگ تھیں، دل بھی رُکے ہوئے

ہر دم زمین سے واں کی نکلتا تھا یوں بخار ۱۲ جیسے دھواں تنور سے اُٹھتا ہے بار بار
گرمی سے یوں زمیں پہ تڑپتے تھے سوگوار جس طرح سے، سپند ہو آتش پہ بے قرار
جھک جھک کے آسمان کو حسرت سے تکتے تھے
کیسے ہوائے سرد کو بچے بلکتے تھے

جھڑتی تھی واں کی سقف سے ہر دم سروں پہ خاک ۱۳ تھے گرد سے بھرے ہوئے رانڈوں کے جسم پاک
بھاگی تھی روشنی بھی، یہ حجرے تھے ہولناک کہتے تھے اب مکاں یہ گرا اب ہوئے ہلاک
قسمت میں ہے کہ قبر اسی جا نصیب ہو
اچھا تو ہے جو خاک کا پردہ نصیب ہو

اک ایک سے، یہ کہتی تھی زینب جگر فگار ۱۴ لائق نہ اس مکان کے تھے ہم گناہ گار
مجبور جو غریب ہوں، کیا اُن کا اختیار سایا تو ہے سروں پہ کرو شکر کردگار
ہے جائے گریہ، حالِ شہ مشرقین پر
کیا گذری ہوگی دھوپ میں لاشِ حسینؑ پر

غارت گروں نے لوٹ لیا، کہنہ پیرہن ۱۵ وہ ریگِ گرم اور وہ عریانیِ بدن
ہے ہے وہ شب پہاڑ سی اور کربلا کا بن کس طرح جائے بھائی تلک کیا کرے بہن
پیاسا گلا کٹا کے موئے جس کی راہ میں
سونپی ہے میں نے لاش اُسی کی پناہ میں

رسی مرے گلے کی کوئی کھول دے اگر ۱۶ مقتل کو ڈھونڈتی ہوئی جاؤں برہنہ سر
نکلی ہیں جب تو پھر نہیں درکار راہ بر رستے میں پوچھ لوں گی کہ ہے کربلا کدھر؟
ممکن ہے یہ کہ لاش کو زینب نہ پائے گی
بھائی کے خوں کی بو مجھے کوسوں سے آئے گی

کہنے لگی یہ اُٹھ کے سکینہؑ جگر فگار ۱۷ لیتی چلو مجھے بھی پھوپھی تم پہ میں نثار
چھپ کر چلی گئیں تو میں روؤں گی زار زار تم نے بھی کیا بھلا دیا دل سے ہمارا پیار
مر جاؤں گی اگر نہ پدر سے ملاؤ گی
کیا اس اندھیرے گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی

رو کر تب اُس یتیم سے زینبؑ نے یہ کہا ۱۸ واری کہاں ہیں اور کہاں دشتِ کربلا
بے کس، اسیرِ دامِ بلا غم کی مبتلا قیدی کو کون جانے کی دے گا بھلا رضا
بھائی کی لاش پاس اگر رہنے پاتی میں
زنداں میں قید ہونے کو کاہے کو آتی میں

ہے دشتِ کربلا کی کئی دن کی یاں سے راہ ۱۹ ایسے کہاں نصیب کہ حاصل ہو وصلِ شاہ
گھر میں یزید کے ہے، سرِ شاہِ دیں پناہ ہم قید اس مکاں میں ہیں، بے جرم و بے گناہ
ہم سا کوئی جہاں میں نہ آفت نصیب ہو
ممکن نہیں کہ سر کی زیارت نصیب ہو

یہ تفرقہ بھی ہوتا ہے کم زیرِ آسماں ۲۰ ہے ایک شہر، پائے ہیں لیکن الگ مکاں
ہم ہیں کہیں، کہیں ہے سرِ شاہِ انس و جاں میں کس کے آگے اپنی مصیبت کروں بیاں
بے بس ہیں رشتہ دار شہٖ ذوالفقار کے
حاکم کے ڈر سے رو نہیں سکتے پکار کے

کہنے لگی یہ سُن کے سکینہؑ بہ چشمِ تر ۲۱ ہے ہے پھوپھی نہ آئیں گے کیا اب مرے پدر
حاکم کے گھر میں قید ہیں سلطانِ بحر و بر اب مجھ کو نیند کاہے کو آئے گی رات بھر
سچ کہتی ہو نہ شاہِ خوش انجام آئیں گے؟
اماں تو کہتی تھیں کہ سرِ شام آئیں گے

جب رو کے پوچھتی ہوں کہ بابا گئے کدھر ۲۲ بہلاتی ہیں مجھے کہ سدھارے ہیں نہر پر
کہتا ہے کوئی دور نہیں، شاہِ بحر و بر روؤ نہ تم اب آئیں گے، اب آئیں گے پدر
خاطر کی بات کیا کوئی پہچانتا نہیں
سُن لیتی ہوں میں سب کی، پہ دل مانتا نہیں

سمجھاتی ہیں چچی کہ اب آنسو نہ تم بہاؤ ۲۳ آرام سے سلاؤں میں، گودی میں میری آؤ
اب عنقریب ہے کہ چچا اور پدر کو پاؤ کہتی ہوں اُن سے میں کہ بھلا تم قسم تو کھاؤ
سچ ہے اگر تو کس لیے بے تاب ہوتی ہو
کیوں منہ کو پھیر کر مری جانب سے روتی ہو

ماں سے جو پوچھتی ہوں کہ تم بھی تو کچھ کہو ۲۴ وہ کہتی ہیں کہ آؤ مری جان سو رہو
اس شب کو اور شہ کی جدائی کا غم سہو کہیو کبھی جو شہ سے ملاقات کل نہ ہو
دل صبح سے اچاٹ ہے، بستی اُجاڑ ہے
مجھ کو تو کاٹنا اسی شب کا پہاڑ ہے

معلوم ہو گیا مجھے بہلاتے ہیں یہ سب ۲۵ تا مر نہ جائے قید میں گھٹ کر یہ تشنہ لب
کیا حاصل اس چھپانے سے شاید جیوں گی اب میں کس بلا میں پھنس گئی، یاں آ کے، ہے غضب
یہ لوگ تو کبھی نہ مفصل بتائیں گے
میں اپنی جان دوں گی جو بابا نہ آئیں گے

یہ ذکر تھا ابھی کہ ہوا بند قفلِ در ۲۶ زنداں میں اور ہو گئی ظلمت زیادہ تر
گھبرا کے دیکھنے لگیں رانڈیں اِدھر اُدھر جُز تیرگی کسی کو نہ آتا تھا کچھ، نظر
تڑپے یہ دل کہ سینوں میں سانسیں اکھڑ گئیں
ماؤں سے بچے، بچوں سے مائیں، بچھڑ گئیں

نظروں سے صورتیں جو ہوئیں یک بہ یک نہاں ۲۷ ہاتھوں سے ڈھونڈھنے لگیں بچوں کو بیبیاں
چلائی بے حواسی میں بانوئے خستہ جاں دیکھو تو بیبیو! کہ ہے اصغر مرا کہاں
دل پر سکینہ جان کے صدمے گذر نہ جائیں
بچے مرے دہل کے اندھیرے میں ڈر نہ جائیں

پھرتا تھا گھٹنیوں ابھی یاں میرا نونہال ۲۸ بچے کا میرے صاحبو رکھیو ذرا خیال
کہنے لگی یہ زینبؑ بے کس بہ صد ملال کس کی تلاش میں ہو کہاں ہے تمہارا لال
ملتا نہیں ہے پھر جسے ہاتھوں سے کھوتے ہیں
تم جن کو ڈھونڈھتی ہو، وہ مقتل میں سوتے ہیں

چھاتی کو پیٹ کر یہ پکاری وہ سوگوار ۲۹ تو جانتی تھی میں کہ یہیں ہے وہ گُل عذار
ہے دُور مجھ سے ہائے مرا طفلِ شیر خوار اصغر تمہارے ننھے سے لاشے کے میں نثار
اے لال دامنِ شہؑ خوش خُو میں سوتے ہو
ماں سے بچھڑ کے باپ کے پہلو میں سوتے ہو

راتوں کو اُٹھ کے دودھ یہ ماں اب کسے پلائے ۳۰ کس کی بلائیں پیار سے لے کس کے صدقے جائے
آجاؤ ماں کے پاس، اگر نیند واں نہ آئے ان چھوٹے چھوٹے پاؤں کو، ہاتھوں سے ماں دبائے
الفت جو ہے پدر کی تو ماں کا بھی درد ہو
گود اُن کی گرم ہو، مری چھاتی بھی سرد ہو

بانو کے اس بیان پہ بلکتے تھے سب حرم ۳۱ باقرؑ پکارتے تھے کہ کیونکر جئیں گے ہم
چلاتی تھی سکینہؑ کہ گھٹتا ہے میرا دم زنداں کا در بھی ہوگیا معمور[۵] ہے ستم
کھولے گا قفل کون عباسؑ آئیں گے
لو اب پدر کدھر سے مرے پاس آئیں گے

ٹکرا کے سر اندھیرے میں چلائیں گے اسیر ۳۲ اب روشنی کہاں سے بھلا لائیں گے اسیر
گرمی کے مارے اور بھی گھبرائیں گے اسیر ہے ہے یہ کیا غضب ہوا مر جائیں گے اسیر
دربانوں کو پکارو، پیمبرؐ کے واسطے
کھلوا دو قفل فاتحِ خیبر کے واسطے

زنداں کا در کدھر ہے مجھے لے چلو شتاب ۳۳ دربانوں سے کہوں گی میں با دیدۂ پُر آب
دادا مرا ہے شہرِ علومِ نبیؐ کا باب مجھ پر کرو گے رحم تو ہو گا تمہیں ثواب
پھر کل سے بے کسوں کو نظر بند کیجیو
آئیں بابا جان تو در بند کیجیو

بولا نہ جب کوئی تو ہوا غم زیادہ تر ۳۴ دیوار پکڑے پکڑے گئی وہ قریبِ در
پٹ کو ہلا ہلا کے پکاری وہ نوحہ گر دربانو جاگتے ہو، کہ سوتے ہو بے خبر
بے کس ہوں، تشنہ لب ہوں، فلک کی ستائی ہوں
کچھ تم سے اپنا حال میں کہنے کو آئی ہوں

بولا کوئی کہ کون ہے تو اے نحیف و زار ۳۵ دل ہو گیا ہے، تیری صدا سن کے بے قرار
اک آہِ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار
چھوٹے سے سن میں قیدیِ زندانِ شام ہوں
میں دخترِ حسین علیہ السلام ہوں

پوتی ہوں اُس کی جو کہ ہے کونین کا امیر ۳۶ شیرِ الٰہ بادشہِ آسماں سریر
ایسا کریم تھا، وہ دو عالم کا دست گیر جس نے ہزاروں قید سے چھڑوا دیئے اسیر
شہرت جہاں میں ہمّتِ مشکل کشا کی ہے
ہم آج ہیں اسیر، یہ قدرت خدا کی ہے

کہتی نہیں میں یہ کہ کرو قید سے رہا ۳۷ چھٹ جائیں گے کبھی کہ اسیروں کا ہے خدا
کھانے کی کچھ طلب ہے نہ پانی کی التجا ہاں قفل کھول دو گے تو، دوں گی تمہیں دعا
جائیں گے ہم کہاں کہ تمہارے حوالے ہیں
بابا حسینؑ آج کی شب آنے والے ہیں

اصغرؑ ہے ان کے ساتھ یقیں ہے کہ جلد آئیں ۳۸ ایسے نہیں ہیں وہ کہ مجھے رات بھر رُلائیں
چوکی کے لوگ سو رہیں، دَر پر مجھے بٹھائیں دھڑکا مجھے یہ ہے کہ کہیں آ کے پھر نہ جائیں
نیند آئے گی نہ مجھ کو بہت بے قرار ہوں
بھاگے گو کوئی اسیر تو میں ذمہ دار ہوں

منظور ابھی نہ ہو تمہیں در کھولنا اگر ۳۹ آ کر پکاریں شاہ تو تم کھول دیجو دَر
دے جاتی ہوں پتہ تمہیں ان کا میں نوحہ گر معلوم ہوگا صاف کہ طالع ہوا قمر
بو زلفِ مشک فام کی مہکے گی دُور سے
چھٹکے گی چاندنی، رُخِ روشن کے نُور سے

باندھے ہیں مصطفیٰؐ کا عمامہ وہ تاجدار ۴۰ اور ہے نشانِ سجدہ ستارہ سا آشکار
ہالہ سا گردِ ماہ کے ہے خطِ مشک بار زیبِ کمر ہے، شیرِ الٰہی کی ذوالفقار
گہ ذکرِ حق ہے گاہ زباں پر درود ہے
سوکھے لبوں سے پیاس کی شدت نمود ہے

ساتھ ان کے ہوئے گا، علی اکبر سا گل عذار ۴۱ گیسو لٹکتے ہیں رُخِ روشن پہ اُس کے چار
تصویر ہے نبیؐ کی سراپا وہ ذی وقار یوسف ہیں مصرِ حُسن کے بھائی کے میں نثار
نجم فلک پسینے کے قطروں سے ماند ہیں
دنیا کی روشنی ہیں اندھیرے کے چاند ہیں

ہوں گے جلو میں حضرتِ عباسؑ نوجواں ۴۲ ہوتا ہے جس سے دبدبۂ شیرِ حق عیاں
اس شیر کا نشاں یہ ہے، اور یہ شکوہ و شاں اک دوش پر تو مشک ہے، اک دوش پر نشاں
قمری تو قد، پہ چال پہ صدقے تدرو ہیں
نام خدا علیؑ کے گلستاں کے سرو ہیں

مجھ بن نہ سوئے ہوں گے شہنشاہِ خوش خصال ۴۳ بے خواب میں ہوں، ان کو بھی ہوگا مرا خیال
تم دیکھیو مجھ سے ہے الفت انہیں کمال آتے ہی تم سے پوچھیں گے، پہلے ہی میرا حال
میں خود کہوں گی مجھ پہ جو آفت گذر گئی
مر جائیں گے پدر، یہ نہ کہنا کہ مر گئی

ہوتے نہیں عزیز کسے دختر و پسر ۴۴ پر مجھ کو چاہتے ہیں وہ سب سے زیادہ تر
سوتی تھی اُن کی چھاتی پہ منہ رکھ کے رات بھر زنداں میں اب زمیں پہ تڑپتی ہوں تا سحر
موقوف اُن پہ میری حیات و ممات ہے
آنے کا ہے یہ دن یہی وعدے کی رات ہے

بولے نگاہباں کہ ترا دھیان ہے کدھر ۴۵ جا ماں کے پاس بیٹھ کہاں تو، کہاں پدر
بے صبح کے ہوئے نہیں کھلنے کا قفلِ در کیا شمر کے طمانچوں کا تجھ کو نہیں ہے ڈر
دن کو بھی روتی رہتی ہے شب کو بھی روتی ہے
نہ ہم کو سونے دیتی ہے نے آپ سوتی ہے

ناحق ابھی سے کاہے کو کرتی ہے شور و شین ۴۶ جا قفل کھول دیں گے بھلا آئیں تو حسینؑ
رونے سے تیرے شب کو بھی ملتا نہیں ہے چین ہر وقت کے سنے نہیں جاتے ہیں تیرے بین
بلوائیں شمر کو تری تعزیر کے لیے
رونا نہ کم کرے گی تو شبیرؑ کے لیے

ماں بہنیں قید ہو گئیں آتش سے گھر جلا ۴۷ آیا بچانے کوئی بُرے وقت میں بھلا
کھائے طمانچے جب تو ترا زور کب چلا کس دیوے آ کے شمر، نہ رسی سے پھر گلا
انؑ سے چھٹے تو اور بھی صدمہ دو چند ہو
ایسا نہ ہو جدا کسی حجرے میں بند ہو

یہ بات سُن کے سہم گئی وہ جگر فگار ۴۸ دروازے سے سرک کے لگی رونے زار زار
دالان سے پکاری یہ بانوئے نامدار بی بی کدھر گئیں، اِدھر آؤ یہ ماں نثار
کھووے گا کون دُر کے چلاتی پھرتی ہو
واری کہاں اندھیرے میں ٹکراتی پھرتی ہو

زنجیرِ در نہ رات کو کھولیں گے یہ لعیں ۴۹ ماں صدقے جائے، گھڑکیاں کھانے کو کیوں گئیں
پست و بلند خانۂ زنداں کی ہے زمیں گھبرا کے گر پڑو نہ اندھیرے میں تم کہیں
دشمن ہر اک ہے لشکرِ اہلِ عناد میں
سونا بھی آج بھول گئیں شہ کی یاد میں

بولی سکینہؑ جان رہے تن میں یا کہ جائے ۵۰ بیٹھی ہوں جب تلک نہ سواری پدر کی آئے
بے جرم کان زخمی ہوئے اور طمانچے کھائے جو چاہے مجھ فلک کی ستائی کو پھر ستائے
واں کیا ہے یاں نہ بیٹھ کے آنسو بہاؤں میں
اچھا مجھے پدر سے ملا دو تو آؤں میں

کبرا کے صدقے جاؤ بھلاؤ ہمارا پیار ۵۱ سمجھو کہ ایک بیٹی ہوئی باپ پر نثار
مشکل ہے صبر، دل پہ مرا کیا ہے اختیار اب کوئی دم میں تن سے نکلتی ہے جانِ زار
راحت بہت نصیب میں کم لے کے آئے ہیں
اتنی ہی عمر خلق میں ہم لے کے آئے ہیں

اصغرؑ کو اپنی گود میں لو، مجھ سے کیا ہے کام ۵۲ پیاری تھی سارے گھر کی، میں، تھے جب تلک امام
تم اپنے دل میں سمجھو کہ میں ہو گئی تمام اماں بس اب پکارو نہ لے لے کے میرا نام
سبطِ رسولؐ سے مجھے پیارا نہیں کوئی
بابا ہی جب نہیں تو ہمارا نہیں کوئی

بیٹی سے رو کے بولی یہ بانوئے تشنہ لب ۵۳ ہاں بی بی سچ ہے میری ہی تقصیر ہے یہ سب
میں نے ہی شہ سے تم کو چھڑایا ہے بے سبب لو آؤ بس معاف کرو جرم ماں کا اب
جو چاہو کہہ لو ایسی ہی تقصیر دار ہوں
سمجھو نہ ماں یہ جانو کہ خدمت گزار ہوں

صدقے ہے جاں تک مری گھر بار کیا ہے چیز ۵۴ میں اک تمہارے باپ کی ادنیٰ سی ہوں کنیز
سب سے سوا ہے یوسفِ زہراؑ تمہیں عزیز میں جانتی ہوں کیا مجھے اتنی نہیں تمیز
واری، گلا جو ماں کا کیا سب بجا کیا
میں نے تمہارے باپ سے تم کو جدا کیا

بابا کے آگے سچ ہے بھلا ماں کی قدر کیا ۵۵ کسرائی میں وہ احمدؐ مرسل کا دلربا
بیزار تم ہو مجھ سے میں اصغرؑ سے ہوں خفا پوچھی خبر نہ ماں کی، دیا ساتھ باپ کا
بیٹوں کا کیا گلا ہے بھلا وہ تو دور ہیں
تقصیر وار ہیں ہمیں، سب بے قصور ہیں

مشہور ہے کہ چاہتے ہیں باپ کو پسر ۵۶ بیٹی کو ماں سے ہوتی ہے الفت زیادہ تر
اک بدنصیب ہم ہیں کہ مر جائیں بھی اگر بیٹوں کو کچھ خیال، نہ بیٹی کو کچھ خبر
گو ہم نہ ہوں عزیز، وہ ہم کو تو پیارے ہیں
ماں سمجھیں یا نہ سمجھیں، سب آنکھوں کے تارے ہیں

روتی ہوئی یہ کہہ کے اٹھی بانوئے حزیں ۵۷ بیٹی کو ڈھونڈھتی ہوئی دروازے کے قریں
روتی تھی منہ کو کرتے سے ڈھانپے وہ مہ جبیں پاس آ کے ماں نے سر سے قدم تک بلائیں لیں
سر کو جھکا کے پہلے تو وہ پیچھے ہٹ گئیں
پھر ننھے ہاتھ اٹھا کے گلے سے لپٹ گئیں

لے آئی ماں گلے سے لگا کر بہ چشمِ تر ۵۸ چپ ہو کے اُن کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر
بیٹھی اسیر بی بیاں سب گرد آن کر ہاتھوں سے کوئی پاؤں دباتی تھی، کوئی سر
ماں لیتی تھی بلائیں پھوپھی صدقے جاتی تھی
بابا بغیر نیند اُسے لیکن نہ آتی تھی

ماں کہتی تھی تھپک کے مری جان سو رہو ۵۹ زخمی ہیں پھر نہ دُکھنے لگیں کان سو رہو
فرماتی تھیں پھوپھی کہ میں قربان سو رہو کبریٰ یہ کہتی تھی بہن اک آن سو رہو
جی چاہتا ہے چین ملے کوئی دم تمہیں
بابا جب آئیں گے تو جگا دیں گے ہم تمہیں

کہتی تھی ایک ایک سے رو کر وہ ماہ رُو ۶۰ تھی شہ کے ساتھ شام سے سونے کی مجھ کو خُو
کیا نیند آئے غم سے جگر ہو گیا لہو سینہ کہاں وہ چاند سا اور اب کہاں وہ بُو
تھوڑا ستم سہا ہے، بچھڑ کر حسینؑ سے
سوؤں گی اب تو قبر میں جا کر میں چین سے

لوگو بس اب رکھو نہ مری زندگی کی آس ۶۱ بابا تو آ چکے، ہمیں جائیں گے اُن کے پاس
ماں نے کہا کرو نہ مری جاں کلامِ یاس باتیں یہ سُن کے اور میں ہوتی ہوں بے حواس
اصغر تو جا کے بھول گئے ماں کی یاد کو
کیا تم بھی بھول جاؤ گی، اس نامراد کو

بی بی تمہیں بتاؤ بھلا ماں کا کیا قصور ۶۲ بابا اگر ہیں دُور، تو میں تو نہیں ہوں دُور
صادق ہے اپنے قول کا وہ، کبریا کا نور اتنا کہوں گی میں کہ حسینؑ آئیں گے ضرور
کیا دو گی ہم کو آج جو بابا کو پاؤ گی
پر یاد رکھیو یہ کہ ہمیں بھول جاؤ گی

تم کو سکھائے رکھتی ہوں جس دم پدر ملے ۶۳ صدقے گئی نہ آنے کے کیجو بہت گلے
ماں واری سچ ہے غنچۂ دل کس طرح کھلے یوں اس کو بھول جاتے ہیں جو پاس سے ہلے
دفتر مصیبتوں کا بھی اپنے نہ کھولوں گی
تم جب تلک نہ بولو گی میں بھی نہ بولوں گی

سچ ہے نہ صاحب ان کی یہ بھائی نہ مجھ کو بات ۶۴ بچی کو میری غم ہے مجھے تلخ ہے حیات
بوسے جو منہ کے لینے لگیں شاہِ خوش صفات رکھ دیجو اپنے چہرے پہ تم چھوٹے چھوٹے ہات
آزردگی کی ہے یہ جگہ کیوں چلے گئے
اصغر کو ساتھ لے گئے تم کو نہ لے گئے

اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر ۶۵ اماں میں چُپ رہوں گی بھلا آئیں تو پدر
رونے لگیں گے ڈھونڈھ کے جب وہ ادھر اُدھر اس وقت گر پڑوں گی میں قدموں پہ دوڑ کر
اتنا تو کہہ دو مجھ سے اگر مر نہ جاؤں گی
صدقے تمہارے منہ کے میں بابا کو پاؤں گی

میرے طمانچے کھانے کا اُن سے نہ کہیو حال ۶۶ اماں بہت کڑھیں گے شہنشاہِ خوش خصال
ہوئے گا غیظ سے علی اکبرؑ کا رنگ لال عباسؑ نامدار کو آ جائے گا جلال
منظور ہے کہ قیدِ ستم سے رہائی ہو
ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں، اُن سے لڑائی ہو

کیوں اماں جان! قبلۂ عالم ابھی جو آئیں ۶۷ رو رو کر اشتیاق سے مجھ کو گلے لگائیں
جیتا خدا کرے علی اصغرؑ کو، ساتھ لائیں صدمے جو گزرے ہیں، ابھی سب مجھ کو بھول جائیں
سو جاں سے میں نثار، شۂ خوش خصال کے
کیا سوؤں ہاتھ چاند سی گردن میں ڈال کے

لے کر بلائیں بانوئے بے کس نے یہ کہا ۶۸ اے عاشقِ پدر تری باتوں کے میں فدا
سمجھو تم اب یہیں اُنہیں، عرصہ نہیں ذرا آئے کوئی گھڑی میں شہنشاہِ کربلا
بابا سے ہم بغل تمہیں ہونا نصیب ہو
چھاتی پہ اُن کی رات کو سونا نصیب ہو

صدقے گئی جب آئیں شہنشاہِ انس و جاں ۶۹ میرا گلا نہ کیجو تم اُن سے، سکینہؑ جاں
تقصیر جو ہوئی وہ تمہیں بخشو، واری ماں آزردہ مجھ سے ہوں گے بہت، سرورِ زماں
لشکر یزید کا دمِ غارت نہ ٹل سکا
سیلی لگائی جب تو مرا بس نہ چل سکا

بیٹی سے ماں نے کیں جو یہ باتیں بہ چشمِ تر ۷۰ جاگی بہت تھی، سو رہی وہ عاشقِ پدر
سب ہو گئے خموش، اسیرانِ نوحہ گر بدلی نگاہ بانوں نے چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے ادھر شکرِ رب کیا
اور اس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

مطلع سوم

زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ نوحہ گر ۷۱ وہ ہولناک شب وہ اندھیرا کہ الحذر
بیٹھی تھیں فرشِ خاک پہ رانڈیں برہنہ سر بدلی نگاہ بانوں نے چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے اِدھر شکرِ رب کیا
اور اُس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

جلدی محلسرا میں، روانہ ہوا طعام ۴۲ خاصہ چُنا خواصوں نے بازینتِ تمام
ہاں ہند کو بلاؤ، یہ بولا امیرِ شام تب اک کنیزِ خاص نے اُس سے کیا کلام

خاصہ نہ دن کو نوش کیا ہے نہ سوئی ہیں
بی بی سحر سے آج کئی بار روئی ہیں

لیٹی رہی ہیں منہ کو لپیٹے بہ صد ملال ۴۳ چہرہ ہے زرد رونے سے آنکھیں ہیں دونوں لال
کنگھی نہ سر میں کی ہے، نہ سُرمے کا ہے خیال کیوں دل گرفتہ ہیں نہیں کُھلتا کسی پہ حال

حمّام نے کیا ہے نہ کپڑے بدلتی ہیں
منہدی کے بدلے وہ کفِ افسوس ملتی ہیں

گہنا اُتار ڈالا ہے یوں جی میں آئی ہے ۴۴ بے وجہ سوگواروں کی صورت بنائی ہے
تکیہ ہے تر یہ اشکوں کی ندی بہائی ہے مسند پہ بیٹھنے کی قسم کل سے کھائی ہے

یہ شکل رنج و غم کی ہے اس باتمیز کی
جیسے سنائی آئے کسی کے عزیز کی

بولا خبر یہ سُنتے ہی، وہ بانیِ ستم ۴۵ جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
دوڑیں یہ حکم سُن کے، خواصیں کئی بہم ناچار ہند، آن کے بیٹھی بہ چشمِ نم

ہرگز یزید کی، تو نہ جانب نگاہ کی
دیکھا طعامِ گرم، تو اک سرد آہ کی

پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بدمزہ مزاج ۴۶ بولی یہ ہند ہوتا ہے ہاں درد، دل میں آج
ہے ظلم اور ستم کا ترے عہد میں رواج اپنے جگر کے زخم کا، میں کیا کروں علاج

تجھ کو تو عید ہے مجھے صدمے گذرتے ہیں
یہ کون ہیں جو راتوں کو فریاد کرتے ہیں؟

بتلا یہ سب اسیر، مسلماں ہیں یا نہیں؟ ۴۷ قوم ان کی کیا ہے صاحبِ ایماں ہیں یا نہیں؟
محبوبِ کبریا کے ثناخواں ہیں یا نہیں؟ آیا یہ لوگ قائلِ قرآں ہیں یا نہیں؟

سنتی ہوں، بے کس اُن سے نہ ہوں گے زمانے میں
یہ کس خطا پہ قید ہوئے، قید خانے میں

۷۸

ہیں کیا یہ لوگ منکرِ پیغمبرؐ آلہ؟ شاید نہیں علیؑ کے گھرانے سے اُن کو راہ؟
کیوں ہاتھ سب کے باندھے ہیں، کھلتا نہیں یہ آہ کاٹا ہے کس کا سر کسے لوٹا ہے بے گناہ
کافر ہے وہ، عناد جسے پنجتن سے ہے
کیا دشمنی کچھ ان کو حسینؑ و حسنؑ سے ہے؟

۷۹

کوئی اگر کہے بھی تو میں مانتی ہوں کب ابرار و حق پرست ہیں، قیدی یہ سب کے سب
میں سن چکی ہوں آپ، صدائے نمازِ شب فاقوں میں بھی وہ کرتے ہیں تا صبح شکرِ رب
گرمی سے گو کہ سینوں میں دم ان کے رکتے ہیں
ماؤں کے ساتھ سجدے میں بچے بھی جھکتے ہیں

۸۰

قیدی ہیں، پر قضا کبھی ہوتی نہیں نماز رکھتے ہیں پانچ وقت زمیں پر سرِ نیاز
آواز میں سُنا نہیں، یہ سوز یہ گداز سجدے میں حق سے کہتے ہیں کچھ اپنے دل کا راز
چھوٹے بڑوں کی عادتِ طاعت گزاری ہے
آٹھوں پہر درود زبانوں پہ جاری ہے

۸۱

قیدی ہے ظاہرا کوئی، بیمار و ناتواں معلوم کچھ نہیں کہ وہ لڑکا ہے یا جواں
آواز اِک ضعیف سی آتی ہے ہر زماں کیسا کراہتا ہے سحر تک وہ نیم جاں
یہ درد ہے صدا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
رونے پہ اس کے لوگ محلے کے روتے ہیں

۸۲

کرتا ہے جب تلاوتِ قرآں وہ حق کا نور ہوتا ہے، لحنِ حضرتِ داؤدؑ کا ظہور
رشتہ کچھ اس کو مصحفِ ناطق سے ہے ضرور قرآں کے حرف حرف کے معنی پہ ہے عبور
تقریر کیا فصیح ہے کیا خوش بیان ہے
گویا زبان اس کی خدا کی زبان ہے

۸۳

دن بھر تو اس کو رہتا ہے غش اور دردِ سر کرتا ہے نصف شب سے مناجات تا سحر
واللہ کیا دعاؤں کے فقروں میں ہے اثر بہہ جائے آب ہو کے، جو پتھر کا ہو جگر
شاید کوئی عزیزِ شہِ مشرقین ہے
صوتِ حسن میں، حُسنِ صدائے حسینؑ ہے

کہتے ہیں صبر و شکر اسے اللہ رے حوصلہ ۸۴ شکوہ نہ طوق کا ہے نہ زنجیر کا گلہ
جاری ہے صبح و شام عبادت کا سلسلہ ہر دم رواں ہے چشم سے اشکوں کا قافلہ
گردن جھکی ہوئی ہے، خدا پر نگاہ ہے
لب پر کبھی تو آہ کبھی لا الٰہ ہے

سنتی ہوں ننھے بچے بھی، دو چار ہیں اسیر ۸۵ لڑکی بھی کوئی قید ہے، رشکِ مہِ منیر
رونے سے اس کے لگتے ہیں میرے جگر پہ تیر کیا قہر ہے یہ ظلم، غریبوں پہ، اے امیر
دُکھ دے کسی کو یہ نہیں عادت کریم کی
قرآں میں کی ہے حق نے سفارش یتیم کی

اے سست رائے قلب کو اتنا بھی کر، نہ سخت ۸۶ عقبیٰ میں، رو سفید ہو، تا اُو سیاہ بخت
رہتے ہیں سر جھکائے ہوئے بارور درخت ڈر ہے مجھے کہیں نہ اُلٹ جائے تیرا تخت
حاکم کو خوف چاہیے، قہرِ الٰہ سے
اکثر گری ہے برق، یتیموں کی آہ سے

کرتے ہیں لطف و رحم فقیروں پہ اغنیا ۸۷ عقبیٰ میں کام آتا ہے، یاں کا دیا لیا
خالق نے اپنے ملک کا حاکم، تجھے کیا جز نامِ نیک، کون جہاں میں سدا جیا
زنداں میں قیدیوں کا بہت حالِ غیر ہے
کچھ خیر کر کہ خیر سے عقبیٰ بخیر ہے

قاروں[۹] کا گنج اور ستم ایجاد کیا ہُوا ۸۸ نمرود[۱۰] کس طرف گیا شداد[۱۱] کیا ہُوا
تھا پہلے وہ جو بانیِ بیداد کیا ہُوا فرعونِ[۱۲] بد نہاد سا جلاد کیا ہُوا
وہ قبر میں ہیں آج، جو کل تھے رواق میں
ڈھونڈو تو خاک بھی نہیں کسریٰ[۱۳] کے طاق میں

گرمی کی فصل اور یہ مکاں تنگ ہائے ہائے ۸۹ اب رحم کر، ارے کوئی معصوم مر نہ جائے
فاقے سے ہوں وہ قید میں، تو نعمتیں یہ کھائے پانی تو پیاس میں کوئی جا کر انہیں پلائے
دل سے بھلا نہ وعدۂ روزِ نخست[۱۴] کو
بیمار کو دوا، نہ غذا تندرست کو

کھانے کو میں نہ ہاتھ لگاؤں گی، کیسی بھوک ۹۰ اُٹھتی ہے بار بار کلیجے میں میرے ہُوک
اُن کے بغیر مجھ کو یہ کھانا ہے مثلِ خُوک[15] یہ بے کسوں پہ ظلم، غریبوں سے یہ سلوک
خوش ہوگا حق دلوں کو یتیموں کے شاد کر
کیا رحم تھا کرم کو محمدؐ کے یاد کر

کافر کے گھر کو بھی کبھی لوٹا نہ، بعدِ جنگ ۹۱ چادر گلے میں ڈال کے کھینچا ہوئے نہ تنگ
جو ہاتھ آیا دے دیدیا، سائل کو بے درنگ عسرت یہ تھی کہ فاقوں میں، باندھا شکم پہ سنگ
اس بادشاہِ دیں کو نہ کچھ فکر اور تھی
رانڈوں کی پرورش تھی، یتیموں کی غور تھی

یکساں تھا خُلق آپ کا، شاہ و فقیر سے ۹۲ بٹھلاتے تھے فقیر کو برتر امیر سے
باتیں تھیں پرورش کی یتیم[16] و یسیر سے کرتے تھے سیر اُنھیں رطب و شہد و شیر سے
ہر شب کو قیدیوں کی خبر لینے جاتے تھے
دو دن کے بعد نانِ جویں آپ کھاتے تھے

ہے آج تک جہاں میں علیؑ کے کرم کا شور ۹۳ ہر ایک کی زباں پہ ہے نقلِ فقیرِ کُور[18]
تھا بازوئے رسُولؐ میں دستِ خدا کا زور پرواہ رے کرم نہ گوارا تھا، رنجِ مُور
کی اُس نے کچھ زباں سے شکایت تو ڈر گئے
کاندھے پہ رکھ کے مشک ضعیفہ کے گھر گئے

رانڈوں کے وارث اور یتیموں کے تھے پدر ۹۴ قاتل[19] پہ مرتے مرتے رکھی رحم کی نظر
ہر دم حسینؑ پر یہ تقید تھی اے پسر قیدی کے بھی طعام کی رکھیو ذرا نظر
راضی نہ اس کے قتل پہ مشکل کشا ہوئے
مشکیں جو باندھ دیں تو حسنؑ سے خفا ہوئے

خلقِ خدا ہے معترفِ خلقِ مجتبیٰ[20] ۹۵ دریائے[21] فیضِ ابرِ کرم منبعِ سخا
یادش بخیر ذکر کروں کیا حسینؑ کا آقا کو دیر گاہ، سلامت رکھے خدا
دونوں جہاں میں کیا برکت ایک دم سے ہے
قائم جو ہے زمیں، تو اُنھیں کے قدم سے ہے

دنیا ہو اور حسینؑ میں اس نام کے نثار ۹۶ فیضِ نبیؐ تو عصمتِ خاتونِ روزگار
ہے بات بات میں کرمِ شاہِ ذوالفقار اور خلق میں نظیرِ حسنؑ ہے، وہ ذی وقار
خُو ہے پیمبروں کی شہِ مشرقین میں
ہیں جمع کس قدر حسنات ایک حسین میں

گھٹی میں بھی فیضِ صحبتِ مولا سے بہرہ ور ۹۷ پیدا کیا ہے حق نے عجب طرح کا بشر
نیلے نشاں ہیں، چاند سے کاندھوں پہ جلوہ گر لے کر اناج جاتے ہیں، خود بے کسوں کے گھر
اس پر بھی ہر گھڑی یہ دعا ہے آہ سے
یارب بچائیو مجھے بارِ گناہ سے

اُس سالکِ طریقِ ہدایت کے، ہیں فدا ۹۸ یثرب سے حج کو آتے ہیں اکثر، پیادہ پا
ناقے تو پیچھے ہوتے ہیں، آگے وہ مقتدا خالق نے اُن پہ ختم کیا، زہد و اِتقا
اس سال بھی سُنا ہے کہ تشریف لائے ہیں
کعبے میں اہلِ بیت بھی ہمراہ آئے ہیں

کیا جانے حج کے بعد سدھارے ہیں وہ کدھر؟ ۹۹ لونڈی نے پھر سنی نہیں، آقا کی کچھ خبر
رہتی ہوں اس خیال میں پہروں میں نوحہ گر کعبے میں گھر گئے ہوں نہ سلطانِ بحر و بر
ہے دُھوم کچھ دنوں سے جدال و قتال کی
یارب تو خیر کیجیو، زہراؑ کے لال کی

اس خانداں میں کون رہا ہے سوائے شاہ ۱۰۰ قائم رکھے جہان میں شہ کو مرا اِلٰہ
آگاہ ہوں کہ شاہ سے کینہ تجھے تھا، آہ ڈر ہے کیا نہ ہو، کہیں زہراؑ کا گھر تباہ
بیتاب ہوں خیالِ شہِ نیک نام میں
شہزادیاں اسیر نہ ہوں فوجِ شام میں

وسواس کا مقام تردد کی ہے یہ جا ۱۰۱ روتے ہیں نام لے کے یہ قیدی حسینؑ کا
پھر تھا نہ شک مجھے، کوئی ہوتا جو دوسرا گر ہے تو اک حسینؑ ہے، زہراؑ کا دل ربا
اس نام پاک سے برکت ہے جہان میں
عقدے وہ کھول دیتے ہیں، سب ایک آن میں

کیں ہند نے یہ درد کی باتیں جو ایک بار ۱۰۲ ہر قلب پر ستم کی چلی، تیغِ آب دار
اللہ رے جوشِ ماتمِ سلطانِ نامدار رویا جھکا کے سر کو، یزیدِ زبوں شعار

خنجر غمِ حسینؑ کا دشمن پہ چل گیا
کیا نام میں اثر ہے، کہ پتھر پگھل گیا

رو کر پھر اس سے کہنے لگی، ہندِ خوش سیَر ۱۰۳ ہوں بے قرار صورتِ بسمل میں نوحہ گر
گر کہہ تو دیکھ آؤں اُنہیں جا کے ایک نظر شاید اُنہیں سے، شہ کی مفصل سنوں خبر

ہیں غیر یا عزیز شہِ انس و جاں کے ہیں
دریافت تو کروں کہ، یہ قیدی کہاں کے ہیں؟

ناچار ہو کے ہند سے ظالم نے یہ کہا ۱۰۴ جا دیکھ آ اُنہیں، مرا نقصان ہے اس میں کیا
واں جا کے اور ہوئے گا تجھ کو قلق سوا سنتے ہی یہ کلام اٹھی، ہندِ باوفا

پہلو میں مضطرب تھا دل اُس حق پرست کا
اُٹھتے ہی جلد حکم دیا بندوبست کا

سب عورتوں کو لے کے چلی جب وہ حق شناس ۱۰۵ کہنے لگیں یہ تب، جو کنیزیں تھیں آس پاس
کپڑے یہ میلے ہیں، بدل ڈالیے لباس اُس نے کہا کہ ہے مرے دل پر ہجومِ یاس

اک دم میں سوگواروں کو میں دیکھ آتی ہوں
کیسا لباس، کیا کسی شادی میں جاتی ہوں

میلے ہی کپڑے چاہئیں جب دل پہ ہو ملال ۱۰۶ کچھ سوچ ہے مجھے، تمہیں کچھ اور ہے خیال
کنگھی وہ کیا کرے کہ پریشاں ہو جس کا حال ہے سر کا گوندھنا بھی مجھے اس گھڑی وبال

جی چاہتا ہے یہ کہ گریبان چاک ہو
کپڑے تو سب سیاہ ہوں اور سر پہ خاک ہو

لازم ہے بزمِ غم میں عزادار بن کے جائے ۱۰۷ خود روئے پیٹے بین کرے اور اُنہیں رُلائے
واں وارثوں کا سوگ ہے، کپڑے کسے دکھائے روتا ہے دل، مقام ہے عبرت کا ہائے ہائے

کپڑے بدل کے رانڈوں میں جانا روا نہیں
اُن میں چلی ہوں، جن کے سروں پر ردا نہیں

۱۰۸ نکلی محل سرا سے یہ کہہ کر وہ خوش سیر | تھیں ساتھ ساتھ چند خواصیں بھی نوحہ گر
پہونچی جناب حضرت زینبؑ کو یہ خبر | رنگ اڑ گیا یہ کہنے لگیں سر کو پیٹ کر
اپنا نہیں خیال، بزرگوں کا پاس ہے
ہے ہے کہاں چھپوں وہ مری روشناس ہے

۱۰۹ ہے شرم کی جگہ کہ میں ہوں خواہرِ امام | غمگین و سوگوار و پریشان و تشنہ کام
ہم ہیں فقیر ہم میں امیروں کا کیا ہے کام | لوگو بتا نہ دیجو کہیں اُس کو میرا نام
پوچھے جو وہ کسی سے کہ زینبؑ کدھر گئی
کہہ دیجیو کہ بھائی کے ہمراہ مر گئی

۱۱۰ سن کر ہر اک سے بانوے ناشاد نے کہا | کیا حاصل اضطراب سے قسمت کا جو لکھا
لوگو خدا کے واسطے، چپکے رہو ذرا | رو رو کے سو گئی ہے ابھی میری دل رہا
پھر حشر قید خانے میں ہوگا جو روئے گی
چونکی اگر تو صبح تلک پھر نہ سوئے گی

۱۱۱ چپ ہو گئے یہ سُن کے اسیرانِ نوحہ گر | جا بیٹھی ایک گوشے میں زینبؑ جھکا کے سر
آئی سواریِ زنِ حاکم قریبِ در | درباں بھی دُور ہٹ گئے، دروازہ کھول کر
وحشت پہ قید خانے کے جس دم نگاہ کی
ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کے خواصوں نے آہ کی

۱۱۲ دل ہند کا تو رندھ گیا بھترّا گیا جگر | بولی ٹھہر کے ڈیوڑھی پہ، یہ قبر ہے کہ گھر!
دیکھا کوئی مکاں نہیں تاریک اس قدر | پوچھو کوئی کسی سے، کہ ہیں بی بیاں کدھر
ایسا بھی ظلم کرتا ہے کوئی جہان میں
بندے خدا کے بند ہیں ایسے مکان میں

۱۱۳ بڑھ کر کسی کنیز نے تب یہ کیا بیاں | بی بی کوئی اسیروں میں زندہ نہیں ہے یاں
چلئے محل میں آپ بھلا جائیں گی کہاں | قابل نہیں حضور کے جانے کا یہ مکاں
گر غش ہوئے تو آپ میں آیا نہ جائے گا
ہم سے تو اس خرابے میں جایا نہ جائے گا

۱۱۴ عبرت کا یہ مقام ہے لونڈی خدا سے ڈر — آزردہ ہوکے کہنے لگی ہند نوحہ گر
تاراج یوں جہاں میں نہ ہووے کسی کا گھر — آخر جو اس میں قید ہیں، وہ بھی تو ہیں بشر
جانے وہی کلیجے پہ جس کے چھری لگے
ایسی نہ بات کہہ کہ خدا کو بُری لگے

۱۱۵ اِک آفتابِ دیں، نظر آیا اسیرِ غم — یہ بات کہہ کے آگے بڑھی وہ بصد الم
بولی ٹھہر کے وہ کہ نہ ہے شوکت و حشم — حلقہ گلے میں طوق کا، زنجیر میں قدم
انساں ہے یہ اندھیرے میں یا شمعِ طور ہے
آئی ندائے غیب، کہ خالق کا نور ہے

۱۱۶ اللہ رے حُسن کرنے لگی خیرگی نظر — پڑھتی ہوئی درود گئی جب قریب تر
اُترا ہے آسماں سے خرابے میں یا قمر — محل عورتوں میں تھا یہ فرشتہ ہے یا بشر
رتبے میں ہے بزرگ، نسب میں جلیل ہے
ثابت ہے ضعف سے کہ نہایت علیل ہے

۱۱۷ اے بے کس و اسیر و بلاکش ترے نثار — کوئی بلائیں لے کے یہ کہتی تھی، بار بار
یہ گوری گوری پنڈلیاں زنجیر سے فگار — ہے ہے گلا یہ چاند سا اور طوقِ خاردار
لوگو بزرگ اُس کے مقرر امیر ہیں
گویا جنابِ یوسفِ کنعاں اسیر ہیں

۱۱۸ گھٹا جبیں پہ کثرتِ طاعت کا ہے نشاں — بولی کوئی کہ عابد و زاہد ہے یہ جواں
دیکھا نہیں حیا سے کہ ہیں کون بی بیاں — ایماں کا نور چہرۂ انور سے ہے عیاں
برحق شریف قوم، یہ گردوں اساس ہے
اشراف کو ہر ایک کی حُرمت کا پاس ہے

۱۱۹ ماں بہنیں ایسے شخص کی، بلوے میں ننگے سر — جو غیر کی طرف نہ حیا سے کرے نظر
ٹوٹے غضب خدا کا، لعینوں کی جان پر — یہ خیر ہوئے جس کی طبیعت میں، اُس سے شر
تقویٰ پہ اس کی عفت و عصمت گواہ ہے
قرآن ہم اٹھا لیں کہ یہ بے گناہ ہے

۱۲۰ افسوس ایسے بندۂ صالح پہ، یہ تعب[25] — زنداں میں کاٹتا ہے تڑپ کر تمام شب
بستر زمیں کا اور یہ تن زار ہے غضب — آنکھیں جو بند ہیں، یہ نقاہت کا ہے سبب
ہے خامشی دلیل عبادت کے شوق کی
گردن جھکی ہوئی ہے گرانی سے طوق کی

۱۲۱ باتیں یہ کرکے بی بیاں روتی تھیں زار — سینے میں تھا مگر، نہ دلِ ہند کو قرار
کہتی تھی دیکھ کر رُخِ اقدس کو بار بار — کس ملک کا رئیس ہے یارب، یہ ذی وقار
آنکھوں میں صاف پھرتی ہے صورت امام کی
تصویر ہے حسینؑ علیہ السّلام کی

۱۲۲ آخر دبا کے پاؤں یہ بولی وہ نیک نام — اُٹھیے کہ دیر سے میں کھڑی ہوں پئے سلام
بولے یہ آنکھیں کھول کے، مولائے خاص و عام — اس بیکس و یتیم و بلاکش سے کیا ہے کام؟
ہجرِ پدر میں، تلخ ہے لذّت حیات کی
طاقت نہ آنکھیں کھولنے کی ہے، نہ بات کی

۱۲۳ بولی یہ ہند کب سے علالت ہے میں نثار — فرمایا ساتویں سے محرّم کی ہے بخار
اس نے کہا طبیب کو دکھلاؤ حالِ زار — فرمایا خیر، شافیِ مطلق ہے کردگار
راضی ہیں اس پہ ہم جو رضائے حبیب ہے
دی ہے یہ تپ اُسی نے جو سب کا طبیب ہے

۱۲۴ رنج و بلا کو لطفِ خدا جانتے ہیں ہم — دکھ میں کراہنے کو گلا جانتے ہیں ہم
ہر دردِ جاں ستاں کو دوا جانتے ہیں ہم — عارض[26] ہو عارضہ، تو شفا جانتے ہیں ہم
کچھ غم نہیں مرض سے اگر حال غیر ہے
صحت ہماری یہ ہے کہ عقبیٰ بہ خیر ہے

۱۲۵ ایذا کو چین، رنج کو راحت سمجھتے ہیں — شیریں کو تلخ، شور کو لذّت سمجھتے ہیں
صابر ہیں، نانِ جو کو بھی نعمت سمجھتے ہیں — مرنے کو راہِ حق میں، سعادت سمجھتے ہیں
عسرت ہو، دکھ ہو، قید ہو، فاقہ کشی رہے
دولت یہی بڑی ہے کہ خالق خوشی رہے

یہ ذکر سُن کے رونے لگی ہندِ باوفا ۱۲۶ کی عرض کیا ہے اسمِ مبارک حضور کا؟
گردن جھکا کے قبلۂ چارم[27] نے یہ کہا بیکس، عزیز مردہ گرفتار و بے نوا
کیا پوچھتی ہے نام ونشاں خاکسار کا
ایک بندۂ حقیر ہوں پروردگار کا

زیبا ہے نام پاک، ہے خالقِ ودود ۱۲۷ روزی[28] رسانِ عالمیاں واجب الوجود
جو معرضِ فنا میں ہیں، کیا اُن کی ہست وبود قطروں کی کیا بساط، حبابوں کی کیا نمود
در پیش منزلِ لحد خوف ناک ہے
آغاز اپنا خاک ہے، انجام خاک ہے

تھے مرتضےٰ علیؑ کے جہاں میں بہت خطاب ۱۲۸ شیرِ خدا امیرِ عرب مالک الرّقاب[29]
کارہ[30] تھا پر ترقیِ ظاہر سے وہ جناب ہوتے تھے شاد کہتا تھا جو یا ابوتراب
جس کو فروتنی ہے وہی سر بلند ہے
خالق کو، خاکساریِ انساں پسند ہے

اس نے کہا بتائیے والد کا اپنے نام ۱۲۹ فرمایا فاقہ کش وطن آوارہ تشنہ کام
مقتول نیزۂ و تبر و خنجر و حسام جس کو ملا نہ پیاس میں، پانی کا ایک جام
بے گور و بے کفن جسدِ پاش پاش ہے
عُریاں ہے کربلائے معلیٰ میں لاش ہے

پوچھا وطن کو اُس نے تو بولے شۂ زمن ۱۳۰ دارِ فنا، مقامِ فنا منزلِ محن
بیٹھے فقیر تھک کے جہاں، ہے وہی وطن بے خانماں، اسیر و پریشان وخستہ تن
پردیس میں تباہ ہوئے شہر چھٹ گیا
جنگل میں ہم بھی لُٹ گئے اور گھر بھی لُٹ گیا

اُس نے کہا کہ طوق سے ہوئے گا دم خفا ۱۳۱ فرمایا جس میں خالقِ کونین کی رضا
گھٹتا ہے گر گلا، تو نہیں اس کا کچھ گلا بندے ہیں، امرِ حق میں ہمیں اختیار کیا
صابر ہیں، غیرِ شکرِ خدا کیا سخن کریں
ہم وہ نہیں کہ شکوۂ طوق و رسن کریں

وہ بولی اور بھائی بھی کیا تھے مہِ منیر ۱۳۲ فرمایا ہاں جوان تھا اک اور اک صغیر
جرأت میں بے عدیل تھے صورت میں بے نظیر دونوں کو تین روز نہ پانی ملا نہ شیر
اعداد کو دشمنی تھی، صغیر و کبیر سے
برچھی سے ایک قتل ہوا، ایک تیر سے

غش ہو گئے یہ کہہ کے امامِ فلک اساس ۱۳۳ تھرا کے واں سے آگے بڑھی ہند بے حواس
پہونچی ٹھہر ٹھہر کے جو سیدانیوں کے پاس رانڈوں کی شان دیکھ کے بولی وہ حق شناس
چہرے سبھوں کے غیرتِ خورشید و ماہ ہیں
گویا کہ اہلِ بیتِ رسالت پناہ ہیں

پیدا ہے ان کی شان سے، سیدانیوں کی شان ۱۳۴ ظاہر ہے صبر و شکر سے سادات کا نشاں
یا ہاشمی ہیں، یا علوی ہیں، یہ خستہ جاں کس میں یہ معرفت کے سخن، اور یہ بیاں
یہ لاکھ گر چھپائیں تو کب مانتی ہوں میں
خوشبو کو اہلِ بیت کی پہچانتی ہوں میں

مٹی میں گو بھرے ہوئے ہیں، انکے روئے پاک ۱۳۵ چھپتا ہے کوئی چاند پہ ڈالے ہزار خاک
ہر چند ہیں صعوبتِ زنداں سے سب ہلاک روشن ہے قید خانہ، تاریک و ہولناک
میں کس طرح کہوں کہ یہ آلِ عبا نہیں
ہاں فرق اتنا ہے کہ سروں پر ردا نہیں

چہروں کی آب و تاب پہ لوگو اگر کرو تو غور ۱۳۶ دیکھا ہے قیدیوں کا کسی نے کبھی یہ طور
بازو ہیں ایک رسی میں، ہے ہے یہ ظلم و جور بچے بھی ہیں بندھے ہوئے دیکھو ستم یہ اور
مٹی میں مل گیا یہ چمن وامصیبتا
ان گوری گردنوں میں رسن وامصیبتا

آ کر قریب کہنے لگی ہندِ خوش خصال ۱۳۷ اے بیبیو! ہٹا دو ذرا رخ سے اپنے بال
مجھ سے تو کچھ بیان کرو اپنے دل کا حال کھیتی تمہاری ہو گئی، کس بن میں پائمال
کیوں لے گئے عدو تمہیں بلوائے عام میں؟
کس جرم میں اسیر ہوئے ملکِ شام میں؟

۱۳۸
سنتی ہوں میں مدینے میں ہے آپ کا وطن — للہ کچھ کہو خبرِ سرورِ زمن
ہیں خیریت سے حضرتِ شبیرؑ کی بہن — زندہ رکھے، جہاں میں اُنہیں ربِّ ذوالمنن
وہ بی بی روحِ بنتِ رسالت پناہ ہے
عصمت پہ جس کی خالقِ اکبر گواہ ہے

۱۳۹
کیوں بی بیو بتاؤ خدا کے لیے ذرا — ہے خیر سے مدینے میں فرزندِ مرتضیٰؑ
سنتی ہوں اب جواں ہیں، ہم شکلِ مصطفیٰؐ — سرسبز رکھے باغِ جہاں میں، انہیں خدا
شہرت ہے ابنِ فاطمہ زہراؑ کے ماہ کی
حسرت تو شہ کو ہوئے گی، اکبرؑ کے بیاہ کی

۱۴۰
حق سے یہی ہے شام و سحر اب مری دعا — آقا مرے جہاں میں سلامت رہیں سدا
اکبرؑ کا سہرا بانوؑ کو دکھلائے اب خدا — گھر میں بہو کو لائے جگر بندِ مصطفیٰؐ
ارمان نکلے بادشہِ مشرقین کا
آباد گھر ہو فاطمہؑ کے نورِ عین کا

۱۴۱
جب ہند ختم کر چکی رو رو کے یہ کلام — بانوؑ کے پاس آکے یہ بولی وہ نیک نام
صدقے گئی بتائیے کیا آپ کا ہے نام — للہ کچھ کہو میں ہوئی جاتی ہوں تمام
زنداں میں سب اسیروں کی سردار آپ ہیں
ان قیدیوں کی قافلہ سالار آپ ہیں

۱۴۲
بانو نے اُس سے پھر یہ کہا تھام کر جگر — ہم قیدیوں کے نام ہیں، مظلوم و نوحہ گر
زینبؑ کو پھر بتا کے یہ بولی بہ چشمِ تر — یہ بی بی جو کہ روتی ہیں نہوڑائے اپنا سر
تو دل میں جانتی ہے کہ میں اِن کی عزیز ہوں
مختار یہ مری ہیں، مَیں ان کی کنیز ہوں

۱۴۳
وہ بولی کئے ہیں آپ کے فرزندِ خوش سیر — فرمایا رو کے لُٹ گیا بی بی ہمارا گھر
تیر و سناں سے قتل ہوئے رن میں دو پسر — زنداں میں اک اسیر ہے، مظلوم و نوحہ گر
ٹکڑے جگر کے صدمۂ فرقت سے ہوتے ہیں
جو گود میں پلے تھے، وہ جنگل میں سوتے ہیں

۱۴۴
یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ — پھر مڑ کے روئے حضرتِ زینبؑ پہ کی نگاہ
رُخ سے ہٹائے بال تو حالت ہوئی تباہ — بے ساختہ کہا کہ زہے قدرتِ الٰہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
زینبؑ تمہیں ہو خالقِ اکبرؐ گواہ ہے

۱۴۵
کہنے لگی یہ ہند سے زینبؑ جگر فگار — کیوں فالِ بد نکالتی ہے، منہ سے بار بار
اے ہند اُن کا نام نہ لے، بہرِ کردگار — نسبت نہ اُن سے دے کہ ہے وہ فاطمہؑ وقار
اعدا تو مجھ کو لے گئے بلوائے عام ہیں
دشمن نہ اُن کے قید ہوں، زندانِ شام ہیں

۱۴۶
وہ شاد کام اور میں بیکس جگر فگار — آباد وہ ہیں، اور میں زنداں میں سوگوار
بلوے میں لے گئے مجھے اعدا بہ حالِ زار — باہر کنیز نکلی نہیں اُن کی زینہار
وہ بی بی پردہ دار ہے، اور خوش خصال ہے
زینب میں ہی ہوں یہ ترا بے جا خیال ہے

۱۴۷
یہ سُن کے بے قرار ہوئی، ہندِ خوش خصال — دیکھا بغور رُخ، تو یہ بولی بہ صد ملال
اے میری شاہ زادی، چھپاؤ نہ مجھ سے حال — زینبؑ تمہیں ہو، خواہرِ شبیرؑ باکمال
تم کو قسم ہے فرقِ شہِ مشرقین کی
جلدی کہو خبر مرے آقا حسینؑ کی

۱۴۸
یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی ہند ذی وقار — فرطِ قلق سے، دل ہوا زینبؑ کا بے قرار
چلّائیں سر کو پیٹ کے باچشمِ اشک بار — اے ہند کٹ گیا سرِ شبیرِ نامدار
پانی دیا نہ، سبطِ رسالت پناہ کو
حاکم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

۱۴۹
اے ہند کیا کہوں خبرِ شاہِ تشنہ لب — ہنگامِ عصر لٹ گیا زہرا(ز) کا باغ سب
مطلق ڈرا نہ خالقِ اکبر سے بے ادب — چوبِ یزید اور لبِ شبیرؑ ہے غضب
رونے نہ پائے ماتمِ شاہِ شہید میں
سر ننگے لے گئے ہمیں، بزمِ یزید میں

۱۵۰

کیا پوچھتی ہے تو خبرِ شاہِ بحر و بر — فرقِ حسینؑ تھا کبھی نیزے پہ جلوہ گر
باندھا درخت میں کبھی، خولی نے بے خطر — لٹکا درِ یزید پہ، سبطِ نبیؐ کا سر
یاں تک تھی دشمنی، سپہِ بدخصال کو
پتھر لگائے راہ میں، زہراؑ کے لال کو

۱۵۱

اے ہند رن میں شاہ کے یاور ہوئے شہید — عباسؑ قتل ہو گئے اصغر ہوئے شہید
بن بیاہے دشت میں، علی اکبرؑ ہوئے شہید — شبیر کا لال، اور مرے دلبر ہوئے شہید
مرجھا کے فاطمہؑ کی، نہ کھیتی ہری ہوئی
بچوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

۱۵۲

میداں میں بے کفن ہے ابھی لاشِ شاہِ پاک — ہے ہے وہ اوس اور وہ میدانِ ہولناک
واحسرتا وہ گرم ہوا، اور وہ فرشِ خاک — کس طرح دل نہ ہو مرا، سینے میں چاک چاک
چہلم تلک ہوا نہ، شہِ مشرقین کا
اب تک پڑا ہے دھوپ میں لاشہ حسینؑ کا

۱۵۳

منگوایا ہند نے جو سرِ شاہِ بحر و بر — مجرے کو اُٹھ کھڑے ہوئے قیدی بہ چشمِ تر
جب سر پہ شاہِ دیں کے، سکینہ نے کی نظر — چلائی رو کے، ہائے غضب مر گئے پدر
دنیا سے تشنہ کام سفر کر گئے حسینؑ
لو مجھ پہ اب یہ راز کھُلا، مر گئے حسینؑ

۱۵۴

پھر سر کو پیٹتی ہوئی دوڑی وہ سوگوار — دامن میں لے لیا سرِ شبیرؑ نامدار
منہ رکھ کے منہ پہ شہ کے جو روئی وہ دل فگار — صدمہ ہوا نکلنے لگی تن سے جانِ زار
دنیا سے سب (ح) کی زیست کا نقشہ بدل گیا
جنبش ہوئی لبوں کو بس اور دم نکل گیا

۱۵۵

بانوؑ نے سر کو پیٹ کے، تب یہ کیا بیاں — بس مل چکیں حسینؑ سے، قرباں جائے ماں
اے نورِ عین، بس نہ کرو، نالہ و فغاں — ایسا نہ ہو کہ گھُٹ کے نکل جائے تن سے جاں
بچھڑے ہیں کب سے، بادشہِ مشرقین سے
ہم بھی تو مل لیں، فاطمہؑ کے نورِ عین سے

اُٹھی یہ کہہ کے بانوئے بے بس، برہنہ سر ۱۵۶ دیکھا پڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ نوحہ گر
زینبؑ کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر بچّی کو میری لے گئے، سلطانِ بحر و بر
زنداں کے تھے وہ ظلم کہ عاجز تھی جان سے
افسوس چل بسی مری پیاری جہان سے

بی بی تمہاری ننھی سی میت کے میں نثار ۱۵۷ مُنہ سے اُٹھاؤ کُرتے کا دامن پھر ایک بار
جی بھر کے بچّہ کو دیکھ لے، مادرِ جگر فگار امّاں کو اپنے پاس بلالو تو ہو قرار
فرصت ہمیں نہ ہوگی کبھی شور و شین سے
تم یاں سے جا کے قبر میں سوؤ گی چین سے

ہے ہے اٹھائے قید میں کیا کیا نہ رنج و غم ۱۵۸ باندھا گلے کو شمر نے رسی سے ہے ستم
بابا کو یاد کر کے جو روتی تھیں دم بہ دم دیتے تھے گھڑکیاں تمہیں، یہ بانیِ ستم
زخمی ہیں کان پھول سے عارض کبود[۳۲] ہیں
اب تک نشاں طمانچوں کے رُخ پر نمود ہیں

بی بی خدا پہ خوب ہے روشن، ہمارا حال ۱۵۹ چادر تلک نہیں ہے، چھپاؤں جو سر کے بال
کس طرح دوں کفن تجھے، اے میری خُردسال نادار ہوں میں، پاس نہ دولت ہے اور نہ مال
سنگِ الم سے، شیشۂ دل پاش پاش ہے
دو گز کفن کے واسطے محتاج لاش ہے

ہوتا جو واری پاس مرے کچھ بھی مال و زر ۱۶۰ تربت بناتی ننھی سی، میں سوختہ جگر
تابوت پر میں باندھتی سہرا، بہ چشمِ تر جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نوحہ گر
میت یہی ہے بنتِ شۂ مشرقین کی
دنیا سے آج اُٹھ گئی عاشق حسینؑ کی

بس اے انیسؔ بزم میں ہے گریہ و بکا ۱۶۱ وقتِ دعا ہے خالقِ اکبر سے کر دعا
یارب بحقِّ احمدؐ و زہراؑ و مجتبا[۴] دکھلا دے جلد روضۂ سلطانِ کربلا
دم لب پہ ہے، زیارتِ مولا نصیب ہو
بیمارِ غم کو قربِ مسیحا نصیب ہو

۲۳

جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؑ ۱ خم مثلِ ہلالِ شبِ اوّل ہوئے عابدؑ
اس شکل سے راہی سوئے مقتل ہوئے عابدؑ اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ پیدل ہوئے عابدؑ
رانڈوں میں تو محبوسیِ سجادؑ کا غُل تھا
ہر گام پہ زنجیر کی فریاد کا غُل تھا

بے دینوں میں تھی تہنیتِ فتح کی اِک دھوم ۲ رانڈوں میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہِؑ مظلوم
اور شرم سے نیہوڑائے تھے سر عابدِؑ مغموم بیمار کو آنکھوں سے نہ کچھ ہوتا تھا معلوم
اک ہاتھ میں زنجیر، یہ صد رنج و محن تھی
اک ہاتھ میں ماں بہنوں کے اُونٹوں کی رسن تھی

تلواریں لیے چار طرف ظلم کے بانی ۳ حلقے میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی
غربت کا اَلم[الف] بے پدری تشنہ دہانی وہ طوق کا لنگر وہ سلاسل کی گرانی
مُڑ کر کبھی زینبؑ کے رخِ پاک کو دیکھا
بیڑی کبھی[ب] دیکھی، کبھی افلاک کو دیکھا

لغزش میں نہ تھا ہاتھ کوئی تھامنے والا ۴ صدمے سے گرا پڑتا تھا، وہ نازوں کا پالا
تھا چاند سے سینے میں کلیجہ تہ و بالا زنجیر جو ہاتھوں سے چھٹی، طوق سنبھالا
مرقد نہ بنا باپ کا، یہ فکر بڑی تھی
اِک جانِ حزیں، لاکھ مصیبت میں پڑی تھی

نرغے میں دل آزاروں کے وہ صاحبِ آزار ۵ دل سوز نہ کوئی نہ کوئی مونس و غم خوار
شیشے کی طرح[ج] ہوتا ہے نازک دلِ بیمار اس پر یہ مصیبت کا گرا کوہِ گراں بار
تعویذِ شفا اس کو پنھاتے تو بجا تھا
یاں طوقِ گراں بار کے حلقے میں گلا تھا

۶ دستور ہے بیمار کے ہیں پاؤں دباتے — یا بیڑیاں[د] بھاری ہیں اسے لا کے پنہاتے
ماتم کی خبر کو ہیں عزیزوں[ہ] سے چھپاتے — یا باپ کا سر کاٹ کے، اس کو ہیں دکھاتے

یہ دُکھ نہ کسی صاحبِ آزار نے دیکھے
ہاں بعدِ پدر عابدِؑ بیمار نے دیکھے

۷ ہفتم سے جو اعدا کی ہوئی شہ پہ چڑھائی — بیمار کو پانی نہ ملا کیسی ٹھنڈائی
عاشور کو غش تھے کہ یکایک خبر آئی — شہ ذبح ہوئے لُٹ گئی زہرؑا کی کمائی

ہوش آیا تو گھر آگ سے جلتے ہوئے دیکھا
ماں بہنوں کو بلوے میں نکلتے ہوئے دیکھا

۸ کیا کیا نہ ستم اہلِ شقاوت نے دکھائے — بیمار نے جز شکرِ خدا، لب نہ ہلائے
جب طوق و سلاسل کو عدو سامنے لائے — کس صبر سے نہوڑا دیا سر، پاؤں بڑھائے

تھی فکر گنہ گاروں کی اس رنج و محن میں
بندھوا دیئے اُمّت کے لیے ہاتھ رسن میں

۹ تھا صاحبِ اعجاز کو ہر طرح[و] کا مقدور — ہونٹوں کے ہلانے میں فنا ہوتے وہ مقہور[۱]
تھی نار[۲] سے، آزادیِ اُمّت انھیں منظور — دانستہ ہوئے قید، نہ بے کس تھے نہ مجبور

زنجیر سے ہر گام پہ لغزش ہوئی پا کو
چھوڑا نہ مگر سلسلۂ صبر و رضا کو

۱۰ پھوپیاں سرِ ناقہ نظر آتی تھیں کُھلے سر — ہاتھوں سے چھپائے ہوئے منہ روتی تھیں مادر
بے پردہ تھی اک رات کی بیاہی ہوئی خواہر — چھپیاں تھیں اس انبوہ میں بے مقنعہ[۳] و چادر

ناموسِ محمدؐ پہ تو یہ ظلم و ستم تھا
اور سامنے سر باپ کا نیزے پہ علم تھا

۱۱ فریاد تھی رانڈوں میں کہ اے قافلہ سالار — منہ کاہے سے ڈھانپیں حرمِ حیدرِ کرّار
کس درد سے فرماتے تھے سجّادِؑ دل افگار — صابر رہو، شاکر رہو، جو مرضیِ غفّار

چِھننے کا رداؤں کے عبث رنج و الم ہے
کیا چادرِ تطہیر کا پردہ تمھیں کم ہے

موئے سر پر نور سے چہروں کو چھپالو ۱۲ شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لازم ہے تمہیں صبر، کلیجوں کو سنبھالو غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اٹھالو
چادر نہیں سر پر تو ضرر کیا ہے تمہارا
پردہ رہے اُمّت کا یہ پردہ ہے تمہارا

گو آج نہیں ہودج و محمل کی سواری ۱۳ کل دے گا تمہیں ناقۂ نُور ایزدِ باری
موقوف رداؤں پہ نہیں شان تمہاری تم نورِ خدا ہو تمہیں کیا دیکھیں گے ناری
عریانی سے تم لوگوں کی عزت نہیں جاتی
پوشش جو نہو کعبہ کی حرمت نہیں جاتی

یہ کہتے تھے جو قتل کا میداں نظر آیا ۱۴ کاٹا ہوا زہراؑ کا گلستاں نظر آیا
دیکھا جسے، وہ خاک پہ بے جاں نظر آیا سوتے ہوئے شیروں کا نیستاں نظر آیا
روحیں تو نثارِ پسرِ شاہِ نجف ہیں
پیاسوں کی کٹی گردنیں قبلے کی طرف ہیں

اس شکل سے صحرا میں پڑے تھے وہ دلاور ۱۵ جس طرح مرقع کہیں ہو جاتا ہے ابتر
سوتے تھے کہیں خاک پہ دو بھائی برابر دولہا کوئی پامال تھا گھوڑوں سے سراسر
بُندے کوئی پہنے ہوئے پیارا سا پڑا تھا
ریتی پہ کوئی طفل، ستارا سا پڑا تھا

سوتا تھا لبِ نہر کوئی ہاتھ کٹائے ۱۶ تھا خواب اجل میں کوئی پھل برچھی کا کھائے
تھے جسم لہو میں، عوضِ غسل نہائے اتنا بھی نہ تھا کوئی کہ قبریں تو بنائے
دم نکلے تھے مشکل سے کہ وہ تازہ جواں تھے
بالائے زمیں پاؤں رگڑنے کے نشاں تھے

تھا بیچ میں اُن لاشوں کے اک لاشۂ بے سر ۱۷ گردن پہ نمایاں کئی جا گہہ، خطِ خنجر
تھا تیروں کی کثرت سے یہ حالِ تنِ اطہر جس طرح عیاں خار ہوں ساہی کے برابر
بخشا تھا سرِ عرش نشیمن جو خدا نے
پر کھولے تھے اوس اوجِ سعادت کے ہما نے

۱۸

افراطِ جراحت سے سراپا تھا بدن چُور — اک قبر کو محتاج تھا وہ صاحبِ مقدور
تھی ریگِ بیاباں، عوض مرہم کافور — آئینۂ صد پارہ تھا، وہ سینۂ پُر نور
زخموں میں لہو، سینے کے دھبے سے بھرا تھا
زانو تھا جہاں شمر کا واں ہاتھ دھرا تھا

۱۹

پہلو میں تھا اک طفلِ حسین، تیر کا مارا — جس طرح سے ہو ماہ کے نزدیک ستارا
چھوٹا سا شلوکا تھا بھرا خون سے سارا — معلوم یہ ہوتا تھا کہ ہے باپ کا پیارا
کچھ داغ جو دل پر تھے تو کچھ داغ جگر پر
اک ہاتھ تو تھا سینے پہ، اک ہاتھ پسر پر

۲۰

تھا لاش پہ بے کس کے عجب یاس کا عالم — کہتی تھی یہ حسرت، تری غربت کے فدا ہم
رونے کو سرہانے کوئی مونس تھا نہ ہمدم — تھے ہاتھ بندھے اُن کے، جو تھے صاحبِ ماتم
تھا گرد کا دامن تنِ صد چاک کے اوپر
شہ رگ سے ٹپکتا تھا لہو خاک کے اوپر

۲۱

اُس دھوپ میں سایہ جو نہ تھا لاشۂ شہ پر — مرغانِ ہوا چھائے تھے کھولے ہوئے شہپر
آملتا تھا جب دُور سے طائر کوئی اڑ کر — کہتا تھا کہ کیوں پیٹتے ہو بازوؤں سے سر
غم دیکھے ہیں دنیا میں، پہ یہ غم نہیں دیکھا
ایسا تو سلیمانؑ کا بھی ماتم نہیں دیکھا

۲۲

اس سے یہ بیاں کرتے تھے وہ طائرِ صحرا — اِس سانحہ کی آہ خبر تجھ کو نہیں کیا
گھر لُٹ گیا زہراؑ کا، قیامت ہوئی برپا — بے سر ہے سرِ خاک، محمدؐ کا نواسا
یہ وہ ہے رسولِ عربیؐ روتے ہیں جس کو
روتے ہیں اسے سارے نبی روتے ہیں جس کو

۲۳

صحرا کے پرندوں میں یہ تھی درد کی تقریر — آپہونچے جو رانڈوں کو لیے عابدِؑ دل گیر
بے سر نظر آیا جو انھیں لاشۂ شبیرؑ — قدموں پہ گرے، چھوٹ گئی ہاتھ سے زنجیر
بیمار نے نعرہ جو کیا یا ابتا کا
تھرا گیا لاشہ پسرِ شیرِ خدا کا

سر پیٹ کے چلّائے یہ سجّادِ دل افگار ۲۴ رخصت کے لیے آیا ہے، یہ صاحبِ آزار
صدقے تری مظلومی کے، اے سیدِ ابرار باندھے ہوئے گردن لیے جاتے ہیں جفاکار
تلواریں علم سر پر ہیں، دم لے نہیں سکتا
مجبور ہوں، حضرت کو کفن دے نہیں سکتا

بعد آپ کے اُمّت نے یہ کی ہے مری توقیر ۲۵ اونٹوں کی رسن ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر
پہنایا ہے گردن میں بھی اک طوقِ گلوگیر جو قافلے سے چھوٹے ہے اُس کی یہی تعذیر
بیماری میں جو ہم پہ ستم ہو سو روا ہے
شمشیر سے گردن نہ کٹانے کی سزا ہے

اعجاز سے اُس لاش نے ہاتھوں کو اٹھایا ۲۶ کس پیار سے فرزند کو چھاتی سے لگایا
پھر حلقِ بُریدہ سے یہ عابدؑ کو سنایا روؤ نہ، کفن ہم نے نہ پایا تو نہ پایا
اے لال یہی خوں بھری پوشاک کفن ہے
جب خاک ملی خاک میں پھر خاک کفن ہے

یہ ذکر تھا، جو اُونٹ سے فضّہ یہ پکاری ۲۷ اے قافلہ سالارِ حرم، عاشقِ باری
لو اُونٹ سے گرتی ہیں پھوپھی جان تمھاری ایسا نہ ہو مر جائے یداللہ کی پیاری
ماں جائے کی مظلومی و تنہائی پہ روئے
اُونٹوں کو بٹھا دو تو بہن بھائی کو روئے

چلّائی سکینہؑ مرا ناقہ بھی بٹھا دو ۲۸ اچھے مرے بھائیؑ مجھے بابا سے ملا دو
خوشبو شہِ مظلوم کی چھاتی کی سنگھا دو سوتے ہیں اگر نام مرا لے کے جگا دو
مارا ہے عبث شمر نے مجھ خستہ جگر کو
دکھلاؤں گی ہیں نیل طمانچے کا پدر کو

گھبرا کے پکارا عمرِ سعد جفاکار ۲۹ کہہ دو کہ اٹھے لاشے سے اب عابدِؑ بیمار
نیزے لیے ناقوں کے رہیں گرد ستم گار اُونٹوں سے زمیں پر کوئی اُترے نہ خبردار
خولی سے کہو، آگے بڑھے لے کے سروں کو
ہاں جلد روانہ کرو، اِن نوحہ گروں کو

عابدؑ کو تنِ شاہ سے اعدا نے چھڑایا ۳۰ جی بھر کے پسر باپ کو رونے بھی نہ پایا
جب اونٹ چلے، رانڈوں نے یہ شور مچایا رونا نہ ملا لاشوں پہ فریاد خدایا
کشتے ہوئے سب دفن لعینوں کی طرف کے
لاشے کو نہ گاڑا، پسرِ شاہِ نجف کے

ہے ہے ہمیں اونٹوں سے اترنے نہیں دیتے ۳۱ کوشش کفن و غسل کی کرنے نہیں دیتے
کھینچے لیے جاتے ہیں، ٹھہرنے نہیں دیتے مظلوم کو تربت میں بھی دھرنے نہیں دیتے
مٹی نہ ملی لاشں کو، شاہِ شہدا کی
فریاد نبیؐ کی ہے دُہائی ہے خدا کی

اس قافلے سے روتے ہوئے عابدِؑ مضطر ۳۲ پہونچے پسرِ سعد کے خیمے کے برابر
بیٹھا ہوا تھا کرسی پہ نخوت سے بد اختر اور فتح کی نذریں، اسے دیتے تھے ستمگر
تھا جشن کا غل کشتیوں میں آتے تھے خلعت
خدام کھڑے شمر کو پہناتے تھے خلعت

نوفل پسرِ سعد سے کرتا تھا یہ گفتار ۳۳ دو خلعت، زر کا میں ہوں آج طلب گار
عباسؑ کے شانوں پہ لگائی ہے وہ تلوار جس ضرب سے ٹوٹی کمرِ سیدِ ابرار
کاٹا عَلَمِ شاہ کو، شمشیر سے میں نے
مشکیزے میں سوراخ کیا، تیر سے میں نے

کس فخر سے کرتا تھا بیاں قاتلِ اکبرؑ ۳۴ اس نیزے سے بے جاں ہوا ہم شکلِ پیمبرؐ
کہتا تھا کوئی چھیدا ہے اک تیر لگا کر بانوؑ کا جگر، شاہ کا دل، گردنِ اصغرؑ
ہر زخم کا انعام سوا چاہیے مجھ کو
اس تیرِ سہ پہلو کا صلہ چاہیے مجھ کو

کہتا تھا سنا کر اسے کوئی ستم آرا ۳۵ لختِ دلِ شبّرؑ کو ہے اس تیر سے مارا
رہوار کے پاؤں سے بدن سب کیا پارا نوشاہ زمانے سے پُر ارمان سدھارا
کیا قبر میں ہوئے گا قلق ابنِ حسنؑ کو
رنڈ سالہ میسّر نہیں اک شب کی دُلہن کو

کہتا تھا کوئی لوٹ کا اسباب دکھا کر ۳۶ مقنعہ یہ دُلہن کا ہے یہ بانوؑ کی ہے چادر
باقرؑ کی یہ ہنسلی ہے سکینہؑ کا ہے گوہر شملہ یہ ہے اکبرؑ کا یہ گہوارۂ اصغرؑ
یہ خون میں تر جامۂ شاہِ شہدا ہے
پیوند ہیں جس میں یہی زینبؑ کی ردا ہے

عابدؑ نے سُنی جب یہ ستم گاروں کی تقریر ۳۷ نزدیک عمر آئے سنبھالے ہوئے زنجیر
فرمایا کہ قبروں میں تو گاڑے گئے بے پیر کی ہے پسرِ فاطمہؑ نے کون سی تقصیر
کھلوا دے مرے ہاتھ کو صدمہ ہے جگر کو
میں دفن کروں شیرِ الٰہی کے پسر کو

بے دفن و کفن ہیں جو یہ اللہ کے پیارے ۳۸ واللہ گڑا جاتا ہوں میں شرم کے مارے
بکھرے ہوئے یاں پھول محمدؐ کے ہیں سارے صحرا میں کوئی ہے کوئی دریا کے کنارے
ان پھولوں کو مقتل سے اٹھا لینے دو مجھ کو
مٹی میں ستاروں کو چھپا دینے دو مجھ کو

سفاک نے تب چیں بہ جبیں ہو کے سنایا ۳۹ حاکم کا یہ شُقّہ ہے مرے نام پہ آیا
تو کوفے میں اب تک سرِ شبیرؑ نہ لایا صحرا سے خبردار، جو لاشوں کو اٹھایا
مرنے پہ بھی راحت تنِ سرور کو نہ دیتا
زِنہار کفن سبطِ پیمبرؐ کو نہ دیتا

چپ ہو گئے سجادِ حزیں سر کو جھکا کر ۴۰ چلّائے تنِ شہ کی طرف منہ کو پھرا کر
جیتا رہا گر قید کی تکلیف اٹھا کر گاڑے گا غلام آپ کو اب شام سے آ کر
حیدرؑ کی حمایت میں تنِ شاہ کو سونپا
آئی یہ صدا تم کو بھی اللہ کو سونپا

صدقے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ ۴۱ لاشے کے نہ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ چادر کوئی مل جائے تو زینبؑ کو اُڑھاؤ
ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجیو بیٹا
ہر وقت سکینہؑ کی خبر لیجیو بیٹا

سہنا ہے تمہیں رنجِ اسیری میں سفر کا ۴۲ اک بوجھ تو ہے طوق کا ایک بوجھ[۵۰] ہے گھر کا
اے نورِ نظر غم نہ کرو لاشِ پدر کا بابا کے مقدر سے ہے کیا نورِ پسر کا
دن گذریں گے ایذا کے، تو فرصت بھی ملے گی
تم چھٹ کے جب آؤ گے تو راحت بھی ملے گی

یہ سن کے چلے روتے ہوئے عابدِ بیمار ۴۳ راہی ہوئے خیموں کو اکھڑوا کے ستمگار
بے غسل و کفن رہ گئی نعشِ شہِ ابرار جز بے کسی و یاس نہ دل سوز نہ غم خوار
روتے تھے ملک عرش پہ، جب روتی تھی زہراؑ
لاشے سے پسر[۵۱] کے نہ جدا ہوتی تھی زہراؑ

وہ گرمی کے ایام وہ صحرائے خطرناک ۴۴ پتے کا نہ سایا تھا، بہ جز سایۂ افلاک
اٹھتے تھے بگولے کہیں، اڑتی تھی کہیں خاک ریتی پہ پڑا تھا، پسرِ سیدِ لولاک
بھن جاتا تھا دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر
اس دھوپ میں سایہ نہ تھا لاشِ شہِ دیں پر

جب گلشنِ ایماں کو قلم کر چکے اعدا مطلع دوم نیزے پہ سرِ شہ کو، علم کر چکے اعدا
ناموسِ محمدؐ پہ ستم کر چکے اعدا ۴۵ تاراج سب اسبابِ حرم کر چکے اعدا
کوفے کی طرف لے گئے ناموسِ نبیؐ کو
گاڑا بھی نہ فرزندِ رسولِ عربیؐ کو

جنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم ۴۶ پریاں، پسرِ فاطمہؑ کا کرتی تھیں ماتم
دریا میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہِ عالم اڑ اڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اٹھتا تھا ہر بار زمیں سے
ریتی پہ برستا تھا لہو، چرخِ بریں سے

ٹکراتے تھے جب کوہ، تو اڑتے تھے شرارے ۴۷ چلتے تھے درختوں پہ، غم و درد کے آرے
جو کھیت لہکتے تھے، وہ مرجھائے تھے سارے اور لوٹتی تھیں مچھلیاں دریا کے کنارے
دانے کا نہ تھا ہوش، پرندوں کو جہاں میں
چوپائے نہ منہ ڈالتے تھے آبِ رواں میں

کھیتوں پہ جو آتے تھے وہاں اہلِ زراعت ۴۸ لاشے نظر آتے تھے، انھیں آتی تھی رقت
دن بھر تو وہ سب روتے تھے باصد غم و حسرت اور شب کو گھروں میں بھی نہ تھی غم سے فراغت
کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سحر تک
شبیرؑ کی مظلومی پہ روتے تھے سحر تک

تب عورتیں کہتی تھیں یہ بادیدۂ پُرنم ۴۹ کیوں بے خور و بے خواب ہو کس بات کا ہے غم
اشک آنکھوں سے تم لوگوں کے تھمتے نہیں اک دم بتلاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم
کھانے جو پکائے ہیں اسی طرح دھرے ہیں
کون اُٹھ گیا دنیا سے کہ دِل غم سے بھرے ہیں

تم لوگوں کے غم کھانے کا کھلتا نہیں احوال ۵۰ خرمن پہ گری برق کہ کھیتی ہوئی پامال
کیا ہیچ پڑا کون سا نقصان ہوا اس سال املاک ہوئی ضبط کہ دنیا میں پڑا کال
کچھ جرم کسی طرح کا ٹھہرایا ہے تم پر
کیا حاکمِ جابر کا عتاب آیا ہے تم پر

وہ بولے کہ اِن میں سے کوئی بات نہیں آہ ۵۱ کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صدمۂ جاں کاہ
تھی تیسری تاریخ محرم کی کہ ناگاہ وارد ہوا اس دشت میں اک بندۂ اللہ
تھوڑے سے ملازم تھے، یہ سب غنچہ دہاں تھے
کچھ پیر تھے کچھ طفل تھے کچھ تازہ جواں تھے

ہم نے کبھی دیکھے نہیں اس طرح کے خوش رُو ۵۲ میدان میں تھی جلوہ گری نور کی ہر سُو
چہروں پہ لٹکتے تھے عجب حسن سے گیسو جب ہنستے تھے تب پھولوں کی آجاتی تھی خوش بو
رتبہ چمنِ خلد کا صحرا کو ملا تھا
دریا کی ترائی میں عجب باغ کھلا تھا

باندھے ہوئے عمامے وہ کعبے کے مسافر ۵۳ آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر تسبیحِ زباں، ذکرِ خدا، صابر و شاکر
وہ چاند سے رُخ پیشِ نظر آج تلک ہیں
انداز سراپا سے، عیاں تھا کہ ملک ہیں

تھی کاندھوں پہ شملوں کی عماموں کی عجب شاں ۵۴ گیسوئے سرِ حُور کو جن پر کریں قرباں
وہ چاند سے سینے، وہ مہِ نو سے گریباں وہ نورِ تنِ پاک عباؤں سے نمایاں
عالم تھا عجب حُسن کا اُن بے وطنوں پر
بس قطع تھا، زیبائی کا جامہ بدنوں پر

سونلائے ہوئے رنگ، صعوباتِ سفر سے ۵۵ پڑ دے نہیں سکتے کبھی تشبیہ قمر سے
دیکھا جو انھیں، گر گیا خورشید نظر سے ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکت گُلِ تر سے
چہرے عرق آلود تھے، گرمی جو بڑی تھی
ہنگامِ سحر اوس سی پھولوں پہ پڑی تھی

مکی کوئی، کوئی عربی، کوئی حجازی ۵۶ رہوارِ تہ راں، عربی، ترکی و تازی
شیرانِ جہاں، صف شکن و صفدر و غازی سجدے تہِ شمشیر کریں، ایسے نمازی
جاں بازی و تسلیم و رضا، ختم تھی اُن پر
آقا پہ تصدق تھے، وفا ختم تھی اُن پر

بے مثل تھا اس فوج میں ایک ایک خوش اطوار ۵۷ دو شخص تھے، پر سارے جوانوں میں نمودار
سب میں انھیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہر بار تھا ایک علم دار، تو ایک فوج کا سردار
رخسار تھے، یا نُورِ خدا پیشِ نظر تھا
ذرّوں میں یہ خورشید، وہ تاروں میں قمر تھا

ان دونوں میں تھا ایک جواں گیسوؤں والا ۵۸ گردِ قمر، اس شان سے دیکھا نہیں ہالا
قد سرو سا، اور حسن میں یوسفؑ سے دو بالا مہرِ فلکِ نور، اندھیرے کا اجالا
سب خلق پہ وہ حُسن میں ممتاز ہوا تھا
سبزہ بھی ابھی خوب نہ آغاز ہوا تھا

کیا حسن تھا، کیا شان تھی، کیا عزت و توقیر ۵۹ آنکھوں میں بھلی لگتی تھی کیا سرمہ کی تحریر
رخساروں پہ بل کھائے ہوئے زلفِ گرہ گیر تھا فرق سے تا ناخنِ پا نور کی تصویر
اخلاق میں، شوکت میں، شجاعت میں نبیؐ تھا
سایہ جو نہ ہوتا تو، رسولِ عربیؐ تھا

کس منہ سے کہیں شانِ علمدارِ شہنشاہ ۶۰ سب کہتے تھے نکلا ہے یہ طوبیٰ کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفرؑ تو شکوہِ اسد اللہؑ حاضر تھے جلو میں حشم و دبدبہ و جاہ
خورشید سا تھا جلوہ نما، خانۂ زیں پر
گھوڑا دو رکابہ تھا، پہ تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا خیمۂ زنگاری سردار ۶۱ محمل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اک بار
اُترے وہ جواں گھوڑے سے صحرا ہوا گلزار واللہ عجب مصحفِ دیں تھے وہ خوش اطوار
کچھ فکر نہ تھی اور فقط یادِ خدا تھی
تکبیروں کے نعرے تھے نمازوں کی صدا تھی

یاں ایک غلامِ حبشی اتنے میں آیا ۶۲ اور بعدِ سلام آ کے یہ پیغام سُنایا
تم لوگوں کو، آقا نے ہمارے ہے بلایا حاضر ہوئے ہم اور سرِ تسلیم جھکایا
خُدّام پکارے کہ رہے دھیان ادب کا
دربار ہے فرزندِ شہنشاہِ عرب کا

استادہ رہے سامنے ہم جوڑے ہوئے ہاتھ ۶۳ تھرّا گئے دل، خوف سے کی جاتی نہ تھی بات
اللہ رے اخلاقِ شہنشاہِ خوش اوقات کی ہم سے غریبوں پہ عجب لطف و عنایات
آداب سے سر قدموں پہ نہوڑا دیا ہم نے
پہلو میں جگہ دی ہمیں اس بحرِ کرم نے

فرمایا کہ تکلیف ہوئی تم کو نہایت ۶۴ لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقات غنیمت
دیں داروں کو لازم ہے، غریبوں سے محبت اطفال ہیں ساتھ، اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں مہلت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دُور وطن سے ہیں، وطن دُور ہے ہم سے

اس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو تو بسائیں ۶۵ ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایذائے سفر سہہ چکے، راحت بھی اٹھائیں قبضہ ہوا اس بن میں تو سب کام بن آئیں
جاگیر کی خواہش ہے نہ املاک کی خواہش
لے آئی ہے یاں تک ہمیں اس خاک کی خواہش

قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو انکار ۶۶ قسمیں ہمیں دے دے کے دیئے درہم و دینار
گھر تک (ف) بھی ابھی پھر کے نہ پہونچے تھے کہ اک بار فوجیں ہوئیں کچھ شام کے حاکم کی نمودار
تاریخ ششم کو تو زمانہ ہی پھرا تھا
دو لاکھ سواروں میں وہ مظلوم گھرا تھا

بند اس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی ۶۷ سمجھایا، پہ اعدا نے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دن اور وہ غضب تشنہ دہانی مرنے لگے اُس سیدِ مظلوم کے جانی
پانی کے نہ پینے سے جو گھبراتے تھے بچے
کوزے لیے پانی سے نکل آتے تھے بچے

عاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیار ۶۸ تلواریں میانوں سے نکلنے لگیں اِک بار
ڈھالوں کا لبِ نہر اٹھا ابرِ دھواں دھار ہر سو تھی چمک نیزوں کی اور تیروں کی بوچھار
سر تا بہ قدم خون میں تر ہوتے تھے غازی
تلواروں میں آقا کی سپر ہوتے تھے غازی

حملے جو کیے ظلم شعاروں کو بھگایا ۶۹ دریا سے لعینوں کی قطاروں کو بھگایا
میدان سے پیادوں کو سواروں کو بھگایا ایک ایک بہادر نے ہزاروں کو بھگایا
کس منہ سے کہیں حال جوانانِ عرب کا
پیاسے تھے، ہوا ظہر تلک خاتمہ سب کا

بے سر جو ہوئی فوج تو تنہا ہوا سردار ۷۰ ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس و بے یار اک بی بی نکل آئی تھی خیمے سے کئی بار
بکھرائے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
عورات نے رو کر کہا ہے ہے وہ بہن تھی

اک بولی کہ آگے کہو کیا گذری پھر اس پر ۷۱ وہ بولے کہ زخمی کے چلا حلق پہ خنجر
تن گھوڑوں سے کچلا گیا تاراج ہوا گھر اور چھین لی اعدا نے اسی بی بی کی چادر
کونین میں اِس ظلم کا اِک شور پڑا ہے
اس روز سے وہ بے کفن و گور پڑا ہے

شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم ۷۲ اس بن میں نظر آیا عجب طرح کا عالم
کچھ مرد تھے، کچھ بی بیاں، کچھ حوریں تھیں باہم غُل ہائے حُسینا کا تھا اور کرتی تھیں ماتم
بے جرم و گنہ تیغِ ستم جس پہ چلی ہے
معلوم ہُوا وہ کہ حُسینؑ ابنِ علیؑ ہے

آواز یہ آتی تھی کہ اے حورو، یو آؤ ۷۳ غش آیا ہے، خاتونِ قیامت کو اُٹھاؤ
کہتے تھے محمدؐ مجھے لاشہ تو دکھاؤ شبیرؑ کہاں ہیں، مری چھاتی سے لگاؤ
ٹکڑے دلِ فرزند کے دکھلاتے تھے حیدرؑ
لاشے کو لیے گود میں چلّاتے تھے حیدرؑ

یہ سنتے ہی عورات نے اِک شور مچایا ۷۴ گھبرا کے کہا، ہائے یہ کیا تم نے سُنایا
شبیرؑ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا اُس شمعِ امامت کو لعینوں نے بُجھایا
مظلوم کا سر تن سے اُتارا گیا ہے ہے
لوگو پسرِ فاطمہؑ مارا گیا ہے ہے

دسویں کو ہوئی شہ کے تن و (ص) سر میں جدائی ۷۵ اور آج تلک لاش نہ سیّد کی اٹھائی
ان کا تو نہ (ق) باقی کوئی بیٹا ہے نہ بھائی تم نے بھی نبیؐ زادے کی تربت نہ بنائی
فرزندِ علیؑ دشت میں بے دفن ہے کب سے
معلوم ہوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

تم اوڑھو ردائیں، ہمیں دو جنگ کے ہتھیار ۷۶ بس آج سے تلوار نہ تم باندھیو زنہار
ناخوش ہیں نبیؐ تم سے، علیؑ تم سے ہیں بیزار بے پردہ ہے زینبؑ، ہمیں پردہ نہیں درکار
فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گے
اب فاطمہؑ کے لال کو ہم دفن کریں گے

یہ کہتے ہی (ا) عورات نے عریاں کیے سر ۷۷ جلدی سے اتارا انھیں جو پہنے تھیں زیور
آغوش سے بچوں کو بھی بٹھلا دیا رُو کر اور پھینک دیا سب نے رداؤں کو زمیں پر
گہ سینہ زنی تھی کبھی فریاد و بکا تھی
اس غول میں زہرا کے بھی رونے کی صدا تھی

مردوں نے جو دیکھا کہ چلی عورتیں باہر   ۷۸   گھبرا گئے اور بولے یہ گر گر کے قدم پر
تم روؤ گھروں میں صفِ ماتم کو بچھا کر   ہم گاڑتے ہیں لاشۂ فرزندِ پیمبر
دیویں گے کفن شاہِ غریب الغربا کو
مُنھ ہم کو بھی دکھلانا ہے محبوبِ خدا کو

یہ کہہ کے چلے بیلچے لے لے کے وہ اک بار   ۷۹   اور کیں لحدیں فاطمہؑ کے پیاروں کی تیار
سر لے گئے تھے کاٹ کے سب کے جو ستمگار   معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کون سا سردار
جس خاک پہ ٹکڑے تنِ سرور کے پڑے تھے
یہ لوگ وہاں ششدر و حیران کھڑے تھے

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے   ۸۰   ہم پوچھیں جو لاشوں کا شناسا کوئی آئے
سب خوابِ عدم میں ہے کوئی کس کو جگائے   احمدؐ کا نواسا کفن و گور تو پائے
معلوم نہیں کون سی جا گہ شہؑ دیں ہیں
لاشے سے صدا آئی وہ مظلوم ہمیں ہیں

صد شکر کہ آخر ہوئے چہلم کے بھی ایّام   ۸۱   کر دے گا خدا دفن و کفن کا بھی سرانجام
مشرق[13] میں جو ہو موتِ امام ذوی الاکرام   مغرب سے امام آتا ہے واں دفن کے ہنگام
رہنے دو زمیں پر نہ اٹھاؤ ابھی ہم کو
ٹھہرو کہ امامِ زمن[14] آیا کوئی دم کو

ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار   ۸۲   مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلعِ انوار
آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اِک بار   آ پہونچے سرِ شاہ لیے عابدؑ بیمار
ہر گام پہ گر پڑتے ہیں یہ زور گھٹا ہے
عمامہ نہیں سر پہ، گریبان پھٹا ہے

مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت   ۸۳   بس گر پڑے لاشے پہ نہ تھامی گئی رقّت
چلّاتے کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت   بے چین تھا میں، آپ سے جب سے ہوئی فرقت
پاس آپ کے سب خاک پہ سویا کیے بابا
ہم اتنے دنوں قید میں رویا کیے بابا

کیا ظلم سہے آپ نے، اے شاہِ خوش اَوقات ۸۴ اُفتادہ رہے دھوپ میں، اور اُوس میں دن رات
آگے مرے پہونچوں سے ہوئے تھے نہ قلم ہاتھ یہ ظلم ہوئے بعدِ فنا، آپ پہ ہیہات
کس ظالم و بے رحم و بدافعال نے کاٹے
لاشے سے صدا آئی کہ جمّال نے کاٹے

سُن کر یہ سخن روئے بہت عابدِ بے پر ۸۵ پھر دفن شہیدوں کو کیا بادلِ مضطر
جس وقت اٹھانے لگے، شہ کا تنِ اطہر اعجازِ امامت سے اُٹھے، سبطِ پیمبرؐ
عابدؑ جو گرے پڑتے تھے، اِفراطِ الم سے
شبیرؑ گئے تا بہ لحد، اپنے قدم سے

رکھنے جو لگا لاشے کو مرقد میں وہ بیمار ۸۶ اک چادرِ نور آ کے کھنچی قبر پہ اِک بار
ناگہ ہوئے تربت سے کئی ہاتھ نمودار سر کھولے یہ چلّاتی تھی زہرؑا جگر افگار
بے کس کو نبیؐ زادے کو مغموم کو لاؤ
میں صدقے ہوں، لاؤ مرے مظلوم کو لاؤ

حیدرؑ کی صدا آتی تھی، ہے ہے مرا پیارا ۸۷ آہستہ اُٹھاؤ، کہ بدن چور ہے سارا
کہتے تھے نبیؐ، اُمّتِ بے دین نے مارا اِن باغیوں نے لوٹ لیا باغ ہمارا
بُلوا کے مدینے سے، مسافر پہ جفا کی
اچھی ہوئی دعوت، پسرِ شیرِ خدا کی

مٹّی جو لگے قبر میں سجّادؑ گرانے ۸۸ اُس وقت لگی قومِ اسد، خاک اڑانے
منہ پیٹ لیا ہاتھوں سے محبوبِ خدا نے زہرؑا تھیں کبھی پائینتی اور گاہ سرہانے
گھبرائے ہوئے گردِ لحد پھرتے تھے حیدرؑ
اٹھتے تھے کبھی اور کبھی گرتے تھے حیدرؑ

اب وقتِ خموشی ہے انیسؔ جگر افگار ۸۹ بیتاب ہیں، رقّت سے شہِ دیں کے عزادار
مولا سے یہ کر عرض کہ یا سیّدِ ابرار ہوں آپ کی سرکار سے عزّت کا طلب گار
برگشتہ زمانہ ہے، مدد کیجیو مولا
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا

۲۴

(الف)
دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی ۱ بے تاب ہیں بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی
منھ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی بچّوں کے لیے گودیوں میں روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں
دہشت سے ستمگاروں کی لرزہ ہے بدن میں

دم ہول کے مارے نہیں سینوں میں سماتے ۲ ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینبؑ کا یہ عالم ہے کہ غش پر ہیں غش آتے سہمے ہوئے بچّے ہیں یہ ماؤں کو ستاتے
دم ہونٹوں پہ ہیں(ب) قید کی ایذا و محن سے
کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلّاد رسن سے

جی ڈرتا ہے اماں ہمیں گودی میں چھپا لو ۳ (ج) کپڑا کچھ اُڑھا کر ہمیں چھاتی سے لگا لو
سُن لے نہ کوئی منھ سے سخن کچھ نہ نکالو سجّاد کہاں ہیں؟ انھیں پاس اپنے بلا لو
مارے نہ طمانچے کوئی یہ خوف بڑا ہے
دروازے پہ، شمرِ ستم ایجاد کھڑا ہے

تھا شور کہ اے قیدیو! دربار میں جاؤ ۴ کیا بیٹھے ہو زنداں میں، قدم جلد اٹھاؤ
خالق نے کیا رحم، اب آنسو نہ بہاؤ حلقے رسن ظلم کے ڈھیلے کریں، آؤ
حاکم کو دُعا دو کہ تمھیں شاد کرے گا
اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

سن کر(د) یہ سخن رونے لگی زینبِ ناچار ۵ اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا(ہ) سرِ دربار نے سر پہ ردائیں ہیں نہ ہے طاقتِ رفتار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو
گھُل گھُل کے اسی قید میں مر جانے دو ہم کو

6 میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی — کس سے ملوں گی چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی؟
ماں جائے نے گردن تہِ شمشیر کٹائی — بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
کیا لطف چھٹے قید سے گر پیاروں کو کھو کر
دکھلاؤں گی صورت کسے؟ بن بھائی کی ہو کر

7 مشہور ہوں میں فاطمہؑ کے لال کی شیدا — جب وہ نہ ہوئے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
اب قید کا غم ہے، نہ رہائی کی تمنا — مر جاؤں یہیں زنداں میں تو رہ جائے(د) یہ پردا
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ
چہلم نہ ہوا بھائی کا اور مر گئی زینبؑ

8 مارے گئے عباسؑ دلاور مرے آگے — دنیا سے گئے اکبرؑ و اصغرؑ مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے — خالی ہوا زہراؑ کا بھرا گھر مرے آگے
غم کھاتی ہے اور خونِ جگر پیتی ہے زینبؑ
وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ

9 بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا؟ — بیٹھے ہیں کہ پھر جن سے ہو ملنے کی تمنا
قاسم ہیں کہ دکھلائیں گے آکر مجھے سہرا — اکبرؑ ہیں جنھیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا
لاشے بھی ابھی تک نہیں پیاروں کے گڑے ہیں
آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں

10 جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اٹھائے — دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دکھائے
نیزے مرے شانوں میں(ز) لعینوں نے چبھائے — بازو مرے باندھے، مجھے دربار میں لائے
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں
عاشورِ محرم سے میں اب تک کھلے سر ہوں

11 کہہ دو(ح) مجھے دربار میں حاکم نہ بلائے — خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھلائے
گر قتل ہو منظور تو قاتل یہیں آئے — موجود ہوں، خنجر مری گردن پہ پھرائے
فکر(ط) غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ
سر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

۱۲
فرمانے لگے رو رو کے تب عابدِ بیمار — اس وقت پھوپھی جان مناسب نہیں تکرار
کیا بس ہے اسی طرح چلو پھر سرِ دربار — دیکھیں تو کہ کیا کہتا ہے اب حاکمِ غدار
کب سے نہیں کی، سبطِ پیمبر کی زیارت
شاید ہو میسر سرِ سرور کی زیارت

۱۳
رو کر کہا زینبؑ نے جو مرضی تری پیارے — مختار ہو تم اب تو ہوں میں ساتھ تمہارے
سن کر یہ سخن خاک سے قیدی اٹھے سارے — پر سب کے قدم کانپتے تھے ضعف کے مارے
نورانی بدن گردِ غریبی سے اَٹے تھے
بکھرے ہوئے تھے بال گریبان پھٹے تھے

۱۴
نکلا درِ زنداں سے جو وہ یوسفِ شبیرؑ — گردن میں تو تھا طوقِ گراں پاؤں میں زنجیر
شکلِ مہِ نو خم تھا قد اور رنگ تھا تغیر — معلوم یہ ہوتا تھا کہ ہے ضعف کی تصویر
فاقوں کے سبب نرگسی آنکھوں میں گڑھے تھے
رُخ زرد تھا، لب خشک تھے اور بال کھڑے تھے

۱۵
چشمانِ خدا بیں سے نقاہت تھی نمودار — زیبا ہے اگر ان کو کہوں نرگسِ بیمار
تھے ضعف سے مائل بہ سفیدی گلِ رخسار — اور کانپتا تھا صورتِ خورشید، تنِ زار
افسوس ہے جو نور کے سانچے میں ڈھلا تھا
سو طوق کے حلقے میں وہ نورانی گلا تھا

۱۶
یہ زار بدن تھا کہ رگیں ہوتی تھیں معلوم — سینے پہ جھکا جاتا تھا ہر دم سرِ مظلوم
تھیں بازوؤں کو تھامے ہوئے زینبؑ و کلثومؑ — ہر جا پہ نقاہت سے ٹھہرتا تھا وہ مغموم
زنجیرِ گراں پاؤں میں تھی اک یہ ستم تھا
ساقین تلک پائے مبارک پہ ورم تھا

۱۷
اس حال سے پہونچے جو وہ بیکس سرِ دربار — تعظیم کو مسند سے اٹھا حاکمِ غدار
کاٹی گئیں جب بیڑیاں اور طوقِ گرانبار — گردن کو جھکا رونے لگے عابدِ بیمار
صدمے سے جو اشکِ شہِ خوش خو نکل آئے
اُس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

بعد[۱] اس کے یہ عابدؑ سے لگا کہنے وہ جلّاد ۱۸ مجبور نہایت ہوں میں، اے سیّدِ سجّاد
تھا دشمنِ شہؑ، ابنِ زیادِ ستم ایجاد میں خانۂ زہراؑ تو نہ کرتا کبھی برباد
بے کس کے ستانے میں مجھے فائدہ کیا تھا؟
لیکن وہ ہوا جو کہ مقدّر میں لکھا تھا

دی[۲] میں نے رہائی تمہیں اے عابدِ بیمار ۱۹ جی چاہے تو یہاں رہیے مع عترتِ اطہار
گر جانا ہو سوئے حرمِ احمدِ مختار تو راحلہ زادِ سفر ہووے جو درکار
شرمندہ ہوں میں قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے
شکوہ نہ مرا کیجیو رسولِ عربیؐ سے

عابد نے کہا گو کہ ہیں ہم بے سر و ساماں ۲۰ پر یہ نہیں منظور کہ لیں غیر کا احساں
سب مشکلیں بندوں کی خدا کرتا ہے آساں چھٹنے کی خوشی ہے نہ وطن جانے کا ارماں
اک گھر دے وہاں ماتمِ شبّیرؑ کریں ہم
سامانِ عزائے شہؑ دلگیر کریں ہم

بابا جو ہوئے قتل تو ہم قید میں آئے ۲۱ اعدا کی تقیّد تھی کوئی غُل نہ مچائے
آنکھیں ہمیں دکھلائیں اگر اشک بہائے جی بھر کے کبھی باپ کو رونے نہیں پائے
ناموسِ نبیؐ خوف سے اک دم نہیں روئے
زنداں میں بہن مر گئی اور ہم نہیں روئے

اور دوسرے ہیں آلِ نبیؐ با سرِ عُریاں ۲۲ لوٹا ہوا اسباب منگا دے ہمیں اس آں
میں اپنے بزرگوں کے تبرک کا ہوں خواہاں بس ہے وہی ہم بے سر و سامانوں کا ساماں
حیدرؑ کا عمامہ ہے محمدؐ کی عبا ہے
اور کہنہ سی اک فاطمہؑ زہراؑ کی ردا ہے

لوٹا ہوا اسباب جو حاکم نے منگایا ۲۳ تب شمر لباسِ شہؑ دیں کشتی میں لایا
سجّاد کا دل سینے میں اس وقت بھر آیا سر پیٹ کے یہ زینبؑ بے کس نے سنایا
اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے لوگو!
بھائیؑ کے مجھے خون کی بو آتی ہے لوگو!

ہے ہے مجھے پوشاکِ برادر کی دکھا دو ۲۴ پیراہنِ شبّیرؑ کی بُو مجھ کو سُنگھا دو
عمامۂ گلگوں، مری آنکھوں سے لگا دو — عابدؑ نے کہا، جلد یہ پوشاک چھپا دو

واللہ ابھی جی سے گذر جائے گی زینبؑ
ان کپڑوں کو دیکھے گی تو مر جائے گی زینبؑ

حاکم نے جو دیکھی شہِ مظلوم کی پوشاک ۲۵ ٹکڑے تھا ہر اک جا سے وہ ملبوسِ تنِ پاک
عابدؑ سے یہ کہنے لگا تب حاکمِ سفّاک — یہ رختِ کہن پہنے تھے سبطِ شہِ لولاک

حیرت ہے مجھے جامۂ شاہِ شہدا پر
دعویٰ تھا خلافت کا اسی کہنہ قبا پر

رو کر کہا عابدؑ نے کہ اے ظالمِ غدّار ۲۶ معراج میں پہنے تھے اسے احمدِ مختار
ایسی نہ تھی واللہ قبائے شہِ ابرار — یہ تیروں کے، اور نیزوں کے روزن ہیں ستمگار

تلواروں سے ٹکڑے جسدِ پاک ہُوا ہے
یوں ہی مرے بابا کا بدن چاک ہُوا ہے

(ن) اور اتنے میں آیا علَمِ حضرتِ عباسؑ ۲۷ مشکیزہ سے تھی صاف بہشتی کی عیاں پیاس
چلّانے لگی زوجۂ عباسؑ بصد یاس — لاؤ مرے صاحب کی نشانی کو مرے پاس

اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے غم سے
منہ ڈھانپ کے روؤں گی میں دامانِ علَم سے

اکبرؑ کی جو پوشاک تھی تر خون سے ساری ۲۸ دیکھا جو اسے بانوئے بے کس یہ پکاری
ہم شکلِ پیمبرؐ ترے شملے کے میں واری — آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر تمہاری

طے کر کے بہت جلد یہ منزل گئے بیٹا
کپڑے تو ہیں اور خاک میں تم مل گئے بیٹا

کپڑے سحرِ قتل یہ بدلے تھے جو دلبر ۲۹ کیسے ہی یہ قامت کو بھلے لگتے تھے اکبرؑ
وہ چاند سے رخسار وہ گیسوئے معنبر — دولھا سے بنے خیمے سے تم نکلے تھے باہر

اب سمجھی کہ دولت مری کھونے کو چلے تھے
تم قبر کی آغوش میں سونے کو چلے تھے

شملے کو اُٹھانے جو لگی بانوئے غم خوار ۳۰ اصغرؑ کا شلوکا نظر آیا اُسے اک بار
لپٹا کے کلیجے سے پُکاری بہ دلِ زار اصغرؑ ترے کُرتے پہ فدا ماں(س) جگر افگار
مارے گئے دامن میں شہؑ تشنہ گلو کے
ننھے سے گریبان میں دھبے ہیں لہو کے

کچھ حال مجھے دردِ گلو کا نہ سُنایا ۳۱ چپکے رہے اور تیرِ ستم حلق پہ کھایا
مادر نے تو اُجلا تمھیں کُرتا تھا پنھایا دودھ اُس پہ ہے کیا ہچکیاں لے لے کے گرایا
پیکاں کے نکلنے کا جو دُکھ تم نے سہا ہے
ہے ہے یہ مرا دُودھ لہو ہو کے بہا ہے

صدقہ گئی آباد کیا باپ کا پہلو ۳۲ ویران مری گودی ہوئی اے اصغرِ مہ رُو
تھی شب کو بہت دودھ کے پینے کی تمھیں خُو اُٹھ اُٹھ کے یہ ماں ڈھونڈھتی ہے رات کو ہر سُو
مجھ کو تو جدائی تری تڑپاتی ہے اصغرؑ
مجھ بن تجھے کس طرح سے نیند آتی ہے اصغرؑ

اک کشتی میں تھا رانڈوں کا لوٹا ہُوا زیور ۳۳ پازیب تھی کبراؑ کی سکینہؑ کا تھا گوہر
تب پیٹ کے چھاتی یہ لگی کہنے وہ مضطر ہے ہے مری بچّی ترے قربان یہ مادر
زنداں سے سوئے خلد سفر کر گئی(ع) ہے ہے
گوہر یہ پنھاؤں کسے؟ تو مر گئی ہے ہے

زخمی ہُوا ہے ہے اسی بُندے کے لیے کان ۳۴ کیا قید سے تھا چھوٹنے کا بی بی کو ارمان
دن رات تھا بابا کی نشانی کا تمھیں دھیان گوہر مرے دلوا دو، یہی کہتی تھی ہر آن
ماں تم کو کہاں ڈھونڈھنے اب جائے سکینہؑ
گوہر تو ملا تم نہ ملیں ہائے سکینہؑ

جب دے چکا لُوٹا ہوا اسباب ستمگر ۳۵ عابدؑ سے کہا اب تو عمامہ رکھو سر پر
اور حضرتِ زینبؑ سے کہا اوڑھ لو چادر عابدؑ نے کہا سر پہ(ف) عمامہ رکھوں کیونکر
ہے چاک گریبانِ علیؑ بیٹے کے غم میں
سر ننگے محمدؐ ہیں نواسے کے اَلَم میں

ملبوس نہ درکار ہے اب نے زر و زیور ۳۶ بہر حسنؑ و حیدرؑ و زہراؑ و پیمبرؐ
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سرِ انور تا دفن کروں قبر میں لاشے سے ملا کر
بابا سا بھی میرا کوئی مظلوم نہیں ہے
جس کا سرِ پُر نور کہیں لاش کہیں ہے

سُن کر یہ سخن کہنے لگا حاکمِ بے پیر ۳۷ سب کچھ دیا پر ایک نہ دوں گا سرِ شبیرؑ
جو شیر کو پی پی کے پلا فاطمہؑ کا شیر طاقت ہے کہ کوئی اُسے کرتا تہِ شمشیر
کچھ اور نہیں بعدِ ظفر ہاتھ لگا ہے
زر میں نے لُٹایا ہے تو سر ہاتھ لگا ہے

سجّادؑ نے فرمایا کہ اے کاذبِ مکّار ۳۸ وہ عُذر ابھی تھا، ابھی یہ کرتا ہے گفتار
خود تُو نے کیا قتل کا شبیرؑ کے اقرار خونِ شہدا ہے تری گردن پہ ستمگار
اُس دن تجھے محجوب یہ بیداد کرے گی
جب فاطمہؑ اللہ سے فریاد کرے گی

دیتا نہیں گر مجھ کو سرِ سبطِ پیمبرؐ ۳۹ ہم بارہ اسیروں کے بھی سر تن سے جُدا کر
یوں جاؤں گا گر میں تو یہ فرمائیں گے حیدرؑ سر باپ کا بھی لے نہ سکا عابدِؑ بے پر
ہمراہ گیا رانڈوں کے اور رُو کے پھر آیا
غربت میں مرے لال کا سر کھو کے پھر آیا

غفلت نہ ذرا مجھ کو علیؑ کا ہوں میں پوتا ۴۰ کہہ جاتے نہ بابا تو کبھی قید نہ ہوتا
اک دم میں تری فوج کو میں خوں میں ڈبوتا پہلے شہِ مظلوم سے جان اپنی میں کھوتا
رگ رگ میں ہے میری اسد اللہ کی طاقت
ہے کانپنے ہاتھوں میں یہ اللہ کی طاقت

خیبر سا کوئی اور جو در ہو تو اُکھاڑوں ۴۱ عنتر کو کروں قتل تو مرحب کو پچھاڑوں
در آئے اگر فوج کو ہیں کوہ میں ماروں کچھ بن نہ پڑے تجھ کو گر اس وقت بگاڑوں
بابا کی طرح صاحبِ شمشیر ہوں میں بھی
دادا بھی مرا شیر تھا اور شیر ہوں میں بھی

تو دے نہ سرِ سبطِ نبیؐ کیا ترا مقدور ۴۲ گر تخت اُلٹ جائے تو ظالم نہیں کچھ دور
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سرِ پُرنور دو دن کی نہ اس دولت و حشمت پہ ہو مغرور
دنیا کو ثبات اے ستم ایجاد کہاں ہے؟
نمرود کہاں آج ہے شدّاد کہاں ہے؟

ناگاہ صدا سبطِ پیمبرؐ کی یہ آئی ۴۳ سجّاد خدا کے لیے کرنا نہ لڑائی
گر ہو گئی تیرے بھی سر و تن میں جدائی پھر ہووے گی دوزخ سے نہ اُمّت کی رہائی
مظلوم ہو، مغموم ہو اور خستہ جگر ہو
لازم ہے تمہیں صبر کہ صابر کے پسر ہو

گر سر نہیں دیتا تو نہ دے کچھ نہیں پروا ۴۴ بے سر ہی ہمیں قبر میں تم گاڑیو بیٹا
دنیا میں رہے گا مری مظلومی کا چرچا اب دے بھی اگر یہ تو نہ لو، صدقے ہو بابا
مقبول یہ ہدیہ ہُوا، دربارِ خدا میں
پھر لیتے نہیں دیتے ہیں جو راہِ خدا میں

حاکم نے بگڑ کر کہا جلّاد کو لاؤ ۴۵ سجّادؑ حزیں کو تہِ شمشیر بٹھاؤ
زینبؑ نے کہا، یا اسد اللہ اب آؤ بابا مرے بیمار بھتیجے کو بُلاؤ
کیا ہے کہ عیاں زورِ ولایت نہیں کرتے
صدقے گئی پوتے کی حمایت نہیں کرتے

تلوار کو کھینچے ہوئے آیا جو ستمگار ۴۶ سجّادؑ سے لپٹے حرمِ احمدؐ مختار
آوازِ یداللہ، یہ پیدا ہوئی اک بار کیوں تخت اُلٹ دوں ترا، اے ظالم و غدّار
قائم رہے دنیا کی بنا جس کے قدم سے
اب اس کا گلا کاٹتا ہے تیغِ دودم سے

سُن کر یہ صدا کانپ گیا حاکمِ اظلم ۴۷ عابدؑ کو دیا اُس نے سرِ سرورِ عالم
بیٹے نے لیا باپ کا سر ہاتھ پہ جس دم دربار سے قیدی چلے کرتے ہوئے ماتم
دل غم سے انیسِ جگر افگار طپاں ہے
دفنِ شہدا لکھنے کی اب تاب کہاں ہے

۲۵

دن گذرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو ۱ چھوڑا نہ ستمگر نے اسیرانِ ستم کو
کیا رنج تھے ناموسِ شہنشاہِ امم کو سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو
ناشاد ہیں ایسے کہ کبھی شاد نہ ہوں گے
زنداں سے یقیں ہے کہ ہم آزاد نہ ہوں گے

طول اتنا کھنچا قید میں پُرساں نہیں کوئی ۲ بے دیں ہیں لعیں، صاحبِ ایماں نہیں کوئی
رانڈوں کے رہا ہونے کا ساماں نہیں کوئی اس ظلم و ستم پر بھی پشیماں نہیں کوئی
راتوں کو ہے فریاد کا غُل، نوحہ گروں میں
آرام سے کیا سوتے ہیں سب اپنے گھروں میں

بے وارث و بے کس ہیں، ہمیں کون چھڑاوے ۳ کیوں کوئی اسیروں کی خبر پوچھنے آوے
پروا ہے کسے، بچوں کو پانی جو پلاوے کس کو ہے پڑی، دُکھ زدوں پر رحم جو کھاوے
جو تشنہ دہن قتل کریں ابنِ علیؑ کو
زنداں سے وہ کب چھوڑیں گے ناموسِ نبیؐ کو

روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں، اِک دم ۴ جو چاہتے ہیں، آن کے کہہ جاتے ہیں، اظلم
وہ روئیں نہ کس طرح، جو ہوں صاحبِ ماتم زنداں میں پھنسے، لُٹ گئے، برباد ہوئے ہم
افسوس ہے یہ، دفن و کفن میں بھی نہ پہونچے
وارث بھی چھٹے ہم سے، وطن میں بھی نہ پہونچے

چھٹنے کی یہاں کوئی ہمارے نہیں تدبیر ۵ واں دھوپ میں جلتا ہے پڑا لاشۂ شبیرؑ
کرتے نہ مقید ہمیں گر ظالمِ بے پیر بے دفن و کفن رہتی نہ لاشِ شہِ دلگیر
جو دامنِ زہراؑ و پیمبرؐ میں پلا ہو
وہ جلتی ہوئی ریت پہ، صحرا میں پڑا ہو

جبریلِ امیں نے، جسے جھولے میں جھلایا ۶ اُس شاہ نے گور و کفن، اب تک نہیں پایا
رن میں تنِ بے سر رہا، سر شام میں آیا — نیزے پہ اُسے، شہر کی گلیوں میں پھرایا

کس طرح زیارت کریں، زنداں سے نکل کے
لٹکایا ہے دروازے پہ، ظالم نے محل کے

کیا قہر ہے، ہیں شہر میں، اور جا نہیں سکتے ۷ حال اپنا سرِ شاہ کو دکھلا نہیں سکتے
اُس در کے قریب آپ کو، پہونچا نہیں سکتے — بے بس ہیں، سرِ ابنِ علیؑ لا نہیں سکتے

تا آخرِ شب سنتے ہیں نالوں کو نبیؐ کے
آتی ہے صدا رونے کی زہراؑ و علیؑ کے

یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموسِ پیمبرؐ ۸ تھا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر
بچوں کو نہ کھانا تھا، نہ پانی تھا میسّر — سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن بھر

ہر شام مصیبت تھی، غریب الوطنی میں
ہو جاتی تھی رانڈوں کو، سحر سینہ زنی میں

کاہیدہ بدن ہو گئے تھے قیدِ ستم سے ۹ طاقت کسی بی بی میں نہ تھی، رنج و الم سے
غش آتا تھا، سجادِ حزیں کو تپِ غم سے — رخساروں پہ آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے

اُٹھ بیٹھے تو افسوس سے، رو رو کے مَلے ہاتھ
لیٹے تو رکھا تکیہ کی جا، سر کے تلے ہاتھ

اُٹھنے نہ دیا طوق نے گر سر کو جھکایا ۱۰ پہروں سرِ زانو سے نہ گردن کو اُٹھایا
ہوش آیا تو بیووں کو، قریب اپنے بلایا — منہ چوم کے چھاتی سے، سکینہؑ کو لگایا

نزدیکِ ہلاکت تھی، جو دوریٔ پدر سے
کبریٰ کی طرف دیکھ کے، کی آہ جگر سے

تھی بھوک سے اور پیاس سے، ازبسکہ نقاہت ۱۱ پہچانی نہ جاتی تھی، کسی بی بی کی صورت
چپکے در و دیوار کو تکتے تھے بہ حسرت — زائل ہوئی تھی رانڈوں سے رونے کی بھی طاقت

کچھ فرش نہ تھا، خاک میں سب قیدی اَٹے تھے
سینے تھے کبود، اور گریباں بھی پھٹے تھے

جب حاکمِ ظالم انہیں بھجواتا تھا کھانا ۱۲ پانی کوئی لاتا تھا کوئی لاتا تھا کھانا
جب رُو برو اُن قیدیوں کے آتا تھا کھانا — کھانا وہ نہ کھاتے تھے انھیں کھاتا تھا کھانا
اُس کھانے پہ منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے قیدی
سر پیٹتے تھے ہاتھوں سے اور روتے تھے قیدی

کہتی تھی کوئی صدقے ترے، ہائے برادر ۱۳ کس بھوک میں اور پیاس میں تن پر سے کٹا سر
چلاّ کے کوئی کہتی تھی، ہے ہے علی اکبرؑ — دو دن نہ تمہیں آب و طعام آیا میسر
کس رنج میں دنیا سے سفر کر گئے بیٹا
کھانا میں کھلاؤں کسے تم مر گئے بیٹا

کہتی تھی کوئی پیٹ کے، ابنِ حسنؑ آؤ ۱۴ بے آپ کے کھانا نہیں کھاتی، دلہن آؤ
زنداں میں تڑپتی ہے، یہ تشنہ دہن آؤ — ماں صدقے ہو، اے قاسمِ گل پیرہن آؤ
تم بھوکے تھے اس غم سے یہ مر جاوے گی واری
کب ابھی جو تم کھاؤ گے تو کھاوے گی واری

یہ سُن کے وہ کہنے لگا کھانا تھا جو لایا ۱۵ کس طرح کے قیدی ہیں یہ مظلوم، خدایا
بھوکے تھے کئی دن کے، پہ کھانے کو نہ کھانا — تب بنتِ علیؑ نے، اُسے رو رو کے سُنایا
کھاویں گے نہ گو بھوکے ہیں اور تشنہ دہن ہیں
وارث تو ہمارے ابھی، بے غسل و کفن ہیں

اس رسم کو تو جانتا ہے، سارا زمانا ۱۶ میّت کو اٹھا لیتے ہیں، تب کھاتے ہیں کھانا
مدفن کو نہ ہو سکتے ہیں ہم، یاں سے روانا — نہ فاتحہ کو کچھ ہے، شہیدوں کے ٹھکانا
ظاہر ہے خدا پر، ہمیں جس طرح کے غم ہیں
چہلم کے دن آپہونچے ہیں، اور قید میں ہم ہیں

گو پیاسے ہیں، پر ہم ابھی پانی پئیں کیوں کر ۱۷ سب تشنہ دہاں تیغِ ستم سے ہوئے بے سر
منہ ڈھانپتے تربت پہ، تو ہم فاتحہ دے کر — افسوس کہ اتنا نہ ہُوا ہم کو میسر
کیا کھانے کو کھاویں کسے فرصت ہے بکا سے
آنکھوں کے تلے پھرتے ہیں وہ بھوکے پیاسے

۱۸ روتی رہیں سب بی بیاں، با نالہ و افغان — سُن گریہ بیاں پھیر کے بس لے گئے وہ خوان
جن جن کے تھے گھر، متّصلِ خانۂ زندان — بے چین تھے سُن سُن کے وہ فریادِ اسیران
تھا اُنس قدیمانہ جو سُلطانِ اُمم سے
نیند آتی نہ تھی ہند کو زاریِ حرم سے

۱۹ روتے تھے یہ سب نام جو شبیرؑ کا لے کر — واں تیغِ الم چلتی تھی، ہندہ کے جگر پر
دن بھر جو رہی غم سے، پریشان و مکدّر — کیا دیکھتی ہے خواب میں، اک رات وہ مضطر
دروازے کشادہ ہوئے ہیں، ساتوں فلک کے
روتے چلے آتے ہیں پرے حُور و ملک کے

۲۰ جس حجرے میں ہے، طشت کے اندر سرِ شبیرؑ — واں بعدِ سلام، اُن کے کرتے ہیں یہ تقریر
اے بادشہِ تشنہ دہن، کشتۂ شمشیر — ملعونوں نے کچھ کی نہ تری عزّت و توقیر
ٹوٹی کمرِ حیدرِ صفدر، ترے غم میں
سر پیٹتے آتے ہیں پیمبرؐ ترے غم میں

۲۱ یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں زاری وہ فرشتے — جو ابرِ سیہ، اتنے میں اِک اُترا فلک سے
اس ابر میں کچھ مرد ہیں، اور بیچ میں اُن کے — اک شخص ہے بیتاب، جگر ہاتھوں سے پکڑے
عمامہ نہ سر پر ہے، نہ کاندھے پہ عبا ہے
منہ آنسوؤں سے تر ہے، گریبان پھٹا ہے

۲۲ چہرہ(صلعم) ہے کہ شرمندہ ہو خورشیدِ درخشاں — سنبل کی طرح دوش پہ، گیسو ہیں پریشان
پہونچا جو قریبِ سرِ شبیرؑ وہ نالاں — یوں کہنے لگا، چوم کے اس کے لب و دنداں
کس طرح نہ ٹکڑے، دلِ محبوبِ خدا ہو
نانا تری مظلومی پہ، شبیرؑ فدا ہو

۲۳ اُمت نے تجھے حیف نہ جانا، مرا پیارا — تھا مجھ کو تو ہرگز، نہ ترا رنج گوارا
اے پیارے نواسے مرے، آخر تجھے مارا — کس ظلم سے بیٹا، ترا سر تن سے اتارا
بے جرم و ستم، قتل کیا، فوجِ شقی نے
پانی نہ دمِ ذبح دیا، مجھ کو کسی نے

۲۴ مرقد سے اسی روز سے نکلا ہوں میں باہر
جس دن سے پھرایا ہے، ترے حلق پہ خنجر
بے تاب ہے بابا بھی ترا، حیدرِ صفدر
مادر بھی تڑپتی ہے، تری کھولے ہوئے سر
روتا ہے حسنؑ، نالہ و فریاد و فغاں سے
سر پیٹتا آیا ہوں، ترے غم میں جناں سے

۲۵ تھرّایا دلِ ہند، ہوئی خواب سے بیدار
یہ حال نظر آیا پیمبرؐ کا جو اک بار
اس حجرے میں روتی گئی، با دیدہ خوں بار
سر پیٹتے آئے تھے، جہاں احمدِ مختار
دیکھا کہ لگن میں سرِ شبیرؑ دھرا ہے
اور تا بہ فلک روشنیِ نورِ خدا ہے

۲۶ بے ساختہ اِک دم میں ہُوا، جوشِ محبت
پہچانی جو وہ خوں بھری شبیرؑ کی صورت
کہتی تھی کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت
اس سر پہ گری، رو رو کے با صد غم و حسرت
جیتا تمہیں قسمت نے، نہ اک بار دکھایا
جب مر گئے، تب آخری دیدار دکھایا

۲۷ مشتاق میں اس دن سے تھی، اے سرورِ والا
تقدیر نے حضرت کو جو تھا گھر[ب] سے نکالا
اس ظلم کا کیا کوئی نہ تھا پوچھنے والا
کس نے تن و سر میں ترے، تفرقہ ڈالا
کیوں آئے نبیؐ چاک گریباں، مرے گھر میں
اب مجھ پہ کھُلا آپ ہیں مہماں، مرے گھر میں

۲۸ میں کیا کہوں اے ہند، نہ تھی کچھ مری تقصیر
اعجاز سے فرمانے لگا، یوں سرِ شبیرؑ
مہماں نہیں، یاں قید ہوں میں، بے کس و دلگیر
ناحق مری گردن پہ چلی ظلم کی شمشیر
کیا خُلد میں آرام ہو زہراؑ و علیؑ کو
شوہر نے ترے قتل کیا، آلِ نبیؐ کو

۲۹ غم ہے مجھے اُس کا، نہیں غم بانوؑ کا اتنا
ہے قید میں زینبؑ بھی پھنسی دخترِ زہراؑ
ہیں ظلم و ستم قید میں، اُس بی بی پہ کیا کیا
جو رُتبۂ زہراؑ ہے، وہی رتبہ ہے اُس کا
لب خشک ہیں، اشک آنکھوں سے چہرے پہ رواں ہیں
سر ننگے ہے اور بازو پہ رسّی کے نشاں ہیں

تب ہند نے، رو رو کے گریباں کو کیا چاک ۳۰ فرما چکا جب یہ سرِ سبطِ شہہِ لولاک
اک حجرۂ تاریک میں بیٹھا تھا وہ سفاک حاکم کا تفحص لگی پھر کرنے وہ غمناک
کہتا تھا کہاں منھ کو چھپاؤں میں نبیؐ سے
محجوب ہوں میں، قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے

رو کر کہا کیا قہر کیا، تو نے ستمگر ۳۱ سُن کر یہ سخن، ہندگئی حجرے کے اندر
گھر میں مرے سر پیٹتے آئے ہیں پیمبرؐ یہ خواب ابھی دیکھ کے اُٹھی ہوں میں مضطر
مخدومۂ عالم کا سرِ پاک کھُلا ہے
اور احمدِ مرسل کا گریبان پھٹا ہے

شہزادیاں کرتی ہیں کہاں نالہ و فریاد ۳۲ قیدی ہیں کہاں اہلِ حرم، اے ستم ایجاد
کر بہرِ خدا قید سے جلدی انھیں آزاد ہیں طوق و سلاسل میں کہاں حضرت سجّاد؟
گر جانتی رونے کا ہے شور، اہلِ حرم میں
میں ان کے عوض پیٹتی زندانِ ستم میں

کچھ زینبؑ و کلثومؑ کے رُتبے کو نہ سمجھا ۳۳ آگاہ نہ تھا فاطمہؑ کے رُتبوں سے، تُو کیا
واللہ ہوئی فاطمہؑ کی روح کو ایذا تو نے جو انھیں قید کیا، بھوکا پیاسا
ماتم ہے اسی کا تو، رسولِ عربی کو
زینبؑ کی اسیری سے نہیں چین کسی کو

سچ ہے کہ نہ تھا کاٹنا تن سے سرِ شبیرؑ ۳۴ اس نے کہا نادم ہوں، ہوئی اب تو یہ تقصیر
تا صبح رہا سوچ میں، وہ ظالمِ بے پیر سر شرم سے زانو پہ جھکا، کی جو یہ تقریر
اک بار دیا حکم یہ، دربار میں آکے
زنداں سے گرفتاروں کو لاوے کوئی جا کے

مشغولِ وظائف تھے حرم، بادلِ ناشاد ۳۵ کچھ لوگ گئے سُن کے یہ، حاکم کا جو ارشاد
بچّے بھی تھے طاعت میں، نہ زاری تھی نہ فریاد تھے خاک پہ سجدے میں جھکے حضرت سجّاد
ہر چند کہ فاقوں سے نہ طاقت تھی کسی میں
پر محو تھے سب یادِ جنابِ احدی میں

حیران ہو آخر، وہ اسیروں کو پکارے ۳۶ حاکم نے ہمیں بھیجا ہے لینے کو تمہارے
ہے حکم کہ دربار میں قیدی چلیں سارے گھبرا کے لگے کہنے وہ دُکھ درد کے مارے
رسّی سے بندھے، سر کھلے رو آئے ہیں قیدی
اک بار تو دربار میں، ہو آئے ہیں قیدی

وہ کہنے لگا، عذر کا اب یہ نہیں ہنگام ۳۷ بے بس ہوں جو قیدی، انھیں تکرار سے کیا کام
ہر طرح سے لے جائیں گے، حاکم کا ہے احکام تب اُس سے یہ فرمانے لگے، عابدِ ناکام
مجبور ہیں اور بے کس و ناچار ہیں قیدی
بہتر ہے چلو، چلنے کو تیار ہیں قیدی

یہ کہتے ہی زنداں سے چلے سب وہ گرفتار ۳۸ رانڈوں نے لیا گودیوں میں بچوں کو اک بار
پیچھے حرم، اور آگے بڑھے عابدِ بیمار انبوہ تماشائیوں کا تھا سرِ بازار
جاں تن میں نہ تھی، شرم سے تھراتے تھے قیدی
نہوڑائے ہوئے سر کو، چلے جاتے تھے قیدی

جس دم سرِ دربار حرم، پہونچے کھلے سر ۳۹ اور سامنے حاکم کے گئے عابدِ مضطر
بولا وہ لعیں، مکر سے تعظیم کو اُٹھ کر مسند پہ قدم رکھیے مری، نائبِ حیدر
عابدؑ نے کہا تخت سے کیا کام ہے مجھ کو
اب خاک نشینی ہی میں آرام ہے مجھ کو

گھر میں ترے، سرِ شاہِ دو عالم کا دھرا ہے ۴۰ یاں فاطمہؑ کے پیٹنے رونے کی صدا ہے
پاسِ ادبِ حیدرؑ و محبوبِ خدا ہے اس تخت پر، اب بیٹھنا کب مجھ کو روا ہے
کیا دَور، اب اے ظالمِ بدبخت ہمارا
شبیرؑ کے ہمراہ گیا تخت ہمارا

یہ سُن کے جھکا سر کو، لگا کہنے وہ بدخو ۴۱ تم فیض کے دریا ہو، سخی ابنِ سخی ہو
سرزد ہُوا ہے جرم جو مجھ سے، اسے بخشو فرمایا یہ تب سیدِ سجادؑ نے رو رو
مجھ سے نہ یہ کہہ زینبِ دلگیر کے ہوتے
مالک میں نہیں شاہ کی ہمشیر کے ہوتے

۴۲ اے بنتِ علیؑ دخترِ مخدومۂ عالم — زینبؑ سے مخاطب ہوا لگا کہنے وہ اظلم
پر کرتا ہوں جو عذر، پذیرا ہو وہ اس دم — فی الواقعی، بھائی کا نہایت ہے تمہیں غم
بے جرم کٹا حلق حسینؑ ابنِ علی کا
جو مانگو وہ دوں، خوں بہا میں سبطِ نبیؐ کا

۴۳ سینے میں کلیجے پہ لگا ظلم کا خنجر — یہ سنتے ہی تھرّانے لگی زینبِؑ مضطر
میں کون ہوں جو لوں دیتِ خونِ برادر — رو رو کے لگی کہنے کہ خاموش ستمگر
قیدی ہوں، گنہگار ہوں، نالاں و حزیں ہوں
واللہ، میں اس خون کی مختار نہیں ہوں

۴۴ اس خون کا دعویٰ کریں، یا حیدرِ کرّار — اس خون کے خواہاں ہوں تو ہوں احمدِ مختار
یا خالقِ اکبر کو ہے اِس خوں سے سروکار — یا حشر کے دن ہووے گی ماں اس کی طلبگار
کیوں ذبح کیا سبطِ رسولِ عربی کو
اس خون کی دیت دیجیو زہرا و علی کو

۴۵ میں ایسی ہوں، جو ہوں گی دیت لینے پہ راضی — واللہ ہے اس ذکر سے چھاتی مری پھٹتی
قیمت نہ ہو اک مُوئے حسینؑ ابنِ علی کی — اس خون کے بدلے، دو جہاں بخشے جو کوئی
مقدور ترا کیا ہے تو کیا دیوے گا ظالم؟
کس کس کا مجھے خون بہا دیوے گا ظالم؟

۴۶ شبّیر کا خوں، حیدرِ کرّار کا خوں ہے — شبّیر کا خوں، احمدِ مختار کا خوں ہے
یہ خوں حسنؑ سیدِ ابرار کا خوں ہے — یہ خون تو زہراؑ جگر افگار کا خوں ہے
تنہا نہیں سبطِ شہِ لولاک کو مارا
تُو نے تو لعیں، پنجتنِ پاک کو مارا

۴۷ بے سر ہوئے شبّیرؑ تو بے سر ہوئے حیدرؑ — مارے گئے سرورؑ، تو ہوئے قتل پیمبرؐ
پھر ہو گیا ٹکڑے جگرِ حضرتِ شبّرؑ — تلوار چلی فاطمۂ زہراؑ کے جگر پر
بے جرم مرے بھائی کا سر تن سے اُتر جائے
ممکن ہے کہ یہ خوں تری گردن سے اُتر جائے

۴۸ بولا کہ رہا میں نے کیا، قیدے تم کو
تقریر سے زینبؑ کی، جو مجوب ہوا وہ
اس وقت کہا زینبؑ دلگیر نے رو رو
اسباب ضروری جو تمہیں چاہیے سُو لو
نے مال، نہ اسباب، نہ زر چاہیے مجھ کو
بچھڑی ہوئی ہوں بھائی کا سر چاہیے مجھ کو

۴۹ میں منع نہیں کرتا، سرِ شاہ کو دیکھو
زینب کا بیاں سُن کے وہ کہنے لگا بدخو
لے جانے کا مذکور، مگر لب پہ نہ لاؤ
جی بھر کے زیارت کرو، اور خوب سا رو لو
اس سر کو تجھے دے کے، نہ میں شاد کروں گا
اک عمر کی محنت کو، نہ برباد کروں گا

۵۰ اور زلفیں پکڑ کر، اسے ہاتھوں پہ اُٹھایا
یہ کہہ کے سرِ شاہ کو، ظالم[۵] نے منگایا
لے دیکھ کہ یہ سر، ترے بھائی کا ہے آیا
زینبؑ کی طرف ہو کے مخاطب یہ سنایا
جرأت سے، مشقت سے، مصیبت سے ملا ہے
تو جانتی ہے جیسی کہ محنت سے ملا ہے

۵۱ یہ پیٹی کہ باقی نہ رہا، اس میں ذرا دم
دیکھا جو ہیں زینبؑ نے سرِ شاہِ دوعالم
تھا قیدیوں میں شور و بکا شیون و ماتم
غش کھا کے گری خاک پہ وہ ثانیِ مریم
روتی تھی کوئی اور کوئی بے ہوش پڑی تھی
سکتہ تھا کسی کو کوئی خاموش کھڑی تھی

۵۲ زلفیں سرِ شبیرؑ کی تھامے، خوش و خرم
بیٹھا ہوا تھا تخت پہ وہ ظالمِ اظلم
پر الفتِ شبیرؑ کا میں کیا کہوں عالم
اور غش میں پڑی خاک پہ تھی زینبؑ پُرغم
زینبؑ کے تو بہتے تھے اِدھر خاک پہ آنسو
جاری تھے اُدھر شہ کے رُخِ پاک پر آنسو

۵۳ لپٹی سرِ شبیرؑ سے جا کر بہ دلِ زار
غش سے جو سکینہ کو افاقہ ہوا اِک بار
بچی سے لیا چھین سرِ سیدِ ابرار
میں کیا کہوں جور و ستمِ حاکمِ غدار
کہتی تھی نیا رنج لعیں دیتا ہے، مجھ کو
بابا کا مرے سر بھی نہیں دیتا ہے، مجھ کو

کب سنتا تھا زاریِ سکینہؑ کو وہ بے پیر ۵۴ بس اُٹھ گیا مجلس سے وہ لے کر سرِ شبیرؑ
تب آئے وہاں روتے ہوئے عابدِؑ دلگیر زینبؑ کو اٹھا خاک سے رو رو کی یہ تقریر

موقوف بس اب نالہؑ و افغاں کرو حضرت
چلنے کا وطن کے کوئی ساماں کرو حضرت

یوں راویِ اخبارِ مصیبت سے ہے تحریر ۵۵ ہر چند طلب کرتی رہی زینبِؑ دلگیر
حاکم نے نہ ہرگز دیا لیکن سرِ شبیرؑ لاچار روانہ ہوئے با حالتِ تغییر

میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی زینبؑ
سر پیٹتی تھی، روتی تھی، چلّاتی تھی زینبؑ

خاموش انیسؔ اب نہیں یارا ہے سخن کا ۵۶ صد شکر کہ مدّاح ہے تو شاہِ زمن کا
کہہ حق سے کہ صدقہ سرِ ہفتادو دوتن کا پابند نہ کر مجھ کو کسی رنج و محن کا

دُنیا میں کسی طرح کا مجھ کو نہ الم ہو
پر دل میں مرے پنجتنِ پاک کا غم ہو

۲۶

نمک[1] خوانِ تکلم ہے، فصاحت میری　　۱　　ناطقے بند ہیں سُن سُن کے بلاغت میری
رنگ اڑتے ہیں وہ رنگیں ہے عبارت میری　　شور جس کا ہے وہ دریا ہے طبیعت میری
عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں[الف] پشت[2] ہے شبیرؑ کی مداحی میں

ایک قطرے کو جو دوں بسط تو قلزم کر دوں　　۲　　بحرِ مواج فصاحت کا تلاطم کر دوں
ماہ کو مہر کروں ذرّوں[ب] کو انجم کر دوں　　گُنگ کو، ماہرِ اندازِ تکلم کر دوں
دردِ سر ہوتا ہے بے رنگ نہ فریاد کریں
بلبلیں مجھ سے گلستاں کا سبق یاد کریں

اس ثنا خواں کے بزرگوں میں ہیں کیا کیا مداح　　۳　　جدِّ اعلیٰ[3] سے نہ ہوگا کوئی اعلیٰ مداح
باپ مداح کا مداح ہے دادا مداح　　عم[4] ذی قدر ثنا خوانوں میں یکتا مداح
جو عنایاتِ الٰہی سے ہوا نیک ہوا
نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا

طبع ہر ایک کی موزوں قدِ زیبا موزوں　　۴　　صورتِ سرو ازل سے ہیں سراپا موزوں
نثر بے سجع[5] نہیں، نظم معلےٰ موزوں　　کہیں سکتہ نہیں آسکتا، کجا ناموزوں
تول لے عقل کی میزاں میں جو فہمیدہ ہے
بات جو منہ سے نکلتی ہے وہ سنجیدہ ہے

خلق میں مثلِ خلیق اور تھا خوش گو کوئی کب　　۵　　نام لے دھو لے زباں کوثر و تسنیم سے جب
بلبلِ گلشنِ زہراؑ و علیؑ، عاشقِ رب　　متتبع[6] مرثیہ گوئی میں ہوئے جس[ج] کے سبب
ہو اگر ذہن میں جودت ہے کہ موزونی ہے
اس احاطے سے جو باہر ہے وہ بیرونی ہے

بھائی خوش فکرت و خوش لہجہ و پاکیزہ خصال ٦ جن کا سینہ گہرِ علم سے ہے مالا مال
یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ سلاست یہ کمال معجزہ(د) گر نہ اسے کہیے تو ہے سحرِ حلال
اپنے موقع پہ جسے دیکھیے لاثانی ہے
لطف حضرت کا یہ ہے رحمتِ یزدانی ہے

کیوں نہ ہو بندۂ موروثی مولا ہوں میں ٧ قلزمِ رحمتِ معبود کا قطرہ ہوں میں
جس میں لاکھوں دُر و مرجاں[9] ہیں وہ دریا ہوں میں مدح خوانِ پسرِ حضرتِ زہرا ہوں میں
وصف جوہر کا کروں، یا صفتِ ذات کروں
اپنے رتبے پہ نہ کیوں آپ مباہات[10] کروں

مبتدی ہوں مجھے توقیرِ عطا کر یارب ٨ شوقِ مداحیِ شبیر عطا کر یارب
سنگ(ز) ہو موم وہ تقریر عطا کر یارب نظم میں رونے کی تاثیر عطا کر یارب
جد و آبا کے سوا اور کی تقلید نہ ہو
لفظ مغلق[11] نہ ہوں، گنجلک[12] نہ ہوں تعقید[13] نہ ہو

وہ مرقع ہو کہ دیکھیں اسے گر اہلِ شعور ٩ ہر ورق میں کہیں سایہ نظر آتے ہیں نور
غُل ہو یہ ہے کششِ مُو قلم طرۂ حُور صاف(و) ہر رنگ سے ہو صفتِ صانع کا ظہور
کوئی ناظر جو یہ نایاب نظیریں سمجھے
نقشِ[14] ارژنگ کو کاواک[15] لکیریں سمجھے

قلمِ(ر) فکر سے کھینچوں جو کسی بزم کا رنگ ١٠ شمعِ تصویر پہ گرنے لگیں آ کے پتنگ
صاف حیرت زدہ مانی[16] ہو تو بہزاد[17] ہو دنگ خوں برستا نظر آئے جو دکھاؤں صفِ جنگ
رزم ایسی ہو کہ دل سب کے پھڑک جائیں ابھی
بجلیاں تیغوں کی آنکھوں میں چمک جائیں ابھی

روزمرہ شرفا کا ہو سلاست ہو وہی ١١ لب و لہجہ وہی سارا ہو، متانت ہو وہی
سامعیں جلد سمجھ لیں جسے صنعت ہو وہی یعنی موقع ہو جہاں جس کا وہ عبارت ہو وہی
لفظ بھی چست ہوں مضمون بھی عالی ہووے
مرثیہ درد کی باتوں سے نہ خالی ہووے

١٢ تیرگی[19] بد ہے مگر نیک ہے گیسو کے لیے — ہے کجی عیب مگر حُسن ہے ابرو کے لیے
زیب ہے خالِ سیہ، چہرہ گلرو کے لیے — سُرمہ زیبا ہے فقط نرگسِ جادو کے لیے

دانند[20] آنکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

١٣ یہ چمن اور ہے زخموں کا گلستاں ہے جُدا — بزم کا رنگ جدا، رزم کا میداں ہے جُدا
مختصر پڑھ کے رُلا دینے کا ساماں ہے جُدا — فہم کامل ہو، تو ہر نامے کا عنواں ہے جُدا

دبدبہ بھی ہو، مصائب بھی ہوں، توصیف بھی ہو
دل بھی محظوظ ہوں، رقت بھی ہو، تعریف بھی ہو

مطلع ١٤ رنج و اندوہ و مصیبت کا بیاں کرتا ہوں — ماجرا صبحِ شہادت کا بیان کرتا ہوں
جاں نثاروں کی اطاعت کا بیاں کرتا ہوں — تشنہ کاموں کی، عبادت کا بیاں کرتا ہوں

جن کا ہمتا نہیں، ایک ایک مصاحب ایسا
ایسے بندے نہ کبھی ہوں گے، نہ صاحب ایسا

١٥ زمزمے کرنے لگے یادِ الٰہی میں طیور — صبحِ صادق کا ہُوا چرخ پہ جس وقت ظہور
یک بیک پھیل گیا چار طرف دشت میں نور — مثلِ خورشید برآمد ہوئے خیمے سے حضور

شش جہت میں، رُخِ مولا سے ظہورِ حق تھا
صبح کا ذکر ہے کیا، چاند کا چہرہ فق تھا

١٦ دم بدم جھومتے تھے وجد کے عالم میں شجر — ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں وہ بیاباں وہ سحر
لوٹی جاتی تھی لٹکتے ہوئے سبزے پہ نظر — اوس نے 'فرشِ زمرد' پہ بچھائے تھے گہر

دشت سے جھوم کے جب بادِ صبا آتی تھی
صاف غنچوں کے چٹکنے کی صدا آتی تھی

١٧ دل کو الجھاتے تھے، سنبل کے وہ پُرخم گیسو — بلبلوں[21] کی وہ صدائیں، وہ گلوں کی خوشبو
فاختہ کی یہ صدا سرو پہ تھی، کُو کُو کُو — قمریاں کہتی تھیں شمشاد پہ، یا ہُو یا ہُو

وقت تسبیح کا تھا، عشق کا دم بھرتے تھے
اپنے معبود کی سب، حمد و ثنا کرتے تھے

۱۸ مطلع

آئے سجادۂ طاعت پہ امامِ دوجہاں — اُس طرف طبل بجا، یاں ہوئی لشکر میں اذاں
وہ مصلّی کہ زباں جن کی حدیث و قرآں — وہ نمازی کہ جو ایماں کے تنِ پاک کی جاں

زاہد ایسے تھے کہ ممتاز تھے ابراروں میں
عابد ایسے تھے کہ سجدے کیے تلواروں میں

۱۹

عرشِ اعظم کو ہلاتی تھیں دعائیں ان کی — وجد کرتے تھے ملک، سن کے صدائیں ان کی
وہ عمامے، وہ قبائیں، وہ عبائیں ان کی — حوریں لیتی تھیں بصد شوق بلائیں ان کی

ذکرِ خالق میں لب ان کے جو ہلے جاتے تھے
غنچے فردوس کے شادی[22] سے کھلے جاتے تھے

۲۰

کیا جوانانِ خوش اطوار تھے، سبحان اللہ — کیا رفیقانِ وفادار تھے، سبحان اللہ
صفدر و غازی و جرّار تھے، سبحان اللہ — زاہد و عابد و ابرار تھے، سبحان اللہ

زن و فرزند سے فرقت ہوئی، مسکن چھوڑا
مگر احمد کے نواسے کا، نہ دامن چھوڑا

۲۱

اللہ اللہ عجب فوج، عجب غازی تھے — عجب اسوار تھے بے مثل، عجب تازی تھے
لائقِ مدح و سزاوارِ سرافرازی تھے — گو بہت کم تھے، پہ آمادۂ جاں بازی تھے

پیاس ایسی تھی کہ آ آ گئی جاں ہونٹوں پر
صابر ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہونٹوں پر

۲۲

زہد میں حضرتِ[23] سلماں کے برابر (ح) کوئی — دولتِ فقر و قناعت میں ابوذر[24] کوئی
صدقِ گفتار میں عمّار[25] کا ہمسر کوئی — حمزۂ عصر کوئی، مالکِ[26] اشتر کوئی

ہوں گے ایسے ہی محمدؐ کے جو شیدا ہوں گے
پھر جہاد ایسا نہ ہوگا، نہ وہ پیدا ہوں گے

۲۳

گو مصیبت میں، تلاطم میں، تباہی میں رہے — سر کٹے پاؤں مگر راہِ الٰہی میں رہے
یوں سرافراز وہ سب لشکرِ شاہی میں رہے — جس طرح تیغِ دو دم، دستِ سپاہی میں رہے

اس مصیبت میں نہ پایا کبھی شاکی ان کو
آبرو ساقیِ کوثر نے عطا کی ان کو

وہ تخشع[27]، وہ تضرع، وہ قیام[28] اور وہ قعود ۲۴ — وہ تذلل[29]، وہ دعائیں، وہ رکوع[30] اور وہ سجود[31]
یادِ حق دل میں، تو سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ دُرود — یہ دعا خالقِ اکبر سے کہ اے ربِّ ودود

یوں لٹیں ہم کہ، نہ آل اور نہ اولاد رہے
مگر احمدؐ کے نواسے کا گھر آباد رہے

موم فولاد ہو آوازوں میں وہ سوز و گداز ۲۵ — اپنے معبود سے سجدوں میں عجب راز و نیاز
سر تو سجادوں پہ تھے، عرش مصلّے پہ نماز — شیر دل، منتخبِ دہر، وحید و ممتاز

چاند شرمندہ ہو، چہرے متجلّی ایسے
نہ امام ایسا ہوا پھر، نہ مصلّی ایسے

جب فریضے کو ادا کر چکے وہ خوش کردار ۲۶ — کس کے کمروں کو بصد شوق لگائے ہتھیار
جلوہ فرما ہوئے گھوڑے پہ، شہِ عرش وقار — علمِ فوج کو عباسؑ نے کھولا اک بار

دشت میں نکہتِ فردوسِ بریں آنے لگی
عرش تک اس کے پھریرے کی ہوا جانے لگی

لہر وہ سبز پھریرے کی، وہ پنجے کی چمک ۲۷ — شرم سے ابر میں چھپ جاتا تھا خورشیدِ فلک
کہتے تھے صلِّ علیٰ چرخ پہ اٹھ اٹھ کے مَلک — دنگ تھے سب وہ سماں سے تھا سماں تا بہ فلک

کہیے پستی اُسے جو اوج ہما نے دیکھا
وہ سماں پھر نہ کبھی ارض و سما نے دیکھا

اس طرح جب علمِ دلبرِ زہرا جائے ۲۸ — کس سے پھر معرکۂ رزم میں ٹھہرا جائے
سانپ دشمن کی نہ کیوں چھاتی پہ لہرا جائے — لہر میں تا بہ فلک جس کا پھریرا جائے

رفعِ شر کو، علمِ خیر بشر آیا تھا
سورۂ[32] نصر پئے فتح و ظفر آیا تھا

وہ علم دار کہ جو شیرِ الٰہی کا خلف ۲۹ — گوہرِ بحرِ وفا، نیّرِ دیں، دُرِّ نجف
فخر حمزہ سے نمودار کا جعفر کا شرف — کس طرح چاند کہوں، چاند میں ہے عیب کلف[33]

کس نے پایا وہ، جو تھا جاہ و حشم ان کے لیے
یہ علم کے لیے تھے، اور علم ان کے لیے

۳۰ اسد اللہ کی تصویر تھے، صورت ایسی — سرو شرمائے، قد اس طرح کا، قامت ایسی
جا کے پانی نہ پیا نہر پہ، ہمت ایسی — شیر نعروں سے دہل جاتے تھے، صولت ایسی
جان جب تک تھی اطاعت میں رہے بھائی کی
تھے علم دار، مگر بچوں کی سقائی کی

۳۱ ہم انھیں عاشقِ شاہِ شہدا کہتے ہیں — وہ بہشتی نے کیا، جس کو وفا کہتے ہیں
جو بہادر ہیں، وہ شمشیرِ خدا کہتے ہیں — ان کو قبلہ تو انھیں قبلہ نما کہتے ہیں
عشقِ سردار و علمدار کا افسانہ ہے
وہ چراغِ رہِ دیں ہے تو یہ پروانہ ہے

۳۲ کچھ جو بچپن تھا تو کچھ آمدِ ایامِ شباب — اک طرف اکبرِ مہرو سا جوانِ نایاب
آنکھیں ایسی کہ رہا، نرگسِ شہلا کو حجاب — روشنی چہرے پہ ایسی کہ خجل ہو مہتاب
جس نے ان گیسوؤں میں رُخ کی ضیا کو دیکھا
شبِ معراج میں، محبوبِ خدا کو دیکھا

۳۳ راحتِ روحِ حسینؑ، ابنِ علیؑ، جانِ حسنؑ — اے خوشا حُسنِ رُخِ یوسفِ کنعانِ حسنؑ
ہمہ تن خلقِ حسنؑ، حُسنِ حسنؑ، شانِ حسنؑ — جسم میں زورِ علیؑ، طبع میں احسانِ حسنؑ
تن پہ کرتی تھی نزاکت سے گرانی پوشاک
کیا بھلی لگتی تھی بچپن میں سہانی پوشاک

۳۴ چاند سے چہروں پہ بل کھائے ہوئے زلفوں کے بال — اللہ اللہ، اسدِ[۲] حق کے نواسوں کا جلال
گرچہ بچپن تھا، پہ رستم کو سمجھتے تھے وہ زال — نیمچے کاندھوں پہ رکھے ہوئے، مانندِ ہلال
صف سے گھوڑوں کو بڑھا کر جو پلٹ جاتے تھے
مورچے لشکرِ کفار کے ہٹ جاتے تھے

۳۵ وہی سارا اسد اللہ کا نقشہ، وہی ڈھنگ — آستینوں کو چڑھائے ہوئے آمادۂ جنگ
ولولہ صف کے اُلٹنے کا، لڑائی کی امنگ — سرخ چہرے تھے کہ شیروں کا یہی ہوتا ہے رنگ
جسم پہ تیر چلیں، نیزۂ خونخوار چلے
شوق اس کا تھا کہ جلدی کہیں تلوار چلے

یک بیک طبل بجا فوج[۵] میں گرجے بادل   ۳۶   کوہ تھرائے، زمیں ہل گئی گونجا جنگل
پھول ڈھالوں کے چمکنے لگے، تلواروں کے پھل   مرنے والوں کو نظر آنے لگی شکلِ اجل
واں کے چاؤش بڑھانے لگے دل لشکر کا
فوجِ اسلام میں نعرہ ہوا یا حیدر کا

شور میدانوں میں تھا، کہ دلیرو نکلو!   ۳۷   نیزہ بازی کرو، رہواروں کو پھیرو نکلو!
نہر قابو میں ہے، اب پیاسوں کو گھیرو نکلو!   غازیو! صف سے بڑھو، غول سے شیرو نکلو!
رستمو! دادِ وغا دو، کہ یہ دن داد کا ہے
سامنا حیدرِ کرار کی اولاد کا ہے

شور سادات میں تھا، یا شہِ[۲۵] مرداں مدد دے   ۳۸   کعبۂ دیں مدد دے، قبلۂ ایماں مدد دے
قوتِ بازوئے پیغمبرِ ذی شاں مدد دے   دم تائید ہے، اے فخرِ سلیماں مدد دے
تیسرا فاقہ ہے، طاقت میں کمی ہے مولا!
طلب قوتِ ثابت قدمی ہے مولا!

پیاس میں حرف نہ شکوے کا زباں پر لائیں   ۳۹   دم بدم سینوں[۲۶] پہ فاقوں میں سنانیں کھائیں
دل نہ تڑپے، جو دمِ نزع نہ پانی پائیں   تیرے فرزند کی تائید کریں، مر جائیں
لاشے مقتل میں ہوں لاشِ شہِ دلگیر کے پاس
سر ہوں نیزے پہ سرِ حضرتِ شبیر کے پاس

سامنے بڑھ کے یکایک صفِ کفار آئی   ۴۰ مطلع   جھوم کر تیرہ گھٹا، تاروں پہ اک بار آئی
روزِ روشن کے چھپانے کو شبِ تار آئی   تشنہ کاموں کی طرف، تیروں کی بوچھار آئی
ہنس کے منہ بھائی کا شاہِ شہدا نے دیکھا
اپنے آقا کو بہ حسرت رفقا نے دیکھا

عرض عباس نے کی جوش ہے جراروں کو   ۴۱   تیر سب کھاتے ہیں، تولے ہوئے تلواروں کو
میہمانوں کا نہیں پاس، ستم گاروں کو   مصلحت ہو تو رضا دیجیے، غم خواروں کو
روسیاہوں کو مٹا دیں کہ بڑھے آتے ہیں
ہم جو خاموش ہیں، وہ منہ پہ چڑھے آتے ہیں

شہ نے فرمایا، مجھے خود ہے شہادت منظور ۴۲ نہ لڑائی کی ہوس ہے، نہ شجاعت کا غرور
جنگ[ع] منظور نہ تھی ان سے پہ اب ہوں مجبور خیر، لڑلو کہ ستاتے ہیں، یہ بے جرم و قصور
ذبح کرنے کے لیے لشکرِ ناری آئے
کہیں جلدی مرے سر دینے کی باری آئے

حکم پانا تھا کہ شیروں نے اڑائے تازی ۴۳ مثل شہباز گیا ایک کے بعد اک غازی
واہ ری حرب، خوشا ضرب، زہے جانبازی اڑ گیا ہاتھ بڑھا جو پئے دست اندازی
لوٹتے[ف] رن میں سر و جسم نظر آتے تھے
ایک حملے میں قدم فوج کے جم جاتے تھے

جس پہ غصے میں گئے، صید پہ شہباز گرا ۴۴ یہ کماں کٹ کے گری، وہ قدر انداز گرا
جب گرا خاک پہ گھوڑے سے، تو ممتاز گرا نہ اٹھا پھر کبھی، جو تفرقہ[36] پرداز گرا
ہاتھ منھ کٹ گئے، سر اُڑ گئے جی چھوٹ گئے
مورچے ہو گئے پامال، پرے ٹوٹ گئے

بعد غیروں کے عزیزوں نے کیا عزمِ نبرد ۴۵ سر کو نہیوڑا کے بھرا سبطِ نبیؐ نے دم سرد
ہوک[م] اٹھی کبھی سینے میں، تو دل میں کبھی درد سُرخ ہوتا تھا کبھی چاند سا چہرہ کبھی زرد
کوئی گل رو تو کوئی سروِ سہی بالا تھا
وہ بچھڑنے لگے، گودی میں جنھیں پالا تھا

زلفوں والا تھا کوئی، کوئی مرادوں والا ۴۶ کوئی بھائی کا پسر، کوئی بہن کا پالا
چاند سا منھ جو کسی کا تھا تو گیسو ہالا کوئی قامت میں بہت کم کوئی قد میں بالا
نوجواں کون سا خوش رو و خوش انداز نہ تھا
کتنے ایسے تھے کہ سبزہ ابھی آغاز نہ تھا

ہاتھ وہ بچوں کا، اور چھوٹی سی وہ تلواریں ۴۷ موم کر دیتی تھیں فولاد کو جن کی دھاریں
آب ہو شیر کا زہرہ، جسے وہ للکاریں بجلیاں کوند رہی ہیں کسے نیزہ ماریں
کس بشاشت سے ہزاروں یہ دلیر آتے ہیں
بچے آتے ہیں کہ بپھرے ہوئے شیر آتے ہیں

یہی ہنگامہ رہا صبح سے، تا بوقتِ زوال ۴۸ لاش پر لاش گری، بھر گیا میدانِ قتال
مورچے سب تہ و بالا تھے، پڑے سب پامال سرخرو خلق سے اٹھے، اسدُ اللہ کے لال

کھیت ایسے بھی کسی جنگ میں کم پڑتے ہیں
جو لڑا، سب یہی سمجھے کہ علیؑ لڑتے ہیں

قاسمؑ و اکبرؑ و عباسؑ کا اللہ رے جہاد ۴۹ غل ہر اک ضرب پہ تھا اب، ہوئی دنیا برباد
الاماں کا تھا کہیں شور، کہیں تھی فریاد دے گئے خلق میں مردانگی حرب کی داد

گو وہ دنیا میں نہیں، عرش مقام ان کا ہے
آج تک عالمِ ایجاد میں نام ان کا ہے

دوپہر میں وہ چمن بادِ خزاں نے لوٹا ۵۰ پتا پتا ہوا تاراج تو بوٹا بوٹا
باپ بیٹے سے چھٹا، بھائی سے بھائی چھوٹا ابنِ زہراؑ کی کمر جھک گئی بازو ٹوٹا

پھر نہ یاور، نہ وہ جاں باز نہ وہ شیدا تھے
ظہر کے وقت حسینؑ ابنِ علیؑ تنہا تھے

ساتھ جو جو کہ بہادر تھے، وطن سے آئے ۵۱ سامنے سوتے تھے ریتی پہ سنانیں کھائے
دھوپ میں پیاس سے مثلِ گلِ تر مرجھائے مر گئے پر نہ غریبوں نے کفن تک پائے

دھوپ پڑتی تھی یہ دن چرخ نے دکھلایا تھا
نہ تو چادر تھی کسی لاش پہ نے سایا تھا

صاحبِ فوج پہ طاری تھا عجب رنج و ملال ۵۲ زرد تھا رنگ، تو آنکھیں تھیں لہو رونے سے لال
کبھی بھائی کا الم تھا، کبھی بیٹے کا خیال کبھی دھڑکا تھا کہ لاشیں نہ کہیں ہوں پامال

کبھی بڑھتے تھے وغا کو، کبھی رک جاتے تھے
سیدھے ہوتے تھے کبھی، اور کبھی جھک جاتے تھے

بڑھ کے چلاتے تھے بے درد کہ اب آپ آئیں ۵۳ جوہرِ تیغ شہنشاہِ نجف دکھلائیں
مرنے والے نہیں جیتے جو سنانیں کھائیں کاٹ لیں آپ کا سر تن سے تو فرصت پائیں

پسرِ سعد سے وعدہ ہے صِلا لینے کا
حکم ہے خیمۂ اقدس کے جلا دینے کا

شہ نے فرمایا کہ سرکاٹ لو، حاضر ہوں میں ۵۴ نہ تو لڑنے میں، نہ مرجانے میں قاصر ہوں میں
فوج بھی اب نہیں، بے یار و ناصر ہوں میں شہر و صحرا بھی تمہارا ہے، مسافر ہوں میں

لوٹ لو پھونک دو، تاراج کرو بہتر ہے
کلمہ گویو! یہ تمہارے ہی نبیؐ کا گھر ہے

کئی سیدانیاں خیمے میں ہیں پردے والی ۵۵ جن کا رتبہ ہے زمانے میں ہر اک پر عالی
اب نہ وارث کوئی سر پر ہے، نہ کوئی والی ان کو دیجو! کوئی رہ جائے جو خیمہ خالی

یہ نبیؐ زادیاں بے پردہ نہ ہوئیں جس میں
ایک گوشہ ہو کہ سب بیٹھ کے روئیں جس میں

سُن کے ان باتوں کا اعدا نے دیا جو کہ جواب ۵۶ گر لکھوں اُس کو تو ہو جائے جگر سنگ کا آب
قلب تھرا گیا ہرگز نہ رہی ضبط کی تاب دیکھ کر رہ گئے گردوں کو، شہ عرش جناب

اشک خالی اسے کرتے ہیں جو دل بھر آئے
آپ رونے کے لیے خیمے کے در پر آئے

تھم کے چلائے کہ اے زینبؑ و امّ کلثومؑ ۵۷ تم سے رخصت کو پھر آیا ہے حسینؑ مظلوم
اب مرے قتل کے درپے ہے یہ سب لشکرِ شوم ہاں جگا دو اسے غش ہو جو سکینہؑ معصوم

نہیں ملتا جو زمانے سے گزر جاتا ہے
کہہ دو عابدؑ سے کہ مرنے کو پدر جاتا ہے

یہ صدا سُن کے حرم خیمے سے، مضطر دوڑے ۵۸ شہ کی آواز پہ سب بے کس و بے پر دوڑے
گر پڑیں سر سے ردائیں تو کھلے سر دوڑے بچے روتے ہوئے ماؤں کے برابر دوڑے

رو کے چلائی سکینہؑ، شہ والا آؤ!
میں تمہیں ڈھونڈتی تھی، دیر سے بابا آؤ!

آؤ اچھے مرے بابا، میں تمہارے واری ۵۹ دیکھو! تم بن ہیں گلے تک مرے آنسو جاری
آج یہ کیا ہے کہ بھولے مری خاطر داری ہاتھ پھیلا کے کہو! آ مری بیٹی پیاری

منہ چھپانے کی ہے کیا وجہ، نہ شرماؤ تم
اب میں پانی بھی نہ مانگوں گی، چلے آؤ تم

دیکھ کر پردہ سے یہ کہنے لگی، زینبؑ زار ۶۰ ابنِ زہراؑ تری مظلومی و غربت کے نثار
آؤ چادر سے کروں پاک، میں چہرے کا غبار شہؑ نے فرمایا، بہن مر گئے سب مونس و یار
تم نے پالا تھا جسے، ہم اسے رو آئے ہیں
علی اکبرؑ سے جگر بند کو کھو آئے ہیں

منہ دکھائیں کسے، سب سے ہے ندامت زینبؑ ۶۱ گھر میں آنے کی نہیں بھائی کو مہلت زینبؑ
کھینچ لائی ہے سکینہؑ کی محبت زینبؑ بھائی جاتا ہے، دکھا دو ہمیں صورت زینبؑ
نہ تو سر کھولو، نہ منہ پیٹو، نہ فریاد کرو
بھول جاؤ ہمیں، اللہ کو اب یاد کرو

صبر سے خوش ہے خدا، اے مری غم خوار بہن ۶۲ سہل ہو جاتا ہے، جو امر ہو دشوار بہن
اپنی ماں کا ہے طریقہ، تمہیں درکار بہن پھر میں کہتا ہوں سکینہؑ سے خبردار بہن
ناز پرور ہے مرے بعد الم اس پہ نہ ہو
بُندے کانوں سے اُتارو کہ ستم اس پہ نہ ہو

کہیو عابدؑ سے یہ پیغام مرا بعدِ سلام ۶۳ غش تھے تم پھر گئے دروازے تلک آ کے امام
قید میں پھنس کے نہ گھبرائیو (ع) اے گل اندام کاٹیو صبر و رضا سے، سفرِ کوفہ و شام
ناؤ منجدھار میں ہے، شورِ تلاطم جانو!
ناخدا جاتا ہے، گھر جانے اور اب تم جانو!

کہہ کے یہ باگ پھرائی طرفِ لشکرِ شام ۶۴ پڑ گیا خیمۂ ناموسِ نبیؐ میں کہرام
رن میں گھوڑے کو اُڑاتے ہوئے آئے جو امام رعب سے فوج کے دل ہل گئے کانپے اندام
سر جھکے ان کے جو کامل تھے زباں دانی میں
اُڑ گئے ہوش فصیحوں کے رجز خوانی میں

تھا یہ نعرہ کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں ۶۵ مجھ کو پہچانو! کہ خالق کا شناسا ہوں میں
زخمی ہونے سے نہ مرنے سے ہراساں ہوں میں تیسرا دن ہے یہ گرمی میں کہ پیاسا ہوں میں
چین کیا چیز ہے، آرام کسے کہتے ہیں؟
اس پہ شکوہ نہیں کچھ، صبر اسے کہتے ہیں

٦٦

اُس[٣٨] کا پیارا ہوں جو ہے ساقیِ حوضِ کوثر — اس کا بیٹا ہوں، جو ہے فاتحِ بابِ خیبر
اُس کا فرزند ہوں کی جس نے مہم بدر کی سر — اس کا دلبر ہوں میں، دی جس کو نبیؐ نے دختر

صاحبِ تخت ہوئے، تیغ ملی، تاج مِلا
دوشِ[٣٩] احمدؐ پہ انھیں رتبۂ معراج مِلا

٦٧

بے[٤٠] وطن ہوں نہ مسافر کو ستاؤ للہ — قتل کیوں کرتے ہو تم، کون سا میرا ہے گناہ
اب[خ] نہ یاور ہے کوئی ساتھ نہ لشکر نہ سپاہ — تم کو لازم ہے غریبوں پہ ترحّم کی نگاہ

ہاتھ آئے گا نہ انعام، نہ زر پاؤ گے
یاد رکھو! مرا سر کاٹ کے پچھتاؤ گے

٦٨

نہ ابھی ختم ہوئی تھی یہ مسلسل تقریر — حجّت[٤١] اللہ کے فرزند پہ چلنے لگے تیر
چوم کر تیغ کے قبضے کو پکارے شبیرؑ — لو خبردار! چمکتی ہے علیؑ کی شمشیر

پسرِ فاتحِ صفّین و حُنین آتا ہے
لو صفیں باندھ کے رو کو تو حسینؑ آتا ہے

٦٩

لو کھنچی تیغِ دوسر، فوج پہ آفت آئی — لو ہلا، قائمۂ[٤٢] عرش، قیامت آئی
فتح تسلیم کو، آداب کو نصرت آئی — فخر سے غاشیہ برداری کو شوکت آئی

چوم لوں پاؤں، جلال اس تگ و دو میں آیا
ہاتھ جوڑے ہوئے اقبال جلو میں آیا

٧٠

آپ سیدھے جو ہوئے رخش نے بدلے تیور — دونوں آنکھیں اُبل آئیں کہ ڈرے بانیِ شر
تھوتھنی مل گئی سینے سے کیا، دُم کو چنور — مثلِ طاؤس اڑا، گاہ اِدھر، گاہ اُدھر

دم بدم گردِ نسیمِ سحری پھرتی تھی
جھوم کر پھرتا تھا، گویا کہ پری پھرتی تھی

٧١

ابر ڈھالوں کا اٹھا تیغِ دوپیکر چمکی — برق چھپتی ہے، یہ چمکی تو برابر چمکی
سوئے پستی کبھی کوندی، کبھی سر پر چمکی — کبھی انبوہ کے اندر، کبھی باہر چمکی

جس طرف آئی وہ ناگن اُسے ڈستے دیکھا
مینہ سروں کا صفِ دشمن میں برستے دیکھا

دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہے دھارا جیسے ۲، گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارا جیسے
چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارا جیسے روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے
کوندنا برق کا شمشیر کی ضَو میں دیکھا
کبھی ایسا نہیں دَم خَم مہِ نو میں دیکھا

اک اشارے میں، برابر کوئی دو تھا کوئی چار ۳، نہ پیادہ کوئی بچتا تھا سلامت نہ سوار
برق گرتی تھی کہ چلتی تھی صفوں پر تلوار غضب[۴۴] اللہ علیہم کے عیاں تھے آثار
موت ہر غول کو برباد کیے جاتی تھی
آگ گھیرے ہوئے دوزخ میں لیے جاتی تھی

تیغیں آری[ذ] ہوئیں ڈھالوں کے اڑے پرکالے ۴، بند سب بھول گئے، خوف سے نیزوں والے
جو بڑھے ہاتھ سرِ دست قلم کر ڈالے تیغ کہتی تھی، یہ سب ہیں مرے دیکھے بھالے
صف پہ صف باندھ کے نیزوں کو عبث تولے ہیں
ایسے عقدے مرے ناخن نے بہت کھولے ہیں

جب کبھی جائزۂ[۴۵] فوجِ ستم لیتی ہوں ۵، موت بے رحم نہ کرنے کی قسم لیتی ہوں
دو زبانوں سے سدا کارِ قلم لیتی ہوں چہرے کٹ[ض] چکتے ہیں، لشکر کے تو دم لیتی ہوں
ہر طرف ہو کے، عدم کے سفری ہوتے ہیں
طبلقیں[۴۶] کٹتی ہیں، چہرے نظری[۴۷] ہوتے ہیں

وہ برش، وہ چمک اس کی، وہ صفائی اس کی ۶، کسی تلوار نے تیزی نہیں پائی اس کی
اس کا بازو جو اڑایا، تو کلائی اس کی مل گئی جس کے گلے سے اجل آئی اس کی
صورتِ مرگ کسی نے بھی نہ آتے دیکھا
سر پہ چمکی تو کمر سے اُسے جاتے دیکھا

کبھی ڈھالوں پہ گری، اور کبھی تلواروں پر ۷، پیدلوں پر کبھی آئی کبھی اسواروں پر
کبھی ترکش پہ رکھا منھ، کبھی سوفاروں پر کبھی سر کاٹ کے آپہنچی کمانداروں پر
گر کے اس غول سے اُٹھی تو اس انبوہ میں تھی
کبھی دریا میں، کبھی بَر میں، کبھی کوہ میں تھی

۷۸ کبھی چہرہ، کبھی شانہ، کبھی پیکر کاٹا — کبھی در آئی جگر میں، تو کبھی سر کاٹا
کبھی مغفر، کبھی جوشن، کبھی بکتر کاٹا — طول میں راکب و مرکب کو برابر کاٹا
بُرِشِ تیغ کا غُل، قاف سے تا قاف رہا
پی گئی خون ہزاروں کا، پہ منہ صاف رہا

۷۹ نہ رُکی خود پہ وہ، اور نہ سر پر ٹھہری — نہ کسی تیغ پہ دم بھر، نہ سپر پر ٹھہری
نہ جبیں پر نہ گلے پر، نہ جگر پر ٹھہری — کاٹ کر زین کو، گھوڑے کی کمر پر ٹھہری
جان گھبرا کے تنِ دشمنِ دیں سے نکلی
ہاتھ بھر ڈوب کے تلوار زمیں سے نکلی

۸۰ کٹ گئی، تیغ تلے، جب صفِ دشمن آئی — یک بیک فصلِ فراقِ سر و گردن آئی
بگڑی اس طرح لڑائی کہ نہ کچھ بن آئی — تیغ کیا آئی کہ اڑتی ہوئی ناگن آئی
غُل تھا بھاگو کہ یہ ہنگام ٹھہرنے کا نہیں
زہر اس کا جو چڑھے گا تو اُترنے کا نہیں

۸۱ وہ چمک اس کی، سروں کا وہ برسنا ہر سُو — گھاٹ سے تیغ کے، اک حشر بپا تھا لبِ جُو
آب میں صورتِ آتش تھی، جلا دینے کی خُو — اور دم بڑھتا تھا، پیتی تھی جو اعدا کا لہو
کبھی جوشن، تو کبھی صدرِ کشادہ کاٹا
جب چلی ضربتِ سابق سے زیادہ کاٹا

۸۲ تنِ تنہا شہِ دیں لاکھ سواروں سے لڑے — بے سپر، برچھیوں والوں کی قطاروں سے لڑے
صورتِ شیرِ خدا، ظلم شعاروں سے لڑے — دو سے اک لڑ نہیں سکتا، یہ ہزاروں سے لڑے
گر ہو غالب، تو ہزاروں پہ وہی غالب ہو
جو دل و جانِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہو

۸۳ تیسرے فاقے میں یہ جنگ، یہ حملے، یہ جدال — پیاس وہ پیاس کہ نیلم تھے سراسر لبِ لعل
دھوپ وہ دھوپ کہ سوکھے ہوئے تھے تازہ نہال — لُو وہ لُو جس کی حرارت سے پگھلتے تھے جبال
سنگ ریزوں میں، تب و تاب تھی انگاروں کی
سر پہ یا دھوپ تھی، یا چھاؤں تھی تلواروں کی

۸۴
شیر سے تھے کبھی جنگل میں، ترائی میں کبھی — ڈھال کو چہرے پہ روکا نہ لڑائی میں کبھی
تیغِ حیدر نے کمی کی نہ صفائی میں کبھی — فرق آیا نہ سر و تن کی جدائی میں کبھی
کبھی ابرو کا بھی ایسا نہ اشارا دیکھا
جس پہ اک وار کیا اس کو دوبارا دیکھا

۸۵
آنکھ وہ آنکھ کہ شیروں کی جلالت جس میں — رخش وہ رخش کہ سب برق کی سُرعت جس میں
تیغ وہ تیغ، عیاں موت کی صورت جس میں — ہاتھ وہ ہاتھ، یداللہ کی طاقت جس میں
روک لے وار، جگر کیا کسی بے پیر کا ہے
زور وہ، جس میں اثر فاطمہؑ کے شیر کا ہے

۸۶
جنگ میں پیاس کا صدمہ شہِ دیں سے پوچھو — تنِ تنہا کی وِغا، لشکرِ کیں سے پوچھو
زلزلہ دشت پر آفت کا، زمیں سے پوچھو — ضربِ شمشیرِ دو سر، روحِ امیں سے پوچھو
باپ اُس فوج میں تنہا، پسر اِس لشکر میں
کربلا میں یہ تلاطم ہوا، یا خیبر میں

اسداللہ کے صدقے، شہِ والا کے نثار — وہی حملے تھے، وہی زور، وہی تھی تلوار
فتحِ حیدر نے کیا جنگ میں خیبر کا حصار — مورچے فوج کے، حضرت نے بھی توڑے کئی بار
کیوں نہ ہو احمدِ مرسل کے نواسے تھے حسینؑ
فرق اتنا تھا کہ دو روز کے پیاسے تھے حسینؑ

۸۸
ہر طرف فوج میں غُل تھا کہ دہائی مولا! — ہم نے دیکھی ترے ہاتھوں کی صفائی مولا!
الاماں! خوب سزا جنگ کی پائی مولا! — آپ کرتے ہیں بُروں سے بھی بھلائی مولا!
ہاتھ ہم باندھتے ہیں پھینک کے شمشیروں کو
بخشیے اُمتِ نااہل کی تقصیروں کو

۸۹
آئی ہاتف کی یہ آواز کہ اے عرش مقام — یہ وِغا تیسرے فاقے میں، بشر کا نہیں کام
اے محمدؐ کے جگربند، امام ابنِ امام — لوحِ محفوظ پہ مرقوم ہے، صابر ترا نام
اب نہیں حکم لعینوں سے وِغا کرنے کا
ہاں! یہی وقت ہے وعدے کے وفا کرنے کا

۹۰ آج ہے آٹھوں بہشتوں کی نئی تیاری نخلِ سرسبز ہیں فردوس میں نہریں جاری
شب سے حوریں ہیں مکلّل[۵۱] بجواہر ساری خانۂ دوست میں ہے دوست کی مہمانداری
پیشوائی کو رسول الثقلینؐ آتے ہیں
عرش تک شور یہی ہے کہ حسینؑ آتے ہیں

۹۱ تھم گئے سن کے یہ آوازِ شۂ جن[۵۲] و بشر روک کر تیغ کو فرمایا کہ حاضر ہے یہ سر
عید ہو جلد اگر ذبح کریں بانیِ شر شمرِ اظلم ہے کدھر؟ کھینچ کے آئے خنجر
ہے وہ عاشق جو فدا ہونے کو موجود رہے
بس مری فتح یہی ہے کہ وہ خوشنود رہے

۹۲ کہہ کے یہ میان میں مولا نے رکھی تیغِ دودم ہاتھ اٹھا کر یہ اشارہ کیا گھوڑے[غ] کو کہ تھم
رہ گیا سر کو جھکا کر فرسِ تیز قدم چار جانب سے مسافر پہ چلے تیرِ ستم
نیزے یوں گرد تھے جیسے گُلِ تر خاروں میں
گھر گئے سبطِ نبیؐ[الف۔۱] ظلم کی تلواروں میں

۹۳ پہلے تیروں سے کمانداروں نے چھاتی چھانی نیزے پہلو پہ لگاتے تھے ستم کے بانی
سر پہ تلواریں چلیں، زخمی ہوئی پیشانی خون سے تر ہو گیا حضرت کا رُخِ نورانی
جسم سب چور تھا، پرزے تھے زرہ[۵۳] جامے کے
پیچ کٹ کٹ کے کھلے جاتے تھے عمامے کے

۹۴ برچھیاں مارتے تھے، گھاٹ پہ جو تھے پہرے کس طرف جائے، کہاں تیغوں میں بیکس ٹھہرے
ایک ہزار اور کئی سو زخم تھے، تن پر گہرے دیکھنے والوں کے ہو جاتے تھے، پانی زہرے
خوں میں ڈوبا ہوا وہ مصحفِ[۵۴] رُخ سارا تھا
جز[۵۵] و ہر اک تنِ شبیرؑ کا سی پارا تھا

۹۵ ہاتھ سے باگ جدا تھی، تو رکابوں سے قدم غش میں سیدھے کبھی ہوتے تھے فرس پر کبھی خم
بہتے تھے پہلوؤں سے خوں کے دڑیڑے[۵۶] پیہم کوئی بیکس کا مددگار نہ تھا ہائے ستم
مارے تلواروں کے مہلت تھی نہ دم لینے کی
کوششیں ہوتی تھیں سجدے[۵۷] کے گرا دینے کی

دشت سے آتی تھی زہراؑ کی صدا ہائے حسینؑ ۹۶ میرے بیکس، مرے بے بس، مرے دکھ پائے حسینؑ
در سے چلّاتی تھی زینبؑ مرے ماں جائے حسینؑ کون تیغوں سے بچا کر تجھے لے آئے حسینؑ

فاطمہؑ رو رہی ہیں، ہاتھوں سے پہلو تھامے
حکم گر ہو تو بہن دوڑ کے بازو تھامے

ہائے سیدا ترا تن اور ستم کے بھالے ۹۷ کس کو چلّاؤں کہ جیتے نہیں مرنے والے
اس پہ یہ ظلم دکھوں سے جسے زہراؑ پالے کون سر سے ترے تلواروں کی آفت ٹالے

کون فریاد سنے بے سروسامانوں کی
یاں تو بستی بھی نہیں کوئی مسلمانوں کی

نہ رہا جب کہ بھہرنے کا فرس پر یارا ۹۸ گر پڑا خاک پہ، وہ عرشِ خدا کا تارا
غش سے کچھ دیر میں چونکا، جو علی کا پیارا نیزہ سینے پہ، سناں ابنِ انس نے مارا

واں تو نیزے کی انی پشت سے باہر نکلی
یاں بہن خیمے کی ڈیوڑھی سے کھلے سر نکلی

کھینچ کر سینے سے نیزہ جو ہٹا دشمنِ دیں ۹۹ جھک کے حضرت نے رکھی خاک پہ سجدے میں جبیں
تیز کرتا ہوا خنجر کو بڑھا شمرِ لعیں آسماں ہل گئے، تھرا گئی مقتل کی زمیں

کیا کہوں تیغ کو کس طرح گلے پر رکھا
پاؤں قرآن[58] پہ رکھا، حلق پہ خنجر رکھا

ڈھانپ کر ہاتھوں سے منہ بنتِ علیؑ چلّائی ۱۰۰ ذبح ہوتے ہو مرے سامنے ہے ہے بھائی
ضربِ اوّل تھی کہ تکبیر کی آواز آئی گر پڑی خاک پہ غش کھا کے علیؑ کی جائی

آنکھ کھولی[ب-۱۰۰] تھی کہ ہنگامۂ محشر دیکھا
سر[ج-۱۰۰] اٹھایا تو سرِ شہ کو سناں پر دیکھا

رو کے چلّائی کہ ہے ہے مرے مظلوم حسینؑ ۱۰۱ فوجِ اعدا میں، ترے قتل کی ہے دھوم حسینؑ
کچھ مجھے آنکھوں سے ہوتا نہیں معلوم حسینؑ ہائے میں رہ گئی دیدار سے محروم حسینؑ

مڑ کے دیکھو کہ مصیبت میں پڑی ہوں بھائی
ننگے سر بلوۂ اعدا میں کھڑی ہوں بھائی

بس انیسؔ آگے نہ لکھ زینبِؑ ناشاد کے بَین ۱۰۲ قتل ہوجانے پہ بھی دھوپ میں تھی لاشِ حسینؑ
قبر میں بھی نہ مِلا احمدِؐ مختار کو چین گھر جلا، قید ہوئی، آلِ رسولِ ثقلین
کتنے گھر شاہ کے مرجانے سے برباد ہوئے
لُٹ گئے یوں کہ نہ سادات پھر آباد ہوئے

۲۷

۱

جب (الف) خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا   کوثر پہ قافلہ گیا، پیاسی سپاہ کا
گھر لُٹ گیا، جنابِ رسالت پناہ کا   خاک اُڑ رہی تھی، حال یہ تھا بارگاہ کا
بھائی نہ (ب) وہ رفیق، نہ وہ نورِ عین تھے
دو بہنیں رونے والیاں تھیں اک حسینؑ تھے

۲

ڈیوڑھی، وہ صبح تک تھے، وہ دستہ جہاں سوار   خادمؑ (ج) ہے واں کوئی نہ کوئی ہے رفیق ویار
وہ لُوں، وہ دوپہر کی تپش اور وہ غبار   پردہ ہوا ہے سر کو پٹکتا تھا بار بار
آفت تھی بیکسی تھی، مصیبت تھی یاس تھی
بے فوج بادشاہ تھا، ڈیوڑھی اُداس تھی

۳

وہ گھر کہ جس میں لاتے تھے جبریلؑ وحیِ رب   واں تیر فوجِ ظلم کے آتے تھے، ہے غضب
نہوڑائے سر کھڑے تھے، شہنشاہِ تشنہ لب   تر تھا جواں پسر کے لہو سے، لباس سب
لب پیاس سے کبود، تھے رخسار زرد تھے
مولا کی ایک جان تھی، اور لاکھ درد تھے

۴

فرماتے تھے کہ واہ، یہ تاخیر اے اجل   اکبرؑ کے بعد کون سا تھا، زیست کا محل
اب مجھ کو اک برس کے، برابر ہے ایک پل   موت آئے، اب، یہ ہے شجرِ زندگی کا پھل
اک جا چھری گلوں پہ جو چلتی تو خوب تھا
یہ جان اُن کے ساتھ نکلتی تو خوب تھا

۵

اُٹھتا نہیں حسینؑ سے، اب بارِ زندگی   اے موت اب گرا، کہیں دیوارِ زندگی
جیتے رہیں وہ جو ہیں، طلب گارِ زندگی   اب دق ہے، اپنی جان (د) سے، بیمارِ زندگی
حیرت کی جا ہے، خاک میں رنگِ چمن ملے
زندہ ہو باپ اور نہ پسر کو کفن ملے

کی خوب سیرِ باغِ جہاں، خوب پھل ملے ۶ ہو عید اب(ہ) گلے سے جو تیغِ اجل ملے
ممکن نہیں کہ خلق میں، چین ایک پل ملے دنیا میں آج اُن کو نہ پایا، جو کل ملے

جنت میں پیاس، تشنہ دہانوں کو لے گئی
افسوس خوب(و) چُن کے، جوانوں کو لے گئی

ہے ہے کہاں وہ گوہرِ بحرِ شرف گئے ۷ جو میرے پاس رہتے تھے، وہ کس طرف گئے
قاسم سدھارے شیرِ خدا کے خلف گئے سارے مرے چُنے ہوئے، دُرِّ نجف گئے

کیا تفرقہ یہ لشکرِ شاہی، میں پڑ گیا
میں قافلے سے چھٹ کے، تباہی میں پڑ گیا

ہم سب کے بعد، خلق سے جانے کو رہ گئے ۸ سر(ز) پیٹنے کو، خاک اُڑانے کو، رہ گئے
پیری میں آہ ٹھوکریں کھانے کو، رہ گئے اس نوجواں کا داغ اُٹھانے کو رہ گئے

بیٹا کہاں، خبر جو دمِ انتقال لے
اتنا نہیں(ح)، جو گرتے ہوئے کو سنبھال لے

فرما کے یہ جو گھر میں گئے شاہِ خوش خصال ۹ محبوبِ حق کی آل کا، دیکھا عجیب حال
بیٹھے(ط) ہوئے ہیں سب صفِ ماتم پہ کھولے بال برپا ہے شورِ ماتمِ فرزندِ خوش جمال

بانوؑ قریبِ مرگ ہے زینبؑ ہلاک ہے
سینے تو سب کبود ہیں، بالوں پہ خاک ہے

بہنیں پکارتی تھیں کہ بھیرن ترے نثار ۱۰ اب تک تو گھر میں آئے تھے، مقتل سے چند بار
بھیّا سنگھا دو نکہتِ گیسوئے مشکبار اس بھینی بھینی بُو کے لیے دل ہے بے قرار

آئے نہ عمّو جان کا پُرسا بھی دینے کو
کیا بے کہے(ی) چلے گئے صغرا کے لینے کو

شہ نے کہا، بہشت میں ہیں اکبرِ حسینؑ ۱۱ صغرا کہاں، ہماری(ک) ہی اُن کو خبر نہیں
رخصت کرو حسینؑ کو اے زینبؑ حزیں خیمے تک آنہ جائے کہیں فوجِ اہلِ کیں

لادو رسولؐ پاک کا رختِ کہن ہمیں
پہنا دو اپنے ہاتھ سے زینبؑ کفن ہمیں

بے خود تھی غم میں، نورِ نظر کے، وہ دلفگار ۱۲ سمجھی نہ کچھ کہ کون یہ روتا ہے زار زار
جب یہ سُنا کھڑا ہے محمدؐ کا یادگار ماتم کی صف پہ گر پڑی، اُٹھ کر وہ سوگوار
روکر کہا، نہ پاؤں نہ قابو میں ہاتھ ہیں
کیوں صاحبو! کہو علیؑ اکبر بھی ساتھ ہیں

پُرخوں جبیں، پھٹے ہوئے کپڑے، بدن پہ خاک ۱۳ چادر سیاہ، ایک گریباں، ہزار چاک
سر بھی، جگر بھی، سینہ پُرخوں بھی، دردناک بیکس بہن کے حال پہ، روئے امامِ پاک
فرمایا آئیں کیا کہ، سناں دل پہ کھائے ہیں
ہم اُن کی لاش چھوڑ کے، رخصت کو آئے ہیں

(ل) میں کیا ہوں ایک عبدِ نحیف و ضعیف و زار ۱۴ قدرت نہ زندگی کی، نہ مرنے پہ اختیار
حاضر ہوں جب بلائے کہ حاکم ہے کردگار (م) ہے اُس کی ذات، راحم و غفّار و پردہ دار
منظور پرورش ہے، جو سب (ن) کی کریم کو
رانڈوں کو بھولتا ہے، نہ طفلِ (س) یتیم کو

جو معرضِ فنا، میں ہوں کیا اُن (ع) کا آسرا ۱۵ میں ہوں تو کیا ہوں، مالک و مختار ہے خدا
اُٹھ جائیں بھائی (ف) بھانجے یا ہوں پسر جُدا صابر اُسی سے صبر کی، کرتے ہیں التجا
وہ قید میں نہ گھر کی تباہی میں روتے ہیں
روتے ہیں گر، تو خوفِ الٰہی میں روتے ہیں

وہ کہتی تھی کہ جان نکل لے، تو جائیے ۱۶ خنجر اجل کا حلق پہ، چل لے تو جائیے
مضطر ہے دل بہن کا سنبھل لے تو جائیے اچھا ذرا سکینہ، بہل لے تو جائیے
بالوں پہ خاک اُڑا لوں منہ اشکوں سے دھو تو لوں
ماں جائے بھائی، میں تجھے جی بھر کے رو تو لوں

(ق) بولی قدم پہ گر کے یہ بانوئے خوش خصال ۱۷ (ر) اے جانِ فاطمہؑ، خلفِ شیرِ ذوالجلال
فرمائیے (ش) تو ساتھ چلے، یہ شکستہ حال رخ پر نقاب ڈال کے، بکھرا کے سر کے بال
عزت اب اس کنیز کی ہے، ہاتھ آپ کے
پردہ مرا رہے، جو مروں ساتھ آپ کے

منجدھار میں ہے ناؤ، تلاطم ہے آشکار ۱۸ موجیں ستم کی آتی ہیں، طوفاں میں بار بار
اے ناخدائے کشتیِ امت ترے نثار بیکس کا ڈوبتا ہُوا، بیڑا لگا دے پار
رحم اب کہ بےقراریِ بسمل کا وقت ہے
حلّالِ مشکلات(ع)، یہ مشکل کا وقت ہے

بانوؑ کے اضطراب پہ روئے شہِ اُمم ۱۹ فرمایا ناگوار(ش) ہے، صاحب تمہارا غم
بانوؑ اسیر و بیکس و بےآشنا ہیں، ہم یاور، نہ بھائی بند، نہ لشکر، نہ وہ عَلَم
موت اپنی خود طلب نہ کرے وہ، تو کیا کرے
جس کا کوئی نہ ہو، نہ مرے وہ، تو کیا کرے

لازم ہے تم کو صبر، یہ ہے صبر کا مقام ۲۰ مالک کی ہے اسی میں خوشی اور اسی میں نام
یاں گھر لُٹے کہ قید میں جانا ہو سوئے شام ہر دم رہے زباں کو شکرِ خدا سے کام
دیں یہ تمہارا ساتھ، تم ان سب کے ساتھ ہو
میرا یہی ہے ساتھ کہ زینبؑ کے ساتھ ہو

یہ کہہ کے نکلے خیمے سے شبیرِ دلفگار ۲۱ دیکھا کھڑا ہے ڈیوڑھی پہ، اسپِ وفا شعار
گردن پہ ہاتھ پھیر کے بولا وہ نامدار طاقت نہ ہو تو جائے پیادہ ترا سوار
یہ گردشِ فلک، یہ جفائے زمانہ ہے
تو بھی تو تین روز سے، بےآب و دانہ ہے

منھ رکھ کے شہ کے بازو پہ(خ) بولا، وہ باوفا ۲۲ اے شہسوارِ دوشِ محمدؐ ترے فدا
کچھ حق، نہ دانہ خوری کا، مجھ سے ہوا، ادا فاقہ ہو جب کہ آپ کو، مولا تو میں ہوں کیا
حیواں ہوں، پر نہ ترکِ رفاقت، کروں گا میں
جیتا ہوں گر تو آپ کے آگے مَروں گا میں

پھیلا کے دونوں ہاتھ جھکا، وہ سوئے زمیں ۲۳ گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا، حیدرؑ(ذ) کا نازنین
پُرنور ہو گیا، رُخِ انور سے، صدرِ زیں مرکب پہ تھے حسینؑ کہ خاتم پہ تھا نگیں
شورِ دُرود غرب سے تا شرق، ہو گیا
بیٹھے جو تن کے آپ فرس برق ہو گیا

بوئے بہشت لے کے نسیمِ سحر چلی ۲۴ آگے فرس کے فتح تو پیچھے ظفر چلی
خود سر پہ چتر بن کے، ضیائے قمر چلی گھوڑا چلا کہ فتح کی گویا خبر چلی
غُرفوں سے حوریں دیکھتی تھیں شہسوار کو
پریاں طبق لیے تھیں سروں پر نثار کو

ہاتھوں پہ زر ہیں، سب گُلِ خوش رُو لیے ہوئے ۲۵ دوڑی صبا، بہشت کی خوشبو، لیے ہوئے
تیغ و سپر جو ہیں، شۂ خوشخو لیے ہوئے غل ہے کہ ہاں نجات کا پہلو لیے ہوئے
شبیرؑ تو امام ہے، ابنِ امام ہے
گر غیظ آ گیا تو یہ دنیا تمام ہے

بجلی کی ضَو دکھاتی ہے رُخ کی چمک اُدھر ۲۶ خود عرش اس طرف نگراں تھا، فلک اُدھر
ڈرے سما، ادھر تھا ہراساں، سمک اُدھر جنّات اِس طرف تھے صف آرا ملک اُدھر
کچھ کہکشاں سے بڑھ گئی تھی شان راہ کی
غل تھا سواری جاتی ہے، شاہوں کے شاہ کی

جھکتی تھیں جب، صفوفِ ملائک پئے سلام ۲۷ ہنس کر جواب دیتے تھے، مولائے خاص و عام
جن ہوتے تھے جو خم پئے تسلیم و احترام رکھتے تھے سر پہ ہاتھ امامِ فلک مقام
مطلب یہ صاف تھا کہ مدد ناگوار ہے
میرا یہ سر، امانتِ پروردگار ہے

شرمندہ ہے، جبینِ مبیں سے، قمر کا نور ۲۸ پیدا ہوا ہے، زلفؑ سے شب کی سحر کا نور
صلی علیٰ یہ نور ہے خیر البشرؐ کا نور پروانہ روشنی پہ ہے، جس کی نظر کا نور
دیکھو نشانِ سجدہ، جبینِ جناب پر
غنچہ ہے نیلوفر کا گُلِ آفتاب پر

کیا خوشنما ہیں چہرے پہ گیسو کو دیکھیے ۲۹ شب اور آفتاب کے، پہلو کو دیکھیے
دو راتیں اک سحر، رُخِ نیکو کو دیکھیے جنگل تمام بس گیا، خوشبو کو دیکھیے
چہرے کی ضَو سے دشتِ پُر آشوب عرش ہے
ساری زمیں پہ، عنبر شارا کا فرش ہے

ابروؔ ہے یا، کھنچی ہوئی حیدر کی ذوالفقار ۳۰ یہ مُو بھرے ہوئے نہیں، جوہر ہیں آشکار
قرباں کماں، ہلالِ فلک مرتبت نثار آنکھوں پہ جن کی جا ہے، یہ ایسی ہیں ذی وقار
پیوستہ منکسر ہیں، وہ جو ارجمند ہیں
اُتنی فروتنی بھی ہے، جتنی بلند ہیں

آنکھوں کو کہیے عین تو عینِ خطا ہے یہ ۳۱ پردے نہ کیوں ہوں سات کہ نورِ خدا ہے یہ
سب کو ہے چشمداشت کہ عینِ عطا ہے یہ بیمار خود، پہ سب کے مرض کی دوا ہے یہ
سرخوش ہے جام ان کی جو الفت کا پی گیا
دیکھا نگاہِ لطف سے جس کو وہ جی گیا

احسان بھی، حیا بھی، مروّت بھی، قہر بھی ۳۲ خود موت[الف ۱] بھی، حیات بھی، امرت بھی، زہر بھی
بینا بھی، نکتہ سنج بھی، دانائے دہر بھی تسنیم بھی، بہشت بھی، کوثر کی نہر[ب ۱] بھی
سر شرم سے جھکائے ہے نرگس ریاض میں
جنت[9] سواد میں، یدِ بیضا بیاض میں

آہو شکار، تیر[ج ۱] و کماں دار، و شیر گیر ۳۳ ہشیار، و خوش نگاہ، و سخن سنج، و دلپذیر
خونریز و جاں فریب و دلاویز و بے نظیر قبضے میں ابروؤں کی کمانیں، مژہ کے تیر
جس سادہ دل کو ان کی سیاہی کی یاد ہو
ناخواندہ بھی اگر ہو تو روشن[10] سواد ہو

ذرّہ نواز[د ۱]، و زہد نما، صاحبِ امتیاز ۳۴ طنّاز[11] و شرمگین و گراں خواب، و سرفراز
حق بیں و پاک باز و خدا بیں و بے نیاز بیدار و، داغ دادہ و خونبار و غم طراز[12]
گرد اس کے پھر، یہ کعبۂ ایماں کا طوف ہے
بس اے انیسؔ بس نظرِ بد کا خوف ہے

اللہ رے رعب، شیر، ہرن ہو گئے ہیں سب ۳۵ خود دل شکستہ، قلعہ شکن ہو گئے ہیں سب
آماجِ خوف[13]، تیر فگن ہو گئے ہیں سب خم صورتِ کماں، ہمہ تن ہو گئے ہیں سب
آنکھیں ملائیں کب یہ شریروں کی تاب ہے
کس دل کو اس نگاہ کے تیروں کی تاب ہے

۳۶

شیرِ خدا کے شیر سے کیوں کر ہو چار آنکھ — وہ گربہ چشم، اور یہ آہو شکار، آنکھ
خورشیدِ فاطمہؑ سے ملائیں ہزار، آنکھ — عاجز ہے، جھپکی جاتی ہے، بے اختیار آنکھ
گھورے کوئی تو حاصلِ عین الکمال لے
خود اُس کی آنکھ، پنجۂ مژگاں نکال لے

۳۷

گر کوئی شوخ چشم وجفا جو نظر ملائے — یوں پہونچے چشم زخم کہ ظالم نہ تاب لائے
عین الکمال کی، سرِ میداں، سزا وہ پائے — انگشت بن کے، موئے مژہ چشم میں در آئے
بینا کہیں کہ کھوئی بصیرت، بصیر نے
مُردم کہیں کہ، عین خطا کی شریر نے

۳۸

کیا نور ہے رُخِ خلفِ بوتراب پر — ہے یہ عرق[(ہ-۱)] کہ، عطر کے قطرے گلاب پر
کچھ تیرگی سی آگئی ہے آب وتاب پر — سونا چڑھاؤ، پھر ورقِ آفتاب پر
آئے جلال میں نہ جلالت حضورؐ کی
تشبیہ ہے خدا و محمدؐ کے نور کی

۳۹

کیوں منہ کو پھیرتا ہے، خجل ہو کے آفتاب — شرمندہ ہوگا، اپنی چمک کھو کے، آفتاب
آنکھیں ملے اُٹھا ہے، اگر سو کے آفتاب — لازم ہے آئے سامنے، منہ دھو کے آفتاب
گر چاہتا ہے عرش سے سر اُس کا جا ملے
کہہ دو کہ ارضِ پاک کے، ذرّوں میں آملے

۴۰

دُرجِ دہن[۱۴]، پہ لعل وعقیق یمن نثار — غنچے نثار، پھول تصدق، چمن نثار
حسنِ بیان پہ، طوطیِ شکّر شکن نثار — شورِ نمک پہ، شاعرِ شیریں سخن نثار
فقروں میں لطف، باتوں میں لذّت بھری ہوئی
قرآں کی طرح ہے، فصاحت بھری ہوئی

۴۱

توبہ تنافرِ[۱۶][(و-۱)] کلمات، اور یہ[(ذ-۱)] دہن — جملے صحیح، شستہ ورفتہ، ہر اک سخن
پھولا ہوا فصاحتِ الفاظ کا چمن — تقریر وہ سمجھ لیں جسے صاف، مُردوزن
معنی کا بھی یہ حال ہے، حسنِ قبول سے
خوشبو سحر کو، جیسے نکلتی ہے پھول سے

(ح-۱) لفظوں میں یوں ہے معنیٔ روشن کی آب و تاب ۴۲ جس طرح عکس آئینہ میں، جام میں گلاب
مضموں میں تناسبِ الفاظ، لاجواب تصریح بھی، فصیح، کنائے بھی انتخاب
یاں منتہیٰ وہ[17] سب ہیں، جو علم و کمال ہیں
صلّی علیٰ، یہ مصحفِ ناطق کے لال ہیں

دنداں، کواکب[18] فلکِ عز و شانِ حسن ۴۳ گر ہیں تو بس یہی ہیں زمانہ میں، جانِ حسن
خالق نے موتیوں سے بھرا ہے دہانِ حسن خود لال[19] ہے، صفات میں جن کی زبانِ حسن
کوسوں ضیا ہے وادیٔ مینو سرشت میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے بہشت میں

بتیس دُر وہ لعبت[20] محبوب کردگار ۴۴ اختر چمک سے جن کی خجل، برق شرمسار
برّاق و دُرفشان و ضیا بار و آبدار بھولا میں، ان سبھوں سے ہے اُن کا فزوں وقار
ہیرے نہیں، نجومِ سعادت اثر نہیں
یہ شیرِ فاطمہؑ کے ہیں قطرے گہر نہیں

وہ ریشِ پاک اور وہ چہرے کی آب و تاب ۴۵ نکلا ہے چیر کر، شبِ[21] (ک-۱) یلدا کو آفتاب
کچھ جا بجا جو کھل گیا ہے، ریش کا خضاب رخصت ہے، مل رہے ہیں گلے، پیری و شباب
تا وقتِ عصر اور زمانِ حیات ہے
اب زندگی میں کوئی نہ دن ہے نہ رات ہے

سینے کا آئینہ ہے کہ نورِ خدا کا گھر ۴۶ یا وہ[22] مدینہ علم کا، حیدر ہے جس کا دَر
اس صدر میں بھرے ہوئے ہیں راز کے گہر آئندہ و گزشتہ کی سب ہے انہیں خبر
پنہاں جو دل میں ہے اُسے پہچانتے ہیں یہ
جو بے زباں ہیں (ل-۱) اُن کی زباں جانتے ہیں یہ

ذکرِ گلو جو ہے تو گلے میں رکا ہے دَم ۴۷ حوروں کی گردنیں ہیں اسی جا ادب سے خم
لیتے ہوں بوسے جن کے رسولِ فلک حشم افسوس اُس گلے پہ چلا، خنجرِ ستم
سوکھی رگیں گلوئے مبارک کی کٹ گئیں
افلاک گر[23] پڑے نہ زمینیں اُلٹ گئیں

پیہم زباں دکھا کے کہا، آب، آب، آب ۴۸ اے وا محمداؐ، نہ کسی نے دیا جواب
قطرے سے بھی زباں نہ ہوئی، آہ کامیاب آخر تڑپ کے رہ گیا، وہ آسماں جناب
جلتی زمیں پہ لاش ہشتہ نیک خو رہی
گردن گلے سے[ن-۱] کٹنے پہ بھی قبلہ رُو رہی

وہ سر رکھا خدا نے شفاعت کا جس پہ تاج ۴۹ گردن وہ بزم لم یزلی[۲۳] کا جو ہے سراج
وہ صدر، جس کے علم کی، عالم کو احتیاج وہ ہاتھ، جس سے خیر و عطا کا ہوا رواج
دشمن تو لاکھ اور اکیلے حضور تھے
سارے یہ عضو ظلم کی تیغوں سے چور تھے

وہ پاؤں معرکہ سے کبھی جو نہیں ہٹے ۵۰ وہ کیا ہٹیں، ہٹے تو صفِ فوج کیں ہٹے
دشوار ہے یہ امر کہ، رکنِ رکیں ہٹے سر کیں نہ آسمان سے ہٹے یا زمیں ہٹے
ممکن ہے منہ پہاڑ، کبھی موڑتے نہیں
ثابت قدم جو ہیں، وہ جگہ چھوڑتے نہیں

گھر کا خدا کے رُکنِ رکیں ہے کہاں ہٹے ۵۱ نقش اس قدم کا نقشِ نگیں ہے کہاں ہٹے
یہ لنگرِ سفینۂ دیں ہے، کہاں ہٹے یہ قطب آسمان و زمین ہے کہاں ہٹے
زور اس سے آسماں کا بھی چلتا نہیں کبھی
نقطہ ہے دائرے سے نکلتا نہیں کبھی

اس دبدبے سے لشکرِ بیماں شکن میں آئے ۵۲ جیسے شکار کھیلنے کو شیر، بَن میں آئے
یا بلبلِ اشتیاق[س-۱] میں گل کے، چمن میں آئے غُل پڑ گیا، ہٹو اسد اللہؑ رن میں آئے
اگلی صفیں اُلٹ گئیں یوں پچھلی فوج پر
طوفاں میں موج گرتی ہے جس طرح موج پر

بھڑکے فرس، پرے ہوئے ابتر، علم ہٹے ۵۳ بڑھتے ہوئے، جو بانیٔ ظلم و ستم ہٹے
نامی، نشان چھوڑ کے، ثابت قدم ہٹے دریا ہٹا کہ فوج کے بادل بہم ہٹے
بھاگڑ میں خاک اُڑ کے جو سوئے فلک گئی
لشکر میں غُل ہوا کہ زمیں بھی سرک گئی

چلّے ہیں چٹکوں سے، سراسر چھُٹے ہوئے ۵۴ افسر سے فوج، فوج سے افسر، چھُٹے ہوئے
خالی ہیں[۲۴] مور چال، تو سنگر چھُٹے ہوئے غربت میں یاد کرتے ہیں سب، گھر چھُٹے ہوئے

تلوار گر کھنچے تو خُدا کی پناہ ہے
دیکھو یہ سب کرشمۂ تیغِ نگاہ ہے

ہل چل کو دیکھ کر یہ پکارا وہ حق شناس ۵۵ اے اہلِ شام، اِک متنفّس سے یہ ہراس
سب مر گئے اُمید کسی کی ہے اب نہ آس اک میں ہوں اور حسرت و اندوہ و درد و یاس

ماتم میں اپنی فکر نہ لڑنے کا ہوش ہے
خنجر سے کاٹ لو کہ یہ سر، بارِ دوش ہے

کیوں بھاگتے ہو، بیکس و تنہا کی جنگ کیا ۵۶ جب مر گیا ہو دل، تو وَغا کی اُمنگ کیا
بے دست و پا، دکھائے لڑائی کا ڈھنگ کیا طاقت ہو گر، تو شیر ہے پھر کیا[ع-۱] پلنگ کیا

پر خیر کیا میں تم سے عوض لوں، عِناد کا
لڑلوں گا کچھ، کہ حکم ہے مجھ کو جہاد کا

یہ سُن کے پھر جمائے پرے فوجِ شام نے ۵۷ کالے نشان کھُل گئے، لشکر کے سامنے
چھوڑا اِدھر نیام، علیؑ کی حسام نے جلوہ دیا، عروسِ ظفر کو امام نے

گھونگھٹ ہٹا تو، برق سی چمکی، لڑائی میں
نقدِ حیات لینے لگی، رُونمائی میں

گھوڑا جو پھاند کر، صفِ اوّل سے مل گیا ۵۸ تھا صاعقہ، کہ شام کے بادل سے مل گیا
وہ پیلا[۲۵] جو فوج کے اُس دل سے مل گیا بے برگ و بَر ہوئے یہ ثمر پھل سے مل گیا

پھرتے ہوئے تنوں پہ، نہ سر تھے نہ ہاتھ تھے
گویا چھری لیئے ملک الموت ساتھ تھے

وہ تیغِ تیز، جب صفِ ثانی سے مل گئی ۵۹ خفت ہر اک کو، اس کی گرانی سے مل گئی
لذّت چھری کی، تیز زبانی سے مل گئی دریا کی باڑھ، گھاٹ کے پانی سے مل گئی

چمکی جو سر پہ برق، تو بے فرق ہو گئے
دریا[ف-۱] میں خوں کے، تا بہ کمر، غرق ہو گئے

کھا کھا گئی صفوں کو جدھر آئی ذوالفقار ۶۰ گہ چھپ گئی، تو گاہ نظر آئی، ذوالفقار
سر پر چمک کے، تا بہ کمر آئی ذوالفقار زیں کاٹ کر زمیں پہ اُتر آئی، ذوالفقار
یوں صبر[26] پنجتن میں گرفتار ہو گئے
اک ضرب میں سوار و فرس چار ہو گئے

وہ منہ کہ الحذر، وہ روانی کہ الاماں ۶۱ وہ گھاٹ الحفیظ، وہ پانی کہ الاماں
وہ دم، وہ خم، وہ تیز زبانی کہ الاماں وہ دل شکن، وہ دشمنِ جانی کہ الاماں
ناز اُس کے سب کو بھائے کرشمے بھلے لگے
چھوڑے نہ بے لہو پیے جس کے گلے لگے

تھی دست گاہ خاص، اُسے قتلِ عام میں ۶۲ بے دم ہوا، جو آگیا جوہر کے دام میں
کس کس ادا سے چلتی تھی وہ، فوجِ شام میں دونوں زبانیں ایک سی تھیں اپنے کام میں
کیا بس چلے کسی کا، ہوا جب بُری چلے
چلتی تھی یوں گلوں پہ، کہ جیسے چھری چلے

جوہر میں فرد تھی پہ زبانیں ملی تھیں زوج[27] ۶۳ وہ شور اُس کے آب کا وہ جوہروں کی موج
پستی میں تھی کبھی، کبھی جاتی تھی سوئے اوج بجلی غضب کی کوند رہی تھی میانِ فوج
کرتی تھی کارِ تیغ چمک ذوالفقار کی
پرتو، میں تیزیاں تھیں، سروہی کے وار کی

وہ فوج کا ہجوم، وہ گرمی، وہ لوں، وہ بن ۶۴ دریا پہ شیر ہانپتے تھے، دشت میں ہرن
بھڑکی تھی آگ، جل رہے تھے ناریوں کے تن مثلِ صدف تھے زخم بھی کھولے ہوئے دہن
ڈوبا تھا وہ پسینے میں، جو سینہ زور تھا
فوجوں میں، ذوالفقار کے پانی کا شور تھا

ابتر صفیں تھیں، کینہ وروں کی اِدھر اُدھر ۶۵ جانیں ہوا تھیں، فتنہ گروں کی اِدھر اُدھر
چھائی تھی اک گھٹا، سپروں کی اِدھر اُدھر بوچھار تھی زمیں پہ سَروں کی، اِدھر اُدھر
غُل تھا اثر ہے گھاٹ میں دریا کی باڑھ کا
برسا ہے، نصف تپ کے، مہینا اساڑھ کا

کاٹا سر[ق-۱] اس کا، اُس کا جگر چاک کر دیا ۶۶ بجلی کو اور آگ نے چالاک کر دیا
جس پر گری، جلا کے اُسے خاک کر دیا قصہ جو دین و کفر میں تھا، پاک کر دیا

شرما کے شرک و کفر نے سر کو فرو کیا
اسلام شاد تھا کہ مجھے سرخ رُو کیا

اللہ رے جنگ میں شہِ ذیقدر کی شکوہ ۶۷ جس جا قدم جمے، نہ ہٹے، سپر مثالِ کوہ
قہرِ خدا تھی، برہمیِ طبعِ حق پژوہ بے خوفِ جاں نہ تھا، کوئی مجمع کوئی گروہ

حملوں میں ساری شان خدا کے ولی کی ہے
فوجوں میں شور تھا یہ لڑائی علیؑ کی ہے

ساعد[ص-۱] سے کچھ بلند، جو کرلی تھی آستیں ۶۸ فانوس سے بڑھا ہوا تھا، نورِ شمعِ دیں
نعرے نہ کیجیے، گونجتا تھا شیرِ خشم گیں جنبش میں آسماں، تزلزل میں تھی زمیں

دستِ علیؑ تھے ہاتھ حسینؑ دلیر کے
قبضے میں انگلیاں تھیں کہ ناخن تھے شیر کے

وہ آستیں چڑھی ہوئی، ساعد وہ صاف صاف ۶۹ اُگلی ہوئی تھی، میان سے شمشیرِ خوش غلاف
ضربت کا شور، قاف[۴۸] سے پہنچا تھا تابہ قاف وہ تہلکہ، وہ زلزلۂ وادیِ مصاف

ڈر تھا کہ پاؤں گاؤ کا، ماہی سے ہٹ نہ جائے
دہشت زمیں کو تھی کہ زمانہ اُلٹ نہ جائے

زور آورانِ روئے زمیں کس طرح بر آئیں ۷۰ وہ انگلیاں کہ، باب میں خیبر کے جو در آئیں
تلوار کیسی آنکھ اُٹھا کر اگر ڈرائیں زہرے ہوں آب، سامنے سو[۱۰۰] شیر بھی گر آئیں

اے توبہ جانور ہے اسد، گو دلیر ہے
آنکھیں یہ اُس کی ہیں کہ جو حیدرؑ کا شیر ہے

غصے میں سب کھڑے ہوئے ہیں ریش کے جو بال ۷۱ زیر و زبر ہیں صاف، پئے مصحفِ جمال
نقطے عیاں ہیں، سورۂ والشمس[۴۹] پر کہ خال سرخی کے مد کہ آنکھوں کے ڈورے ہیں لال لال

وہ خط وہ رنگ چہرۂ تاباں کھلا ہوا
دیکھو دھرا ہے، رحل پہ قرآں کھلا ہوا

کیا مدح[ر-۱] ہو حسینؑ کی، جنگ وجدال کی ۷۲ تصویر بن گئی تھی، علیؓ کے جلال کی
وہ آو جاؤ اشہبِ[ر-۲] ضیغم خصال کی روندا جو یہ پرا تو وہ، صف پائمال کی

اُن اُبلی انکھڑیوں کے اشارے غضب کے تھے
چل پھر تھی قہر کی تو طرارے غضب کے تھے

حیرت میں یکّہ[ر-۱] تاز تھے سب شام وروم کے ۷۳ پھرتی تھی برق گردِ قدم، چوم چوم کے
سیر[ش-۱] اس کی دیکھتے تھے شناسا، نجوم کے پھرتا تھا اُس ہجوم میں کیا جھوم جھوم کے

حیراں سیاہ گوش، تو چیتے خموش[ت-۱] تھے
شیروں میں جان تھی نہ چکاروں میں ہوش تھے

جم کر اِدھر اُڑا، اُدھر اُترا، وہ جا پڑا ۷۴ نکلا اُدھر صفوں سے وہ پلٹا، یہ آپڑا
جب اُس پہ رُو، میں سایۂ زلفِ دوتا پڑا سمجھا کہ تازیانۂ موجِ ہوا پڑا

تسمہ ہر اک جو باگ کا تھا، ناگ ہوگیا
آنکھیں اُبل پڑیں، یہ مزاج آگ ہوگیا

گرما کے سب رگوں میں لہو دوڑنے لگا ۷۵ فَرفَر کی دونوں نتھنوں سے، آنے لگی صدا
اُٹھنے لگے زمین پہ جم جم کے دست وپا غصہ کہ مجھ تک آکے کدھر رہ گئی ہوا

نزدیک تھا کہ پھاند کے ندی کے پار ہو
رہ کے، وہی، حسین سا، جو شہسوار ہو

آہو کی آنکھ، شیر کی چتون، غضب کی چال ۷۶ وہ یال تھے کہ حور نے بکھرا دیئے تھے بال
گردن کے خم کو دیکھ کے ہو، سرنگوں ہلال پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال

اُڑ کر زمیں تلک[ش-۱] کبھی گردِ قدم گئی
جب بس کہا، چمکتی ہوئی برق تھم گئی

خوش خو، وخوش خرام، وخوش ندام وخوش لگام[خ-۱] ۷۷ خوش رو، وخوش جمال، وادا فہم، وتیز گام
جاندار، شوخ چشم، وسعید، وخجستہ کام گل پوش، وتیز ہوش، وسمن گوش وسرخ[د-۱] فام

غازی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
گویا ہوا کی دوش پہ اک زندہ باغ تھا

۷۸ چالاکیاں بھی، غیظ بھی، غربت بھی، جنگ بھی — بالادوئی براق کی، دُلدل کا ڈھنگ بھی
بَر میں اسد بھی، بحرِ وغا میں نہنگ[۴۴] بھی — گھوڑا بھی، شیرِ نر بھی، ہرن بھی، پلنگ بھی
ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہَوا کی ہے
اضداد اتنے جمع ہیں، قدرت خدا کی ہے

۷۹ وہ ساز اور وہ زینِ مرصع کی، زیب و زین — اُس میں ہوا ہیں، ارض و سما کا تھا فرق و بین
کلغی سے سر کی، صاف عیاں فرفرِ قدین — سینے میں دل قوی تھا کہ ہیں پشت پر حسینؑ
دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں
ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اُٹھائے ہوں

۸۰ وہ چھوٹی چھوٹی گامچیاں، گول گول سُم — سُرعت وہ تھی کہ عقل تھی، یونانیوں کی گُم
طاؤس کی طرح، جو وِغا میں، چنور تھی دُم — آتی تھی آسماں سے صدا، مدّ ظلہم
پھرنا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں
قایم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

۸۱ وہ گشت، اور اُس کے طرارے، وہ آؤ جاؤ — پانی میں گر حباب، تو آبِ رواں میں ناؤ
گھونگھٹ میں دیکھ پائے اگر چال کا بناؤ — دولہا کے دل میں، پھر نہ رہے کچھ دلہن کی چاؤ
دعویٰ غلط خرام میں، کبکِ دری کا ہے
اس بادپا کے سائے میں، جلوہ پری کا ہے

۸۲ کو ہی ہے وہ تدرو ہے کیا، اُس کی چال کیا — طاؤس کیا، ہمائے سعادت خصال کیا
کیا پیکِ عقل، شاطرِ وہم و خیال کیا — اُس کے قدم کی گرد کو پہونچے[ض-۱]، مجال کیا
دیکھی نہیں کسی نے یہ چھل بل سمند میں
پارا بھرا ہوا ہے، ہر اک جوڑ بند میں

۸۳ پیکاں ہیں، دو کنوتیاں، ہنگام دار و گیر — حلقے سے یوں نکلتا ہے، جیسے کماں سے تیر
روئیں وہ نرم، جلد وہ باریک و بے نظیر — چلپتی پرند جس[ظ-۱] کے مقابل نہ ہے حریر
ایسی سبک روی نہیں، دیکھی شباب میں
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کی خواب میں

۸۴ ہر چند تیز رو ہے بہت اُدہم قلم — پر اُس کی شوخیوں کو، یہ کیوں کر کرے رقم
کچھ کچھ مداد کی بھی، روانی ہوئی ہے کم — دوڑا بہت تو ذہن کا بھی بھر گیا ہے دم
تازی کوئی ہو بات تو لطفِ کلام ہے
بس اے قلم ٹھہر تری تُرکی[۳۷] تمام ہے

۸۵ گھوڑے سے بھی بڑھی ہوئی تھی تیغِ آبگوں — جب ہاتھ اُٹھا تو قبضے سے ٹپکا زمیں پہ خوں
اُلٹی ہوئی صفوں میں[ع۔۱] نشاں سب تھے سرنگوں — دہشت سے زرد تھا، بنِ سعدِ سیہ دروں
اک شور تھا جو لہر ہے اس کی وہ ناگ ہے
گھوڑے بھگاؤ، تیغ کے پانی میں آگ ہے

۸۶ سر کاٹ کر جو تیغِ علیؑ ولی پھری — دل پر خفی پھری، تو جگر پر جلی پھری
تھی شاخِ نخلِ فتح، گہ پھولی پھلی پھری — کِس کِس ہنر سے رن میں، گلوں پر چلی پھری
بگڑا نہ پھر بناؤ وہ جب سے سجی گئی
قامت سے راستی وادا سے کجی گئی

۸۷ دہشت سے اُس کی، سخت جگر، کانپتے تھے سب — پتا ہوئے تھے برگِ شجر، کانپتے تھے سب
قدسی[الف۔۲] وہاں سے دُور تھے، پر کانپتے تھے سب — دریا میں تھے نہنگ، مگر کانپتے تھے سب
ساتوں طبق جو ہلتے تھے خوفِ[ب۔۲] درشت سے
گاؤ زمین پلٹی تھی ماہی کی پشت سے

۸۸ بے سر تھے وہ سوار جو بڑھتے تھے خیل[۳۸] خیل — پر تیغِ مرتضٰی کو نہ اصلا تھا خیف[ج۔۲] و سیل
جو ہر چمک دکھاتے تھے، سب صورتِ سہیل — آتی تھی شور سے، سوئے دریا لہو کی سیل
آفت بپا تھی خانۂ تن سب خراب تھے
موجیں تھیں دست و پا کی سروں کے حباب تھے

۸۹ اک شور تھا کہ آئی ہے آفت جہان پر — انساں زمین پہ دِق تھے، ملک آسمان پر
ہونٹوں پہ دم اجل کی، حرارت زبان پر — دہشت سے آ بنی تھی، جنون کی بھی جان پر
پریوں میں شور تھا کہ اجل سر پہ آئی ہے
جلد آئیے جنابِ سلیماں دُہائی ہے

تلوار رن میں گر کسی سر ہنگ سے چلی ۹۰ ظالم کا دم نکل گیا، اس ڈھنگ سے چلی
جس پر چلی وہ تیغ نئے رنگ سے چلی سر پر سوار کے جو پڑی تنگ سے چلی
مدت کا تال میل تھا، برسوں کا ساتھ تھا
جیسی وہ ذوالفقار تھی ویسا ہی ہاتھ تھا

قاصر تھے اُن کے عزم جو تھے بانیِ فساد ۹۱ رشتے تھے قطع اُٹھ گیا تھا اُنس و اتحاد
ہر دم اشارہ کرتی تھی تیغِ ظفر نہاد سب مجھ کو سرگزشتِ جہادِ علیؑ ہے یاد
ٹکڑے کیا ہے عمروؑ سے نامی نہنگ کو
جھیلے ہوئے ہوں خیبر و خندق کی جنگ کو

جس غول کی طرف، وہ سلیماں حشم پھرا ۹۲ تلوار کا نہ منہ، نہ فرس کا قدم پھرا
چمکی اُدھر، اِدھر رُخِ اہلِ ستم پھرا جس صف پہ آئی، سطرِ غلط پر، قلم پھرا
صحت پہ حرف آگیا مجبور ہو گئے
سر تن سے مثلِ نقطۂ شک، دور ہو گئے

وہ ہاتھ کی صفائیاں، وہ تیغ کی چمک ۹۳ ہلتے تھے دل سما سے تزلزل تھا، تاسمک
وہ آب و تاب گھاٹ کی، وہ باڑھ کی دَمک [ج-۲] تھا آبِ شورِ تیغ، ہر اک زخم پر نمک
منہ اپنے زخم کھولے تھے لطفِ غزا[۳۸] [ج-۵] یہ تھا
بسمل بھی ہونٹ چاٹ رہے تھے، مزا یہ تھا

رُکتی نہ تھی وغا میں کسی، درعہ پوش سے ۹۴ گرتی تھی تیغ ہاتھ سے اور ڈھال دوش سے
کچھ ہو سکا نہ رن میں، کسی سرفروش سے خود حرز بن گئی تھی، وہ جوہر کے جوش سے
غل تھا چلی یہ جس پہ، وہ دامِ اجل میں ہے
بھاگو دغائے سیف اسی کی عمل میں ہے

اللہ رے رعب نعرۂ مولائے خوش خصال ۹۵ لرزاں تھیں برچھیاں قدمِ پیر کے مثال
پلٹی ہوئی تھیں پشت سے ڈھالوں کا تھا یہ حال تیغوں کے جوہروں سے کھڑے ہو گئے تھے بال
گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں کمانیں مصاف میں
خنجر بھی منہ چھپائے ہوئے تھے غلاف میں

اُفتادہ تھے زمیں پہ نشاں ہائے سر بلند ۹۶ لاشوں سے راہِ امن و اماں ہوگئی تھی بند

تھرّاتے تھے جو ڈر سے لعینوں کے بند بند پرچم علم کے کرتے تھے اعدا پہ ریش خند

جب سہم سہم کر قدر انداز روتے تھے

سوفار کے ہنسی سے نہ لب بند ہوتے تھے

ہر دم چمک دمک تھی زیادہ، برش مزید ۹۷ لوہے کو اس کے مان گیا لشکرِ یزید

اُس فوج میں بجا تھی، جو تھی دہشتِ شدید نازل اُسی کی شان میں[و-۲] ہے، سورۂ حدید[۳۹]

سفاک تھی، اوپی ہوئی تھی، بے دریغ تھی

جو عرشِ ذوالجلال سے اُتری، وہ تیغ تھی

گہ سر پہ، گاہ سینے پہ، گاہے گلو پہ تھی ۹۸ جوہر کا تھا خیال، نگہ آبرو پہ تھی

دریا پہ تھی، نہ اُس کی نظر آبجو پہ تھی ہاں تھی اگر تو جنگ میں رغبت لہو پہ تھی

کاٹوں سروں کو، درپئے قتلِ عدو رہوں

مطلب یہ تھا کہ معرکے میں سرخ رُو رہوں

کاری جواں سپاہ کے، ناکارہ ہوگئے ۹۹ پانچوں حواس سبعۂ[۴۰] سیارہ ہوگئے

ٹکڑے کئی کمانوں کے، آوارہ ہوگئے پیکانِ تیر، غنچۂ صد پارہ ہوگئے

سر کی وہ جب کہ برچھیوں نے پھل گرا لیے

خنجر تو کیا[ز-۲] تھے، تیغوں نے بھی منہ پھرا لیے

گر طبع میں کسی کی روانی ہوئی تو کیا ۱۰۰ کیا کہہ سکے گا، تیز زبانی ہوئی تو کیا

بالفرض قوتِ ہمہ دانی ہوئی تو کیا مثلِ انیس سحر بیانی ہوئی تو کیا

فقروں کا ذوالفقار کے مطلب ادا[ح-۲] نہ ہو

کٹ جائے ساری عمر تو اُس کی ثنا نہ ہو

پھرتا ہے پتلیوں کے اشاروں پہ راہوار ۱۰۱ اس صف کے بیچ میں ہے، کبھی اُس پرے کے پار

قربان اس جلال کے، اس عزم کے نثار اک ہاتھ میں ہے تیغ کہ سپر اک میں استوار

انگشتِ مصطفےٰ ہے، اُدھر، بدر اس طرف

شمس الضحےٰ اُدھر ہے، شبِ قدر اس طرف

دارالامانِ کعبۂ (ل۔۲۰) نصرت تھی وہ سپر ۱۰۲ پشت و پناہِ شاہِ ولایت تھی وہ سپر
لاریب فیہ، سایۂ رحمت تھی وہ سپر حقا سوادِ اعظمِ شوکت تھی وہ سپر
پرتو فگن تھی یوں کبھی روئے جناب پر
آجائے جیسے ابرِ سیہ آفتاب پر

آفت تھی ہر پرے میں، لڑائی تھی ہر طرف ۱۰۳ تلوار سے صفوں کی، صفائی تھی ہر طرف
روحوں کی قالبوں سے، جدائی تھی ہر طرف پیغمبرِ خدا کی دُہائی تھی ہر طرف
دانتوں میں خس پکڑ کے، عدو گڑگڑاتے تھے
شقّے علم کے اُمن (م۔۲۰) کی چادر ہلاتے تھے

غل تھا کہ اے نبی کے نواسے، اماں اماں ۱۰۴ گرمی میں تین روز کے پیاسے، اماں اماں
اب روک لے یہ ہاتھ وغا سے، اماں اماں سیّد بچا لے قہرِ خدا سے، اماں اماں
یاں سے خطا، اُدھر سے ہمیشہ عطا ہوئی
بچے کو ہم نے تیر سے مارا خطا ہوئی

نکلا سپاہِ شام سے بل کھا کے اک گیو ۱۰۵ قامت میں عمرو، زور (ن۔۲۰) میں مرحب، قوی میں دیو
عفریت[41] جس کے ڈر سے کرے، دشت میں غریو[42] اقلیمِ مکر و مملکتِ[43] خدع کا خدیو
بل ابروؤں پہ، زخم بدن پر پڑے ہوئے
اکثر لڑائیوں میں عرب کی لڑے ہوئے

سر میں غرور، دل میں بدی، طبع میں فساد ۱۰۶ بدکار و بدمزاج و سلح شور و بد نہاد
شیرِ خدا سے بغض، دلی، آل سے عناد کچھ دردِ دیں، نہ رحم، نہ ایمان نہ اعتقاد
پیرو تھا شمر کا، تو ثنا خواں یزید کا
مرتد، مُریدِ خاص تھا دیوِ مرید کا

غصے میں ابنِ سعد سے بولا وہ رُو سیاہ ۱۰۷ نامرد تجھ سا، اور یہ سالاریِ سپاہ
خود بھاگ کر بتاتا ہے (س۔۲۰) تو بھاگنے کی راہ فوجوں کا کیا قصور ہے، لشکر کا کیا گناہ؟
پُشتی پہ ہو رئیس، تو بے شک وغا کریں
سردار تند ہی نہ کرے، گر تو کیا کریں

۱۰۸ تنہا، نہ کوئی بھائی ہے جس کا، نہ اب حبیب
اُس سے یہ ڈر، جو غم سے ہو خود مرگ کے قریب
بیکس، عزیز مردہ، جفاکش، بلا نصیب
محتاج و فاقہ کش، وطن آوارہ و غریب
دانہ، سوائے اشک فشانی ملا نہیں
غربت میں، تین روز سے پانی ملا نہیں

۱۰۹ بیٹی کے رانڈ ہونے کا ماتم، پسر کا غم
بازو شکستہ، چھید جگر میں، کمر میں خم
اب تک گرا نہیں، یہ سنتے کس طرح قدم
اک جان لاکھ تیر، یہ تلواریں، ایک دم
طاقت نہ قلب میں ہے، نہ ہاتھوں میں زور ہے
پھر اس پہ، الاماں کا، ہزاروں میں شور ہے

۱۱۰ لشکر کے پاؤں اُٹھ گئے میرا قصور کیا؟
اس اضطراب میں، پسرِ سعد نے کہا
فرزندِ مرتضےٰ سے، کچھ آساں نہیں وغا
دعوےٰ مقابلہ کا اگر ہے تجھے تو جا
قبضے میں اُس کے زور، خدا کے ولی کا ہے
تو بھی پناہ مانگ کہ بیٹا علیؑ کا ہے

۱۱۱ میداں میں رستمی جو دکھاتا ہوں دیکھ تو
مغرور نے کہا کہ میں جاتا ہوں دیکھ تو
سر کاٹ کر حسینؑ کا لاتا ہوں دیکھ تو
حیدر کے دل کا خون بہاتا ہوں دیکھ تو
کیا بات ہے شکست ابھی دے کے آؤں گا
حمزہؓ کی ڈھال، تیغ علیؑ لے کے آؤں گا

۱۱۲ نیچا کیا وہیں سے، سنانِ بلند کو
ڈھاٹا شقی نے باندھ کے، کھولا سمند کو
کوڑا کیا، مثالِ تہمتن سمند کو
قبضے پہ رکھ کے دستِ تعدی پسند کو
بڑھتے ہی اک غریو اُٹھا اُس سپاہ سے
مرحب چلا نبرد کو شیرِ الٰہ سے

۱۱۳ تھا بیچ میں وہ اور حسینؑ فلک وقار
کڑکا کے اپنے گھوڑوں کو گرد آ گئے سوار
بسم اللہ اے نبیرۂ محبوبِ کردگار
فخریہ شعر پڑھ کے، پکارا وہ نابکار
افراسیاب و رستمِ میدانِ جنگ ہوں
شیرِ خدا ہیں آپ تو میں بھی پلنگ ہوں

چھپتے ہیں اژدہے، مری دہشت سے غار میں ۱۱۴ تمساح[45] و شیرِ شرزہ، جبال و بحار میں
رستم کو باندھ لیتا ہوں میں کارزار میں سہراب میں یہ زور، نہ اسفندیار میں

پھینکا ہے میں نے سامنے برناؤ پیر کے
ڈھالوں کو روٹیوں کی طرح، چیر چیر کے

گیتی کے چار دانگ میں برپا ہے میرا شور ۱۱۵ پنجے سے میں نے توڑ دیئے سرکشوں کے زور [ر-۲]
بہرام، ڈر سے کانپ رہا ہے میانِ گور سیمرغ[46] و فیل، وہ پر پشہ یہ پائے مور

یاں زال کی نہ کچھ ہے حقیقت نہ گیو کی
تسمے سے باندھ لاتا ہوں گردن کو دیو کی

فرمایا آپ نے یہ تعلّی ہے کیا ضرور ۱۱۶ چپ رہ [ش-۲]، کہ تجھ کو پست نہ کردے ترا غرور
آپ اپنی مدح، واہ رے کم ظرف و بے شعور تیرا نہیں، یہ فہمِ غلط بیں کا ہے قصور

دعویٰ کوئی درست نہیں، بے دلیل کے
جوہر کھنچے پہ کھلتے ہیں تیغِ اصیل کے

خوشبو کا اپنی گل نے کیا ہے کبھی بیاں ۱۱۷ شیریں ہوں میں، شکر، کبھی کرتی ہے یہ عیاں
کھلتی ہے آپ مشک کی بو، وقتِ امتحاں کیسا جھکا ہے، اتنی بلندی پہ آسماں

سایہ بڑا ہے تجھ سے، بگولہ دراز ہے
البتہ خاکسار، جو ہے سرفراز ہے

پیدا کیا ہے ایک سے بہتر خدا نے، ایک ۱۱۸ دارِ فنا [ت-۲] میں، کوئی جو بد ہے، تو کوئی نیک
مانا کہ تو شجاع ہے سب سے فزوں [ث-۲] و لیک یہ سر عزیز ہے تو سرک جا، قدم نہ ٹیک

گر پیل ہے تو آگے سلیماں کے مور ہے
اس دستِ رعشہ دار میں حیدر کا زور ہے

جبلی [خ-۲] ہے سب یہ لاف[47] و گزاف، اے دروغ گو ۱۱۹ افسانہ جانتے ہیں اسے، ہیں شجاع جو
او ہرزہ کار، جھوٹ نہ بک، آبرو نہ کھو مشہور ہے کہ ایک پہ بھاری ہیں، رن میں دو

روکے ہیں جس نے فوج کے ریلے ہمیں ہیں وہ
لڑتے ہیں لاکھ سے جو اکیلے، ہمیں ہیں وہ

ہم اپنی جرأتوں کے گواہوں کو گر بلائیں ۱۲۰ قرآں لے کے عرش سے، قدسی زمیں پہ آئیں
خود اپنے پر کٹے ہوئے روح الامیں دکھائیں بُزدل جو ہیں وہ شیروں کی نظروں میں کیا سمائیں
پتھر پہ جوفِ نیزۂ حیدرؑ کو دیکھ لے
کھل جائے گا ابھی درِ خیبر کو دیکھ لے

حملہ کیا یہ سنتے ہی ظلمت نے نور پر ۱۲۱ پھینکی کمند آنکھ بچا کر حضور پر
آئی[ذ-۲] چمک کے تیغ جو اُس پُرغرور پر گویا کہ برق کوند گئی کوہِ طور پر
قربان دستِ تیغ شۂ ارجمند کے
کٹ کر اسی پہ جا پڑے حلقے کمند کے

خاطی بڑھا، کمانِ کیانی میں، رکھ کے تیر ۱۲۲ چلّے کو کھینچ لایا، بناگوش تک، شریر
دہنی طرف اُڑا، جو سمندِ فلک سریر حلقے کے بیچ میں تھی، زہے تیغِ بے نظیر
جوہر عجیب قطع[ض-۱] کے اُس کی زبان میں تھے
چلّہ نہ تیر میں تھا، نہ گوشے کماں میں تھے

کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما، اور اُدھر کنشت ۱۲۳ دوزخ تھا اُس لعیں کی طرف، اِس طرف بہشت
نیزے کی ڈانڈ پر جو رکھا اُس نے دستِ زشت چمکی نئے طریق سے، تیغِ قضا سرشت
ششدر ہوئی وہ فوج جو محوِ نظارہ تھی
راہیں بھی سب تھیں قطع، سناں[ظ-۲] بھی دوپارہ تھی

پھر گرزِ گاوسر کو اُٹھایا، شریر نے ۱۲۴ لی ہاتھ میں سپر، شۂ گردوں سریر نے
روکی وہ ضرب ڈھال پہ اُس قلعہ گیر نے گویا دکھایا زور، جنابِ امیرؑ نے
ظالم کے ہوش سر سے اُڑے کچھ نہ بن پڑی
یاں ہاتھ کج ہُوا نہ جبیں پر شکن پڑی

دہنے میں لیکے تیغ کے ساتھ آپ[غ-۲] نے سپر ۱۲۵ جھٹکا دیا جو گرز کو، بائیں سے تھام کر
گویا در آئے ناخنِ گیرائے شیرِ نر دستِ لعیں سے چھوٹ گیا گرزِ[۴۸] گاوسر
عاجز تھا ہر طرح، وہ حسینؑ دلیر سے
یہ گاوزوریاں کہیں چلتی ہیں شیر سے

۱۲۶
فرمایا خودسری نے سمجھے کردیا ہے کور
دیکھا ہمارے بازوئے زخمی کا، تو نے زور
قوت وہ دے، تو پیل کو پامال کردے مور
بے جا تھا یہ غرور یہ نخوت یہ زور و شور
انکارِ تیغِ برقِ تجلّی نہ کیجیو
توبہ کر اب کلامِ تعلّی نہ کیجیو

۱۲۷
مغرور نے حسام کو کھینچا مثالِ سام
منہ کھولے اژدہے کی طرح رہ گیا نیام
میدانیوں میں غُل تھا کہ ہے روزِ ننگ و نام
ہاں اب لڑادے جان کو، اے پہلوانِ شام
گو بن کے چند بار لڑائی بگڑ گئی
سکّہ ہے سپر ترا، جو کوئی ضرب پڑ گئی

۱۲۸ مطلع
اے شہسوارِ ملکِ سخن صفدری (الف ۳۰) دکھا
گیتی کو زلزلہ ہو، وہ زور آوری دکھا
جمعیتِ سپاہ کی، پھر ابتری دکھا
ہاں زور و شورِ معرکہ حیدری دکھا
کٹ جائیں رنگ سینۂ اعدا فگار ہوں
پڑھنے میں دونوں لب جو کھلیں ذوالفقار ہوں

۱۲۹
گھوڑا ہو واں، جہاں نہ رسائی ہوا کی ہو
جو نکلے منہ سے لفظ، وہ قدرت خدا کی ہو
مصرع ہر ایک، تیغِ شہِ لافتا کی ہو
جو چوٹ ہو، بندھی ہوئی، مشکل کشا کی ہو
نقشہ ہو صاف تیغِ علیؑ کی صفائی کا
دکھلا دوں ہر ورق میں مرقع لڑائی کا

۱۳۰
(ب ۳۰) یوں کوند کوند کر صفِ اعدا پر آئے جائے
ہر استخواں کو مثلِ ہما، تیغ کھائے جائے
جب تک کہ دم ہے خون کا دریا بہائے جائے
بے جوہروں کو جوہرِ ذاتی دکھائے جائے
غُل ہو نزاع اٹھ گئی فتنہ فرو ہوا
ٹکڑے گریں زمیں پہ تو جانے کہ دو ہوا

۱۳۱ مطلع
اے تیغِ آبدارِ زباں، اور تیز ہو
سرگرمِ کشت و خوں و قتال و ستیز ہو
دریا لہو کا، وادی ہنگامہ خیز ہو
لگ جائے آگ دشت میں، یوں شعلہ ریز ہو
کوثر علیؑ سے پاؤں گا، حُلّہ بتولؑ سے
ہاں جنگ فتح کرکے صلہ لوں رسولؐ سے

جب حکم ہو کہ مانگ لے کیا مانگتا ہے تُو ۱۳۲ گر گر کہوں قدم پہ، کہ دنیا میں آبرو
ارشاد اگر ہو اور بھی کوئی ہے آرزو اُس دم کروں یہ عرض کہ یا شاہ نیک خو
سب کچھ ہے اختیار شہ مشرقین میں
مسکن جناں میں، قبر (ب۔۳۰) جوارِ حسینؑ میں

مرجب اُدھر ہے شیر کا فرزند اِس طرف ۱۳۳ عمروؑ اس طرف، نبیؐ کا جگر بند اِس طرف
اُس سمت ہے غلام، خداوند اس طرف کلمے غرور کے ہیں اُدھر، پند اس طرف
ناصر (د۔۳۰) کہاں عزیزوں کی لاشیں بھی دُور ہیں
تلوار ہے، سپر ہے، فرس ہے، حضور ہیں

گھوڑے کو اُس نے گشت پہ ڈالا، پہ دور دور ۱۳۴ کس غیظ سے ہلانے لگا سیف، بے شعور
سَن سَن ہوا پہ ہاتھ لگا کر وہ پُر غرور انیاں بتا رہا تھا وہیں سے سوئے حضور
جب اس کے ساتھ کے صفِ ہا غل مچاتے تھے
رہ رہ کے قبلۂ دو جہاں مسکراتے تھے

تعریفِ بے محل نے بڑھایا، جو اُس کا دل ۱۳۵ گھوڑا اُڑا (ہ۔۳۰) کے، آگیا، حضرت کے متصل
دونوں طرف سے چلنے لگے، وارِ جاں گسل تیغوں کی برق و شرق سے بجلی ہوئی خجل
عبرت ہوئی کہ خون شجاعوں کے گھٹ گئے
ڈھالوں کے پرزے (و۔۳۰) اُڑ گئے، دستانے کٹ گئے

(ز۔۳۰) ٹوٹی وہ تیغ اُدھر یہ چمک کر اُدھر گئی ۱۳۶ پستی سے یہ پھری تو وہ بالائے سر گئی
بجلی سی کوند کر یہ بڑھی (ح۔۳۰)، وہ ٹھہر گئی ندی تھی، ایک دم میں چڑھی، اور اُتر گئی
آنچ اُس کے تیوروں کو شقی کے جلاتی تھی
اُس تیغ کی ہوا بھی یہاں پر نہ آتی تھی

سیماب تھا، ہوا تھا، چھلاوا تھا، راہوار ۱۳۷ اُس کو نہ چین تھا، نہ اسے ایک جا قرار
قربانِ ذوالجناح شہنشاہِ نامدار جاتا تھا یوں حریف کے گھوڑے پہ بار بار
جس طرح جائے شیرِ گرسنہ غزال پر
ہر بار تھیں کلائیاں گھوڑے کے یال پر

ملتی ہوئی کنوتیاں لال آنکھیں منہ میں کف ۱۳۸ بجلی سا اس طرف تھا، کبھی گاہ اُس طرف
حیران تھی اس کی تیزروی پر، اُدھر کی صف نتھوں سے تھی، نفس کی صدا یا شہ نجف
ظالم سے معرکہ جو پڑا تھا لڑائی کا
مطلب یہ تھا کہ وقت ہے مشکلکشائی کا

گھوڑا، کبھی نہ پھول کی جس پر چھڑی، پڑی ۱۳۹ کھولی گرہ وہ تیغ نے، جب کلچھڑی پڑی
ضرب اُس کی جو پڑی، وہ زرہ پر کڑی پڑی فوجوں میں شور تھا کہ لڑائی بڑی پڑی
قوّت علیؑ کی ہاتھ میں ہے، اس دلیر کے
کیوں کر بچائیں صید کو پنجے سے شیر کے

تلوار اُدھر چمک کے چلی، آنکھ ادھر لڑی ۱۴۰ پتلی سے پتلی اور نظر سے نظر لڑی
آری تھی وہ جو تیغ سے تیغِ دو سر لڑی آپ اس قدر بڑھی کہ سپر سے سپر لڑی
ظالم کے سر پہ تیغ کا قبضہ جو پھر پڑا
جھجکا تو خُود، فرقِ ستم گر سے گر پڑا

بولے یہ مُسکرا کے حسینؑ فلک حشم ۱۴۱ تھا وار سرسری، سرو گردن کو کر نہ خم
جھک کر اُٹھالے خود، جو ہے سرزنش کا غم سر جنگ ہو چلی، نہ اُٹھانا بس اب قدم
آ جم کے لڑ کہ ہم بھی تو دیکھیں ہنر ترا
بھاگا تو پاؤں گھوڑے کے ہوں گے نہ سر ترا

کھینچی جو اُس نے باگ، سمٹنے لگا سمند ۱۴۲ سمجھے امام پاک کہ بھاگا، یہ خود پسند
گر یوں نکل گیا تو کہیں گے یہ ہوشمند کس فکر میں تھے شاہِ عدو گیر و صید بند
بے زخم کھائے صاف، جفاجو نکل گیا
پنجے میں آکے شیر کے، آہو نکل گیا

مغفر اُٹھا کے تیغ سے، بولے امام دیں ۱۴۳ لے جنگ سر ہے، فرق پہ رکھ خُود آہنیں
شر کی طرف اُٹھا کے، بصد غیظ تیغ کیں مغفر کو، بائیں ہاتھ سے لینے لگا لعیں
دیتے ہی خود دست مبارک جو مُڑ گیا
مغفر تو ہاتھ میں رہا سر تن سے اُڑ گیا

پستی میں آئی بڑھ کے جو وہ تیغِ پُر شرر ۱۴۴ گھوڑے[ک-۳] کے پاؤں کٹ گئے مثلِ خیارِ تر
اسوار جو کھڑے تھے، وہ بھاگے اِدھر اُدھر پھر پھر کے اضطراب میں کہتے تھے اہلِ شر
بھاگو جلا نہ دے کہیں آنچ اس کی دھار کی
پیچھا کیے ہوئے ہے چمک ذوالفقار کی

فاقے میں دیر تک جو لڑے شاہِ تشنہ کام ۱۴۵ غرقِ عرق تھے کانپ رہا تھا بدن تمام
ہاتھوں سے چھوڑ دی تھی جو رہوار کی لگام آنکھیں تھیں بند ہانپتا تھا اسپِ تیز گام
غش میں سوارِ دوشِ نبیؐ کا یہ حال تھا
بے تھامے، خود فرس سے اُترنا محال تھا

دیکھا جو یہ کہ بھاگ گئے رن سے حیلہ ساز ۱۴۶ تلوار رکھ کے میان میں، بولے شہِ حجاز
مہلت ہے اے حسینؑ، پڑھو عصر کی نماز یہ آخری ہے بندگیِ ربِ بے نیاز
فکرِ نجاتِ اُمتِ خیرالبشرؐ کرو
سوکھی زبان کو ذکرِ الٰہی میں تر کرو

ناگاہ سوئے لاشِ پسر، جا پڑی نظر ۱۴۷ چلائے دل کو تھام کے سلطانِ بحر و بر
اکبرؑ اُٹھو کہ گھوڑے[ل-۲] سے گرتا ہے اب پدر سوتے ہو تم دھرے ہوئے رخسار خاک پر
بھولے پدر کو نیند میں، قربان آپ کے
آؤ نمازِ عصر پڑھو ساتھ باپ کے

بیٹے ہو تم امام کے، پوتے امام کے ۱۴۸ کام آؤ مرتے دم، پدرِ تشنہ کام کے
آتے ہیں پھر پلٹ کے پرے، فوجِ شام کے بٹھلا دو، قبلہ رُو مرے ہاتھوں[م-۴] کو تھام کے
جاتی رہے نماز بھی، اعدا جو پھر پڑیں
رعشہ ہے، خود فرس سے جو اُتریں، تو گر پڑیں

عباسِ نامدار، ترائی سے اُٹھ کے آؤ ۱۴۹ پھنکتا ہے قلب، جل رہے ہیں، سب جگر کے گھاؤ
چھڑکو مری زرہ پہ، جو پانی کہیں سے پاؤ چلتے ہوئے عدم کے مسافر سے مل تو جاؤ
ہم سب کے کام آئے ہیں، بیٹھے ہیں روئے ہیں
بارہ پہر ہوئے، کہ نہ لیٹے نہ سوئے ہیں

۱۵۰ ہم جاں بلب ہیں ختم لڑائی ہے اب اُٹھو — کیا بافضا یہ سرو(ن-۴) ترائی ہے، اب اُٹھو
عبّاسؑ دھوپ چہرے پہ آئی ہے اب اُٹھو — نرغے میں فوجِ ظلم کے بھائی ہے اب اُٹھو

غفلت کی تم کو نیند ہے شبّیرؑ کیا کرے
میری طرح کسی کو نہ بےکس خدا کرے

۱۵۱ گردن میں، سر میں، آنکھ میں، ابرو میں درد ہے — تم جب(س-۴) سے چھوٹے، ساعد و بازو میں درد ہے
رگ رگ میں کیا، ہر ایک بُنِ مو میں درد ہے — دل میں، کمر میں، سینے میں، پہلو میں درد ہے

ہر مرتبہ لڑے ہیں، لہو میں نہائے ہیں
پیری میں نوجوانوں کے لاشے اُٹھائے ہیں

۱۵۲ لو رکھ لی میان میں، شہِ والا نے ذوالفقار — چلّایا فوج کو پسرِ سعدِ(ع-۴) نابکار
دو غول باندھے آئے، کماندار دس ہزار — پلٹے پرے سواروں کے لے کر رسالہ دار

تیرافگنوں میں، تیغوں میں، بھالوں میں، گھر گئے
تنہا حسینؑ(ف-۴)، برچھیوں والوں میں گھر گئے

۱۵۳ وہ بے شمار تیغوں کے پھل اور اک حسینؑ — فریاد ہے وہ فوج کا دَل، اور اک حسینؑ
وہ سیکڑوں پیامِ اجل اور اک حسینؑ — وہ تیرِ جاں ستاں وہ جدل اور اک حسینؑ

فوجوں میں شام کی، مہِ تاباں گھرا ہوا
بیکس بھی وہ، کہ جس سے زمانہ بھرا ہوا

۱۵۴ آنکھوں پہ کٹ کے آ پڑے ابرو حسینؑ کے — ڈوبے ہوئے تھے خون میں گیسو حسینؑ کے
تیروں نے چھان ڈالے تھے پہلو حسینؑ کے — زخمی ہیں دونوں ساعد و بازو حسینؑ کے

تیغیں اُوپی ہوئی جو برابر سے چل گئیں
غش آ گیا، قدم سے رکابیں نکل گئیں

۱۵۵ تیروں سے صدرِ پاک کو چھپانا، ہزار حیف — سیّد کے مرتبے کو نہ جانا، ہزار حیف
مظلوم کا وہ برچھیاں کھانا، ہزار حیف — شانے تھے ناوکوں کا نشانا، ہزار حیف

ٹوٹے تھے سب رسولؐ کے پیارے حسینؑ پر
کیا وقت پڑ گیا تھا تمہارے حسینؑ پر

(ص ۳۰)

گرتے ہیں آپ کون سنبھالے، کوئی نہیں ۱۵۶ سینے سے کون تیر نکالے، کوئی نہیں
بے جاں پڑے ہیں گود کے پالے، کوئی نہیں سب مرچکے ہیں چاہنے والے، کوئی نہیں
بے کس ہیں، اور سامنا فوجِ عدو کا ہے
منہ جس کا دیکھتے ہیں وہ پیاسا لہو کا ہے

کیوں کر کہوں کہ عرشِ خدا خاک پر گرا ۱۵۷ خیر النساؑ کا ماہ لقا خاک پر گرا
سرتاجِ بادشاہ و گدا خاک پر گرا زیں سے اُلٹ کے راہنما خاک پر گرا
وہ دو ہزار زخم، تن چاک چاک پر
کیا گزری ہوگی، جبکہ گرے ہونگے خاک پر

ٹکڑے جدا ہیں، حال یہ ہے تن کا، ہے غضب ۱۵۸ اب مرحلہ ہے خنجر و گردن کا، ہے غضب
پانی کا واں ہے کام کہ آہن کا، ہے غضب لو سامنا ہے شمر سے دشمن کا، ہے غضب
اس کے شریک ذبح میں بارہ شریر ہیں
یاں اک گلا ہے جس پہ کئی زخم تیر ہیں

فضہ نے جا کے، خیمے میں رانڈوں کو دی خبر ۱۵۹ ہے ہے مرے خوزادے[۴۹] کا کٹتا ہے تن سے سر
بستر سے اُٹھ کے گر پڑے سجادؑ نوحہ گر خیمے سے نکلیں بی بیاں، بچوں کو چھوڑ کر
گر گر(ق) کے دوڑتی تھیں کہ مل لوں حسینؑ سے
ہلتا تھا عرش حضرت زینبؑ کے بین سے

مانندِ آفتاب، لرزتا تھا جسمِ پاک ۱۶۰ جائیں کدھر وہ فوج، وہ صحرائے ہولناک
سر پر عصا یہ، پاؤں میں موزے رِدا پہ خاک لٹکے ہوئے تھے دونوں طرف، پیرہن کے چاک
عابدؑ کا (ر۔۳) نورِ عین رہا تھا مے ساتھ تھا
ایک ہاتھ میں یتیمِ سکینہ کا ہاتھ تھا

چلاتی تھی ارے مرا بھائی ہے کس طرف؟ ۱۶۱ ٹوٹی ہوئی علیؑ کی کمائی ہے کس طرف؟
دریا کدھر ہے خوں کا ترائی ہے کس طرف؟ سونے کی جا حسینؑ نے پائی ہے کس طرف؟
رستا دے اے زمیں کہ فلک کی ستائی ہوں
میں اپنے پیارے بھائی سے ملنے کو آئی ہوں

۱۶۲ اے آسماں زمین پہ اب تک نہ تو گرا
ریتی پہ مصطفیٰؐ کے جگر کا لہو گرا
وہ کعبۂ زمیں و زماں، قبلہ رُو گرا
سیّد گرا، امام گرا، نیک خو گرا
تاب اُٹھنے بیٹھنے کی کہاں، ہاتھ پاؤں میں
شاید نماز پڑھتے ہیں تیغوں کی چھاؤں میں

۱۶۳ اے اہلِ قریہ، بنتِ علیؑ کی مدد کو آؤ
میں سیّدہ ہوں رحم مری (ش۔۱۰) بے کسی پہ کھاؤ
دنیا میں تم خوشی رہو عقبیٰ میں چین پاؤ
سیّد کدھر ہے خون میں غلطاں، مجھے بتاؤ؟
یاں لٹ گئے فلک نے یہ دُکھ ہم پہ ڈالے ہیں
اے بھائیو مدینے کے ہم رہنے والے ہیں

۱۶۴ علمِ نبیؐ کے شہر کا در ہے، ہمارا گھر
آتی تھی جس میں وحی، وہ گھر ہے ہمارا گھر
تیغِ عذابِ حق کی سپر ہے، ہمارا گھر
تاروں میں برجِ شمس و قمر ہے ہمارا گھر
حاکم ہے برخلاف، وطن ہم سے چھُٹ گیا
ہے ہے وہی بھرا ہوا گھر آج لٹ گیا

۱۶۵ بیکس ہے، داغ دیدہ ہے، آفت (ت۔۳۰) نصیب ہے
بے خانماں ہے، تشنہ دہن ہے، غریب ہے
اپنے وطن سے دُور ہے، تم سے قریب ہے
اب دوست ہے کوئی نہ کوئی اب حبیب ہے
تم سب کو پاس چاہیے اس ذی وقار کا
خادم یہ ہے تمہارے نبیؐ کے مزار کا

۱۶۶ اے بیکس و غریب مسافر ترے نثار
اے قبرِ مصطفیٰؐ کے مجاور ترے نثار
اے دینِ حق کے حامی و ناصر ترے نثار
اے تشنہ کام و صابر و شاکر ترے نثار
آئے تھے کربلا میں شہادت کے واسطے
اک دن میں گھر لُٹا دیا اُمّت کے واسطے

۱۶۷ اے تشنہ لب حسینؑ، غریب الوطن حسینؑ
صدقے میں تیری لاش کے، اے گلبدن حسینؑ
اے فاقہ کش حسینؑ اسیرِ محن حسینؑ
اے جاں بلب حسینؑ، امامِ زمن حسینؑ
پیاسے گلے سے خنجرِ شمرِ لعیں ہلا
پانی بھی مرتے وقت مِلا یا نہیں ملا

۱۶۸

شہ کے کراہنے کی جو آنے لگی صدا
دوڑی اُدھر نبیؐ کی نواسی برہنہ پا
دیکھا بہن نے بھائیؑ کا کٹتے ہوئے گلا
غم سے کلیجہ پھٹ گیا زہراؑ کی جائیؑ کا
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے گری بنتِ مرتضےٰ
اس نے جو دیکھا نیزے پہ سر اپنے بھائیؑ کا

۱۶۹

بس اے انیسؔ قلب و جگر کو نہیں قرار
آگے نہ لکھ مصیبتِ شبیرؑ نامدار
یہ بزم اور یہ آج کا پڑھنا ہے یادگار
رعشہ ہے دست و پا میں، لرزتا ہے جسمِ زار
وہ یوں پڑھے جسے نہ ہو طاقت کلام کی
تائید ہے حسینؑ علیہ السّلام کی

اختلافِ نسخ

اس جلد کے لیے میر انیس کے مرثیوں کے جو مطبوعہ مجموعے میں فراہم کر سکی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

١۔ مجموعہ میر انیس ۔ اول ۔ دوم ۔ سوم ۔ چہارم جلدیں ۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ

٢۔ دو جلدیں مجموعہ میر انیس کی ۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس کانپور

٣۔ مراثی انیس ۔ مرتبہ جناب نظم طباطبائی نظم ۔ اول ۔ دوم ۔ سوم جلدیں

۴۔ روحِ انیس ۔ مرتبہ جناب سید مسعود حسین رضوی ادیب ۔

۵۔ وقارِ انیس ۔ مرتبہ جناب مہذب لکھنوی ۔

۶۔ مرثیہ میر انیس ۔ مطبع تیج کمار وارث نول کشور ۔ لکھنؤ ۔ چار جلدیں ۔

میر انیس کے مرثیہ 'جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا' کی ابتدائی کاپی دستیاب نہیں ہو رہی تھی جلد پنجم میں وہ مرثیہ شایع ہوا تھا مگر وہ مجھے نہ مل سکی ۔ اس لیے ایک مخطوطہ سے اس کا تقابل کیا گیا۔

٧۔ مخطوطہ ۔ ملکیت ابنِ حیدر ۔ اب یہ مخطوطہ جناب نایب حسین نقوی کی ملکیت ہے ۔

دوسری جلد کے ستائیس مراثی کا اختلافِ نسخ کے سلسلے میں ان میں سے کسی ایک سے تقابل کر کے اختلاف درج کیے گئے ہیں ۔ اور آسانی کے لیے ہر مرثیہ سے پہلے یہ درج کر دیا گیا ہے کہ اس کا بنیادی نسخہ کون سا ہے اور دوسرا کون سا نسخہ ہے ۔

مجھے احساس ہے کہ مرثیہ میر انیس مطبوعہ تیج کمار وارث نول کشور کے شایع کردہ کاپیوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور تقابل کے لیے وہ کچھ مناسب نہ تھے ۔ اور صرف دو مرثیوں

آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے

اے مومنوں کیا صادق الاقرار تھے شبیر

کا ان سے تقابل کرنے پر مجبور ہوئی ہوں ۔

ان مراثی میں اکثر میں اختلافِ نسخ بہت زیادہ ہے ۔ کہیں کہیں سو کے لگ بھگ نوبت پہنچ

گئی ہے۔ میں نے امکان بھر صحت کا بہت خیال رکھا ہے۔ بار بار تقابل کیا ہے لیکن اختلاف درج کرتے وقت ہو سکتا ہے کہ بھول چوک کہیں ہو گئی ہو۔ کسی بند کے نمبر میں یا کسی نشان کی ترتیب میں۔ ایسا ہو تو معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل مراثی کی کئی کاپیوں کا مقابلہ اکیلے آدمی کے لیے بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ خاص کر جب کہ وہ ایڈٹ کرنے کی تکنیکی گروں سے واقف بھی نہ ہو۔

اختلافِ نسخ میں اس بار ہم نے صرف مرثیہ کے نمبر دیئے ہیں۔ مصرعہ کا نمبر نہیں دیا۔

مرثیہ ۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس - جلد اول ۱۹۳۵ء - مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس - بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس - جلد اول ۱۸۸۲ء - مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) منظور یاں تھی مدح گلوئے شہ امم ؎ منظور تھا کہ اور روایت کروں رقم

(ب) بے وجہ ہم سے روٹھے ہو تم اے نکو صفات ؎ بے وجہ ہم سے روٹھتے ہو اے نکو صفات

(ج) ۷۰ بند کے بعد بائیس بند مراثی انیس اور مرثیہ میر انیس میں بالکل مختلف ہیں۔ ہم نے مراثی انیس والے ۱۶ بند درج کیے ہیں۔

مرثیہ ۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس - جلد دوم ۱۹۱۴ء - مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس - بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس - جلد دوم ۱۸۹۹ء - مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(الف)	؎ ساماں کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر	؎ ساماں نہ کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر	۲۱
(ب)	؎ واری میں پریشاں ہوں گیسو تو سنوارو	؎ واری میں پریشاں ہوں یہ گیسو تو سنوارو	۲۴
(ج)	؎ نادان ہے پگلی تو سنبھلنے کی نہیں یہ	؎ ہے نادان پگلی تو سنبھلنے کی نہیں ہے	۲۷
(د)	؎ جاری ہے سدا حکم تغیری و بحالی	؎ جاری ہے سدا حکم تغزی و بحالی	
(ہ)	؎ یعنی عوض اس قتل کا بیداد گردوں ہے	؎ یعنی عوض اس فعل کا بیداد گردوں ہے	۶۰

(ز) ـــ معلوم یہ ہوتا ہے کہ بچھڑے ہیں دُلہن سے ـــ معلوم یہ ہوتا ہے کہ چھوٹے ہیں دلہن سے ۷۸

(ح) ـــ روباہ ہیں سب میں اسدِ حق کا اسد ہوں ـــ روباہ ہیں سب میں اسدِ حق کا ولد ہوں ۷۹

(ط) ـــ کھلتا نہیں اس غیظ کا کیا آج سبب ہے ـــ کھلتا نہیں کہ غیظ کا کیا آج سبب ہے ۱۰۲

مرثیہ ۳

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۔ سنہ ۱۹۶۴ء مرتبہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد دوم ۔ سنہ ۱۸۹۹ء مطبع نامی منشی نول کشور ۔ کانپور

(الف) کبھی جو علم : علم جو کبھی ۱

(ب) پہ پرچم : پنجے ۲

(ج) پنجہ میں جلوہ گر : پرچم میں جلوہ گر ۳

(د) شیر کی نظر : شیر سی نظر ۴

(ہ) صبح جبیں بھی : صبح جبیں ہے ۱۰

(و) رانوں میں : زانو میں ۲۷

(ز) آ چکے : آتے ہیں ۳۰

(ح) رکھ گئے : کر گئے ۳۸

(ط) جینے کا لطف کیا : جینے کا کیا مزا ۴۵

(ی) بات بات میں : ان کی بات میں ۴۸

(ک) دو میں ایک : ایک دو میں ۴۹

(ل) پتلیاں جدا ہوں : پتلیاں نہ ہوئیں ۴۹

(م) مقدم : مناسب ۵۰

(ن) دست قوی ہیں نیزہ و صمصام کے لیے دیتے ہیں جان اہلِ وفا جان کے لیے ۵۲

(س) جنگ : حرب ۵۶

(ع) مریں کہ جئیں : جئیں کہ مریں ۵۶

(ف) روتے ہیں زار زار : روتے ہیں بار بار ۶۸

(ص) اضطراب سے : اضطراب میں ۶۷

(ق)	کرتے ہیں وہ امر ہوشیار	امر وہ کرتے ہیں ہوشیار	۷۵
(ر)	سے کیا کیا نہ تفرقے ہوئے ایک ایک آن میں	سو ایسے تفرقے ہوئے ہیں ایک آن میں	۷۸
(ش)	دلِ شاہِ لافتا	دلِ شاہِ کل فتا	۸۷
(ت)	جو فلک پہ	خود فلک پہ	۹۳
(ث)	رَن میں سپاہِ شر	الحق سپاہِ شر	۹۳
(خ)	تیور میں سارے طور	صورت میں سارے طور	۹۷
(ذ)	باپ الوالعزم	باپ جواں مرد	۱۰۱
(ض)	ھیتے ہیں گھاٹ	سر کاٹتے ہیں	۱۰۲
(ظ)	بچے ہیں جاں بلب	بچے ہیں تشنہ لب	۱۰۳
(غ)	یاں آئے واں گئے	یاں سے وہاں گئے	۱۰۹
(الف-۱)	ان کی نہ ایک ضرب	ان کی نہ ایک چوٹ	۱۱۱
(ب-۱)	روحیں پکاریں	چلائی روح	۱۱۴
(ج-۱)	بوڑی سناں پر تھی نہ	نیزے نہ تھے سناں پہ نہ	۱۲۶
(د-۱)	خالقِ عادل	خالقِ اکبر	۱۲۷
(ہ-۱)	سر کے جبال	ہیہے جبال	۱۲۹
(و-۱)	شیر نیستانِ کربلا	شیرِ سلیمانِ کربلا	۱۳۰
(ز-۱)	اِک آن میں	اک دم میں	۱۳۰
(ح-۱)	لڑتے آئے ہیں	لڑکے آئے ہیں	۱۳۱
(ط-۱)	غلامانِ حق شناس	جوانانِ حق شناس	۱۳۳
(ی-۱)	لشکرِ کثیر	لشکرِ شریر	۱۴۳
(ک-۱)	ڈیوڑھی پہ	ڈیوڑھی میں	۱۴۸
(ل-۱)	سید کا نورِ عین	حیدر کا نورِ عین	۱۴۸
(م-۱)	تھامے ہوئے نہر پہ	نہر پہ تھامے ہوئے	۱۸۶

مرثیہ ۴

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیسؔ ۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	سہ تکتے تھے روئے فوج کو ہر دم مثالِ شیر	سہ اور روئے فوج کو کبھی دیکھا مثالِ شیر	۴
(ب)	ہے	: ہو	۹
(ج)	لکھی ہے	: لکھی ہو	۲۲
(د)	اٹھارہ سال کی یہ ریاضت ہے	: اٹھارہ سال کی ہے ریاضت یہ	۳۰
(ہ)	دل کو	: سب کو	۴۷
(و)	آبدار	: ایک بار	۴۸
(ز)	مثلِ صبا	: مثل ہوا	۴۹
(ح)	پچاس بند میں مراثی انیسؔ میں ردیف "گئی ہے" اور مرثیہ میر انیسؔ میں ردیف "گئے ہے" ہے۔		۵۰
(ط)	تلوار سے	: تلواروں سے	۶۱
(ی)	مراثی انیسؔ میں "سر کو بتا کے" ہے۔ ہم نے مرثیۂ انیسؔ میں "سر کو بچا کے" ہے کو ترجیح دی ہے		۸۸
(ک)	ایک نوجواں	: ایک ناتواں	۱۰۴
(ل)	اندھیری ہیں	: اکیلی ہیں	۱۱۴

مرثیہ ۵

بنیادی نسخہ : مراثی انیسؔ ۔ جلد دوم ۱۹۲۴ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیسؔ ۔ جلد دوم ۱۸۹۹ء مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(الف)	خمیدہ کمر گیسوؤں پہ گرد	: مگر گیسوؤں پہ گرد	۳
(ب)	لے کے	: لے کر	۱۴
(ج)	کربابا سے چھٹ گیا	: جربابا سے چھٹ گیا	۲۸

مرثیہ ۶

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم ۱۹۳۰ء : مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اول ۱۸۸۲ء مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	وہ پلتے ہیں	: پلتے ہیں وہ	۱۰
(ب)	کاٹ لیا تھا	: قطع کیا تھا	۴۸
(ج)	مرثیہ میر انیس میں دوسرے اور تیسرے مصرعہ کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۶۳
(د)	نیزوں سے	: تیروں سے	۶۹

مرثیہ ۷

پہلا نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم ۱۹۲۲ء : مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس ۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اول ۱۸۸۲ء : مطبع نامی منشی نول کشور ۔ لکھنؤ

(الف)	جھپٹ کر	: تھک کر	۳
(ب)	درماندوں	: داماندوں	۴
(ج)	اوروں کو تو اشک	: اوروں کو بھی اشک	۶
(د)	جو نہ نکلے کبھی	: جو کبھی نکلے نہ	۷
(ہ)	یا اشک بہانا	: اور اشک بہانا	۱۰
(و)	سے رکھ کر تہ سر ہاتھ کو، سو رہتے تھے دونوں سے سر خاک پہ نہوڑائے ہوئے رہتے تھے دونوں		۴۰
(ز)	جانے کس آفت میں ہیں	: کیا جانیے کس ظلم میں ہیں	۶۵
(ح)	کچھ حال جو سنیئے تو	: کچھ حال سنے تو تو	۶۶

مرثیہ ۸

بنیادی نسخہ : مراثیِ انیسؔ - جلد دوم ۱۹۲۴ء

مرتبہ نظم طباطبائی / نظمؔ — نظامی پریس - بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیسؔ - جلد رابع ۱۸۷۷ء

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) اُسی کے : اُسی کی ۱۳
(ب) خم تھا : غم تھا ۱۴
(ج) ؎ آباد جو ہو اُجڑا ہوا گھر تو میں روؤں ؎ آباد ہوا اُجڑا ہوا پھر گھر تو میں روؤں ۱۹
(د) مرحلے : مرحلہ ۲۰
(ہ) کچھ کام : اب کام ۲۴
(و) اسے تم نے ہے پالا : ہے تم نے اِسے پالا ۳۶
(ط) ؎ تم آپ اِسے آن کے چلّو میں پلا دو ؎ تم آن کے چلّو میں اِسے آپ پلا دو ۵۸
(ی) سرے کو : سری کو ۶۸
(ک) کانپتا تھا رَن : گونجتا تھا رَن ۸۱
(ل) سیلِ فنا : سیل رواں ۸۹
(م) ہوا : بلا ۹۱
(ن) ٹوٹ رہے تھے : لوٹ رہے تھے
(س) بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دَم پر ۹۳
بسمل سی پھڑک جاتی تھی اس فوج کے دَم پر
(ع) تھے تھی ۹۹
(ف) اس تیغ اک تیغ ۱۰۰
(ص) جا سکتے تھے جا سکتی تھی ۱۰۸

مرثیہ ۹

بنیادی نسخہ : مراثیِ انیسؔ - جلد دوم ۱۹۲۴ء

مرتبہ نظم طباطبائی نظم ۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیسؔ، جلد رابع سنہ ۱۸۷۷ء

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) ؎ جاروب فرشِ عرش، شرف زلفِ حورِ عین ۲۱

؎ جاروب عرش ہے شرفِ زلفِ حورِ عین

(ب) مشکل نوک خار : مثلِ کارزار ۷۶

(ج) نفیِ کفر : نفی نفی ۸۹

(د) آب تھا : ہاتھ تھا ۹۵

(ہ) پھر آتے تھے : پھر آتا تھا ۹۹

(و) سر پہ پڑی : سر پر چڑھی ۱۰۴

مرثیہ ۱۰

بنیادی نسخہ : روحِ انیسؔ ۔ سنہ ۱۹۶۴ء

مرتبہ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مراثی انیسؔ جلد دوم سنہ ۱۹۲۴ء

مرتبہ نظم طباطبائی نظم ۔ نظامی پریس ۔ بدایوں

(الف) حزیں : حسین ۱

(ب) پدر کو : کسی کو ۸

(ج) شہیدوں : شہید کا ۱۱

(د) ۱۷، ۱۸، ۱۹ بند مراثی انیسؔ میں موجود نہیں ہیں جو حذف کر دیے گئے

(ہ) سچ ہے کہ : یہ سچ کہ ۱۸

(و) یہ سفر ناگزیر : سفر ناگزیر ہے ۲۱

(ز) دوستانِ یمن : شیعیانِ یمن ۳۶

(ح) یہ فصل : اب فصل ۳۸

(ط) بیٹی سے : بیٹی کو ۳۱

(ی) دے دو : کہہ دو ۴۱

(ک) یہ بند مراثی انیس میں موجود نہیں ہے۔

(ل) ڈگیں نہ : ڈگے نہ ۴۲

(م) اعمیٰ : عمّی ۴۶

(ن) کہتے تھے : کہتے ہیں ۵۶

(س) ؎ جب ذکرِ خیر پیاس میں مرنے کا ہوئے گا ۵۸

؎ خیر ان کے پیاسے مرنے کے جب ذکر ہوئیں گے

(ع) میرے یہ : میرے وہ ۵۹

(ف) کے ہوویں گے اہتمام : کا ہوئے گا اہتمام ۵۹

(ص) ؎ پیاسو سبیل ہے یہ شہیدوں کے نام کی ؎ پیاسو پیو سبیل ہے نذرِ امام کی ۵۹

(ق) آپ کے : آپ پر ۶۱

(ر) اُجڑتا ہے : لٹتا ہے ۶۲

(ش) بتول : رسول ۶۲

(ت) پردہ تھا : پردہ ہٹا ۶۲

(ث) قدسی : پریاں ۶۹

(خ) پنجوں کو : ہاتھوں کو ۷۰

(ذ) آئے : آیا ۷۱

(ض) نہیب : نقیب ۷۲

(ظ) موم ہوگیا : نرم ہوگیا ۸۴

(غ) حیواں بھی : گھوڑے بھی ۸۵

(الف ۱) ؎ سیفی چلی کہ سیفِ شہ لافتیٰ چلی ؎ ناگاہ رن میں تیغِ شہ لافتیٰ چلی ۹۲

(ب۔۱) حسام سے : ترائی میں ۹۳

(ج۔۱) شعلہ خو : شعلہ رو ۹۶

(د۔۱) تو : جو ۹۷

(و-۱)	چل کر	: بڑھ کر	۹۹
(ز-۱)	یوں چٹ	: یوجھٹ	۱۰۳
(ح-۱)	یہ سر گرا	: سر اڑ گیا	۱۰۳
(ط-۱)	اگر	: کہ کر	۱۰۴
(ی-۱)	ابلق	: گردش	۱۰۷
(ک-۱)	بھلادو	: بھلاوہ	۱۰۸
(ل-۱)	یہ آگ اور ناریوں کے	: یہ آگ اور ڈرسے اُدھر	۱۱۰
(م-۱)	جرّار	: ہم لوگ	۱۳۱
(ن-۱)	تھیں	: تھی	۱۲۶
(س-۱)	غم گسار	: سوگوار	۱۳۶
(ع-۱)	یہ تشنہ کام	: یہ مستہام	۱۳۸
(ف-۱)	کس قدر	: اس قدر	۱۵۸
(ص-۱)	ہاں ہاں	: ہاہا	۱۶۴
(ق-۱)	ہے یہ	: یہ ہے	۱۷۱
(ر-۱)	غلام	: امام	۱۷۳
(ش-۱)	سب	: جب	۱۷۶
(ت-۱)	میں	: کو	۱۷۶
(ث-۱)	آپ نے	: شاہ نے	۱۸۱
(خ-۱)	اب	: بس	۱۸۴

مرثیہ ۱۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء : مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد سوم ۔ مطبع نامی منشی نول کشور۔ کان پور

(الف-۱)	سر پر	اس پر	۵

(ب) ← ہے مرضیِ خالق تو یہی کیا کریں زینبؑ ← ہے مرضیِ خالق یہی ہم کیا کریں زینبؑ ۱۰

مرثیہ ۱۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اول ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس، بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) کھینچی تھی : کھنچتی تھی ۱۴

(ب) عقدے یہ ان سے کھلتے ہیں ← عقدے یہ ان کے کہتے ہیں ۲۳

(ج) کے نثار : پر نثار ۵۱

(د) صدقے ہیں : صدقے ہے ۵۲

(ھ) ہاتھ اٹھا ہے : ہاتھ اٹھائے ۶۳

(و) خوں کی آبشار : خون کی بہار ۶۸

(ز) نرمی : تیزی ۸۴

مرثیہ ۱۳

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اوّل ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) ← دیتے تھے جو دانتوں کے تلے لعلِ گہر بار ← دبتے تھے جو دانتوں کے تلے لعلِ گہر بار ۱۳

(ب) سراسر : برابر ۵۱

(ج) توسن سے : توسن پر ۵۲

(بقیہ حاشیہ ص ـــــ ، اوّل ' دوم جلدیں ۱۸۷۶ء کی چھپی ہوئی ہیں۔ غالباً اس کا سنہ بھی وہی ہے۔

(د)	پار ہوئے	: چار ہوئے	۵۳
(ہ)	تاب ایسی کہ	: پُشتے وہ کہ	۵۶

مرثیہ ۱۴

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد دوم ۱۸۸۲ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد دوم ۱۸۹۹ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	بجرے کو	: سجدے کو	۴۸
(ب)	سب یہیں	: لب یہیں	۵۲
(ج)	کادے پہ جو پھرتے	: کادے پہ ابھرتے	۵۸
(د)	شیران کا ہوا قطع	: شیران کا قطع ہونا	۷۴
(ہ)	تر خون میں تھا	: تر خون سے تھا	۷۷
(و)	ان کے	: اس کے	۸۴
(ز)	بہتے تھے	: کٹتے تھے	۸۷

(ح) بنیادی نسخہ میں ٹیپ کا اوپر کا بند دوسری بار لکھ دیا گیا ہے۔ ہم نے دوسری کاپی کے ٹیپ کے بند کو ترجیح دی ہے۔

مرثیہ ۱۵

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اول ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	نور خدا	: عینِ خدا	۱۰
(ب)	مُکدّر کی	: مُکدّر کو	۱۱

(ج) مراثی انیس میں جو پندرھواں بند ہے۔ مرثیہ میر انیس میں نہیں ہے۔

(د) ؎ اللہ سے ہوتا ہوں میں بخشش کا طلب گار ؎ اللہ سے میں عفو کا ہوتا ہوں طلب گار ۱۸

(ہ) ہوئے تھا : ہوئے تھے ۳۰

(و) آنے نہ پائے : جانے نہ پائے ۵۵

(ز) جنگ میں : صفِ جنگ سے ۵۶

(ح) جس کا : کس کا ۵۹

(ط) لگا تیر : لگے تیر ۹۷

(ی) مرے تو چین : مرے اب چین ۱۵۷

مرثیہ ۱۶

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۔ ۱۹۶۴ء ۔ مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اوّل ۱۹۳۵ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

(الف) سب کے نام : ان کا نام ۳

(ب) کنایہ : کنائے ۷

(ج) لعل : لال ۸

(د) سے : کے ۱۴

(ہ) زہرِ گلشنِ زہرا : نخلِ گلشنِ زہرا ۱۵

(و) حمد : مدح (ٹیپ کے بند کی ردیف ہے) ۱۶

(ز) محو : مست ۱۷

(ح) کٹ گیا : لُٹ گیا ۱۸

(ط) سپہر بریں : سپہر نے ۲۰

(ی) وہ لوذعی : وہ خوش بیاں ۲۶

(ک) ۲۸ بند کے بعد مراثی انیس میں ایک بند زائد ہے جو حذف کر دیا گیا

(ل) ناقوں میں ، ناقوں پہ ۳۴

(ن) یہ : تو ۳۸

(س) یہ : ہم ۴۳

(ع) سنبل پہ کیا کھلیں گے : سنبل کی اصل کیا ہے ۴۸

(ف) یہ کہہ کے بس : بس کہہ کے یہ ۶۸

(ص) اب تم جسے کہو : بس جس کو تم کہو ۷۱

(ق) ؎ قرآں کے بعد ہے تو ہے بس آپ کا کلام ۷۲

؎ قرآں کے بعد ہے تو علیؑ ہی کا کچھ کلام

(ر) یہ عرض خاکسار کی ہے : یہ عرضِ خاکسار ہے بس ۷۸

(ش) ۸۴ بند کے بعد کا ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے جو حذف کر دیا گیا

(ت) تو : جو ۹۳

(ث) اب جہاں : سب جہاں ۹۵

(خ) روباہ : روباہوں ۹۶

(ذ) فوت ہوئے : ڈوب گئے ۱۰۲

(ض) ماتم سے ہے فراغ : ماتم سے الفراغ ۱۰۷

(ظ) دَوڑے : دوڑی ۱۰۹

(غ) یہاں ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے۔ حذف کر دیا گیا

(الف - ۱) یہاں ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے۔ حذف کر دیا گیا

(ب - ۱) جانتا ہے : جانتے ہیں ۱۲۵

(ج - ۱) آبِ بقا ہو اب : آبِ بقا ہو یہ ۱۲۵

(د - ۱) ؎ لو پڑھ کے چند شعرِ رجز شاہِ دیں بڑھے ۱۳۰

؎ جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے

(ہ - ۱) ؎ آہو پہ شیرِ شرزہ غاب آئے جس طرح ؎ کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح ۱۳۲

(ز - ۱) دَم میں : رَو میں ۱۳۸

(ح - ۱) ہاتھ دستیاب نہیں : اب ہاتھ دست یاب نہ تھے ۱۴۲

(ط-۱)	ہیں	:	تھے	۱۴۲
(ی-۱)	مُرغِ وہم کے	:	مکڑودہم کے	۱۴۶
(ک-۱)	سر جھکا کے	:	سر جھکائے	۱۵۰

(ل-۱) یہ بند مراثی انیس میں نہیں ہے

(م-۱) ۔ سیسر پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا ۱۵۵

۔ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

(ن-۱)	وہ لب	:	تھے لب	۱۵۸

(س-۱) ۱۶۶ بند میں تیسرے اور چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

(ع-۱) ۱۷۸ بند میں تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

(ف-۱) ۱۸۴ بند روحِ انیس میں نہیں ہے۔ حذف کر دیا گیا

(ص-۱)	تھامے ہوئے جگر	:	بھائی کی لاش پر	۱۸۸

مرثیہ ۱۷

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طبا طبائی مُنظم نظامی پریس، بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد سوم ۱۸۹۲ء مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(الف) پھیروں گا : موڑوں گا

مرثیہ ۱۸

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طبا طبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	تشنہ و بے کس	:	تشنہ لب بے کس	۳

(ب) نیزے کے ؛ نیزے پہ ۳

(ج) ؎ کوئی آتا نہیں لاشہ بھی اٹھانے کے لیے ؎ کوئی آتا بھی نہیں لاش اٹھانے کے لیے ۳

(د) جنّت میں ؛ جنّت کو ۴

(ہ) چلاتی تھیں ؛ چلاتی ہیں
آتی تھیں ؛ آتی ہیں } ۶

(و) ٭ سیّدِ لولاک ؛ احمدِ مختار ۷

(ز) مہم ہوگئی سر ؛ لڑائی ہوئی سر ۸

(ح) قتل کیا ؛ ذبح کیا ۹

(ط) پہ جبیں ؛ میں جبیں ۱۰

(ی) بے کینہ ؛ پُرنور ۱۱

(ک) آنکھوں تلے ؛ آنکھ تلے ۱۲

(ل) ؎ مجھ سے منہ پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی ؎ مجھ سے دو مرتبہ منہ پھیر کے مانگا پانی ۱۴

(م) چھاتی پہ ؛ سینے پہ ۱۴

(ن) شکر ہے شکر ؛ شکر صد شکر ۱۶

(س) کریں (ردیف) ؛ کرو (ردیف) ۱۶

(ع) حکم یہ سن کے ؛ یہ سخن سن کے ۱۸

(ف) ؎ کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے کی نوکوں پہ دھرے ۱۸
؎ کاٹ کر لاشوں کے سر نوک پہ نیزوں کی دھرے

(ص) مضطرب ؛ پیٹتی ۱۹

(ق) مرے بچپن پہ ترس کھائے کوئی ؎ شہ والا کو بلا دے کوئی ۱۹

(ر) بابا کو بلا لائے کوئی ؛ بابا کو بلا دے کوئی ۱۹

(ش) پوچھوں ؛ بلواؤں ۲۰

(ت) بے پر ؛ مضطر ۲۰

(ث) گاڑ رکھی ؛ مخفی رکھی ۲۱

(غ) ؎ ننگے سر دوڑی گئی بالی سکینہ اس جا ؛ بے حواسی میں سکینہ گئی دوڑی اس جا ۲۳

(ذ) ؎ شمر نے بانوئے آوارہ وطن کو لوٹا ؎ ستم ایجادوں نے اک شب کی دولھن کو لوٹا ⎫ ۲۳
؎ جی مرا ڈرتا ہے چھاتی سے لگالو مجھ کو ؎ مرے گوہر نہ کوئی چھینے چھپالو مجھ کو ⎭

(ض) چونک کر غش سے : کھول کر آنکھ ۲۴

(ظ) ہے غضب : لٹ گئے ہم ۲۴

(غ) پچیسواں بند مراثی انیس میں ہے ۔ مرثیہ انیس میں نہیں ہے

(الف-۱) جلادوں میں : ملعونوں میں ۲۶

(ب-۱) ؎ باندھ مضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پہنانے کے لیے — ٹیپ کا بند
؎ اونٹ موجود ہیں ناموس کے بٹھلانے کو
بیڑیاں آتی ہیں بھاری ترے پہنانے کو — ٹیپ کا بند ۲۶

(ج-۱) میدانِ قتال : صحرائے قتال ۲۸

(د-۱) شہِ بےکس کی وصیت کو : صدقہ ماں باپ کی باتوں کو ۲۹

(ہ-۱) حمد و ثنا : حمدِ خدا ۳۰

(و-۱) مظلومی : تنہائی ۳۱

(ز-۱) اے لال : خنجر سے ۳۱

(ح-۱) اے مرے عابد : عابد و زاہد ۳۱

(ط-۱) بجز شکرِ خدا : بجز شکر کوئی اور ۳۲

(ی-۱) لگاؤ : لگادو ۳۷

(ک-۱) پیمبر : محمد ۳۸

مرثیہ ۱۹

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع ۱۸۷۷ء مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) ؎ گویا نبی نے آج جہاں سے وفات کی ؎ گویا جہاں سے آج نبی نے وفات کی

(ب)	گر پڑتے	:	گرتے تھے	۳۶
(ج)	تھے وہ در	:	تھا وہ در	۳۳
(د)	ہیں	:	تھیں	۵۵

مرثیہ ۲۰

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع سنہ ۱۸۷۶ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد چہارم سنہ ۱۹۵۸ء، مطبع تیج کمار وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف)	سرمہ دیا	:	سرمہ کیا	۸
(ب)	اس کا ہے	:	اسی سے ہے	۱۹
(ج)	خوشی ہو گئی شیریں	:	جو خوش ہو گئی شیریں	۴۴
(د)	برتر	:	بڑھ کر	۴۵
(ہ)	پھولی نہ	:	پھولے نہ	۴۸
(و)	تجھ کو نہیں شاید خبر	:	شاید نہیں تجھ کو خبر	۵۵
(ز)	وہ قید ہے	:	وہ قیدی ہے	۷۰

مرثیہ ۲۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم سنہ ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد چہارم سنہ ۱۹۵۸ء۔ مطبع تیج کمار وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف) ع سر برہنہ حرم احمدِ مختار آئے
ع پیچھے سر کھولے ہوئے عترتِ اطہار آئے } ۱۹

(ب)	بے پردہ ہے	:	بے پردہ ہو	۳۲

مرثیہ ۲۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس - جلد اوّل ۱۹۳۵ء مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد رابع ۱۸۷۶ء - مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	اختر	: گوہر	۵
(ب)	شکستگی و خرابی	: شکستگی کا خرابے کی	۷
(ج)	ڈر نہ جائیں	: مر نہ جائیں	۲۷
(د)	ان سے چھٹے	: ماں سے چھٹے	۴۷
(ہ)	نہ سواری	: کہ سواری	۵۰
(و)	رو رو کر	: رو کر کس	۶۷
(ز)	لُٹ گیا	: کٹ گیا	۴۹
(ح)	سب کی	: اس کی	۱۵۴

مرثیہ ۲۳

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم ۱۹۳۰ء - مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس - جلد اوّل ۱۸۸۲ء - مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	غربت کا الم بے پدری	: غربت الم بے پدری	۳
(ب)	بیڑی کبھی دیکھی کبھی	: بیڑی کو گہے اور گہے	۳
(ج)	طرح ہوتا ہے	: سوا ہوتا ہے	۵

(د) ؎ یا بیڑیاں بھاری ہیں اُسے لا کے پہناتے } ۲

؎ یا بیڑیاں بھاری اُسے لا کر ہیں پہناتے

(ہ)	عزیزوں سے	:	مریضوں سے	۶
(و)	ہرطرح	:	سب طرح	۹
(ز)	ہودج ومحمل	:	محمل وہودج	۱۳
(ح)	بھائی	:	بھیا	۲۸
(ط)	میں نیل	:	یہ نیل	۲۸
(ی)	میں ہوں	:	ہوں میں	۳۳
(ک)	سوا چاہیے	:	جدا چاہیے	۳۴
(ل)	چادر	:	زیور	۳۶
(م)	چھپادینے	:	چھپالینے	۳۸
(ن)	تم قید میں جاؤ	:	تم شام کو جاؤ	۴۰
(س)	اک بوجھ ہے گھر کا	:	اک درد کمر کا	۴۲
(ع)	لاشے سے پسر کے	:	یاں لاشِ پسر سے	۴۳
(ف)	گھر تک بھی ابھی	:	گھر تک ہم ابھی	۶۶
(ص)	تن وسر	:	سر وتن	۷۵
(ق)	کوئی بیٹا ہے نہ بھائی	:	ہے کوئی بیٹا نہ بھائی	۷۵
(ر)	یہ کہتے ہی	:	یہ کہہ کے بس	۷۷

مرثیہ ۲۴

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع سنہ ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

دوسرا نسخہ : وقار انیس ۔ جلد اول سنہ ۱۹۵۱ء ۔ مرتبہ مہذب لکھنوی یونائیٹڈ پریس ۔ لکھنؤ

(الف) پہلے بند کے ابتدائی چار مصرعے مرثیہ میر انیس اور وقار انیس میں مختلف ہیں ۔

مہ دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

بے تاب ہیں، بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی

ے منھ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی
بچّوں کو لیے گودیوں میں لاتے ہیں قیدی (مرثیہ میر انیسؔ)

دربار میں زنداں سے اسیروں کی طلب ہے
ناموسِ محمدؐ پہ عجب رنج و عتب ہے
کس صدمے میں ذرّیتِ سلطانِ عرب ہے
چادر بھی سروں پر نہیں یہ اور غضب ہے (وقارِ انیسؔ)

(ب)	یہ ہیں	: یہ تھے	۲
(ج)	کپڑا کچھ اوڑھاکر	: ہم موندتے ہیں آنکھوں کو	۳
(د)	رونے لگی	: کہنے لگی	۵
(ہ)	بلایا	: بلاتا	۵
(و)	رہ جائے یہ پردا	: رہ جائے گا پردا	۷
(ز)	شانوں میں	: شانوں پہ	۱۰
(ح)	کہدو مجھے دربار میں	: دربار میں کہدو مجھے	۱۱
(ط)	فکر و غم و اندوہ سے	: قیدِ الم و رنج سے	۱۱
(ی)	جو مرضی تری	: جو مرضی مرے	۱۳

(ک) وقارِ انیسؔ میں تین بند ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ مرثیہ انیسؔ میں زیادہ ہیں وہ ہم نے متن میں بڑھادیے ہیں۔

(ل) بعد اس کے یہ : اس وقت یہ ۱۸

(م) ۱۹واں بند وقارِ انیسؔ میں ہے جو ہم نے متن میں بڑھادیا ہے ۱۹

(ن) ستائیسواں بند وقارِ انیسؔ میں ہے۔ متن میں دیدیا گیا ہے ۲۷

(س) ماں جگر افگار : یہ جگر افگار ۳۰

(ع) دونوں جلدوں میں ردیف مختلف ہے۔ مرثیہ میر انیسؔ میں ہے " ہے ہے" اور وقارِ انیسؔ میں ہے "بی بی"

(ف) سر پہ عمامہ رکھوں : باندھوں عمامہ ابھی ۳۵

(ص) چھ بند وقارِ انیسؔ میں زیادہ ہیں وہ ہم نے متن میں دے دیے ہیں۔ قیاس

یہ ہے کہ یہ سب کلام انیس کا ہی ہے۔

مرثیہ ۲۵

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع ۱۸۷۶ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد چہارم ۔ مطبع تیج کمار ۔ وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف) چہرہ ہے کہ : چہرہ وہ کہ ۲۲
(ب) گھر سے نکالا : گھبرا کے نکالا ۲۷
(ج) ترا کیا : تجھے کیا ۴۵
(د) مجھے : ابھی ۴۵
(ہ) ظالم : اظلم ۵۰
(و) رو رو کی : کی رو کے ۵۴

مرثیہ ۲۶

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۔ مرتبہ سید مسعود حسین رضوی ادیب کتاب نگر ۔ لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اوّل ۱۹۳۵ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

(الف) یہ مرثیہ میر انیس نے اپنے بیٹے کو کہہ کر دیا تھا
(ب) ذرّوں کو : ذرّے کو ۲
(ج) جس کے : جن کے ۵
(د) معجزہ گر نہ اسے کہیے : معجزہ گر اسے کہیے نہ ۶
(ہ) سنگ ہو موم : سلک گہر ہو ۸
(و) صاف ہر رنگ سے ہو : ایک ایک حرف میں ہو ۹

(ز)	قلمِ فکر سے	: قلزمِ فکر سے	۱۰
(ح)	اس بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی ترتیب دونوں جلدوں میں بدلی ہوئی ہے۔		۱۲
(ط)	طبل بجا	: طبل بجے	۱۸
(ی)	کے برابر کوئی (ردیف)	: برابر تھا کوئی (ردیف)	۲۲
(ک)	چرخ	: عرش	۲۵
(ل)	اس بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے		۳۱
(م)	اسدِ حق	: اسد اللہ	۳۴
(ن)	میں گرجے	: کے گرجے	۳۶
(س)	سینوں پہ	: سینۂ صاف پہ	۳۹
(ع)	جنگ منظور نہ تھی ان سے	: ان سے منظور نہ تھی جنگ	۴۲
(ف)	لوٹتے رَن میں سر و جسم	: تن و سر لوٹتے ریتی پہ	۴۳
(ص)	ہوک اٹھتی تھی کبھی	: ہوک اٹھی کبھی	۴۸
(ق)	انچاس بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۴۹
(ر)	ان کا	: ان کے	۴۹
(ش)	حالی	: عالی	۵۵
(ت)	یہ کہنے لگی	: کہنے لگی یہ	۶۰
(ث)	نہ گھبرائیو اے گل اندام	: نہ گھبرائیو، تم اے گل فام	۶۳
(خ)	اب نہ یاور ہے کوئی ساتھ	: اب کوئی ساتھ نہ یاور ہے	۶۷
(ذ)	تیغیں آری ہوئیں	: تیغیں عاری ہوئیں	۷۴
(ض)	کٹ چکتے ہیں	: کٹ جاتے ہیں	۷۵
(ظ)	مل گئی جس کے گلے سے	: جس کی گردن سے وہ گزری	۷۶
(غ)	گھوڑے کو	: گھوڑے سے	۹۲
(الف-۱)	گھر گئے سبطِ نبیؐ	: چھپ گئے سبطِ نبیؐ	۹۲
(ب-۱)	آنکھ کھولی تھی	: اٹھ کے دوڑی تھی	۹۹
(ج-۱)	سر اٹھایا تو سرِ شہ کو	: منہ جو کھولا تو سرِ شہ کو	۹۹

مرثیہ ۲۷

بنیادی نسخہ : ٭ مراثی انیس - جلد اوّل ۱۹۳۵ء - مرتب نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مخطوطہ[1] - ملکیت ابنِ حیدر امروہی - نقل کیا گیا
۱۹۱۰ء

(الف) ٭ اس مرثیہ کا پہلا مطلع عام طور پر مطبوعہ مرثیے میں نہیں ملتا ہے۔ مراثی انیس میں بھی نہیں ہے لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کا پہلا مطلع مندرجہ ذیل ہے، جو مخطوطہ میں موجود ہے ؎

واحسرتا کہ عہدِ جوانی گزر گیا ہنگامِ قوتِ ہمہ دانی گزر گیا
وہ زور و شورِ سحر بیانی گزر گیا اب کیا علاج فرق سے پانی گزر گیا
پھر لاہے باغ بزم میں شیعہ بہم نہیں
افسوس مجلسیں تو وہی ہیں پہ ہم نہیں

(ب) بھائی نہ وہ رفیق نہ وہ نورِ عین تھے دو بہنیں رونے والیاں تھیں اک حسینؑ تھے
بھائی تھے نہ رفیق نہ وہ نورِ عین تھے رانڈیں کئی تھیں اور اکیلے حسینؑ تھے

(ج)	خادم ہے واں کوئی	: خادم وہاں کوئی تھا	۲
(د)	جان سے	: زیست سے	۵
(ہ)	سے	: یہ	۶
(و)	خوب	: موت	۶
(ز)	آٹھویں بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے		۸
(ح)	اتنا نہیں جو گرتے ہوئے کو سنبھال لے	: اتنا کوئی نہیں کہ جو گردن سنبھال لے	۸

---

[1] یہ مخطوطہ نقل ہے اس مرثیہ کی جو لکھنو میں ۲ ماہِ شعبان ۱۲۹۲ھ میں سید عابد علی رضوی کے اہتمام میں مطبع حسینی اثنا عشری میں طبع ہوا تھا۔ میر انیس کی وفات کے ۳ ماہ سات دن بعد ان کے بیٹے میر نفیس نے اس مرثیہ کے ابتدائی بند بارہ مجلس میں پڑھے تھے۔ یہ اطلاعات اور مخطوطہ جناب نائب حسین نقوی سے حاصل ہوا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(ط) بیٹھے ہوئے ہیں سب صفِ ماتم پہ کھولے بال : ماتم کی صف پہ پیٹتی ہیں کھولے سر کے بال ۹

(ی) کہے : ملے ۱۰

(ک) ہماری ہی : تمہاری بھی ۱۱

(ل) ایک بند مخطوطہ میں زائد ہے

(م) ہے اس کی ذات راحم و غفار و پردہ دار : رزاق و مہربان و خطاپوش و پردہ دار ۱۴

(ن) سب کی : سبھوں کی ۱۴

(س) طفلِ یتیم : نے یتیم ۱۴

(ع) ان : اُس ۱۵

(ف) بھائی بھانجے : بھ ئی سامنے ۱۵

(ص) وہ قید میں : نے قید میں ۱۵

(ق) بولی : بولیں ۱۷

(ر) اے جانِ فاطمہؑ خلفِ شیرِ ذوالجلال : اے فاطمہؑ کے لختِ جگر اے علی کے لال ۱۷

(ش) فرمایئے تو : دیجیے رضا تو ۱۷

(ت) حلالِ مشکلات : مشکل کشا کے لال ۱۸

(ث) ناگوار ہے صاحب : کاٹتا ہے جگر کو ۱۹

(خ) بازو پہ : پاؤں پہ ۲۲

(ذ) حیدر کا : زہرا کا ۲۳

(ض) مولائے : آقائے ۲۷

(ظ) زلف سے شب کی : زلف کی شب سے ۲۸

(غ) ابرو ہے یا کھنچی ہوئی : ابرو ہیں یا کھنچے ہوئے ۳۰

(الف - ۱) خود : لو ۳۲

(ب - ۱) کوثر کی : کوثر بھی ۳۲

(ج - ۱) تیر : مست ۳۳

(د - ۱) ہے ذرہ نواز زہد نما صاحبِ امتیاز : آہو فریب و عشوہ دفرشِ کرشمہ ساز ۳۴

(ہ - ۱) ہے یہ عرق : یہ ہے عرق ۳۸

(د-۱) یہاں ایک بند مخطوطہ میں زائد ہے

۴۱ (ز-۱) یہ ذہن : وہ ذہن

۴۲ (ح-۱) یہ بند مراثی انیس میں ہے مخطوطہ میں نہیں ہے

۴۵ (ک-۱) چیر کر شب بلدا : چھوڑ کر شب تیرہ

۴۶ (ل-۱) ہیں : ہے

۴۷ (م-۱) افلاک گر پڑے نہ : نہ آسماں گیا نہ

۴۸ (ن-۱) سے : کی

۵۲ (س-۱) بلبلِ اشتیاق ہیں گل : یا بلبلِ ریاضِ شجاعت

۵۶ (ع-۱) پلنگ : نہنگ

۵۹ (ف-۱) دریا : بہیّا

(ص-۱) ۶۸ بند مخطوطہ میں ساٹھواں بند ہے

(ق-۱) ۶۶، ۶۸، ۶۹ بند مخطوطہ میں پہلے ہیں۔ مراثی انیس میں بعد میں

۷۱ (ر-۱) کیا مدح ہو حسینؑ کی جنگ و جلال کی : اللہ رے جنگ مصحفِ ناطق کے لال کی

۷۳ (ش-۱) سیر اس کی : سب اس کو

۷۳ (ت-۱) تھے (ردیف) : ہیں (ردیف)

۷۶ (ث-۱) فلک : تک

۷۷ (خ-۱) لگام : لجام

۷۷ (ذ-۱) سرخ فام : لالہ فام

۸۲ (ض-۱) پہنچے : پائے

۸۳ (ظ-۱) جس کے مقابل نہ ہے : جس کے مقابل ہو نہ

۸۵ (غ-۱) ہیں نشان : تھیں، علم

۸۷ (الف-۲) ۸۷ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

۸۷ (ب-۲) خوف : ضرب

۸۸ (ت-۲) خیف : خوف

۹۲ (ث-۲) دمک : چمک

(ہ - ۲)	عزا	:	غذا	۹۳
(و - ۲)	تھا	:	ہے	۹۷
(ز - ۲)	تھے	:	ہیں	۹۹
(ح - ۲)	ادا	:	عیاں	۱۰۰
(ل - ۲)	تھی (قافیہ)	:	ہے (قافیہ)	۱۰۲
(م - ۲)	امن کی چادر	:	چادریں اپنی	۱۰۳
(ن - ۲)	زور میں مرحب قوی ہیں دیو	:	زور میں عنتر جفا میں دیو	۱۰۵
(س - ۲)	بتاتا ہے تو	:	بتادی انھیں	۱۰۷
(ع - ۲)	؎ تنہا نہ کوئی بھائی ہے جس کا نہ اب حبیب تنہا نہ دوست کوئی، نہ ہمدرد نے حبیب			۱۰۸
(ف - ۲)	اگر ہے تجھے	:	تجھے ہو اگر	۱۱۰
(ص - ۲)	فخریہ شعر پڑھ کے	:	پڑھ کے رجز کے شعر	۱۱۳
(ق - ۲)	۱۱۴ بند کا دوسرا مصرعہ مخطوطہ میں درج نہیں ہے			۱۱۴
(ر - ۲)	پائے مور	:	مثلِ مور	۱۱۵
(ش - ۲)	چپ رہ	:	خاموش	۱۱۶
(ت - ۲)	دارِ فنا	:	دارِ غرور	۱۱۸
(ث - ۲)	۱۱۸ کا تیسرا مصرعہ مخطوطہ میں آدھا درج ہے			۱۱۸
(خ - ۲)	مخطوطہ میں ۱۱۹ بند کا پہلا مصرعہ نہیں ہے			۱۱۹
(ذ - ۲)	آئی	:	پلٹی	۱۲۱
(ض - ۲)	قطع	:	طرح	۱۲۲
(ظ - ۲)	سناں بھی دو پارہ تھی	:	سناں پارہ پارہ تھی	۱۲۳
(غ - ۲)	آپ نے	:	آہنی	۱۲۵
(الف - ۳)	صفدری	:	بگدھری	۱۲۸
(ب - ۳)	یوں کوند کوند کر	:	یوں تیغ کوند کر	۱۳۰
(ج - ۳)	جوار	:	رواق	۱۳۲

(د-۳)	ناصر کہاں	: یاور کہاں	۱۳۳
(ڈ-۳)	اڑا کے	: بڑھ کے	۱۳۵
(و-۳)	اڑ گئے	: ہو گئے	۱۳۵
(ز-۳)	آئی	: ٹوٹی	۱۳۶
(ح-۳)	بڑھی	: پھری	۱۳۶
(ط-۳)	لال	: سُرخ	۱۳۷
(ی-۳)	آری تھی	: عاری تھی	۱۴۰
(ک-۳)	سے گھوڑے کے پاؤں کٹ گئے مثلِ خیارِ تر	: گھوڑے کے چاروں پاؤں قلم تھے عدو کا سر	۱۴۴
(ل-۳)	گھوڑے سے گرتا ہے	: گرتا ہے گھوڑے سے	۱۴۷
(م-۳)	ہاتھوں کو	: بازو کو	۱۴۸
(ن-۳)	کیا با فضا	: گو با فضا	۱۵۰
(س-۳)	۱۵۱ بند میں تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۱۵۱
(ع-۳)	پسرِ سعد	: عمر سعد	۱۵۲
(ف-۳)	تنہا	: بے کس	۱۵۲
(ص-۳)	۱۵۶ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۱۵۶
(ق-۳)	۱۵۹ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے		۱۵۹
(ر-۳)	۱۶۰ میں پانچوں چھٹے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۱۶۰
(ش-۳)	رحم مری بے کسی پہ کھاؤ	: رحم کرو لاشِ گرو بتاؤ	۱۶۳
(ت-۳)	آفت نصیب	: بے نصیب	۱۶۵
(ث-۳)	گھر لٹا دیا	: لٹ گئے	۱۶۶
(خ-۳)	پانچویں اور چوتھے مصرعہ کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۱۶۸

فرہنگ

مرثیہ نمبر ۱
دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے

۱- کہربا ایک زرد رنگ کا پتھر جو گھاس کو اپنی طرف اس طرح کھینچتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو۔

۲- رُوکش فضائے ارم - جس پر جنت کی وادی کو رشک آئے۔

۳- تتقِ نُور روشنی کا کھمبا

۴- پرتو فگن ہوا جو رُخِ قبلہ انام

اس بند میں امام حسین کے چہرۂ مبارک کے نُور کے پرتو کا ذکر کر کے کربلا کی زمین کی بزرگی اور شان کو طرح طرح سے بیان کیا گیا ہے۔

۵- خاکِ شفا - کربلا کی مٹی کو خاکِ شفا کہتے ہیں۔ اس پر شیعہ حضرات سجدہ کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ اس کی چٹکی چٹانے سے مریض کو صحت ہو جاتی ہے۔

۶- سارے نہال، فیضِ قدم سے ہوئے نہال۔

اس مصرعے میں ایک جگہ نہال کے معنی درخت کے ہیں اور دوسری جگہ خوشی سے باغ باغ ہو جانے کے ہیں۔

۷- شجرِ طور - طور پہاڑ کا درخت۔ طور وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسے کو خدا کے نُور کی تجلّی نظر آئی تھی اور طور کے سب درخت اور خود پہاڑ جل کر خاک سیاہ ہو گئے تھے۔

۸- چودہ طبق - یعنی ساری کائنات (۶)

۹- مبتذل - گھٹیا - کم درجہ (۸)

۱۰ - ریشِ مخضب - خضاب لگی ہوئی داڑھی (۹)

۱۱ - پیدا ہیں صاف معنیِ واللیل و والقمر (۹)

یعنی امام حسینؑ کی خضاب لگی داڑھی اور رخ روشن واللیل و والقمر کا یعنی روشنی اور تاریکی کا منظر پیش کر رہے تھے۔

۱۲ - دُرج - ڈبیا (۱۰)

۱۳ - شمعِ حریم لم یزلی تھا گلوئے شاہ

امام حسینؑ کی گردن (گلو) کو خانۂ کعبہ کی شمع سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۴ - محمدؐ کی بوسہ گاہ - جناب رسولؐ اللہ فرطِ محبت میں امام حسینؑ کے گلے کے بوسے لیتے تھے۔ (۱۱)

۱۵ - حصیر - بوریا - چٹائی (۱۳)

۱۶ - نُہ فلک سے - نویں آسمان سے (۱۳)

۱۷ - جبریل تہ کیے ہوئے تھے زانوئے ادب (۱۴)

یعنی حضرتِ جبریل جیسا جلیل القدر فرشتہ جناب رسالتؐ مآب کے سامنے شاگرد کی طرح بیٹھا تھا۔

۱۸ - بلال و قنبر - رسولؐ اللہ کے دو غلاموں کے نام - حضرت بلال موذنِ اوّل ہیں (۱۴)

۱۹ - گیسو تھے وہ مفسر واللیل اذا سجا (۱۵)

ایسے گیسو جو سورۂ واللیل کی تفسیر تھے

۲۰ - والشمس و والضحیٰ - کلام پاک کی ایک سورت - صبح کے اجالے اور سورج کی قسم (۱۵)

۲۱ - ہیکل - یہاں مطلب بازو بند سے ہے (۱۸)

۲۲ - بیت الشرف - بزرگی والا مکان - مطلب جناب فاطمہؑ کے گھر سے ہے (۲۹)

۲۳-۲۴ - ابوذر - سلمان - رسولؐ اللہ کے معزز صحابی (۳۷)

۲۵ - الماس - ہیرا (۵۱)

۲۶ - زمردی - زمرد جیسا - سبز (۵۱)

۲۷ - الغیاث - فریاد ہے (۵۴)

۲۸ - مجتبیٰ - امام حسنؑ کا لقب ہے (۵۷)

۲۹ - مالک الرقاب - حفاظت کرنے والا آقا یعنی خدائے تعالیٰ (۶۴)

۳۰۔ مستجاب ۔ قابلِ قبول (۶۴)

۳۱۔ روح الامین۔ حضرت جبریل کا لقب (۶۵)

۳۱۔ خورد سال کم سن (۶۶)

۳۲۔ مخبرِ صادق سچی خبر دینے والا۔ حضرت رسولؐ اللہ کا لقب (۶۷)

مرثیہ نمبر ۲

کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا

۱۔ جینے کے ہیں لالے۔ جان کی پڑی ہے۔ زندگی سے ناامیدی ہے۔ (۱۶)

۲۔ سبزے کا نکلنا۔ داڑھی مونچھ نکلنے کی ابتدا (۲۹)

۳۔ خط بھرنا۔ داڑھی کا اچھی طرح نکل آنا (۲۹)

۴۔ میں غیر ہوں اس گھر میں مرا کوئی نہیں ہے (۳۵)

حضرت شہر بانو ایران کی شاہزادی تھیں جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں بندی میں آئی تھیں اور حضرت علیؑ نے ان کو آزاد کرا کے امام حسینؑ سے شادی کر دی تھی۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ ستّار۔ خدا کے اسمائے حسنہ میں سے ایک (۳۸)

۶۔ سیدِ سجّاد۔ چوتھے امام۔ امام حسینؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے (۴۲)

۷۔ کبرا، صغرا، سکینہؑ۔ امام حسینؑ کی صاحبزادیوں کے نام (۴۳)

۸۔ اس باغ میں بے زر ہے کوئی اور کوئی زردار (۴۵)

اس بند میں دنیا کو باغ کہہ کر اس کی مناسبت سے بہت سے الفاظ مثلاً نرگسِ بیمار، سروِ آزاد، قمری، گُل، خار، شبنم وغیرہ کو بڑی خوبی سے نظم کیا گیا اور دنیا کی حالت، بے ثباتی عروج و زوال کو بڑے کمال اور پُر اثر انداز میں دکھایا ہے۔

۹۔ ۴۶-۴۷-۴۸-۴۹۔ بند میں دنیا کی بے ثباتی اور زمانے کے تغیر کو طرح طرح کی تشبیہوں، استعاروں اور مثالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ (۴۶-۴۹)

۱۰۔ منکرین۔ منکر۔ نکیر۔ دو فرشتے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ مرنے والے (۴۹)

سے قبر میں سوال جواب کریں گے

۱۱۔ ازدواج و اطفال۔ میاں، بیوی، بچے (۵۰)

۱۲۔ دل بند کلیجے کا ٹکڑا، اولاد (۵۱)

۱۳۔ مخدومہ کونین کی جائی۔ حضرت زینبؑ، مخدومہ کونین جناب فاطمہؑ کا لقب ہے۔

۱۴۔ عموّ۔ چچا۔ یہاں مراد امام حسنؑ سے ہے۔ (۵۳)

۱۵۔ وادیِ ایمن بہشت کی وادی۔ وادیِ طور کو بھی کہتے ہیں۔ (۵۶)

۱۶۔ شیریں سخن و گل بدن و غنچہ دہن ہیں (۵۶)

امام حسینؑ کی زبان سے اپنے لاڈلے بیٹے کی خوبیاں بڑے درد کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ وہ میٹھی زبان والا، پھول جیسے جسم اور کلی جیسے دہن والا نوجوان ہے۔

۱۷۔ صاحبِ لولاک۔ جناب رسول اللہؐ کا لقب (۵۷)

۱۸۔ اعجاز، مسیحا کے نظر آئیں گے تجھ سے۔ (۵۷)

۱۹۔ امام حسینؑ کربلا کی خاک سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ جب ہم صورتِ رسول (علی اکبرؑ) کو تو اپنے دامن میں لے گی تو تجھ سے کیا کیا معجزے ظہور پذیر نہ ہوں گے۔

۱۹۔ دُرِ یتیمیں۔ نہایت قیمتی موتی (۵۸)

۲۰۔ خاتم کے سلیماںؑ کا نگیں تجھ کو ملا ہے (۵۸)

یعنی یہ حضرت سلیمانؑ کی بے بہا مہر کا نگینہ ہے جو تیری خاک میں پنہاں ہوگا۔

۲۱۔ زہے طالعِ بیدار۔ میری قسمت چمک اٹھی، کیا خوب تقدیر ہے۔ (۵۹)

۲۲۔ قعرِ جہنم ۔ دوزخ کی تہ۔ سب سے نچلا طبقہ، بدترین حصہ (۶۳)

۲۳۔ قارون ۔ قدیم زمانے میں ایک بہت مالدار شخص تھا۔ کلامِ پاک میں ہے اس کے خزانے کی چابیاں ایک پوری جماعت اُٹھاتی تھی۔ لیکن وہ نہایت خسیس تھا، گھمنڈی تھا، خدا نے اُسے

سزا دی اور وہ اپنی ساری دولت سمیت زمین میں دھنس گیا۔

۲۴۔ ۶۹ بند سے ۷۵ بند تک میر انیسؔ نے امام حسینؑ کے حُسن و شان کی مدح سرائی سر سے لے کر قدم تک بڑی صناعی اور خوبی کے ساتھ کی ہے۔ الفاظ کی شوکت، بندش اور مبالغہ لکھنوی شاعری کے انداز کا ہے لیکن اس میں بھی یہ کمال ہے کہ حسینؑ کا وقار اور اعلےٰ مقام مجروح ہونے نہیں پاتا۔ (۶۹-۷۵)

۲۵۔ غاشیہ برداری۔ خدمت کرنا (۶۷)

۲۶۔ تگ و دَو۔ دوڑ دھوپ، کوشش (۶۸)

۲۷۔ اَب وجد۔ باپ دادا۔ بزرگ (۶۹)

۲۸۔ گلِ سَر سَبد۔ بہترین پھول (پھولوں کی ٹوکری کا بہترین پھول) (۸۲)

۲۹۔ مرگِ مفاجات۔ اچانک موت کسی حادثے سے ختم ہوجانا۔ (۸۵)

۳۰۔ دُرّہ۔ پہاڑ۔ کوہ (۸۸)

۳۱۔ سَروَر۔ سردار۔ مطلب امام حسینؑ (۹۰)

۳۲۔ شمشیرِ سرانداز۔ سر کاٹنے والی تلوار (۹۱)

۳۳۔ قدر انداز۔ ماہرِ تیرانداز (جس کا نشانہ خطا نہ کرے) (۹۱)

۳۴۔ خانہ برانداز۔ گھر برباد کرنے والا، تباہ کرنے والا (۹۱)

۳۵۔ در انداز۔ چغل خور، لڑائی کرانے والا (۹۱)

۳۶۔ سوفار۔ تیر کی نوک (۹۳)

۳۷۔ چورنگ۔ کاٹ دینا۔ چار ٹکڑے کردینا (۹۴)

۳۸۔ خفّاش۔ چمگادڑ۔ شپرہ (۹۵)

۳۹۔ دد و دام۔ درندوں کا جال۔ وحشی جانوروں کو پھانسنے کے لیے پھندا۔ (۹۶)

۴۰۔ صمصام۔ تلوار (۹۶)

۴۱۔ مشوش۔ فکر مند، تشویش میں ہونا۔ (۹۷)

۴۲۔ آہنگ۔ لَے۔ یہاں مطلب کوشش سے ہے۔ (۱۰۲)

۴۳۔ تیرِ سہ شعبہ۔ تین پھل والا تیر (۱۱۸)

مرثیہ نمبر ۳

جب رن میں سر بلند علیؑ کا علم ہوا

۱۔ چرخِ زبرجدی۔ سبزی مائل آسمان، نیلا آسمان۔ (۱)

۲۔ فوق۔ بلندی، لفظی معنی برتر ہونا۔ (۳)

۳۔ تحت۔ پستی (نیچے) (۳)

۴۔ ہفتہ دوست۔ وقتی دوست (۶)

۵۔ ماہِ کنعاں۔ کنعاں کا چاند۔ مراد حضرت یوسف سے ہوتی ہے (۹)

۶۔ زشت۔ بدنما، بھونڈا (۹)

۷۔ خدیوِ عجم۔ ایران کا بادشاہ (۱۴)

۸۔ خسروِ عرب۔ عرب کا بادشاہ (۱۴)

۹۔ کیواں خدم۔ جس کے خادم ساتوں آسمان ہوں (۱۶)

۱۰۔ ہدف۔ نشانہ (۲۴)

۱۱۔ خروش۔ شور۔ یہاں مطلب دُہائی سے ہے (۳۳)

۱۲۔ حبیب ابنِ مظاہر۔ امام حسینؑ کے جاں نثار دوست جو کربلا میں آپ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (۳۴)

۱۳۔ زہیر قین۔ امام حسینؑ کے جان نثار ساتھی۔ آپ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔ (۳۶)

۱۴۔ عقیل۔ حضرت علیؑ کے بھائی، جن کے بیٹے مُسلم امام حسینؑ کے سفیر تھے۔ کوفہ میں شہید کیے گئے اور دو بیٹے کوفے میں شہید ہوئے دو نے امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔ (۳۸)

۱۵۔ برادرانِ علم بردار۔ حضرت عباسؑ کے بھائی، حضرت علیؑ کے بیٹے (۳۹)

۱۶۔ پچاسوا بند روحِ انیس میں نہیں ہے

۱۷۔ پیک۔ قاصد (۵۷)

۱۸۔ ناموسِ شاہ۔ امام حسینؑ کے خاندان کی عورتیں (۵۷)

۱۹۔ رویئں تن۔ بہت بہادر شخص (۶۰)

۲۰۔ بازو کے ہاتھ سے۔ مطلب بھائی سے ہے۔ بھائی کو قوتِ بازو کہا جاتا ہے۔ (۶۹)

۲۱۔ حضرت۔ مراد امام حسینؑ (۷۱)

۲۲۔ خیر النسار۔ عورتوں میں سب سے نیک۔ جناب فاطمہؑ کا لقب۔ (۷۵)

۲۳۔ سیّد البشر۔ انسانوں میں سب سے بڑا، جناب رسالت مآب کا لقب ہے۔ (۸۱)

۲۴۔ پا تراب ہے۔ (سفر کی تیاری) مطلب ہے کہ میرا وقت بھی اب قریب ہے۔ (۹۰)

۲۵۔ بسمندِ براق سیر۔ آسمانی گھوڑے کا نام، جس پر سوار ہو کر شبِ معراج رسول اللہؐ عرش پر تشریف لے گئے تھے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ گھوڑا بھی ایسا ہی تیز رفتار ہے۔ (۹۳)

۲۶۔ رَن میں سپاہِ شر اُسے روکے تو یہ بخیر
مطلب یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں دشمن کی فوج کا اُسے روکنا ممکن نہیں۔ (۹۳)

۲۷۔ پاکھر۔ گھوڑے کی زرہ، آہنی پوشاک، جو لڑائی کے وقت گھوڑے یا ہاتھی کو پہنائی جاتی تھی۔ (۹۴)

۲۸۔ چپ و راس و پیش و پس۔ بائیں، دائیں، سامنے، پیچھے (۹۸)

۲۹۔ سواں اور ایک سو ایک واں بند نول کشور کے مطبوعہ مرثیے میں نہیں ہے۔

۳۰۔ مثلِ شہ قلعہ گیر۔ حضرت علیؓ کی طرح، وہ ہمیشہ قلعے فتح کرتے تھے۔ (۱۰۵)

۳۱۔ مثلِ جنابِ امیر آئے۔ یہاں حضرتِ عباسؓ بن علیؑ کو حضرت علیؑ کا نمونہ کہا گیا ہے۔ جناب امیر حضرت علیؓ کو کہا جاتا ہے۔ (۱۰۵)

۳۲۔ رَفرَف۔ اس سواری کا نام جس پر جناب رسولِ خدا شبِ معراج خدا کی بارگاہ تک تشریف لے گئے تھے۔ (۱۰۷)

۳۳۔ امیرِ عرب۔ حضرت علیؓ (۱۱۰)

۳۴۔ تیغ دُو دستی۔ ایسی تلوار جو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چلائی جائے۔ (۱۱۱)

۳۵ ۱۱۸ سے ۱۲۵ تک کے بند جو روحِ انیس میں ہیں۔ مرثیۂ انیس منشی نول کشور میں نہیں ہیں۔

۳۶۔ جان۔ مطلب جن سے ہے (۱۲۱)

۳۷۔ دِیت۔ خون بہا، وہ معاوضہ جو کسی کی جان کے بدلے میں اس کے ورثا کو (۱۲۳)

دیا جاسکتا ہے۔

۳۸۔ بیرقیں۔ جھنڈے (۱۲۴)

۳۹۔ بوڑی۔ برچھی یا نیزے کا پھل (۱۲۶)

۴۰۔ شہ آسماں اساس۔ ایسا بادشاہ جس کا درجہ آسمان کی طرح بلند ہوں۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۱۳۳)

۴۱۔ عبد۔ خادم، ملازم، غلام (۱۵۳)

۴۲۔ ۱۶۳ کے بعد کا بند روحِ انیسؔ میں نہیں ہے اس کی جگہ دوسرا بند ہے۔

۴۳۔ ۱۶۶ اور ۱۶۷ بند نول کشور کے مطبوعہ مرثیوں میں نہیں ہے۔

مرثیہ نمبر ۴

حضرت سے جب برادرِ خوشخو جدا ہوا

۱۔ دریا نوال۔ دریا کی طرح فیاض، بخشش و کرم والا (۹)

۲۔ چلّے چڑھانا۔ تیر کو کمان پر چڑھانا (۱۲)

۳۔ جیسے ثمر پہ تاب جہاں تاب آفتاب

جس طرح کسی پھل پر آفتاب کی چمک دار روشنی پڑتی ہے۔ (۲۷)

۴۔ امرِ صعب۔ دشوار کام (۳۱)

۵۔ بتول۔ جناب فاطمہ کا نام (۳۶)

۶۔ گیسوئے عنبر شمیم۔ ایسے بال جن سے عنبر کی سی خوشبو آئے۔ (۳۸)

۷۔ ہزبر۔ شیرِ ببر (۴۲)

۸۔ زہرا آب ہونا۔ پتہ پانی ہوجانا، انتہائی خوف زدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ (۴۲)

۹۔ نہ برق میں یہ شرق۔ بجلی میں بھی یہ چمک نہ تھی۔ (۴۵)

۱۰۔ فلک نورد۔ آسمان کی دوڑ لگانے والا (۴۶)

۱۱۔ سحاب۔ بادل (۴۶)

۱۲۔ کاوا۔ گھوڑے کا گول چکّر (۴۹)

۱۳۔ پیلپا۔ (اسے فیل پا بھی کہتے ہیں۔) ایک بیماری جس سے پیر ہاتھی کے (۵۴)

پیروں کی طرح موٹے ہوجاتے ہیں۔

۱۴۔ کاسہ سر۔ کھوپڑی (۵۵)

۱۵۔ شپرک۔ چمگادڑ (۶۳)

۱۶۔ بہیا۔ باڑھ۔ سیلاب (۶۶)

۱۷۔ ڈونگرا۔ بہت زور کی بارش (۶۷)

۱۸۔ مرز و بوم۔ وطن مطلب زمین (۷۱)

۱۹۔ گویا تھا اک قرابہ معکوس پرُ شراب (۷۳)

۲۰۔ دست تعدی پسند۔ ظلم یا سختی پسند کرنے والا ہاتھ (۷۴)

۲۱۔ کذّاب۔ جھوٹا، دروغ گو (۷۷)

۲۲۔ عمرا ابنِ عبدوُد۔ ایک مشہور بہادر پہلوان جس کو حضرت علیؑ نے شکست دے کر قتل کیا تھا۔ (۷۸)

۲۳۔ خیارِ تر۔ گیلا، تر، کھیرا یا ککڑی (۷۹)

۲۴۔ کیاد۔ فریبی، دھوکے باز (۸۴)

۲۵۔ سیمرغ۔ کوہ قاف پر رہنے والا ایک بہت بڑا پرندہ (۸۵)

۲۶۔ مدّوجزر۔ سمندر میں آنے والا جوار بھاٹا (۸۵)

۲۷۔ کبد۔ جگر (۱۰۳)

۲۸۔ مخدومہ جہاں۔ جناب فاطمہؑ کا لقب (۱۱۳)

مرثیہ نمبر ۶

جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے

۱۔ دُرِّ نجف۔ سفید چمکدار نگینہ (بلور) جو نجف اشرف کے ایک علاقے میں پایا جاتا ہے۔ (۴)

۲۔ العظمۃ اللہ۔ خدا پناہ میں رکھے۔ (۱۲)

۳۔ گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے (۱۳)

زبان اس وقت مارے شرم کے بات کرنے کے قابل نہیں ہے
یعنی کسی سے کچھ مانگنا امام حسینؑ کی شان کے خلاف تھا۔

۴۔ منت کشِ ادنےٰ ہو یہ جا گہ ہے غضب کی (۱۴)

یہ کیسی قیامت کہ اعلیٰ مرتبہ رکھنے والا ایک کم ظرف کمینے کا احسان اٹھائے

۵۔ نہرِ لبن۔ جنّت کی ایک نہر کا نام (۱۴)

۶۔ سبک سار۔ ہلکا ہونا۔ (۲۳)

۷۔ آیہ لا اسئلکم۔ قرآن پاک کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۵)

۸۔ بن کاہل۔ حرملہ بن کاہل علی اصغرؑ کا قاتل تھا (۳۰)

۹۔ ہ تفسیر تھا وہ حاشیہ روئے کتابی

امام حسینؑ کے چہرے کو قرآن پاک کی تفسیر کہا ہے۔ (۴۳)

۱۰۔ ہم رتبہ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر

یعنی اس چہرہ کا مرتبہ کلام پاک کے برابر تھا۔ (۴۴)

۱۱۔ ابرو ہے کلید درِ گنجینۂ اسرار

امام حسینؑ کی بھنوؤں کو اسرارِ غیبی کے خزانہ کی کنجی کہا گیا ہے۔ (۴۵)

۱۲۔ الو الصبار۔ آنکھوں والے، یہاں مطلب ہے اہلِ نظر (۴۵)

۱۳۔ یا شمسِ فلک، قوس کے پہلو میں عیاں ہے (۵۰)

امام حسینؑ کے کاندھے پر رکھی کمان کو قوس سے اور خود امام حسینؑ کو سورج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۴۔ تگ ودو۔ کوشش، بھاگ دوڑ۔ (۵۱)

۱۵۔ روحی بفداک۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔ (۵۳)

۱۶۔ محبوں۔ چاہنے والوں، دوستی رکھنے والوں (۵۴)

۱۷۔ کھیت پڑنا۔ جنگ ہونا۔

۱۸۔ صفینؔ وجمل۔ وہ مشہور لڑائیاں جو حضرت علیؑ نے اپنے مخالفوں سے لڑیں اور فتح پائی۔ (۵۹)

۱۹۔ ٹاپوں سے ہلتی تھی زمین۔ گھوڑے کے ٹاپوں سے زمین لرز رہی تھی۔ (۶۲)

۲۰۔ طارمِ افلاک۔ آسمان کے گنبد یعنی آسمان (۶۶)

مرثیہ نمبر ۷

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں

۱۔ کاہشِ جاں۔ جان کا ضرر، زندگی کا خطرہ۔ (۱)

۲۔ ہانی۔ حضرت مسلم کا دوست اور جان نثار۔ ان کی حمایت کے جرم میں کوفیوں نے اُسے بھی شہید کر دیا تھا۔ (۱۵)

۳۔ حالِ دِگرگوں ہونا۔ حالت خراب ہونا۔ (۳۱)

۴۔ تُعذیر۔ سزا دینا۔ (۳۲)

۵۔ محبوس۔ قید (۵۰)

۶۔ کرمِ لامتناہی۔ بے انتہا عنایت، مہربانی (۵۱)

۷۔ مسطر سی نمایاں تھیں رگیں صاف بدن کی (۵۴)
جسم کی ساری رگیں کاغذ پر کھنچی لکیروں کی طرح ظاہر ہو رہی تھیں۔

۸۔ انامل۔ انگلیوں کے سرے (۵۶)

۹۔ کاہیدہ بدن۔ دبلے، کمزور جسم (۵۷)

۱۰۔ نصیری کا خدا۔ ایک شدت پسند طبقہ، حضرت علیؓ کو معاذ اللہ، خدا مانتا تھا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۷۴)

۱۱۔ توشہ ہے توکّل کا۔ یعنی زادِ سفر میں صرف خدا پہ بھروسہ ہمارے پاس ہے۔ (۸۰)

۱۲۔ عسس۔ شہر کا محافظ، چوکیدار یا کوتوال (۹۱)

۱۳۔ نہالی۔ توشک، گدّا (۹۸)

۱۴۔ گُرگ۔ بھیڑیا (۱۰۵)

مرثیہ نمبر ۸

جب دولتِ سرور پہ زوال آ گیا رن میں

۱۔ خیلِ شہدا۔ شہیدوں کا قبیلہ (۱۸)

۲۔ واماندہ۔ مرنے والے کے پیچھے رہ جانے والے عزیز رشتے دار (۲۴)

۳۔ دودی نبض۔ ڈوبتی نبض، انتہائی کمزور نبض (۲۷)

۴۔ کبودی۔ نیلاہٹ (۲۹)

۵۔ تفتیدہ جگر۔ جس کا جگر جل رہا ہو۔ (۳۲)

۶۔ بحل کرنا۔ معاف کرنا (۴۲)

۷۔ مصحفِ داور۔ قرآن پاک (۵۲)

۸۔ حجّت نہ رہے کوئی کہ میں حجّتِ حق ہوں (۶۵)

مطلب یہ کہ کوئی دلیل یا بحث باقی نہ رہے کہ میں خود سچائی کی دلیل ہوں۔

۹۔ ان پر کسی کو نہیں تقویم ۔ ان سے بڑے مرتبہ والا کوئی نہیں ہے (۷۰)

۱۰۔ شافعِ اُمّت۔ امت کو بخشوانے والا۔ یہ لقب جناب رسالت مآبؐ کا ہے۔ یہاں انیسؔ نے امام حسینؑ کے لیے استعمال کیا ہے کہ وہ رسولؐ کے نواسے ہیں۔

۱۱۔ کرّار بہت بہادر، یہاں مراد حضرت علیؓ سے ہے۔ (۷۶)

۱۲۔ شبِ قدر دو راتوں کو شبِ قدر کہا جاتا ہے، ایک وہ شب جس میں پہلے پہل کلام پاک نازل ہوا۔ دوسری وہ شب جس میں حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج ہوئی۔ (۷۷)

۱۳۔ گھبرا کے اُدھر ثور نے ماہی کو خبر کی (۷۸)

ثور کے معنی گائے کے ہیں۔ پرانی روایت ہے کہ جس گائے کے سینگ پر زمین ٹکی ہوئی ہے وہ ایک مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۔ عنتر۔ عرب کا ایک بہادر پہلوان جس کو حضرت علیؓ نے شکست دی تھی۔ (۸۲)

۱۵۔ سلطانِ ہدا۔ روشنی وہدایت دکھانے والا بادشاہ (۸۵)

۱۶۔ دیکھو مجھے میں نفی عدد کے لیے لَا ہوں۔ (۸۹)

تلوار کے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح ''لَا'' کا حرف نفی کا کام دیتا ہے۔ اس طرح میں ہوں جو دشمن کو مٹا دینے والی ہوں۔

۱۷۔ قرطاس۔ کاغذ (۹۳)

۱۸۔ کہ ومہ۔ چھوٹا بڑا (۹۵)

(۹۶)
۱۹۔ اذا زلزلت الارض — قرآن شریف کی آیت۔

(۹۷)
۲۰۔ مفتاح طلسمات۔ طلسم کی کنجی۔ طلسم کھولنے والی

۲۱۔ ابریشم خورشید مقرض ہوا ہر بار
(۹۹)
سورج کو آبریشم سے تشبیہ دے کر کہتے ہیں کہ یہ تلوار خورشید کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہے۔

(۱۰۳)
۲۲۔ کنجشک۔ — چھوٹی چڑیا (گھریلو چڑیا)

(۱۰۹)
۲۳۔ زہ گیر۔ — تیر اندازی کا انگشتانہ

(۱۱۱)
۲۴۔ مباہات۔ — تحریف۔ تحسین

مرثیہ نمبر ۹

شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے

۱۔ عنوانِ نُہ صحیفہ اخضر حسینؑ ہے۔
(۱)
یعنی حسینؑ نو افلاک کا عنوان ہیں

۲۔ "پدر نو امام کے" — امام حسینؑ تیسرے امام ہیں اور نو امام آپ کی نسل سے ہوئے ہیں۔
(۳)

(۶)
۳۔ پیدا۔ — ظاہر

(۷)
۴۔ ثرا۔ — زمین

(۷)
۵۔ ثریا۔ — ستارہ

(۷)
۶ پر کاہ۔ — گھاس کا تنکا

(۸)
۷ تہمتن۔ — ایک مشہور بہادر پہلوان

(۹)
۸ حافظ۔ — حفاظت کرنے والا

(۹)
۹ عبور۔ — پار کرنا

(۱۰)
۱۰ شاہ باز۔ — بہت اونچائی پر رہنے والا شکاری پرندہ

(۱۱)
۱۱۔ شستہ و رفتہ۔ — منجھا ہوا، پاکیزہ۔

۱۲۔ مردمِ دیدہ۔ آنکھ کی پتلی ۱۱

۱۳۔ دارائے شرحِ مصطفوی ۔ رسولِ خُدا کے دین کی شرح کرنے والا۔ ۱۴

۱۴۔ خضرِ صراطِ دینِ مبیں۔ دینِ اسلام کے خضر یا رہبر (راستہ دکھانے والے) ۱۴

۱۵۔ باب السلام علم نبیؐ آسمان شرع نورِ سراجِ دیں شرف، خاندانِ شرع ۱۵
دریائے لطف و معدنِ بخشش جہانِ شرع منہاجِ علم، قطب افاں قہرمانِ شرع

ان شعروں میں حضرت علیؑ کے صفات اور بزرگی کا بیان ہے کہ وہ علم نبیؐ کے شہر کا دروازہ ہیں، شریعتِ اسلام کے آسمان ہیں، دینِ اسلام کے چراغ کی روشنی ہیں۔ وہ لطف کے دریا بخشش کے منبع ہیں، علم کا راستہ، سارے جہاں کے بزرگ (سردار) اور شرعِ اسلام کے وکیل ہیں۔

۱۶۔ مفضلِ احد۔ بزرگی و عظمت والا، خدا سے واحد۔ ۱۶

۱۷۔ اک مور سے ثنائے سلیماں ہو کس طرح ۱۷

یہاں شاعر نے خود کو چیونٹی سے اور حضرت امام حسینؑ کو حضرت سلیمان سے تشبیہ دی ہے کہ ایک حقیر چیونٹی سلیمان جیسے عظیم المرتبت ہستی کی کیا ثنا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

۱۸۔ روحی فداک اے قمرِ برجِ ہل اتیٰ قلبی لدیک اے گہرِ تاجِ لافتا (۲۰)
ابرِ عطا محیطِ کرم، منبعِ سخا شمعِ حریمِ حق، گُلِ گلزارِ قل کفا

سورہ ہل اتیٰ عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ کہتے ہیں میری جان آپ پر فدا ہو اے ہل اتیٰ کے برج کے چاند، میرا دل آپ پر قربان ہو اے لافتا کے تاج کے موتی (لافتا الاّ علی لاسیف الاّ ذوالفقار) اے بخشش کے ابر کرم کے سمندر، سخاوت کے سرچشمے، کعبہ کی شمع اور قل کفا کے باغ کے پھول۔

۱۹، ۲۰۔ قیصر و خاقان۔ قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہے اور خاقان چین کے بادشاہ کا۔ ۲۱

۲۱۔ جاروب فرش عرش، شرفِ زلفِ حورِ عین (۲۱)

حور کے لیے اس بزرگی والے فرش پر زلفوں سے جھاڑو دینا باعثِ شرف تھا۔

۲۲۔ شہِ گردوں مقام۔ جناب رسالت مآب۔ آپ امام حسینؑ کو بچپن میں اپنی پیٹھ پر سوار کرلیا کرتے تھے۔ (۳۲)

۲۳۔ حُلّہ بہشت جنتی لباس، روایت ہے کہ عید کے دن امام حسنؑ اور حسینؑ کے لیے بہشت سے جبرئیل لباس لے کر آئے تھے۔ اُسے حلّہ بہشت کہتے ہیں۔ (۲۵)

۲۴۔ ذبحِ عظیم۔ امام حسینؑ کی شہادت کو حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی تکمیل سمجھا جاتا ہے۔ کلام پاک میں جو آیہ ذبح عظیم آئی ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۷)

۲۵۔ مجمر ہے آفتاب تو اختر سپند ہیں۔ (۳۴)

جس برتن میں عود یا کوئی اور خوشبو جلائی جاتی ہے اُسے مجمر کہتے ہیں۔ یہاں سورج کو مجمر اور ستاروں کو اسپند کے دانوں سے تشبیہہ دی ہے۔ جو نذر اتارنے کے لیے آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔

۲۶۔ شمس الضحیٰ۔ کلام پاک کی ایک سورت جس میں چمکتے سورج کی قسم کھائی گئی ہے۔ (۳۵)

۲۷۔ وَاللیل اِذا سجیٰ۔ کلام پاک کی سورت میں رات کی قسم کھائی گئی ہے۔ (۳۵)

۲۸۔ سنبلہ۔ آسمان کا ایک برج جسے کینا راس بھی کہتے ہیں۔ (۳۶)

۲۹۔ عود، عنبر، عبیر۔ خوشبودار چیزیں جو عود دان میں جلائی جاتی ہیں اور اُن کی خوشبو دُور دُور تک پھیلتی ہے۔ (۳۷)

۳۰۔ کوکبِ آسمان۔ آسمان کے تارے (۴۲)

۳۱۔ ساعد۔ کلائی (۴۳)

۳۲۔ کفِ سیمیں۔ چاندی سی (چمکتی ہوئی) ہتھیلی (۴۳)

۳۳۔ درع پوش۔ زرہ پہنے ہوئے لوگ (۴۸)

۳۴۔ خروش۔ شور و غل، پکار، فریاد (۴۸)

۳۵۔ ۵۰ سے ۶۵ بند تک امام حسینؑ رجز میں اپنے والد علیؑ مرتضٰے کے کارنامے، اوصافِ حمیدہ اور معجزوں کا بیان کرتے ہیں۔

۳۶۔ ایہ ہل اتیٰ سورۂ دہر کی پہلی آیت، یہ حضرت علیؑ اور اہلِ بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۵۳)

۳۷۔ نصِ مباہلہ۔ قرآن شریف میں مباہلہ کے وقت جو آیت نازل ہوئی۔ (۵۴)

۳۸۔ بیرُ الاُمم۔ جنوں کا کنواں، مدینہ میں ایک کنواں اس نام سے مشہور تھا۔ روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ کی اور انکو مسلمان کیا۔ (۵۷)

۳۹۔ بَدر کیا۔ دیس نکالا دیا، باہر کیا۔ (۵۸)

۴۰۔ سورۂ والقادیات۔ کلام پاک کی ایک سورت (۶۲)

۴۱۔ ذی النصر و ذی العطا فتح پانے والا، عطا کرنے والا (۶۳)

۴۲۔ منصور وازقیاؤ بلیلاؤ ایلیا

حضرت علیؓ کے القاب (۶۳)

۴۳۔ باذل۔ جود و سخا والا، فیاض (۶۳)

۴۴۔ طیب و طاب۔ پاک، پاکیزہ۔ (۶۴)

۴۵۔ شحنۂ نجف۔ نجف کا حاکم (۶۵)

۴۶۔ مفتاحِ فتح عارفِ اسرار مَن عَرف

حضرت علیؓ کے ایک قول کی طرف اشارہ ہے جس کا مطلب ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ (۶۵)

۴۷۔ طلب گارِ عون۔ مدد کا طالب (۶۵)

۴۸۔ مشعر، رکن، مقام۔ خانۂ کعبہ کے اہم مقامات کے نام (۶۷)

۴۹۔ عرفات و منیٰ۔ وہ مقامات جن کی زیارت کرنے اور وہاں عبادت کرنے کے بعد حج مکمل ہوتا ہے۔ (۶۷)

۵۰۔ بضعۃ الرسول۔ رسولِ اللہ کے جگر کا ٹکڑا، مطلب جناب فاطمہؓ سے ہے۔ (۶۹)

۵۱۔ مرضیہ، رضیہ، صدیقہ، بتول۔ حضرت فاطمہؓ کے لقب (۶۹)

۵۲۔ برہانِ قاطع۔ قطعی دلیل، وہ حجت جسے کوئی قطع نہ کر سکے (۷۳)

۵۳۔ غریوِ کوس۔ نقارہ کا شور (۷۵)

خدیوِ فلک بارگاہ۔ مراد امام حسینؓ سے ہے (۷۸)

کنشت۔ آتش کدہ۔ (۸۱)

۵۶۔ بادِ کبر۔ غرور میں چور (۸۶)

۵۷۔ کرتی تھی نفی نفی صداوہ تہ فلک

یعنی وہ (تلوار) آسمان کے نیچے جس چیز پر بھی پڑتی تھی اُسے معدوم کر دیتی تھی۔ (۸۹)

۵۸۔ عالم سے کفر کافِ کو اس نے کیا تھا فک

اس نے کفر میں جو کاف ہے اس کو مٹایا تھا، مطلب یہ کہ کفر کا خاتمہ کر دیا تھا۔ (۸۹)

۵۹۔ پے تھے قدم گریز کے۔ بھاگنے کی راہ نہ تھی (۹۳)

۶۰۔ خشوع و خضوع۔ خدا کی عبادت میں انتہائی انہماک (۹۴)

۶۱۔ شطِ خوں۔ لہو کی نہر (۹۸)

۶۲۔ خجستہ فر۔ مبارک، شان والا (۹۸)

۶۳۔ گیتی نوردو برق تگ و آسماں سفر (۱۰۶)

یعنی (وہ تلوار) دنیا میں گھومنے والی، بجلی کی سی تیزی رکھنے والی اور آسمان تک سفر کرنے والی تھی۔

۶۴۔ شمعِ دودمانِ علی۔ یعنی امام حسینؓ (۱۱۱)

۶۵۔ خیارِ تر۔ گیلا کھیرا یا ککڑی (۱۱۲)

۶۶۔ اشکال ہوگیا۔ مشکل ہو گیا (۱۱۳)

۶۷۔ قرعہ رمال۔ نجومی کا قرعہ یا پانسہ (۱۱۳)

۶۸۔ جیب۔ گریباں (۱۳۱)

۶۹۔ سی پارہ۔ تیس ٹکڑے، اس میں یہ تلمیح ہے کہ کلام پاک کے تیس پارے (۱۳۲)

بھی سی پارے کہلاتے ہیں۔ اگلے مصرع میں اس کی تشریح یوں

کرتے ہیں کہ ؎

پُرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا   امام حُسین کو قرآنِ پاک سے تشبیہ دی گئی ہے

۷۰۔ ماورئی   علاوہ   (۱۳۳)

۷۱۔ دمِ مصاف۔   لڑائی کے وقت   (۱۳۴)

۷۲۔ قساوتِ قلبی   انتہائی ظالم ہونا، شقی القلب ہونا   (۱۴۳)

۷۳۔ پیدا یہ تھا۔   ظاہر یہ تھا، معلوم یہ ہوتا تھا   (۱۴۵)

۷۴۔ معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا

یعنی جس طرح عنقا اور کیمیا کا محض نام ہے وہ خود نایاب ہے   (۱۵۰)

اسی طرح وہ بھی نایاب تھا۔

مرثیہ نمبر ۱۰

جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہوا

۱۔ سِرِّ خفی   چھپے ہوئے راز   (۱۳)

۲۔ جَلی   ظاہر   (۱۳)

۳۔ حقِ زہرا سند کرو۔   روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کا عقد حضرت علیؑ   (۱۴)

سے ہوا تو پروردگارِ عالم نے ساری دنیا کا پانی ان کے مہر میں

دے دیا۔

۴۔ عرصۂ قتال   جنگ کا میدان   (۱۵)

۵۔ سِرّ و علن   پوشیدہ و ظاہر   (۱۶)

۶۔ بنی اسد   عراق کا زراعت پیشہ قبیلہ جن سے امام حسینؑ نے کربلا کی   (۲۶)

زمین خریدی تھی۔

۷۔ اَینَ اَبی   کہاں ہے میرا باپ۔   (۳۰)

۸۔ مُکھڑا   پیار میں عورتیں بچوں کے چہرہ کو کہتی ہیں   (۳۶)

۹۔ بستی اجڑ کے تخت اجڑنے کا طور ہے

اولاد کے مرنے کے بعد اب بیوہ ہونے کا اندیشہ ہے۔   (۴۱)

۱۰۔ اعمیٰ۔ اندھا (۴۶)

۱۱۔ ۴۶ سے ۴۹ بند تک امام حسینؑ کی عظمت و بزرگی اور شانِ قدوسیت کو مختلف عناصر ارضی و سماوی اور مافوق الفطرت طاقتوں کے ذریعے دکھایا ہے جو وہ زبانِ حال سے کر رہی ہیں۔

۱۲۔ قُدسی۔ آسمانی مخلوق (حور۔ فرشتے) (۴۸)

۱۳۔ آہوئے خُتن۔ خُتن ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے سیاہ ہرن بہت مشہور ہیں (۵۰)

۱۴۔ ۵۱ سے ۵۵ بند تک امام حسینؑ کے گھوڑے کی انیسؔ نے حسبِ دستور اور حسبِ عادت مبالغہ آمیز مدح کی اور زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔

۱۵۔ شکار بند۔ گھوڑے کی زین کے دونوں طرف کے تسمے (۵۲)

۱۶۔ فراست۔ یہاں گھوڑے کے معاملے میں ہر طرح کی واقفیت سے مراد ہے (۵۲)

۱۷۔ تگادر۔ تیز رفتار (۵۳)

۱۸۔ گنبدِ نیلی رواق۔ نیلا آسمان (۵۴)

۱۹۔ ۵۵ بند نظامی پریس بدایوں کی جلد میں نہیں ہے۔

۲۰۔ اٹھارہ داغ ہیں۔ امام حسینؑ کے اٹھارہ عزیز، جن میں بیٹے، بھائی، بھانجے، بھتیجے شامل تھے۔ روزِ عاشور کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

۲۱۔ شانہ۔ کنگھی (۵۸)

۲۲۔ بیت الشرف۔ بزرگی و عظمت والا گھر (۶۴)

۲۳۔ شبدیز۔ سیاہ رنگ کا اعلیٰ نسل کا گھوڑا (۶۵)

۲۴۔ مشک بیز۔ مشک کی سی خوشبو بکھیرنے والا (۶۶)

۲۵۔ برق و شرق۔ چمکنا، دمکنا۔ (۶۸)

۲۶۔ خیرالوریٰ۔ جنابِ رسولِ خدا کا لقب، سب سے نیک انسان (۷۱)

۲۷۔ معدلت پناہ۔ عدل و انصاف کرنے والا۔ (۷۲)

۲۸۔ بوتراب۔ مٹی کا مالک۔ یہ لقب جنابِ رسالت مآب نے حضرت علیؓ کو دیا تھا۔ (۷۳)

۲۹۔ قطبِ دائرہ دیں۔ وہ دائرہ جس کے گرد دین کا حلقہ گھومتا ہے۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۷۴)

۳۰۔ شاہِ اُمم۔ متوں کا بادشاہ، قبیلوں کا حاکم، مراد امام حسینؑ (۷۴)

۳۱۔ عزیٰ۔ لات۔ ہبل۔ عربوں کے بت جو قبلِ اسلام وہاں پوجے جاتے تھے۔ (۷۶)

۳۲۔ فسق و فجو۔ بہت خراب، گندے کام (۷۷)

۳۳۔ ۷۸، ۷۹ بند روحِ انیس میں نہیں ہیں۔ نظامی پریس کی جلد میں موجود ہیں۔

۳۴۔ تمازیوں۔ عربوں (۸۲)

۳۵۔ ماحضر۔ گھر میں جو کھانا موجود ہو۔ (۸۳)

۳۶۔ نوفل۔ یزیدی فوج کا ایک سردار (۸۵)

۳۷۔ جلاجل، قرنا، طبل، دف۔ جنگی باجوں کے نام (۸۶)

۳۸۔ سیمرغ۔ کوہِ قاف کا ایک قد آور پرند۔ (۹۹)

۳۹۔ پرکالے۔ ٹکڑے (۱۰۰)

۴۰۔ زہ گیر۔ انگشتانہ جو تیر انداز، حفاظت کے لیے انگوٹھے میں پہنتے ہیں۔ (۱۰۵)

۴۱۔ رستم۔ گیو۔ عرب کے مشہور پہلوان سپاہی (۱۰۵)

۴۲۔ ابلقِ ایام۔ زمانہ کا تیز رو گھوڑا (۱۰۷)

۴۳۔ چار آئینہ ایک قسم کی زرہ (۱۰۸)

۴۴۔ شمشیرِ جاں ستان و کمند و سنان و تیر بے آب، سر بریدہ و ژولیدہ و حقیر (۱۰۹)

اس شعر میں لف و نشر مرتب کی صفت ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دشمن کی تلوار بے آب، کمندیں کٹی ہوئی، سنانیں ٹیڑھی اور تیر بے کار ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ کہ امام حسینؑ کی تلوار کی زد میں آکر یزیدی فوج کے سب ہتھیار بے کار ہو گئے ہیں۔

۴۵۔ ابر سے تنک۔ ابر سے زیادہ نازک یا کمزور (۱۱۰)

۴۶۔ کلف۔ داغ (چاند کا) (۱۱۴)

۴۷۔ جنابِ امیر۔ حضرت علیؓ کا لقب (۱۱۴)

۴۸۔ اصالت۔ شریف النسب ہونا، شرافت (۱۱۵)

۴۹۔ عزّ و اعتلا۔ بلندی (۱۵)

۵۰۔ محک۔ چمک دمک (۱۶)

۵۱۔ ۱۲۲ بند میں دنیا کی بہت سی اہم اور مقدس چیزوں کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ وہ سب امام حسینؑ کی بے گناہی کی گواہ ہیں۔ آسمان ستارے، سورج، چاند، شہر، صحرا، پتھر، موتی، قطرہ، جواہرات، درخت، پھل، پھول اور پھر کعبہ شریف کے مقدس مقامات رکن، مقام، منیٰ، زمزم، حجرِ اسود کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی جن فرشتوں، انسان، حور، غلمان سب کو کہا گیا ہے کہ وہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی بے گناہی کی شاہد ہیں۔

۵۲۔ کلوخ۔ مٹی کا ڈھیلا۔ (۱۲۶)

۵۳۔ نجف عراق کا ایک شہر جہاں حضرت علیؑ کا مزار ہے (۱۲۸)

۵۴۔ راحلہ۔ سواری کا اونٹ (۱۳۰)

۵۶۔ خجستہ پے۔ مبارک قدم، نیک قدم (۱۳۱)

۵۷۔ سیبِ ذقن۔ ذقن ٹھوڑی، اس کو سیب سے تشبیہہ دی ہے۔ (۱۳۵)

۵۸۔ برگزیدہ حق۔ انسان، خدا کا پہنچا ہوا بندہ۔ (۱۳۹)

۵۹۔ ہاتف۔ عالمِ غیب سے آواز دینے والا جو دکھائی نہیں دیتا۔ (۱۴۰)

۶۰۔ مصحفِ ناطق۔ بولتا قرآن، یعنی حضرت علیؑ کی اولاد جن کی سیرت اور افعال کلامِ الٰہی کے عین مطابق ہیں۔ (۱۴۰)

۶۱۔ ضیغمِ آلہ۔ خدا کا شیر، حضرت علیؑ کا لقب۔ (۱۴۲)

۶۲۔ بضاعت۔ پونجی، سرمایہ (۱۴۲)

۶۳۔ سرنوشت۔ تقدیر (۱۴۴)

۶۴۔ عزلت نشیں۔ عابد و زاہد (۱۴۷)

۶۵۔ شکل و شمائل۔ صورت و عادت۔ (۱۴۸)

۶۶۔ جاں گسل۔ جان لیوا (۱۴۹)

۶۷۔ شربے۔ صراحیاں۔ (۱۵۳)

۶۸۔ سائل کو جس نے روٹی کے، اونٹوں کی دی قطار

اسی مصرع میں استعارہ ہے۔ ایک بار حضرت علیؑ سفر میں تھے کہ ایک سائل نے روٹی کا سوال کیا۔ آپ نے غلام قنبر سے کہا۔ اس نے کہا روٹی دستر خوان میں ہے، کہا دے دو، بولا وہ اونٹ پر ہے، فرمایا وہ دے دو، کہا اونٹ قطار میں ہے اور وہ سب اونٹوں کا رہنما ہے۔ آپ نے پوری قطار سائل کو بخش دی۔ (۱۵۴)

۶۹۔ غیر کفو۔ غیر قبیلہ یا غیر قوم یا غیر خاندان (۱۵۶)

۷۰۔ زوّار۔ کسی مقدس مقام کی زیارت کرنے والا زوّار کہلاتا ہے۔ (۱۶۲)

۷۱۔ مستہام۔ حیران، سرگشتہ۔ (۱۶۸)

مرثیہ نمبر ۱۱

جب خیمے میں رخصت کو شۂ بحر و بر آئے

۱۔ ابرو ہیں حریم حرم پاک کی محراب۔ (۳۲)

امام حسینؑ کی بھنوؤں کو خانۂ کعبہ کی محرابوں سے تشبیہ دی ہے۔

۲۔ صبح و مسا۔ صبح و شام (۳۵)

۳۔ مانند تگرگ۔ اولوں کی طرح (۳۷)

۴۔ پر چھا ہے ابھی۔ ابھی ہجوم نہیں ہے۔ لوگ کم ہیں۔

۵

مرثیہ نمبر ۱۲

نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے

۱۔ خاراشگاف۔ سخت پتھر (۱)

۲۔ تحت و فوق۔ پستی و بلندی، زمین و آسمان (۲)

۳۔ قُلزم۔ سمندر (۳)

۴۔ الحفیظ۔ خدا کی پناہ۔ خدا کا ایک نام (۴)

۵۔ چکارہ۔ ایک قسم کا نہایت نازک اور چالاک ہرن۔ (۶)

۶۔ سیاہ گوش۔ ایک درندہ، بن بلاؤ (۶)

۷۔ سعود۔ نیک، مبارک (۱۱)

۸۔ جدولِ سیاہ۔ کالا حاشیہ (۱۲)

۹۔ نیساں۔ وہ مینہہ جس کی بارش کے قطرے سے سیپی میں موتی بنتا ہے۔ (۱۸)

۱۰۔ خمسۂ نجبا۔ پانچ اشرف انسان، مطلب پنجتن سے ہے۔ (۳۲)

۱۱۔ زوج زوج۔ جوڑے جوڑے (۳۶)

۱۲۔ شورِ دار و گیر۔ پکڑو، جانے نہ دو کا شور و غل (۴۵)

۱۳۔ بھولے کلامِ حق کو بھی اے قومِ بدخصال۔

رسول اللہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم سے صرف اپنے اہلِ بیت کی محبت چاہتا ہوں۔ (۵۷)

۱۴۔ شق القمر۔ اسی معجزے کا ذکر جب رسول اللہ کی انگلی کے اشارے سے چاند آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ (۶۲)

۱۵۔ بوق ایک جنگی باجہ۔ (۶۶)

۱۶۔ ماہِ صیف۔ گرمی کا مہینہ، صیف گرمی کے موسم کو کہتے ہیں۔ (۶۸)

۱۷۔ رودبار۔ چھوٹی نہر، ندی (۶۸)

۱۸۔ اشراقی۔ افلاطون سے نسبت رکھنے والے فلسفی (۸۳)

۱۹۔ سیسر۔ کمان (۹۵)

۲۰۔ دانتوں میں خس پکڑنا۔ عاجزی کا اظہار، پرانے زمانے میں فریادی بادشاہ کے سامنے دانتوں میں تنکا دبا کر آتے تھے۔ (۱۰۲)

۲۱۔ تن پر ہزار و نہ صد و پنجاہ زخم تھے۔ (۱۱۵)

امام حسینؑ کے جسم پر ساڑھے انیس سو زخم تھے

۲۲۔ اے خاکِ پاک حرمتِ مہمان نگاہ دار

اے پاکیزہ مٹی اپنے مہمان کے احترام کا لحاظ رکھنا (۱۲۹)

۲۳۔ خاتونِ روزگار جناب فاطمہؑ سے مراد ہے۔ (۱۳۰)

مرثیہ نمبر ۱۳

جب تیغِ ید اللہ کھنچی دشتِ وغا میں

۱۔ تیغِ ید اللہ۔ ید اللہ حضرت علیؑ کا لقب ہے یعنی خدا کا ہاتھ۔ ان ہی کی تیغ سے امام حسینؑ نے کربلا میں جہاد کیا تھا۔ (۱)

۲۔ جلادِ فلک۔ مریخ (ستارہ) (۲)

۳۔ عطارد۔ ایک ستارہ۔ (۲)

۴۔ سرافیل فرشتہ، وہ قیامت میں صور پھونکے گا۔ (۳)

۵۔ سپہر مہر سورج کی ڈھال۔ یہاں سورج کو ڈھال قرار دے کر اُسے آسمان کی ڈھال قرار دیا ہے۔ (۴)

۶۔ سکانِ سمٰوات۔ آسمان کے رہنے والے فرشتے حور وغیرہ۔ (۵)

۷۔ چمنِ کن فیکون ہوتا ہے برباد (۶)

س یعنی دنیا تباہ ہوتی ہے۔ کلام پاک کی آیت ہے کہ جب خدا نے "کن فیکون" کہا، دنیا وجود میں آگئی۔

۸۔ روحِ امین۔ حضرت جبریل کا لقب (۱۰)

۹۔ نادِ علیؑ۔ حضرت علیؑ کے وسیلے سے مانگی جانے والی دعا جس کو حفظ وسلامتی کے لیے پڑھا یا لکھ کر بازو پر باندھی جاتی ہے۔ (۱۰)

۱۰۔ صفتِ کاہ۔ گھاس کے تنکے کی طرح (۱۵)

۱۱۔ سفلہ پرستی۔ کمینہ پن، کمینگی (۱۷)

۱۲۔ ۱۸ بند میں مشہور نبیوں حضرت آدم، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کو جو واقعات پیش آئے ان کی طرف اشارہ ہے جسے تلمیح کہتے ہیں۔

۱۳۔ زال۔ بوڑھی عورت (۲۰)

۱۴۔ روباہ لومڑی (۲۱)

۱۵۔ فعتبروا یا اولی الابصار کلام پاک کی آیت۔ اے آنکھوں والوں عبرت حاصل کرو۔ (۲۳)

۱۶۔ مرحلہ صعب۔ کٹھن کام۔ بہت مشکل کام۔ (۲۶)

۱۷۔ العظمۃ اللہ۔ خدا کی پناہ (۲۶)

۱۸۔ حجّت۔ دلیل، قائل کرنا۔ (۲۹)

۱۹۔ بُرّش۔ کاٹ (۳۱)

۲۰۔ لاسیف۔ کوئی تلوار نہیں اس کی مثل۔ اشارہ ہے: لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف اِلّا ذوالفقار کی طرف۔ (۳۵)

۲۱۔ دارِ عنا۔ مصیبت کی جگہ۔ (۳۵)

۲۲-۲۳۔ بدر، خندق۔ رسول اللہؐ کے زمانے کی مشہور لڑائیاں، ان میں حضرت علیؓ نے بہادری کے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ (۳۶)

صفین و جمل جنگیں جو حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ہوئیں اور آپ نے ان میں فتح حاصل کی۔ (۳۷)

عنتر و مرحب۔ عرب کے مشہور بہادر جن کو حضرت علیؓ نے زیر کیا تھا۔ (۳۷)

۲۸۔ بیر الالم۔ جنوں کا کنواں (۳۸)

۲۹۔ ہزبر احد۔ خدا کا شیر۔ (۴۲)

۳۰۔ بیرق علَم، جھنڈا، پرچم (۴۲)

۳۱۔ فتوحی۔ جاکٹ، لوہے کی جاکٹ جسے زرہ کہتے ہیں۔ (۴۷)

۳۲۔ بکتر۔ زرہ کی طرح کا جنگی لباس (۴۸)

۳۳۔ سرہنگ۔ سپہ سالار (۶۵)

۳۴۔ گُل گیر۔ ایک قسم کی قینچی، گل شمع کی بتی کے جلے دھاگے کو کہتے ہیں۔ گل گیر سے شمع کے بیچ کے دھاگے کو صفائی سے کاٹ دیا جاتا ہے تو لَو تیز ہو جاتی ہے۔ (۷۱)

مرثیہ نمبر ۱۴

جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم میں

۱۔ اس بند میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت شہر بانو ایران کے ایک بادشاہ کی بیٹی اور دوسرے کی بہن تھیں۔ (۳۱)

۲۔ خزودیبا۔ بہت قیمتی ریشمی کپڑے (۳۱)

۳۔ تازی — عربی گھوڑا (۴۴)

۴۔ کیا دیدۂ حق بیں سے کفاہت ہے ہویدا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفاہت کی جگہ کوئی اور لفظ ہوگا۔ یا انیس نے اس لفظ کے کوئی اور معنی نکالے ہوں گے۔ اس لیے کہ اس سے شعر کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ (۴۹)

۵۔ شہ خاور۔ — سورج، یہاں مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۵۰)

۶۔ خود سیفِ خدا، فاتح خیبر کا پسر ہے

علیؑ کا بیٹا تو خود خدا کی تلوار ہے (۵۷)

۷۔ ارقام۔ — رقم کرنا، لکھنا۔ (۵۸)

۸۔ کاکل۔ — زلف۔ بالوں کی لٹ۔ (۵۹)

۹۔ صاحبِ دُلدُل۔ — صاحبِ دلدل، حضرت رسولؐ کا لقب ہے۔ (۵۹)

۱۰۔ تبخالہ۔ — چھالا۔ آبلا۔ (۶۳)

۱۱۔ شیران کا ہوا قطع، کہ لی ہاتھ میں تلوار

یعنی یہ بچے دودھ چھٹنے کے ساتھ ہی ہاتھ میں تلوار اٹھا لیتے ہیں۔ (۷۴)

۱۲۔ محسن۔ — جنابِ فاطمہؑ کی جب وفات ہوئی تو ان کے شکم میں ایک بچہ تھا جس کا نام محسن کہا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے دشمنوں نے حضرت فاطمہؑ پر دروازہ گرا دیا تھا جس سے شکم میں بچہ شہید ہوگیا اور خود آپؑ کی بھی وفات ہوگئی۔ (۸۱)

۱۳۔ اجساد — جسد۔ (بدن) کی جمع (۸۶)

۱۴۔ لاف۔ — شیخی (۸۹)

مرثیہ نمبر ۱۵

اے شمعِ قلم روشنیِ طُور دکھا دے

۱۔ لمعۂ انوار۔ — نور کی چمک (۲)

۲۔ مانیؔ — مشہور مصوّر (۳)

۳۔ رضواں — بہشت کا رکھوالا فرشتہ (۴)

۴۔ عود۔ ایک خوشبو جو جلائی جاتی ہے۔ (۶)

۵۔ ضیف۔ مہمان (۵)

۶۔ ہیچ مداں۔ حقیر۔ کچھ نہ ہونا۔

۷۔ یہ راہ ہے باریک۔ مراد یہ ہے کہ یہ راستہ پل صراط کی طرح ہے جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ (۱۲)

۸۔ حبل متین۔ قرآن شریف (۲۱)

۹۔ باکی۔ بکا کرنے والا، رونے والا (۲۲)

۱۰۔ مروحہ کش۔ راحت دینے والی (ہوا) (۲۴)

۱۱۔ بن اشعب۔ یزیدی فوج کا ایک تیر انداز (۲۸)

۱۲۔ دندان بجگر۔ یہاں مراد ہے کہ سخت تکلیف میں تھے۔ (۲۹)

۱۳۔ گنجینۂ علمِ احدی۔ علمِ الٰہی کا خزانہ (۳۲)

۱۴۔ ۳۲ بند امام حسینؑ کے سینہ کو کلامِ پاک سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ (۳۲)

۱۵۔ سیدہ کون و مکاں۔ دونوں جہان کی سردار خاتون مراد جنابِ فاطمہؑ سے ہے۔ (۳۷)

۱۶۔ ۳۸ بند میں ان روایتوں کی طرف اشارہ ہے کہ بچپن میں امام حسینؑ کو حضرت رسول اللہؐ نے اپنی زبان چوسائی تھی اور جبرئیلؑ آپؑ کے جھولے کی ڈوری ہلایا کرتے تھے۔

۱۷۔ ۴۰ بند میں اس مشہور روایت کی طرف اشارہ ہے جب عید کے دن امام حسنؑ اور حسینؑ کے کپڑے بہشت سے خدا نے بھیجے تھے، اور جناب رسالت مآبؐ نواسوں کو خوش کرنے کے لیے اونٹ بنے اور ان کو اپنی پیٹھ پر سوار کیا تھا۔ (۴۰)

۱۸۔ رُوپاک۔ رُومال۔ (۴۰)

۱۹۔ ۴۲ بند میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک بار حضرت رسول اللہؐ حضرت علیؑ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے اور عصر کا وقت آ کر نکل گیا اور حضرت علیؑ کی نماز قضا ہو گئی تو سورج پلٹ آیا تھا اور پھر امام حسینؑ نے بہت کم سنی میں روزہ رکھا تو سورج جلد غروب ہو گیا۔ (۴۲)

۔ احفاد۔ خادم (۴۳)

۲۔ خالِق علاّم۔ وہ خالق جو سب کچھ جانتا ہے۔ (۴۷)

۲۲۔ کُوس۔ نقارہ۔ ڈھول (۵۷)

۲۳۔ شہنا۔ شہنائی (۵۸)

۲۴۔ گلِ سر سبد۔ باغ کا بہترین پھول (۶۰)

۲۵۔ کاسر اصنام۔ بتوں کا توڑنے والا (۶۰)

۲۶۔ ۶۱-۶۲ بند میں جناب رسول اللہؐ کے معجزوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۳)

۲۷۔ چادرِ تطہیر۔ آیہ تطہیر آلِ رسول کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۶۳)

۲۸۔ ۶۶ سے ۶۹ بند تک حضرت علیؓ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۹۔ اکملت لکُم دینکُم کلام پاک کی ایک آیت جس کا مطلب ہے آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ یہ آیت حجتہ الوداع کے بعد نازل ہوئی تھی (۶۶)

۳۱۔ انفُسنا انفسکُم ایک حدیث کی طرف اشارہ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ جو میرا نفس ہے وہ تمہارا نفس ہے یعنی میرا تمہارا نفس ایک ہے۔ (۶۷)

۳۰۔ اتممت علیکم اپنی نعمت تمہارے لیے پوری کر دی، کلام پاک کی آیت۔ (۶۸)

۳۲۔ نصِ جلی۔ جو بالکل واضح اور صاف آیت ہے۔ (۷۰)

۳۴۔ ثعبان۔ اژدہا۔ (۷۸)

۳۵۔ اذا زلزلتُ الارض کلام پاک کی آیت۔ جب زمین میں زلزلہ آجائے گا (۸۱)

۳۶۔ ضحاک۔ ایک ظالم بادشاہ کا نام (۸۴)

۳۷۔ تاجِ کیاں۔ دشاہ کا تاج (۸۵

۳۸۔ فغفور۔ چین کے بادشاہ کا لقب (۸۵)

۳۹۔ واژوں۔ اوندھا (۸۵)

۴۰۔ کاؤس۔ ایران کا مشہور بادشاہ (۸۵)

۴۱۔ قباد۔ بہت بڑا بادشاہ (۸۵)

۴۲۔ فریدوں۔ ایران کا ایک مشہور بادشاہ (۸۵)

۴۳۔ شدّاد۔ ایک شخص جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا تھا اور ایک مصنوعی جنت بنائی تھی مگر اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ مرگیا۔ (۸۶)

۴۴۔ دُنبال۔ مسخرہ۔ (۸۷)

مرثیہ نمبر ۱۶

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے

۱۔ فریضۂ سحری۔ صبح کی نماز (۱)

۲۔ شانے محاسنوں میں کیے۔ زلفوں میں کنگھی کی۔ (۴)

۳۔ مُشک ،زباد ، عطر۔ خوشبوئیں (۴)

۴۔ ساونت۔ بہت بہادر (۶)

۵۔ سبا۔ قدیم زمانے کا ایک شہر جس کی ملکہ بلقیس بعد میں حضرتِ سلیمان کی بیوی بنی۔ (۶)

۶۔ پیراہنِ یوسفی۔ حضرتِ یوسف کا کُرتا، اس کی خوشبو سے حضرت یعقوبؑ کی کھوئی ہوئی بصارت واپس آگئی تھی۔ (۷)

۷۔ عقیل۔ حضرت علیؓ کے بھائی کا نام (۱۰)

۸۔ مسلم بن عقیل۔ امام حسینؓ کے چچازاد بھائی اور سفیر۔ (۱۰)

۹۔ جعفر۔ حضرت علیؓ کے بھائی، عون و محمد کے دادا (۱۰)

۱۰۔ اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا۔ (۱۰)

امام حسینؓ کے اٹھارہ عزیزوں کو آفتاب کہا ہے اور ان کے اجتماع کو اٹھارہ سورجوں کا جھرمٹ قرار دیا ہے جو زمین پر اُتر آیا ہے۔

۱۱۔ ارنی گوئے اوجِ طور۔ حضرت موسیٰ جو طور پر جاکر ربِّ ارنی کہا کرتے تھے۔ (۱۱)

۱۲۔ وادیٔ مینو اساس۔ وادی جو بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔ (۱۱)

۱۳۔ اطلسِ زنگاریٔ فلک۔ آسمان کی نیلی اطلس، یہاں آسمان کو نیلے ریشمی اطلس سے استعارہ کیا ہے۔ (۱۲)

۱۴۔ صنعتِ ترصیع۔ عبارت میں دو ایسے جملے یا فقرے لائے جائیں کہ ایک کے الفاظ، ترتیب وار، دوسرے کے الفاظ کے ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں تو (۱۳)

اس میں ترصیع کی صفت ہوتی ہے۔ ایسی عبارت کو مرصع کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ میناکرنا۔ سونے یا چاندی کی چیزوں پر رنگین نقش و نگار بنانے کو کہتے ہیں۔ (۱۳)

۱۶۔ وادیٔ مینو سواد۔ بہشت کے نقشے کی وادی۔ (۳)

۱۷۔ دُرّاج۔ تیتر۔

۱۸۔ کبک چکور (۱۲)

۱۹۔ تیلہو۔ بٹیر

۲۰۔ طاؤس۔ مور

۲۱۔ سبدِ گل فروش۔ ٹوکری جس میں فروخت کرنے والے پھول رکھے جاتے ہیں۔ (۱۴)

۲۲۔ زَہر یہ عربی لفظ ہے، زرد رنگ کے پھول کو کہتے ہیں۔ (۱۵)

۲۳۔ حق سِرّہٗ اس کا راز حق ہے۔ قمری کی آواز (۱۶)

۲۴۔ سبحان ربنا۔ "کیا اچھا ہے ہمارا رب" (۱۶)

۲۵۔ یا حیّ دیا قدیر۔ اے زندہ، اے قدرت والے، خدا کے نام (۱۷)

۲۶۔ تہلیل و تسبیح۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا، سبحان اللہ کہنا۔ (۱۷)

۱۷۔ بکس گئیں۔ بُس گئیں (۱۹)

۱۸۔ بے چوبہ سپہر۔ بغیر چوبوں کا خیمہ، آسمان سے مراد ہے (۲۰)

۱۹۔ بیت العتیق۔ خانۂ کعبہ۔ (۲۰)

۲۰۔ مدینہ۔ یثرب کا مشہور شہر جہاں جنابِ رسولِ خدا کا مزارِ مقدس ہے (۲۰)

۳۱۔ کہتا تھا آسمانِ دہم، چرخِ ہفتمیں

آسمان سات ہیں۔ اس کے اوپر آٹھویں کرسی" اس کے اوپر نواں معرش"۔ لیکن شاعر کہتا ہے کہ ساتواں آسمان امام حسینؑ کے خیمے کو عرش سے اوپر کا درجہ دیتا تھا۔ (۲۱)

۳۲۔ شمسۂ کیواں جناب۔ شمسہ خیمے کے کلس کو کہتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ اتنا بلند کلس تھا جس کی چوکھٹ زحل کے برابر تھی۔ (۲۱)

۳۱۔ گلِ آفتاب۔ سورج۔ سورج مکھی کے پھول کو بھی کہتے ہیں۔ (۲۱)

۳۴۔ خطِ ابیض۔ سفید لکیر، صبح صادق کی علامت۔ (۲۲)

۳۵۔ کلوخ۔ مٹی کا ڈھیلا۔ یہاں مراد زمین یا صرف مٹی سے ہے۔ (۲۳)

۳۶۔ حُسنِ صوت۔ آواز کا حُسن۔ (۲۵)

۳۷۔ قرأت۔ قرآن شریف کی آیات کو خوش الحانی کے اور صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنا۔ (۲۵)

۳۸۔ شدّ و مَد۔ آواز کا اتار چڑھاؤ۔ (۲۵)

۳۹۔ افصح الفصحا فصیحوں میں سب سے بڑھ کر، مراد حضرت علیؑ سے ہے۔ (۲۵)

۴۰۔ لحنِ داوٗد۔ حضرت داوٗد بڑے خوش الحان پیمبر تھے جن کی آواز پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ (۲۵)

۴۱۔ شعبے صدائیں۔ آواز کے مختلف سُروں سے مُراد ہے۔ (۲۵)

۴۲۔ عین الکمال۔ نظر بد۔ (۲۶)

۴۳۔ لوذعی خوش تقریر، حاضر جواب (۲۶)

۴۴۔ طلاقت خوش بیانی (۲۶)

۴۵۔ قدقامت الصلوٰۃ۔ نماز قائم ہوگئی۔ اذان کے بعد کا جملہ۔ (۲۷)

۴۶۔ مُکبّر۔ تکبیر کہنے والا (۲۹)

۴۷۔ گرد بیانِ عرش۔ آسمان کے فرشتے (۲۹)

۴۸۔ اپنی ہست و بود۔ اپنی زندگی، اپنی جان (۳۱)

۴۹۔ قنوت۔ نماز میں جو دعا ہاتھ اٹھا کر پڑھی جاتی ہے۔ (۳۲)

۵۰۔ اجابت کے باب، وا۔ یعنی قبولیت کے در کھل گئے۔ (۳۲)

۵۱۔ تضرع۔ گریہ و زاری (۳۲)

۵۲۔ سراج۔ چراغ (۳۶)

۵۳۔ الاماں۔ خدا کی پناہ (۴۲)

۵۴۔ الحذر۔ خوف کا کلمہ، بھاگنا، بچنا (۴۲)

۵۵۔ مستجاب۔ قبول ہونا۔ (۴۶)

۵۶۔ رہِ صواب۔ سیدھا راستہ، صحیح راستہ (۴۶)

۵۷۔ جوشنین۔ دعائے جوشن کبیر و جوشن صغیر جو آفتوں سے بچنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں۔ (۵۱)

۵۸۔ حضرت حمزہؓ۔ رسول اللہؐ کے چچا۔ بڑے بہادر۔ پہلے شہید۔ (۵۳)

۵۹۔ مہرِ نبوت۔ جنابِ رسالت مآبؐ کے دونوں شانوں کے وسط میں ایک ابھرا ہوا قدرتی نشان تھا جو مہرِ نبوت کہلاتا یعنی آپ کے سچے نبی ہونے کی علامت۔ (۵۳)

۶۰۔ مُرفق۔ کُہنی (۵۵)

۶۱۔ رایت۔ علم۔ پرچم۔ (۵۵)

۶۲۔ علی ولی کے نشان۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۵۶)

۶۳۔ محق۔ حق دار (۵۸)

۶۴۔ ہمارے جد۔ عون و محمدؑ کے دادا، حضرتِ جعفرِ طیار سے مراد ہے جو رسول اللہؐ کے لشکر کے پہلے علم بردار تھے۔ (۵۹)

۶۵۔ عمرِ قلیل۔ چھوٹی عمریں، عون و محمد بہت کم سن تھے۔ (۶۱)

۶۶۔ سبیل۔ ترکیب۔ (۶۱)

۶۷۔ عدیل۔ نظیر۔ (۶۱)

۶۸۔ وصفِ اضافی۔ وہ صفت یا خوبی جو کسی اور کی وجہ سے حاصل ہو۔ (۶۴)

۶۹۔ ہزیمت۔ شکست۔ (۶۵)

۷۰۔ گنجِ شہیداں۔ شہیدوں کا خزانہ، کربلا میں ایک بڑی سی مشترک قبر معرکۂ کربلا کے شہیدوں کی ہے۔ اس کو گنجِ شہیداں کہتے ہیں۔ (۶۷)

۷۱۔ نشان۔ مطلب علم سے ہے۔ (۷۵)

۷۲۔ اُمّ البنین۔ بیٹوں کی ماں، حضرتِ عباسؑ کی والدہ کا لقب، جن کے چار بیٹے تھے جو کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۸۱)

۷۳۔ تاروں کی چھاؤں میں دُلھن لانا۔ ہندوستان میں دُلہن کو تھوڑی رات رہے تاروں کی چھاؤں رخصت کر کے لانے کا دستور تھا۔ (۸۱)

۷۴۔ پس از تہنیت۔ مبارک باد کے بعد۔ (۸۷)

۷۵۔ ہرنا۔ گھوڑے کی کاٹھی کا اگلا محراب نما حصہ (۹۰)

۷۶۔ زرریزی۔ سونے کی طرح چمکنا۔ (۹۱)

۷۷۔ دولھا کا رُخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر۔ (۹۱)

• استعارہ، چمکتے پنجہ پر آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دولھا کے چہرے پر سونے کا سہرا پڑا ہے۔

۷۸۔ جنودِ ضلالت۔ گمراہی کے لشکر، مراد یزیدی فوج۔ (۹۲)

۷۹۔ دودمانِ علیؑ کا چراغ۔ علیؑ کے خاندان کا چراغ (۹۲)

۸۰۔ تفوّق۔ برتری۔ (۹۲)

۸۱۔ غُرفہ۔ جھروکہ، کھڑکی، دریچہ (۹۴)

۸۲۔ بے سر ہوئے پروں میں سَران سپاہِ شام

شام کے سردار صفوں کے اندر بے سر ہو گئے تھے۔ (۹۶)

۸۳۔ کنائی کاٹنا۔ ایک رستہ چھوڑ کر دوسرے پر ہولینا۔ (۹۹)

۸۴۔ ہُوبَہُو۔ ہوبہو۔ (۹۹)

۸۵۔ موکّل۔ محافظ، نگہبان (۱۰۲)

۸۶۔ نہروان۔ عراق عرب کا ایک شہر جہاں حضرت علیؑ نے خارجیوں کو شکست دی تھی۔ (۱۰۲)

۸۷۔ رن چڑھے ہوئے (سپاہی) لڑائی کا تجربہ رکھنے والے (۱۰۳)

۸۸۔ نصف النہار۔ دوپہر کا وقت (۱۰۴)

۸۹۔ کمیں میں ہونا۔ گھات میں ہونا۔ (۱۰۹)

۹۰۔ بِن کاہل۔ حرملہ بن کاہل، یزیدی لشکر کا ماہر تیر انداز (۱۱۰)

۹۱۔ اے خاکِ پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار

یہاں کربلا کی خاک سے علی اصغرؑ کی میت کی نگہبانی کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ (۱۱۱)

۹۲۔ امام حسینؑ کے جسم پر اپنے بزرگوں کا جنگی لباس تھا جو سب بہت بڑے شجاع و بہادر تھے۔ (۱۱۲)

۹۳۔ زینِ طلاکار و نقرہ کار۔ ایسا زین جس پر سونے چاندی کا کام تھا۔ (۱۱۲)

۹۴۔ دُلدُل نژاد۔ دُلدل حضرت علیؑ کے گھوڑے کا نام تھا۔ مراد یہ ہے کہ یہ گھوڑا (۱۱۳)

دلدل کی نسل سے تھا۔

۹۵۔ جوّاد۔ سخی۔ فیاض۔ (۳۰

۹۶۔ سمندر۔ ایک جانور جو آگ میں پیدا ہوتا اور وہیں رہتا ہے۔ (۶۰

۹۷۔ کاہلے۔ سُست، مضمحل (۶۰

۹۸۔ چنار۔ ایک چھتنار درخت جو ایران اور کشمیر میں پیدا ہوتا ہے۔ سردی کے زمانے میں اس کے پتے سرخ ہو جاتے ہیں۔ (۷۰

۹۹۔ **آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے**

سورج کا روشن (آئینہ جیسا) چہرہ گرد سے دھندلا گیا تھا۔ (۱۱۹)

۱۰۰۔ گرداب۔ بھنور۔ (۲۰)

۱۰۱۔ ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱ بندوں میں شاعرانہ مبالغہ کے ساتھ گرمی کی شدت کو طرح طرح سے دکھایا گیا ہے۔ زمین، آسمان، سورج، انسان، جنوں، عناصرِ فطرت سب گرمی کی شدت سے تباہ حال ہیں۔ اِسے تشبیہوں سے بڑی خوبی اور کمال کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۰۲۔ چرخِ اسیر۔ آگ کا کرہ۔ (۱۲۱)

۱۰۳۔ کُرہِ زمہریر۔ کرہ ہوا کا وسطی حصہ جو بے حد سرد ہے۔ (۱۲۱)

۱۰۴۔ شہ امم۔ امتوں کا بادشاہ، امام حسینؑ۔ (۱۲۲)

۱۰۵۔ دَام ودَد۔ گھریلو اور جنگلی جانور یعنی ہر طرح کے جانور۔ (۱۲۳)

۱۰۶۔ مَرْوحہ جنباں پنکھا جھلنے والا (۱۲۴)

۱۰۷ آب پاش۔ چھڑکاؤ کرنے والا۔ (۱۲۴)

۱۰۸ خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کا لقب (۱۲۶)

۱۰۹ سلسبیل جنت کا ایک چشمہ۔ (۱۲۶)

۱۱۰ سبیل پیاؤ۔ (۱۲۶)

۱۱۱ خسیس ودنی بخیل وکمینہ وکنجوس (۱۲۶)

۱۱۲ جم ایران کے بادشاہ کا لقب۔ اس کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں روایت کے مطابق ساری دنیا نظر آتی تھی اُسے جامِ جم کہا جاتا ہے۔ (۱۲۸)

۱۱۳۔ کوثر۔ جنت کی ایک نہر کا نام (۱۲۸)

۱۱۴۔ کوسِ حرب۔ جنگ کا نقارہ (۱۲۸)

۱۱۵۔ کر ہونا۔ بہرا ہونا۔ (۱۲۹)

۱۱۶۔ شیر شرزہ خونناک شیر (۱۳۲)

۱۱۷۔ غاب جنگل۔ (۱۳۲)

۱۱۸۔ اسمِ عزیمت اثر۔ ایسا نام جس میں دعا یا تعویز کا سا اثر ہو۔ (۱۳۳)

۱۱۹۔ تیغ کا پانی۔ تلوار کی آب یا کاٹ (۱۳۵)

۱۲۰۔ قلب وجناح ومیمنہ ومیسرہ تباہ۔

فوج کا درمیانی، اگلا، داہنا اور بایاں حصہ سب تباہ ہو گئے ہیں۔ (۱۳۷)

۱۲۱۔ پائے مور۔ چیونٹی کے پیر (۱۳۷)

۱۲۲۔ مخبر۔ جاسوس (۱۳۸)

۱۲۳۔ پیک۔ سفیر، قاصد۔ (۱۳۸)

۱۲۴۔ عَسس۔ لشکر پر پہرہ دینے والا۔ (۱۳۸)

۱۲۵۔ ترنگ۔ کمان کا کڑکنا، آواز۔ (۱۵۱)

۱۲۶۔ صیحۂ فرس۔ گھوڑے کی آواز کا شور۔ (۱۵۱)

۱۲۷۔ ابلق۔ دورنگا (سیاہ وسفید) گھوڑا۔ (۱۵۱)

۱۲۸۔ سرنگ۔ لال رنگ کا گھوڑا (۱۵۱)

۱۲۹۔ خُوداس کے سامنے تھا پھپولا حباب کا

یعنی دشمن کے سروں پر پہنے خود اس تلوار کے سامنے پانی کے بلبلے سے زیادہ نہ تھے۔ (۱۵۴)

۱۳۰۔ سیسر۔ کمان کا چلّہ (۱۵۵)

۱۳۱۔ گریزا گریز۔ بھاگڑ، بھگدڑ (۱۶۱)

۱۳۲۔ کلفت۔ موٹا، بھدا، بے ڈول (۱۶۲)

۱۳۳۔ روئیں تن۔ کانسے کے سے جسم والا۔ نہایت قوی۔ (۱۶۲)

۱۳۴۔ دَغل۔ مقابلہ (۱۶۳)

۱۳۵- دُھنی۔ بات پر قائم رہنے والا۔ (۱۶۵)

۱۳۶- بَلی طاقت ور (۱۶۵)

۱۳۷- ماہی پہ ڈگمگا گئے گاوِ زمیں کے پاؤں۔ (۱۶۷)

اسی روایت کی طرف اشارہ ہے جسے اکثر انیسؔ لکھتے ہیں کہ زمین جو گائے کے سینگ پر ٹکی ہے، وہ مچھلی کی پشت پر کھڑی خوف سے ڈگمگا گئی۔

۱۳۸- دست پاچہ۔ بدحواس۔ (۱۷۰)

۱۳۹- پشت کے فقروں۔ ریڑھ کی ہڈی کے مہروں (۱۷۰)

۱۴۰- شاہین و کبک چھپ گئے اِک جا ملا کے سر (۱۷۳)

شاہین چکور کا شکار کرتا ہے مگر اسی وقت خوف سے دونوں ایک جگہ سر جوڑ کر چھپے ہوئے تھے یعنی کسی بات کا ہوش نہ رہا تھا۔

۱۴۱- لبیک۔ میں حاضر ہوں، پکارنے، بلانے، طلب کرنے کے جواب میں کہا جاتا ہے۔ (۱۷۶)

۱۴۲- اَعور بہ سلمی۔ یزیدی فوج کا ایک سپاہی (۱۸۲)

۱۴۳- سنان ابنِ انس۔ یزیدی فوج کا سردار۔ امام حسینؑ کا جانی دشمن۔ (۱۸۲)

۱۴۴- وا محمدا۔ "اے محمدؐ آپ کی دہائی ہے"۔ (۱۸۴)

۱۴۵- مُقتدا۔ رہبر، رہنما۔ (۱۸۴)

۱۴۶- لُٹا گئے گھر وعدہ گاہ میں

اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ امام حسینؑ نے بچپن میں اپنے نانا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دینِ محمدی کو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ (۱۸۹)

مرثیہ نمبر ۱۷

آج شبیرؑ پہ کیا عالمِ تنہائی ہے

۱- نیّرِ بُرجِ امامت۔ امامت کے برج کے آفتاب یعنی امام حسینؑ (۱۰)

۲- اہلِ کیں۔ کینہ رکھنے والے۔ (۱۱)

۳-۴- دو مشہور روایات کی تلمیح ہے۔ ایک اس واقعہ کی طرف کہ کم سنی میں امام حسینؑ نے روزہ رکھا اور حالت غیر ہونے لگی تو سورج جلد غروب ہوگیا۔ دوسری یہ کہ ایک بار امام حسینؑ بچپن میں ہرنی کے بچے کے لیے مچل گئے تھے تو ہرنی خود بچہ لے کر جناب رسول اللہؐ کے پاس آگئی تھی۔ (۱۳) (۱۳)

۵- پذیرا۔ قبول۔ (۳۰)

۶- صادق الاقرار۔ قول کا سچا۔ امام حسینؑ نے اسلام پر جان دینے کا وعدہ پورا کیا لہٰذا آپ صادق الاقرار ہیں۔ (۳۰)

۷- خیلِ شہدا۔ شہیدوں کا قبیلہ (۳۱)

۸ طوبیٰ بہشت کے ایک درخت کا نام (۳۲)

۹- محشور ہوں گے۔ جمع ہوں گے۔ ساتھ ہوں گے۔ (۳۲)

۱۰- خاکِ شفا۔ ایسی مٹی جس کے چاٹنے سے مرض جاتا رہے۔ (۲۵)

۱۱- مرہم کافور۔ کافور سے بنا مرہم جو بہت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ (۲۸)

۱۲- ریگِ تفیدہ۔ تپتی ہوئی ریت۔ گرم ریت (۳۱)

۱۳- خوں خواہ۔ خون کا بدلہ لینے والا، خون بہا لینے والا۔ (۳۴)

۱۴- جسم کا غربال ہونا۔ چھلنی کی طرح سے جسم میں چھید چھید ہو جانا۔ (۴۸)

۱۵- سراپردہ۔ پردہ دار گھر۔ (۵۱)

مرثیہ نمبر ۱۸

جب کہ خاموش ہوئی شمع امامت رن میں

۱- غالبِ ہر غالب۔ بہت بڑا فاتح، مراد حضرت علیؑ سے ہے۔ (۵)

۲- سیدِ لولاک۔ حضرت رسالت مآبؐ کا لقب۔ (۷)

۳- سلطانِ عرب۔ جناب رسول اللہؐ سے مراد۔ (۱۱)

مرثیہ نمبر ۱۹

جب عزوجِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی

۱- سیدِ سردارِ وانس وجاں۔ جن اور انسان سب کے سردار یعنی جناب رسول اللہؐ (۱۱)

۲۔ دَرّانہ۔ بے دھڑک۔ (۱۵)

۳۔ مُہیب خوفناک۔ (۱۷)

۴۔ ابومُخنف کربلا کے واقعات کے ایک راوی کا نام (۲۸)

۵۔ خولی اصبحی۔ فوج یزید کا ایک سردار (۳۱)

۶۔ دُرِ شب چراغ۔ رات کے چراغ کی طرح چمکنے والا موتی۔ اندھیرے میں دمکنے والا موتی۔ (۳۶)

۷ ہودج۔ عماری، کجاوہ (۴۶)

۸۔ گُل عذارِ فاتحِ بدر و حُنین بدر و حنین فتح کرنے والے کا بیٹا، یعنی علیؑ کا بیٹا حسینؑ (۴۷)

مرثیہ نمبر ۲۰

اے مومنوں کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ

۱۔ صادق الاقرار۔ سچا، وعدہ وفا کرنے والا۔ (۱)

۲۔ وعدۂ طفلی۔ اُسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب امام حسینؑ نے اسلام کے لیے جان کی بازی لگانے کا عہد اپنے نانا سے کیا تھا۔ (۱)

۳۔ مخبرِ صادق۔ سچی خبر دینے والا، مراد جناب رسالت مآبؐ سے ہے۔ (۲)

۴۔ شیریں رقمانِ صحفِ حُسنِ بلاغت۔ بلاغت کے حسین چہرے کی شیریں بیانی سی رقم کرنے والے۔ (۵)

۵۔ شیریں۔ حضرت شہربانو کی کنیز۔ (۵)

۶۔ تفاوت۔ فرق۔ مختلف (۲۹)

۷۔ کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار
مطلب یہ ہے کہ ہتھیلیاں چمکنے لگیں۔ (۷۵)

۸۔ یدِ بیضا۔ چمکتی ہتھیلی، یعنی حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح دمک رہا تھا۔ (۷۵)

۹۔ وادیِ ایمن طور کی وادی، جہاں حضرتِ موسیٰؑ کو خدا کا نُور نظر آیا تھا۔ (۷۵)

۱۰۔ صُرّہ دینار۔ دینار کی تھیلی، عرب میں سونے کے سکے کو دینار کہتے ہیں۔ (۷۸)

مرثیہ نمبر ۲۱

آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے

۱۔ عترتِ اطہار۔ خاندانِ رسالت کی خواتین

۲۔ عقدہ کشا۔ گرہ کھولنے والا۔ مشکل حل کرنے والا۔ (۸)

۳۔ سیلی۔ درہ، کوڑا۔ (۱۰)

۴۔ دُف۔ ایک قسم کا عربی باجہ یا ڈھول۔ (۱۳)

۵۔ نَے۔ بانسری۔ (۱۳)

۶۔ اینَ ابی اینَ ابی۔ "اے مرے باپ اے مرے باپ" (۱۸)

۷۔ سلطان حجازی۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۲۶)

۸۔ بنتِ شہ مرداں حضرت زینبؑ بنتِ علیؑ۔ (۲۷)

۹۔ مصحف۔ قرآن شریف۔ (۲۷)

۱۰۔ فرقِ قوسین۔ دو کمانوں کا فاصلہ یا فرق۔ اشارہ ہے واقعہ معراج کی طرف جب آنحضرتؐ اور خدا میں صرف دو کمانوں کا فرق رہ گیا تھا۔ (۲۸)

۱۱۔ ۲۸ بند میں حضرت علیؑ کے اعلیٰ درجات اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۸)

۱۲۔ تعزیر۔ سزا۔

مرثیہ نمبر ۲۲

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی

۱۔ دُودِ آہ۔ آہوں کا دھواں (۸)

۲۔ ہر درِ بسانِ حجرۂ چشمِ بخیل تنگ۔ ہر کوٹھڑی کا در کنجوس کی آنکھ کی طرح تنگ تھا۔ (۱۰)

۳۔ احتباس۔ گھٹن، حبس (۱۱)

۴۔ ضیق۔ تنگی، مشکل، دقت (۱۱)

۵۔ معمور۔ بند ہو جانا، کنڈی لگ جانا، بھر جانا۔ (۳۱)

۶۔ تدرو۔ ایک خوبصورت وخوش رفتار جنگی پرندہ۔ (۴۲)

۷۔ ہر زماں۔ ہر وقت۔ (۸۱)

۹ تا ۱۲۔ قارون، نمرود، شداد، فرعون۔ ماضی کے ظالم وسرکش حکمراں اور صاحبِ ثروت جو خدا کے منکر تھے اور جن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ (۸۸)

۱۳۔ طاقِ کسریٰ کسریٰ ایران کے بادشاہوں کا لقب (۸۸)

۱۴ وعدۂ روزِ تخت۔ اوّل دن کا وعدہ (۸۹)

۱۵ خُوک۔ سُؤر

۱۶ یتیم و یسیر۔ یتیم بے باپ کا بچہ اور یسیر جس کی ماں نہ ہو۔ یعنی بے ماں باپ کے بچے۔ (۹۲)

۱۷۔ ۹۳ واں بند نظامی پریس کی جلد میں موجود نہیں ہے۔ مرثیہ میر انیسؔ (نول کشور) میں ہے۔ (۹۳)

۱۸ فقیرِ کور۔ اندھا فقیر۔ (۹۳)

۱۹۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے بیٹوں کو اپنے قاتل کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ (۹۴)

۲۰۔ خُلقِ مجتبےٰ امام حسنؑ کا لقب مجتبےٰ ہے۔ ان کے حُسنِ اخلاق کا شہرہ دُور دُور تک تھا۔ (۹۵)

۲۱ دریائے فیض، ابرِ کرم، منبعِ سخا

ہندہ امام حسینؑ کی تعریف کر رہی ہے کہ وہ فیض کا دریا، کرم کا ابر اور سخاوت کا سرچشمہ ہیں۔ (۹۵)

۲۲۔ تھی مَیں بھی فیضِ صحبتِ مولیٰ سے بہرہ ور

ہندہ امام حسینؑ کی کنیز رہ چکی تھی۔ ایک کمزور روایت یہ بھی ہے کہ وہ کسی زمانے میں آپ کے عقد میں تھی۔ یہاں اس کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳۔ گٹّا جبیں پہ کثرتِ طاعت کا ہے نشاں۔ (۱۱۸)

جو لوگ بہت زیادہ عبادت اور سجدے کرتے ہیں ان کے ماتھے پر ایک گول نشان پڑجاتا ہے اُسے گٹّا کہتے ہیں۔

۲۴۔ تقویٰ۔ نیکی، پارسائی (۱۱۹)

۲۵۔ تَعَب۔ سختی، ظلم (۱۲۰)

۲۶۔ عارض ہو عار سنہ تو شفا جانتے ہیں ہم

صبر و رضا کے مجسمہ حضرت سجادؑ کی زبان سے کہلوایا ہے کہ اگر ہمیں بیماری لاحق ہوجائے تو ہم اُسے شفا ہی سمجھتے ہیں۔ (۱۲۴)

۲۷۔ قبلۂ چہارم۔ چوتھے امام حضرت زین العابدین (سجاد) (۱۳۶)

۲۸۔ روزی رسانِ عاعیان واجب الوجود

سید سجادؑ خدا کی حمد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں وہ پروردگار ساری دنیا کو روزی دیتا ہے اور اس کا وجود اٹل ہے۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ (۱۲۸)

۲۹۔ مالکِ الرّقاب۔ تمام زمین کا مالک۔ (۱۲۹)

کارہ۔ کراہت کرنے والا، بُرا سمجھنے والا۔ (۱۳۸)

اشتباہ۔ شبہ (۱۴۴)

عارض کبود ہیں۔ رخسار نیلے ہیں۔ (۱۵۸)

مرثیہ نمبر ۲۳

جب طوقِ سلاسل میں مسلسل ہوئے عابد

۱۔ مقہور۔ جس پر خدا کا قہر نازل ہو۔ (۹)

۲۔ نار سے۔ جہنم سے (۹)

۳۔ مقنعہ۔ نقاب۔ (۱۰)

۴۔ مُوْ بال۔ (۱۲)

۵۔ یا اَبَنا۔ اے مرے باپ۔ (۲۳)

۶۔ اعجاز۔ کرامت، معجزہ۔ (۲۶)

۷۔ حُلقِ بُرِیدہ۔ کٹا ہُوا گلا۔ (۲۶)

۸۔ نخوت۔ غرور، تکبر۔ (۳۳)

۹۔ شقہ۔ پرچہ۔ خط۔ (۳۹)

۱۰۔ سایہ جو نہ ہوتا تو رسُولِ عربی تھا۔ (۵۹)

جناب رسالتمآب کے جسم مطہر کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا، چونکہ علی اکبرؑ ہم صورتِ رسولؐ تھے اسی لیے بنی اسد یہ کہہ رہے ہیں کہ ان میں اور آں حضرت میں بس اتنا ہی فرق تھا کہ ان کا سایہ پڑتا تھا۔

۱۱۔ حوریوں۔ حور کی جمع۔ (۷۳)

۱۲۔ سرور۔ سردار۔ امام حسینؑ سے مراد ہے۔ (۷۹)

۱۳۔ امامِ زمن۔ امامِ وقت، یہاں مطلب چوتھے امام سیّد سجاد سے ہے جو امام حسینؑ کے بعد امامِ وقت تھے۔ عقیدہ یہ ہے کہ امام کی تدفین صرف امام ہی کرسکتا ہے اور دفن کے وقت کربلا میں اعجاز سے سیّدِ سجاد پہنچ گئے تھے۔ (۸۱)

۱۴۔ زیارت۔ زیارت کسی مزار پر حاضری کو کہتے ہیں۔ کسی مرحوم بزرگ کو جو سلام پیش کیا جاتا ہے اُسے بھی "زیارت" کہا جاتا ہے۔ (۸۳)

مرثیہ نمبر ۲۴

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

۱۔ ساقین۔ پنڈلیاں۔ (۱۶)

۲۔ شۂ خوشخو۔ نیک خُو بادشاہ۔ سے مراد سیّد سجاد سے ہے۔ (۱۷)

۳۔ ابنِ زیاد۔ عبید ابن زیاد، کوفے کا وہ ظالم حاکم جس کے حکم پر (اور یزید کے ایما پر) کربلا میں امام حسینؑ کو شہید کیا گیا۔ (۱۸)

۴۔ راحلہ زادِ سفر۔ اونٹ اور سفر کا سامان۔ (۱۹)

۵۔ تقیدّ۔ تاکید، سختی۔ (۲۱)

۶۔ سبطِ شۂ لولاک۔ جناب رسولِ خُدا کے نواسے (۲۵)

مرثیہ نمبر ۲۵

دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو۔

۱۔ کاہیدہ۔ دُبلا، پتلا۔ (۹)

۲۔ کبود۔ نیلا۔ (۱۱)

۳۔ تفحّص۔ تلاش، جستجو۔ (۳۰)

۴۔ مخدومہ عالم۔ ساری دنیا کی محترم۔ یعنی جنابِ فاطمہؑ (۳۱)

۵۔ وَقر۔ عزّت، توقیر۔ (۴۰)

۶۔ پذیرا۔ قبول۔ (۴۲)

۷۔ دِیتِ خوں۔ خوں بہا، کسی کے قتل کا معاوضہ اس کے وارثوں کو دینا۔ (۴۳)

۹۔ صدقہ سرِ ہفتادہ دو تن کا۔ (۵٦)

بہتّر سروں کا صدقہ۔ یعنی کربلا کے بہتّر شہیدوں کا واسطہ

مرثیہ نمبر ٢٦

نمکِ خوانِ تکلّم ہے فصاحت میری

۱۔ نمکِ خوانِ تکلّم ہے فصاحت میری (۱)

گفتگو (یا کلام) کے دسترخوان پر میری فصاحت وہ کام کرتی ہے جو کھانے میں نمک کرتا ہے۔ یعنی میری فصاحت کلام کو بامزہ بناتی ہے۔

۲۔ پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مدّاحی میں

چونکہ یہ مرثیہ انیسؔ نے اپنے بیٹے میر حسن عسکری کو لکھ کر دیا تھا اس لیے پانچویں پشت لکھا ہے۔ انیسؔ خود چوتھی پشت میں تھے۔

۳۔ جدّ اعلٰے۔ یعنی میر ضاحک۔ ان کے بیٹے میر حسنؔ، پوتے میر خلیق اور پرپوتے میر انیسؔ۔ اس بند میں اپنے بزرگوں کی مدّاحیِ حسینؑ اور مرثیہ گوئی کا تذکرہ ہے۔

۴۔ عمِ ذی قدر۔ میر حسن عسکری کے دونوں چچا، میر انیسؔ کے بھائی میر مونسؔ اور میر انسؔ بلند پایہ مرثیہ گو تھے۔ (۳)

۵۔ نثرِ بے سجع نہیں۔ سجع نثر ایسی عبارت ہوتی ہے جس میں دو فقروں یا جملوں کے آخری لفظ ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ (۴)

(۵)

٦۔ متتبع۔ پیرو۔

(٦)

۷۔ سحرِ حلال۔ ایسا جادو جو حرام نہیں، یہاں مطلب کرامت سے ہے۔

۸۔ قلزمِ رحمتِ معبود کا قطرہ ہوں میں (۷)

میں خدا کی رحمت کے سمندر کی ایک بوند ہوں۔

(۷)

۹۔ مَرجان۔ ایک قسم کا قیمتی پتھر، جواہر

(۸)

۱۰۔ مباہات۔ فخر، ناز۔

(۹)

۱۱۔ مغلق۔ مشکل لفظ جو سمجھ میں نہ آسکے۔

(۸)

۱۲۔ گنجلک سا۔ اُلجھا ہوا۔

۱۳۔ تعقید۔ جملوں یا مصرعوں میں لفظوں کی ترتیب آگے پیچھے ہونا۔ (۸)

۱۴۔ نقش ارژنگ۔ مشہور مصوّر مانی کی تصویروں کے مرقع کا نام۔ (۹)

۱۵۔ کاواک لکیریں۔ بے ڈول، بے ڈھنگی لکیریں۔ (۹)

۱۶-۱۷۔ مانی، بہزاد۔ مشہور ایرانی مصوّر۔ (۱۰)

۱۸۔ کجی۔ ٹیڑھا، یہاں بھنووں کے ترچھے مونے سے مراد ہے۔ (۱۲)

۱۹۔ بارھویں بند کے ابتدائی چار مصرعوں میں انیس نے بڑی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ ہر لفظ کو اس کے صحیح مقام پر رکھا جائے تو اس میں حسن پیدا ہو جاتا ہے (۱۲)

۲۰۔ بارہویں بند کا ٹیپ کا شعر ؎

داند آنکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد　　ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد (۱۲)

کہتے ہیں جس کے کلام میں فصاحت ہو وہ جانتا ہے کہ ہر بات کے لیے ایک موقع اور ہر نکتہ کے لیے ایک مقام ہوتا ہے۔

۲۱۔ سترہویں بند میں شاعر نے باغ کے درختوں، پھولوں اور پرندوں کا ذکر کیا ہے۔ بلبل کا نغمہ، پھولوں کی مہک، سنبل کے لٹکتے گیسو، قمریوں کا شمشاد پر "یا ہو یا ہو" صدائیں بلند کرنا، سرو پر فاختہ کی "کو د۔۔ کو د" کی آوازیں۔ یہ سب اپنی اپنی زبان میں معبودِ حقیقی کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ (۱۷)

۲۲۔ شادی۔ خوشی۔ (۱۸)

۲۳-۲۴۔ حضرت سلمان، حضرت ابوذر۔ جنابِ رسولِ خدا کے معزز صحابی۔ (۲۲)

۲۵۔ عمار، مالک اشتر۔ حضرت علیؑ کے دوست اور وفادار ساتھی۔ (۲۲)

۲۶۔ حضرت حمزہ۔ رسول اللہ کے چچا۔ (۲۳)

۲۷۔ تخشّع و تضرّع۔ عاجزی و انکسار۔ (۲۴)

۲۵۔ تذلّل۔ انکسار۔ عاجزی (۲۴)

۲۸-۳۰-۳۱-۳۲۔ قیام و قعود، رکوع و سجود۔ نماز کے ارکان۔ (۲۴)

۳۲۔ سورۂ نصر۔ کلام پاک کا ایک سورہ جو فتح مکّہ کے وقت نازل ہوا تھا۔ (۲۸)

۳۳۔ چاند میں ہے عیب کلف۔ چاند میں یہ عیب ہے کہ اس میں دھبہ ہے۔ (۲۸)

۳۴۔ یوسفِ کنعان حسنؑ۔ قاسم بن حسنؑ بہت حسین تھے اس لیے ان کو حضرتِ (۳۳)

یوسفؑ سے تشبیہ دی ←

۳۵۔ شہ مرداں، کعبۂ دیں، قبلۂ ایماں، قوتِ بازوئے پیغمبر، فخرِ سلیماں۔
یہ سب لقب حضرت علیؑ سے منسوب ہیں اور وہ مشکل کشا ہیں اس لیے ان سے مدد مانگی گئی ہے۔ (۳۸)

۳۶۔ تفرقہ پرداز۔ مراد دشمن کے سپاہیوں سے ہے۔ (۴۴)

۳۷۔ حالی ظاہر (۵۵)

۳۸۔ چھیاسٹھویں بند میں امام حسینؑ نے دشمن کی فوج کو اپنے والد علی مرتضےٰ کی صفات بتائی ہیں۔ (۶۶)

۳۹۔ دوشِ احمد پہ انہیں رتبۂ معراج ملا۔ (۶۶)
اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب حضرت علیؑ نے آں حضرتؐ کے کاندھے پر چڑھ کر کعبے کے بتوں کو توڑا تھا۔

۴۰۔ نظامی پریس میں ایک بند زائد ہے جو روحِ انیس میں نہیں ہے۔ (۶۷)

۴۱۔ حجتِ اللہ۔ خدا کا ثبوت۔ مراد حضرت علیؑ ہے۔ (۶۸)

۴۲۔ قائمۂ عرش۔ عرش کا پایہ۔ (۶۹)

۴۳۔ تیغِ دو پیکر۔ دوہرے پھل والی تلوار (۷۱)

۴۴۔ غضب اللہ وعلیھم ان پر خدا کا غضب نازل ہو۔ قرآنِ پاک کی سورۂ فتح کا ایک ٹکڑا (۷۵)

۴۵۔ جائزہ لینا۔ حاضری لینا۔ معائنہ کرنا۔ (۷۵)

۴۶۔ طبلقیں کٹنا۔ فوج کے دفتر میں ہر سپاہی کی ایک فائل ہوتی تھی جسے طبلق کہتے تھے۔ جب کسی سپاہی کا نام خارج کیا جائے تو اس کی فائل چاک کر دی جاتی جس کو طبلق کٹنا کہا جاتا تھا۔ (۷۵)

۴۷۔ چہرے نظری ہونا۔ سپاہی کا نام کٹنا۔ (۷۵)

۴۸۔ بکتر۔ ایک قسم کی زرہ۔ (۷۸)

۴۹۔ حصار۔ گھیر لینا۔ (۸۷)

۵۰۔ لوحِ محفوظ۔ عرش پر ایک تختی ہے جس پر ایک قلم خدائی احکام اور ہونے والے واقعات لکھتا رہتا ہے۔ (۸۹)

۵۱۔ مکلل بجواہر۔ جواہرات سے آراستہ پیراستہ۔ (۹۰)

۵۲۔ **شہِ جنّ و بشر۔** مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۹۱)

۵۳۔ **زرہ جامہ۔** زرہ کے نیچے پہننے کا لباس۔ (۹۳)

۵۴۔ **مصحفِ رُخ۔** امام حسینؑ کے چہرے کو قرآنِ پاک کہا گیا ہے۔ (۹۴)

۵۵۔ **جُزو ہر اک تن میں شبیرؑ کا سی پارہ تھا۔** (۹۴)

کلام پاک تیس حصّوں میں تقسیم ہے اور ہر حصّہ پارہ کہلاتا ہے۔ امام حسینؑ کا جسمِ مقدّس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔ ان کو سی پارہ (تیس ٹکڑے) کہا گیا ہے۔ اس میں تلمیح ہے کلام پاک کے تیس پاروں سے۔ (۹۴)

۵۶۔ **ڈڑیڑے۔** دھارے۔ (۹۵)

۵۷۔ **ہوتی ہیں کعبے کو گرا دینے کی** (۹۵)

امام حسینؑ کے زخمی ہوکر گرنے کو کعبہ کو ڈھانا کہا گیا ہے۔

۵۸۔ **پاؤں قرآن پر رکھا۔** یعنی امام حسینؑ کا سینہ قرآنِ پاک کی طرح مقدّس تھا اس پر پیر رکھنا، گویا قرآن پاک کے ساتھ بے ادبی کرنا تھا۔ (۹۹)

مرثیہ نمبر ۲۷

جب فاتحہ بخیر ہُوا فوجِ شاہ کا

۱۔ **جو معرضِ فنا میں ہیں۔** جو خود کسی نہ کسی دن فنا ہونے والے ہیں۔ (۱۵)

۲۔ **غل ہے کہ ہاں نجات کا پہلو لیے ہوئے۔** (۲۵)

مطلب یہ کہ غیب سے آواز آرہی ہے کہ ہاں ذرا سنبھل کے کہیں ساری کائنات فنا نہ ہوجائے۔

۳۔ **صفوفِ ملائک۔** فرشتوں کی قطاریں۔ (۲۷)

۴۔ **دو راتیں اک سحر، رُخِ نیکو کو دیکھیے۔** (۲۹)

اس مصرع میں دو زلفیں جو چہرے کے اِدھر اُدھر لٹک رہی ہیں ان کو رات کہا گیا ہے اور امام حسینؑ کے چہرہ کو صبح۔

۵۔ **عنبرِ سارا۔** اعلےٰ درجہ کا عنبر۔ (۲۹)

۶۔ **ابرو ہے یا کھنچی ہوئی حیدرؑ کی ذوالفقار** **یہ مُو بھرے ہوئے نہیں جوہر ہیں آشکار** (۳۰)

امام حسینؑ کی بھنوؤں کو ذوالفقار سے تشبیہ دی اور ابرو کے بالوں

کو کہا ہے کہ گویا تلوار میں جوہر ہیں۔ (اصلی فولاد میں باریک باریک چمکتی لکیریں نظر آتی ہیں۔)

(۳۱) ۷۔ چشم داشت۔ اُمید۔ بھروسہ۔

(۳۱) ۸۔ سرخوش ہے۔ مست ہے۔

(۳۳) ۹۔ جنّت سواد میں، ید بیضا بیاض میں

آنکھ کا ذکر کر کے شاعر کہتا ہے کہ اس آنکھ میں جو سیاہی ہے وہ گویا جنّت ہے اور اس کے ارد گرد جو سفیدی ہے وہ حضرت موسیٰؑ کی ہتھیلی کی طرح یوں چمکتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔

(۳۳) ۱۰۔ روشن سواد ہو۔ ذی علم ہو جائے، قابل ہو جائے۔

(۳۴) ۱۱۔ طنّاز۔ ناز کرنے والا۔

(۳۴) ۱۲۔ غم طراز۔ غم ختم کرنے والا

(۳۵) ۱۳۔ آماجِ خوف۔ خوف کا نشانہ۔

(۴۰) ۱۴۔ دُرج دہن۔ دہن کو ڈبیا سے تشبیہ دی ہے۔

(۴۰) ۱۵۔ طوطی شکر شکن۔ شکر کھانے والا پرند۔ یہاں مطلب شیریں بیان سے ہے۔

(۴۱) ۱۶۔ تنافرِ کلمات۔ ایسے دو حرفوں کا ساتھ ساتھ ہونا جو کانوں کو ناگوار ہوں۔

(۴۲) ۱۷۔ منتہی۔ انتہا درجہ کا علم حاصل کرنے والا۔

(۴۲) ۱۸۔ کواکب فلک۔ آسمان کے تارے۔

(۴۳) ۱۹۔ زبان لال ہونا۔ زبان کا گنگ ہو جانا۔

(۴۴) ۲۰۔ لُعبت۔ کھلونا، گڑیا۔

(۴۵) ۲۱۔ شب یلدا۔ تاریک شب۔ اندھیری رات

(۴۶) ۲۲۔ یا وہ مدینۂ علم کا، حیدرؑ ہے جس کا در۔

اس میں جناب رسول خداؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے یعنی: "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

(۳۵) ۲۳۔ گردن وہ بزم لم یزلی کا ہے جو سراج۔

وہ بزم جو ہمیشہ قائم رہے گی، یہ گردن اسی بزم کا چراغ ہے۔ (۵۴)

۲۴۔ **مورچال۔** خندق۔ حفاظت کے لیے قلعہ کے گرد کھودی جانے والی کھائی۔ (۵۴)

۲۵۔ **پیپلا۔** تلوار کی نوک، تیغ کا سرا۔ (۵۸)

۲۶۔ **یوں صبر پنجتن میں گرفتار ہو گئے۔**

"صبر پڑنا" محاورہ ہے۔ "فلاں پر ہمارا صبر پڑے گا" وغیرہ۔ یہاں مطلب ہے کہ پنجتن کا صبر یزیدی فوج پر پڑا تھا۔ (۶۰)

۲۷۔ **زوج۔** جوڑا۔ یہاں مراد دو سے۔ (۶۳)

۲۸۔ **قاف سے تا قاف۔** مراد ساری دنیا۔ (۶۹)

۲۹۔ **نقطے عیاں ہیں سورۂ والشمس پر کہ خال۔** (۷۱)

قرآن شریف میں ایک سورۂ والشمس ہے۔ اسی سے امام حسینؑ کے چہرے کو اور اس پر جو تل تھے ان کو سورہ کے نقطوں سے تشبیہ دی ہے۔

۳۰۔ **اشہب ضیغم خصال۔** شیر کی خصلت رکھنے والا گھوڑا۔ (۷۲)

۳۱۔ **یکّہ تاز۔** اعلیٰ درجہ کا شہ سوار۔ (۷۳)

۳۲۔ **سیاہ گوش۔** سیار، گیدڑ۔ (۷۳)

۳۳۔ **نہنگ۔** گھڑیال۔ (۷۸)

۳۴۔ **گامچیاں۔** گام کے معنی قدم کا درمیانی حصّہ ہے۔ یہاں غالباً چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے سے مراد ہے۔ (۸۰)

۳۵۔ **تر کی تمام ہونا۔** جنسی طاقت (یا قابلیت) کی دم ختم ہو جانا۔ (۸۴)

۳۶۔ **خیل خیل۔** گروہ در گروہ۔ (۸۸)

۳۷۔ **غزا۔** لڑائی، جہاد۔ (۹۳)

۲۹۔ **سورۂ حدید۔** قرآن پاک کی ایک سورہ جس میں حضرت علیؓ کی مدح ہے۔ اور "ذوالفقار" کا ذکر ہے۔ (۹۷)

۴۰۔ **سبعۂ سیارہ۔** حرکت کرنے والے تارے۔ (۹۹)

۴۱۔ **عفریت۔** بھوت پریت۔ (۱۰۵)

۴۲۔ غزیو۔ شور، چیخ۔ (۱۰۵)

۴۳۔ مملکتِ خدع کا خدیو۔ دھوکے کی سلطنت کا بادشاہ۔ (۱۰۵)

۴۴۔ دستِ تعدی پسند۔ ظلم وستم کو پسند کرنے والا ہاتھ۔ (۱۱۳)

۴۵۔ تمساح و شیرِ شرزہ، جبال و بحار میں سمندر میں مگرمچھ اور پہاڑ میں بہادر شیر (۱۱۴)

۴۶۔ سیمرغ و فیل، وہ پر پشہ، یہ پائے مور۔

اس مصرعہ میں بھی لف ونشر مرتب ہے۔ کہتے ہیں سیمرغ مچھر کے پر اور ہاتھی چیونٹی کے پیر کی طرح بے حقیقت (یا کمزور) تھے۔ (۱۱۵)

۴۷۔ لاف و گزاف۔ شیخی، گپ، ڈینگ۔ (۱۱۹)

۴۸۔ گرزِ گاؤ سر۔ ایک قسم کا گرز جو آگے سے بہت موٹا ہوتا ہے۔ (۱۲۵)

۴۹۔ خوزادہ۔ آقازادہ۔ (۱۵۹)

۵۰۔ عصابہ۔ سر کا کپڑا، رومال۔ (۱۶۰)

میر ببر علی انیس (پیدائش فیض آباد 1803ء وفات لکھنؤ 1874) اردو کے پانچ سب سے بڑے شعرا میں سے ہیں۔ تمام ہندوستان بلکہ عالمی ادب کے پس منظر میں بھی دیکھا جائے تو میر انیس عظیم شعرا میں شمار ہونے کے مستحق ہیں۔ ان کی شخصیت اور شاعری دونوں کی شہرت ان کی زندگی میں ہی ہندوستان گیر ہو چکی تھی اور اس شہرت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ میر انیس کی شاعری کی تنقید اور قدر شناسی میں علامہ شبلی اور پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی تحریریں لازوال اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ میر انیس کے کلام کے مستند اور مکمل مجموعے دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے مرثیوں، سلاموں، اور رباعیات کی صحیح تعداد اب تک متعین نہیں ہو سکی ہے۔ ان کے کلام کے مختلف ایڈیشن مجموعوں انتخابات کی شکل میں چھپتے رہے ہیں لیکن ان میں کلام کی صحت اور اعتباریت کا پورا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ضرورت تھی کہ ہندوستان کے اس عظیم شاعر کے بہترین مرثیوں کا ایسا ایڈیشن شائع ہو جو حتی الامکان صحیح ہو اور جس سے طالب علم اور ماہر دونوں یکساں مستفید ہو سکیں۔ ترقی اردو بورڈ کے زیر ہدایت، ترقی اردو بیورو نے مراثی انیس کے ایک عمدہ ایڈیشن کی اشاعت کا منصوبہ بنایا۔ فیصلہ ہوا کہ میر انیس کے بہترین مراثی ممکن صحت اور احتیاط کے ساتھ دو جلدوں میں شائع کیے جائیں۔ ترتیب و تدوین کا یہ اہم کام صالحہ عابد حسین کے سپرد کیا گیا۔ "انیس کے مرثیے" کے عنوان سے پہلی جلد جس میں 18 مرثیے ہیں اور جو فرہنگ اور اختلاف نسخ کو ملا کر 540 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، 1977 میں شائع ہوئی۔ ہمیں خوشی ہے کہ یہ دوسری جلد جس میں 24 مرثیے ہیں، اب آپ کے سامنے ہے اور اس طرح ہم اردو زبان و ادب کی خدمت کے سلسلے میں ایک اہم فرض سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

صالحہ عابد حسین پانی پت کے ایک ممتاز خاندان کی فرد ہیں۔ ان کے والد خواجہ غلام الثقلین مشہور مصلح اور مصنف تھے۔ مولانا حالی ان کے پرنانا تھے۔ 1933 میں ان کی شادی مشہور ادیب اور دانشور ڈاکٹر عابد حسین سے ہوئی۔ لکھنے لکھانے کا شوق بہت کم سنی سے تھا۔ یہ ورثہ بھی ہے اور دل کی لگن بھی۔ وہ پچاس سال سے برابر لکھ رہی ہیں۔ اب تک ان کی چالیس سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ناول، افسانوں، ڈراموں اور ادبی مضامین کے مجموعے بھی ہیں اور سوانح عمریاں بھی۔ تنقیدی، تحقیقی اور ادبی کتابیں بھی۔ حالی کی سوانح جو انہوں نے "یادگار حالی" کے نام سے لکھی ہے ان کی مشہور کتاب ہے جو کئی یونیورسٹیوں کے کورس میں شامل ہے۔

میر انیس پر انہوں نے بہت کام کیا ہے۔ ان کی مشہور اور ضخیم تصنیف "خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں" اردو ادب اور انیسیات میں ایک اضافہ مانی گئی ہے۔ انیس صدی تقریبات کے زمانے میں انہی کے ہاتھوں "انیس کے مرثیے" کی پہلی جلد مرتب کی تھی جو ترقی اردو بیورو سے شائع ہوئی۔ اب "انیس کے مرثیے" دوسری جلد آپ کے سامنے ہے جس میں انیس کے چوبیس بہترین مرثیے شامل ہیں۔ صالحہ عابد حسین نے ان دونوں کتابوں کو بے حد محنت، لگن اور کاوش کے ساتھ مرتب کیا ہے امید ہے کہ انیس کے قدرداں اور ادب شناس ان کو پسند کریں گے۔